وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کی خواہش کرے تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا

حقیقتِ اسلام

مرتبہ حضرت مولانا ماسٹر محمد احسان

پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ - لاہور

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۴۱ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۶۰ھ

رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں کوشش کرنا آپ کا اسلامی فرض ہے۔ اگر اس کے مضامین آپ کو پسند ہوں۔ تو کم از کم ایک خریدار ماہوار مہیا کر کے اپنا تبلیغی فرض ادا کیجئے۔ (ادارہ)

جلد ۱۸ فہرست مضامین نمبر ۳

مطبوعہ محمد احسان پرنٹر و پبلشر نے اتحاد پریس پل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام [illegible] سے شائع کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

بقلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

کانگرسی اصحاب، اکثر مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا کرتے ہیں کہ "تم ہمارے ساتھ مل کر ہندوستان کو آزاد کرنے کی کوشش نہیں کرتے کیا تم کو آزادی پسند نہیں ہے"؛

اس طعنہ میں جو فریب مضمر ہے، اس وقت ہم اُس سے تعرض نہیں کرتے، بلکہ اُس کے جواب میں اُن سے یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ " اس نازک وقت میں جبکہ حکومت ہند، جمہوریت کی بقار کے لئے، ہٹلر اور مسولینی سے جنگ کر رہی ہے، کانگرس، انگریزوں کی مدد کرنے کے بجائے، اُن سے برسرپیکار ہے، کیا اُسے جمہوریت کی بقار پسند نہیں ہے؟

اِس کے جواب میں کانگرسی لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ :۔

۱۔ انگریز، جمہوریت کی حفاظت کے پردے میں، اپنی حکومت کی بقار کے لئے جنگ کر رہے ہیں، اور ہمیں برائے نام اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ انگریزوں نے یعنی (حکومتِ ہند نے جنگ میں شمولیت کے وقت، کانگرس سے مشورہ نہیں کیا بلکہ بطورِ خود شمولیت کا فیصلہ صادر کر دیا۔

۳۔ حکومت نے ہم سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ جنگ میں کامیابی کے بعد ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا۔

اب ہمارا جواب بھی سُن لیجیے

۱۔ کانگرس دراصل ہندوستان کو آزاد کرنا نہیں چاہتی بلکہ زیرِ سایۂ برطانیہ، ہندوراج قائم کرنا چاہتی ہے۔ جس کی ایک معمولی سی جھلک ہم مسلمانوں نے، کانگرسی وزارتوں کے زمانہ میں دیکھ لی ہے۔ اور وہ ہنوز ہمارے دماغوں سے محو نہیں ہوئی، اور ہم مسلمانوں کو، وہ محض اپنی مطلب برآری کے لئے شامل کرنا چاہتی ہے۔

(۲) کانگرس نے جب ۱۹۲۷ء میں ہندوستان کے لئے دستور اساسی (نہرو رپورٹ) مرتب کیا تھا، اُس وقت

ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں سے کوئی مشورہ نہیں کیا بلکہ اُن کی مرضی کے خلاف اس رپورٹ کو منظور کر دیا تھا۔

یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کی جد وجہد کی بدولت وہ رپورٹ ۱۹۲۹ء میں دریائے راوی میں غرق ہوگئی

۲۔ کانگرس نے آج تک ہم سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ ہندوستان کے آزاد ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو بھی قومی آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ حکومت میں ایک مستقل قوم کی حیثیت سے شریک کئے جائیں گے۔

مسلمان ایک مستقل قوم ہیں۔ ان کا مذہب، کلچر، معاشرت، زبان، اور ضابطۂ حیات ہندوؤں سے بالکل جُدا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی جمہوری حکومت کے قیام میں ہندوؤں کے معاون ہوں جس میں ان کی جداگانہ حیثیت بالکل فنا ہو جائے گی اور جس میں وہ ہندو اکثریت کے رحم وکرم پر ہوں گے۔

جس طرح کانگرس، انگریزوں کی پالیسی سے واقف ہے اسی طرح ہندوستان کے مسلمان بھی کانگرس کی پالیسی سے آگاہ ہیں اور اب کوئی لاغر اندام شیر خوار بہانا انہیں اپنے دامِ سیاست میں گرفتار نہیں کر سکتا ؂

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

ہندوؤں کو گوشِ ہوش سے سُن لینا چاہیئے کہ

(۱) ہندوستان کے نو۔ دس کروڑ مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں، وہ اپنی ملی ہستی، کسی دوسری اکثریت میں مدغم نہیں کر سکتے۔

(۲) وہ کسی دوسری قوم کے ساتھ مل کر "متحدہ قومیت" نہیں بنا سکتے۔

(۳) اُن کی سیاست اُن کے مذہب سے جُدا نہیں ہو سکتی۔

(۴) وہ کوئی ایسا دستور قبول نہیں کر سکتے جس کی بنیاد، اُن کے مذہبی اور اخلاقی اصولوں پر مبنی نہ ہو۔

(۵) جس طرح دنیا کی دیگر اقوام کو، حقِ خود اختیاری حاصل ہے، اُن کو بھی حاصل ہے۔

(۶) چونکہ مرکز میں ہمیشہ ہندوؤں کی اکثریت ہوگی، اور ہندو، مسلمانوں کے دشمن ہیں، لہٰذا وہ اپنے دشمنوں کے ماتحت رہنا گوارا نہیں کر سکتے۔

(۷) اس لئے ہندوستان میں وحدانی طرزِ حکومت قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جہاں جہاں ہندو اکثریت میں ہیں، وہاں وہ حکومت کریں، اور جن صوبوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہاں اُن کی حکومت ہوگی۔

اگر اس اصول کی رو سے ہندوستان کی وحدت ختم ہو جائے، اور وہ دو یا تین ریاستوں میں منقسم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آخر ہندوستان کی یہ وحدت خدا کی قرار دادہ تو نہیں ہے۔ یہ تو محض ایک اتفاقی

امر ہے۔

کل کی بات ہے۔ کہ سندھ، احاطۂ بمبئی میں شامل تھا، آج ایک جداگانہ صوبہ ہے۔ صوبۂ سرحد کچھ عرصہ پہلے پنجاب کا ایک جزو تھا آج ایک جداگانہ صوبہ ہے۔ برہما چند سال ہوئے ہندوستان میں شامل تھا، آج اس ملک سے جدا ہے۔ پس اسی طرح اگر مسلم اکثریت کے صوبے، ہندو اکثریت کے صوبوں سے جدا ہو جائیں تو نہ زمین پھٹ جائے گی نہ آسمان ٹوٹ پڑے گا۔

علاوہ بریں یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب ہندوؤں اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ مذہب جدا، اصولِ اخلاق جدا، تمدن جدا، معاشرت جدا، معیشت جدا، زبان جدا، روایات جدا، ضابطۂ حیات جدا، تو پھر آگ اور پانی کو جمع کرنے سے فائدہ ؟ اور پہلا سوال یہ ہے کہ یہ جمع ہو بھی کس طرح سکتے ہیں ؟

کیا ہندو، اِس اتحاد کی خاطر کوئی قربانی کر سکتے ہیں ؟ کیا وہ ہندی کے بجائے اردو زبان اختیار کر سکتے ہیں ؟ کیا وہ حضرات اورنگ زیبؒ اور سلطان ٹیپوؒ اور سلطان محمود بیگڑہؒ کو اسی احترام کے ساتھ یاد کر سکتے ہیں جس کے ساتھ مسلمان اِن بزرگوں کو یاد کرتے ہیں ؟ کیا وہ گائے کو اُسی نظر سے دیکھ سکتے ہیں جس نظر سے مسلمان دیکھتے ہیں ؟ کیا وہ مساجد کے سامنے باجہ بند کر سکتے ہیں ؟ کیا وہ اسلامی تمدن اختیار کر سکتے ہیں ؟

اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر وہ مسلمانوں سے کیوں یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ ہندی سے اُلفت کریں، گائے کا احترام کریں، بندے ماترم گانا شروع کر دیں، رقص و سرود کو داخلِ عبادت کر لیں، سود خواری کو جائز قرار دیں، یا پردہ کو خیرباد کہہ دیں ؟

جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر ہندوستان کی سیاسی گتھی کو سلجھانے کی صرف یہی ایک صورت ہے جو مسلمان پیش کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔ ایک مسلم انڈیا جہاں مسلمان اکثریت حکومت کرے دوسرا ہندو انڈیا جہاں ہندو اکثریت حکومت کرے۔

ہندوؤں کو واضح ہو کہ وہ زمانہ گزر گیا جب مسلمان اُن کی چکنی چپڑی باتوں میں آجایا کرتے تھے۔ گزشتہ بیس سال میں، کانگرس اور ہندوؤں نے، مسلمانوں اور اُن کے کلچر کو تباہ کرنے کے لئے جو منصوبے باندھے اور جس قدر کوششیں کیں ہیں وہ سب مسلمانوں کی نظر میں ہیں۔ اور اب جبکہ یہ طلسم باطل ہو چکا ہے، ہندو انہیں مزید مبتلائے فریب نہیں کر سکتے۔

ہندوؤں کو سوچنا چاہیئے کہ زبان سے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد بہت ضروری ہے لیکن طرزِ عمل اِن کا

یہ رہا ہے کہ اس اتحاد کی واحد یادگار (اردو) کو مٹانے کے لئے گاندھی سے لے کر چنڈی داس تک دن رات ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں! قول اور فعل میں اسقدر کھلا ہوا تضاد شاید چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو۔

زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ کانگرسی حکومت میں، مسلمانوں کے کلچر کی حفاظت کی جائے گی لیکن ودیا مندر سکیم کے نفاذ کے لئے ہر ہندو نعل در آتش ہے! کیا یہ سکیم مسلمانوں کے کلچر پر براہِ راست حملہ نہیں ہے؛ شاید "کلجگ" شروع ہو گیا

زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت اور مساوات کے حامی ہیں اور سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے گا۔ لیکن آج تک جمہوریت اور مساوات کے ان انوکھے علمبرداروں نے "اچھوتوں" کو انسانیت کے ابتدائی حقوق بھی عطا نہیں کئے۔ جو قوم اپنے بھائیوں کو اچھوت سمجھتی ہے وہ مسلمانوں کو اپنا بھائی کس طرح سمجھ سکتی ہے!

ہمیں ہندوؤں کی اس ذہنیت پر چنداں افسوس نہیں، افسوس اگر ہے تو اُن مسلمانوں پر، جو ان حقائق کو دیکھ رہے ہیں، اور پھر بھی کانگرس میں داخل ہیں اور ہندوؤں میں شامل ہیں، اور مسٹر گاندھی کو اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔

رسالہ حقیقت اسلام کے ناظرین پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ ہم اللہ اور اس کے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کے بعد، جملہ بزرگانِ دین کا احترام کرنا شعارِ زندگی سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا روحانی فیض ابھی تک جاری ہے۔ ان مقربانِ بارگاہِ خداوندی سے محبت اور عقیدت قلب میں، سوز و گداز پیدا کرتی ہے، ان کے تذکروں سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اس قول کی تائید، دورِ حاضر کے سب سے بڑے مفکرِ اسلام حکیم الامۃ حضرت علامہ اقبالؒ کے اُس خط سے بھی ہوتی ہے، جو اُنہوں نے میرے دوست سید نذیر نیازی کو لکھا تھا۔ ذیل میں اس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے:-

"حضرت مجددؒ کے مزار پر حاضر ہوا ...... نہایت عمدہ اور پاکیزہ جگہ ہے ...... مزار نے میرے دل پر بہت اثر کیا"۔

الغرض ہم بزرگانِ دین کے مزارات پر حاضری کے قطعاً خلاف نہیں۔ بلکہ اس کو موجبِ سعادت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس حقیقت کے اعلان سے باز نہیں رہ سکتے کہ آج ان بزرگوں کے مقدس مزارات پر جس قسم کے غیر اسلامی مناظر دیکھنے میں آتے ہیں اور جس قسم کی بدعات وہاں روا رکھی جاتی ہیں، اُن سے ہماری مذہبی غیرت اور ملی حمیت دونوں کو بے اندازہ صدمہ ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم علی احمد المعروف بہ صابر کلیریؒ ہندوستان کے چوٹی کے اولیاؤں میں سے ہیں۔ جنہوں نے

ساری عمر توحید اور سُنّتِ نبویؐ کی تبلیغ و اشاعت میں بسر کی، ہزاروں کافروں کو اسلام کی روشنی دکھائی۔ اور سینکڑوں مسلمانوں کو خدا سے ملایا لیکن آج کیا حالت ہے؟

سالانہ عُرس کے موقع پر چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمان وہاں جمع ہوکر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی کانفرنس منعقد کرتے، قرآن کے پیغام کو عام کرنے کا انتظام کرتے، صاحبِ مزارؒ کی سیرت مبارکہ پر تقاریر سُنتے، اور اپنی زندگیوں کو آنجنابؒ کی زندگی کے سانچے میں ڈھالتے، اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کرتے۔

لیکن ہوتا کیا ہے؟ دُور دُور سے خوش گلو پاکیزہ رو طوائفیں، طبلوں اور سارنگیوں کے ساتھ آتی ہیں، نامور اور مشہور قوال ڈھولکیں لے کر آتے ہیں، ہر قسم کے دکاندار، زائرین کو دعوتِ اسراف دیتے ہیں۔ مجرے اور قوالی کے شیدائی، جنّت نگاہ اور فردوس گوش سے متمتع ہونے کے لئے ڈیرے جماتے ہیں۔ محفلِ رقص و سرود میں نوے فیصدی مسلمانوں کی نمازیں قضا ہوتی ہیں۔ اور کوئی شخص ان سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہ قوالی اور یہ مجرا کس فقیہہ کے حکم سے نماز کا نعم البدل قرار پایا ہے؟

صاحبِ مزارؒ کے متعلق مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے مدۃ العمر کسی طوائف کا گانا نہیں سُنا، پھر صاحبِ میاںؒ کے یہ عشاق، اس بدعت کو کیوں روا رکھتے ہیں؟ مَیں صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ اگر طوائف کے گھر جانا اور گانا سُننا خلافِ شعائرِ اسلامیہ ہے۔ تو کسی بزرگ کے مزار پر بھی اُسے بُلانا یا اس کا گانا سُننا ناجائز ہے۔ کیا کسی صاحبِ مزار کا یہ قول مستند نہیں دکھایا جاسکتا ہے۔ کہ اگر زنانِ بازاری، مزارات پر قدم رنجہ فرمائیں تو اُن کا گانا بجانا، جائز ہو جائے گا؟

خُدا جانے مسلمانوں کو کس دن یہ سمجھ آئے گی کہ ہر وہ بات جو سُنّتِ نبوی کے خلاف ہے، موجب گمراہی ہے خواہ وہ اپنے گھر کی جائے یا کسی اور کے گھر، یا کسی مزار پر۔

محال است سعدیؒ کہ راہِ صفا
تواں یافت جُز در پئے مصطفٰےؐ

اسلام اور تجارت

از جناب عبدالحلیم خان - بی - اے - ایل - ایل - بی وکیل - مزنگ روڈ - لاہور

تجارت ایک آزاد اور شاہانہ پیشہ ہے - اور دنیا کے مخیر ترین اور متمول ترین انسان اسی پیشہ سے تعلق رکھتے ہیں - امریکہ کی تجارتی ترقی زبان زدِ خلائق ہے - اور انہیں لوگوں کی خیرات کا نتیجہ ہے - کہ ہندوستان میں بھی چپے چپے پر مشن ہسپتال، مشن سکول اور مشن کالج رفاہ عام کی خدمات کے علاوہ اپنے دین کے تبلیغی فرائض سرانجام دے رہے ہیں -

اللہ تعالےٰ کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجارتی قابلیت ہی کی وجہ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے آپ کو تجارتی سفر پہ بھیجا - پہلے ہی سفر میں کثیر منافع ہوا - اور غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا - مسلمانوں کو تجارت سے ایک خاص نسبت ہے - اور ہر ملک میں اس پیشہ کو نہ صرف دنیوی نقطۂ نگاہ سے مفید بلکہ دینی پہلو سے بھی متبرک پیشہ سمجھا جاتا ہے - اس اعتقاد کی وجوہات صاف ہیں -

جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے - اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ رسول نے اس پیشہ کو اختیار کیا - اور اس میں دلچسپی لی - صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفۂ اول ایک ممتاز تاجر تھے - اور ان کی کمال راست گفتاری کی وجہ سے ہی آپ کو صدیق کا لقب دیا گیا - حضرت عثمان غنیؓ بھی مکہ کے ممتاز تاجروں میں سے تھے - ان کا مال و دولت اور سخاوت زبان زدِ عام ہے -

نہ صرف رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ اللہ تعالےٰ نے بھی اپنی کلامِ پاک میں تاجر پیشہ لوگوں کا ذکر نہایت محبت سے کیا ہے - اور یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان رسول کریمؐ کے زمانہ میں ہی تجارتی مفاد کے لئے غیر ممالک کو جایا کرتے تھے - اور وہاں اپنے روزمرہ لین دین میں اپنے کیریکٹر کا نمونہ دکھا کر سب کو مذہب اسلام کا گرویدہ بنا لیتے تھے -

ہندوستان میں مسلمان تاجر کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاتح اور حاکم کی حیثیت سے آیا - اس لئے ہندوستانی مسلمان کی اس پیشہ میں تربیت نہ ہو سکی - ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے کہ حکومت غیروں کے قبضہ میں چلی گئی - یہ قدرتی بات تھی کہ کچھ عرصہ تک مسلمان کے دماغ میں حکومت کا نشہ رہتا - مگر اب احتیاج اور ذلت کی وجہ سے وہ نشہ ٹوٹ چکا ہے - ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنا احتساب کیا جائے - اور اگر حکومت کا واپس آنا محال ہے تو کم از کم تجارت کی جانب مناسب توجہ دی جائے -

نانبائی کی دکان، دودھ دہی کی دکان، آٹے دانے کی دکان یا اس قسم کی معمولی دکانیں بھی تجارت میں داخل ہیں۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

این چمن دارد بسے شاخِ بلند ــــ بر نگوں شاخ آشیاں خود مبند

تا کجا این خوف و وسواس و ہراس ــــ اندریں کشور مقام خود شناس

ہمارے سامنے برادرانِ وطن کی ہزاروں کمپنیاں لاکھوں کروڑوں روپیہ کے سرمایہ سے نہایت وسیع پیمانہ پہ کاروبار کر رہی ہیں۔ انکی فلک بوس عمارات عظیم الشان بنک، انشورنس کمپنیاں اور حیرت ناک طور پر وسیع کارخانے ایک ضعیف مسلمان کیلئے ایمان کی کمزوری کا باعث ہو سکتے ہیں بعض مسلمانوں کو کہتے سنا ہے۔ کہ مسلمانوں کے پاس سرمایہ نہیں اس لئے تمام تجارت غیر اقوام کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ غلط ہے اور بالکل غلط۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ یعنی تم میں سے جو مومن ہیں اور جنکو علم دیا گیا ہے۔ اللہ انکے درجے بلند کریگا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اور ہمیشہ سچا رہے گا۔ چنانچہ اگر ہمیں بلند درجے نہیں ملے! اور وہ غیر اقوام کے حصے میں آگئے ہیں تو یا ہمارا ایمان کمزور ہے۔ یا علم کا فقدان ہے۔ یا دونوں میں کمی ہے۔ اگر ایک بے علم مسلمان کو دس لاکھ روپیہ کوئی بنک یا کمپنی کھولنے کے لئے دے دیا جائے تو یقینی امر ہے۔ کہ وہ اپنی جہالت کی اور لاعلمی کی وجہ سے کچھ عرصہ میں تمام روپیہ ضائع کر دے گا یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت ملی پس یقیناً اُس کو خیر کثیر ملی۔ مگر سوائے دانشمند لوگوں کے اور کوئی نصیحت نہیں پکڑتے۔

مسلمان تاجر کی حالت کولھو کے بیل سے بہتر نہیں۔ اس کے جمود و خمود کا یہ عالم ہے۔ اور ارتقائی خیالات سے اس قدر بیگانہ ہے کہ آج قرآنی ارشادات کی صحیح تفسیر یا احادیث صحیحہ کا بیان بھی اس کو حرکت میں لانے کے لئے کافی نہیں۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ فلسفہ یونان کو عرب نے زندہ کیا۔ چھ صدیوں تک خلفائے امیہ و عباسیہ کے عہد میں علوم طب، ہندسہ، اقلیدس، طبعیات، نجوم، ہیئت، فلسفہ، منطق، تاریخ و جغرافیہ، ادب، قواعد وغیرہ رونق پر رہے۔ باوجود اسلامی حکومت ہونے کے کسی مفتی یا مُلا نے یہ فتوے نہ دیا کہ ان کی تحصیل کفر ہے۔ بلکہ ان علوم کے جاننے والوں کے درجے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان کے مطابق بلند ہوئے اور اسلام کی حکومت اور عزت بڑھتی گئی مگر افسوس کہ مسلمانوں نے کلام پاک کے ارشادات کی تعمیل میں کوتاہی کی۔ ہمارے علماء پر غیروں کے حربے کارگر ہوئے۔ اور انہوں نے غلط تفسیریں بیان کیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہم علوم و فنون سے بیگانہ ہوتے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدل لیں۔

اگر مسلمان تجارت اور صنعت میں ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایمان اور علم دونوں حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا اور ان سے ذلت اور نکبت دور کر دیگا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔

(باقی آئندہ)

انہیں ہم ایسے باغات میں داخل کرینگے جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور وہ انہیں ہمیشہ
رہیں گے اللہ نے اس کا پکا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ سے بڑھکر وعدہ وفائی میں کون سچا ہو
سکتا ہے (۱۲۲) نہ تمہاری آرزوؤں پر کچھ منحصر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں
پر۔ جو برائی کریگا اُس کی سزا پائیگا۔ اور اُسے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست
ملے گا اور نہ مددگار (۱۲۳) اور جو شخص نیک کام کریگا مرد ہو یا عورت اور وہ
مومن بھی ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے۔ اور ان پر ذرہ برابر ظلم
نہ کیا جائیگا (۱۲۴) اور اس شخص سے بڑھکر کس کا دین بہتر ہو سکتا ہے جس نے اپنا سر
خدا کے آگے جھکا دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کی ملت کا متبع ہوا
جو حنیف تھا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنا لیا تھا (۱۲۵) اور
اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ
کئے ہوئے ہے (۱۲۶) اور (اے پیغمبر اسلام) لوگ آپ سے عورتوں کے نکاح کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے
ہیں کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں ان عورتوں کے بارے میں اجازت دیتا ہے اور جو احکام
تمہیں سنائے جا رہے ہیں وہ کتاب میں موجود ہیں یتیمی عورتوں کے متعلق جنہیں تم

باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں پر لگائے رکھنے کی قسم کھا چکا
ہے۔ جو شیطان کا اتباع کرتا ہے وہ عمل الصالح ایمان اور اصل حقیقت
کی بجائے باطل آرزوؤں بے بنیاد سہاروں اور جھوٹی امیدوں پر
زندگی بسر کرتا ہے فرمایا ہے ایسے لوگ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں
ہمیشہ دھوکے میں زندگی گزارتے ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور
وہ ایسی جگہ ہے کہ وہاں سے بھاگ کر کسی طرف نہیں جا سکتے مگر اسکے
برعکس جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد نیک عمل کئے خدا کے احکام کے
آگے سر جھکا دیا نبی کے نقش قدم پر چلے حقوق العباد اور حقوق اللہ
کو اسطرح نبھایا جیسے شریعت نے حکم دیا تھا اور حقیقی معنوں میں نبی کے
متبع ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ہونگے آخرت کی
زندگی کی کامرانیاں اور خوشیاں انہیں کو دی جائیں گی۔

مدینہ منورہ کا واقعہ ہے کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک
بحث چھڑ گئی کہ کون افضل ہے۔ یہودی کہنے لگے ہمارا نبی تمہارے
نبی سے پہلے ہوا ہے ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہم
کے مقبول بندے ہیں مسلمان کہنے لگے ہم تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر
اچھے ہیں ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب سب کتابوں سے
افضل ہے اسپر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو سنا دیا گیا کہ۔
ایمان و عمل کی جگہ باطل آرزوؤں میں مگن ہو جانا انتہائی درجے کی
گمراہی ہے۔ یہود و نصاریٰ اس گمراہی میں پڑ کر تباہ ہو گئے ہیں یہود کہتے
ہیں ہم خدا کے چہیتے بندے ہیں ہم پر دوزخ کی آگ حرام ہے وہ اس طرح
سے بیکار نیکی کا کوئی کام نہیں کرتے اور سخت سنگدل ہو گئے ہیں اسی طرح
پھر عیسائی ہیں کہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کا کفارہ
ہو گئے ہیں اب ہم کتنے ہی گناہ کریں کوئی حرج کی بات نہیں بخشے تو
ضرور جائیں گے۔ اس تعلیم پر مسلمانوں کو غیر مبہم الفاظ میں متنبہ کر
دیا گیا ہے کہ دیکھو نفلی جمع خرچ کا کوئی فائدہ نہیں دینا رد و قدح کا
سرمایہ دین بنانے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی جو کوئی موہوم
امیدوں پر رہتا ہے اور عمل کی طرف نہیں آتا اسکو اسکے اعمال کی سزا
دی جائیگی اور کوئی ہستی اسکی مدد نہ کر سکے گی جو کوئی نیک عمل کریگا
بشرطیکہ اس کے سینے کے اندر ایمان ہو تو وہ یقیناً جنت میں داخل
ہوگا۔ خواہ کوئی ہو اور یہی سیدھا دین ہے جو ابتدائے دنیا سے چلا آ
رہا ہے اور اسی دین کی تعلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہ دیتے رہے ان
آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز ایمان و عمل ہے اپنے طریقیا
اپنے مذہب کی بڑائی سے کچھ نہیں ہوتا اگر ایک مسلمان ایمان و عمل
کی برکات سے خالی ہے تو اسکو بھی وہی سزا دی جائیگی جو ایک بدکار
یہودی اگر گنہگار عیسائی یا دیگر مشرکین کو دی جائے گی۔
عہ ۸ سورۃ کی ابتدا عورتوں کے حقوق اور انکے معاملات کی
نگہداشت کے احکام سے ہوئی تھی درمیان بحث میں جو باتیں چھڑ

تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا
لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ
بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ
اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ
الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا
وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ
تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا
تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ
تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَ
اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا
حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ
وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ
اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

اُن کا حق جو اُن کیلئے مقرر ہو چکا ہے نہیں دیتے ہو اور چاہتے ہو کہ تم انہیں نکاح میں لے آؤ۔ اور بے بس
بچوں کے بارہ میں بھی احکام موجود ہیں نیز یہ کہ تم یتیموں کیساتھ حق و انصاف سے پیش آؤ اور نیکی کا
جو کام بھی کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہے ﴿۱۲۷﴾ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی سرکشی یا بے تعلقی کا اندیشہ
ہو تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ کسی بات پر آپس میں صلح کر لیں اور صلح اچھی چیز ہے اور
بخل و حرص تو ہر ایک نفس میں موجود ہے اگر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تو (یاد رکھو
کہ) یقیناً اللہ بھی تمہارے اُن کاموں سے واقف ہے ﴿۱۲۸﴾ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکیگا کہ (ایک سے زائد)
عورتوں میں برابری قائم رکھو اگرچہ تمہاری انتہائی خواہش ہی کیوں نہ ہو پس ایک ہی طرف
نہ جھک پڑو کہ دوسری کو معلقہ کی طرح چھوڑ بیٹھو اگر تم باہمی سمجھوتہ کر لو۔
اور خدا سے ڈرتے رہو تو بیشک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے ﴿۱۲۹﴾
اور اگر وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے فضل سے دونوں کو بے نیاز کر دیگا کہ
اللہ بڑی کشائش اور بڑی حکمت والا ہے ﴿۱۳۰﴾ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے
اور ہم نے جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی تھی اُن کو اور تمکو حکم دے رکھا ہے کہ اللہ سے
ڈرو اور اگر راہِ کفر اختیار کروگے تو (یاد رکھو) آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے

گئیں ہو انہیں بیانات کی تائید اور توضیح و تشریح کے
سلسلے میں ہیں اور بتایا گیا تھا کہ کس طرح ایک عمل صالح
کرنے سے دوسرے کی توفیق ہوتی ہے اور کس طرح ایک
نافرمانی کر لینے سے دوسری نافرمانیوں پر جرأت ہوتی ہے
اس واسطے عورتوں اور یتامیٰ کے حقوق کے سلسلے میں بڑی
فضیلتوں اور ایسے کاموں کا ذکر ہوا ہے جو خدا کو محبوب ہیں
اور جن سے انسان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں کامیابی
ہوتی ہے اس طرح سے پھر سلسلہ بیان عورتوں کے حقوق
کی طرف پھر گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جو بیان عورتوں اور
یتیموں کے بارے میں ہو چکے ہیں۔ انہیں کے سلسلہ
میں لوگوں نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید
سوالات پوچھے ہوں گے جن کا یہاں ذکر ہے۔ حضور کے
زمانہ میں لوگوں کا دستور تھا کہ اگر یتیم لڑکیوں کو جو
مالدار ہوتیں ان کے نگران سرپرست ہوتے تو شادی
سے روکے رکھتے کہ جب یہ بیاہی جائیں گی تو اپنی جائداد
بھی اپنے ساتھ لے جائیں گی اور جس طرح ہم آج اس سے
فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کل کو نہ اٹھا سکیں گے۔ بعض
لوگ ایسی لڑکیوں کو اپنے رشتہ نکاح میں لے آتے تاکہ
اُن کا روپیہ پیسہ بھی اُن کی ملکیت میں آ جائے۔ نتیجہ
اُن کی جائیداد کو بیٹھ کر کھا لیتے۔ تو پھر بیچاریوں پر
طرح طرح کے ظلم ڈھاتے۔ مگر بظاہر شادی کی بھی جاتی
تو شوہر سے یہ شرط کر لی جاتی کہ وہ انہیں ایک رقم دیکر
یا عورت کے مہر سے کچھ حصہ یا تمام مہر بجائے عورت کو
دینے کے انکے حوالے کر دے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہیں
عورتوں کے بارے میں جو احکام دیئے گئے ہیں انہیں
پر سختی سے کاربند رہو اور تمہارے لئے یہ
ضروری ہے کہ لڑکیوں اور بے بس بچوں کو
ان کی چیزیں دو اور ان کا حق ادا کرو۔ یہ کیا عجیب بات
ہے کہ مال کے لالچ میں ان سے شادی کر لیتے ہو اور
پھر بیچاریوں کے ساتھ حق و انصاف سے پیش نہیں
آتے۔ یاد رکھو کہ یتیموں کے ساتھ پورا پورا انصاف کرو
کہ یہ نیکی کا کام ہے اور کوئی ایسا کام نہیں۔ جو
خدا کے علم میں نہ ہو۔

اور چاہیئے کہ میاں بیوی بکمال رضامندی زندگی
بسر کریں اور اتفاق سے رہیں اگر عورت کو خوف ہو
کہ اُس کا خاوند اُس سے بگڑ گیا ہے تو اُسپر لازم ہے کہ جلد

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾
اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ
الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ
سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ
بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف
فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

سب اللہ ہی کا ہے، اور اللہ سب سے بے نیاز اور بڑی ہی تعریف کے قابل ہے ﴿۱۳۱﴾ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور (انسان کیلئے) اللہ ہی کا کارساز ہونا کافی ہے ﴿۱۳۲﴾ اے لوگو اگر وہ چاہے۔ تو تمہیں دنیا سے اٹھالے اور دوسروں کو لا بسائے اور اللہ ایسا کرنے پر قادر ہے ﴿۱۳۳﴾ جو صرف دنیا کا ثواب چاہتا ہو۔ تو اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے پاس دُنیا و آخرت دونوں کا ثواب ہے اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ﴿۱۳۴﴾ ع اے ایمان والو انصاف پر پوری طرح قائم رہو اس حالت میں کہ اللہ کیلئے (سچی) گواہی دو اگرچہ وہ تمہارے اپنے یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے ہی خلاف پڑے اگر ان میں کوئی مالدار ہے تو نادار ہے تو بہرحال اللہ ان سے زیادہ حق رکھتا ہے، پس خواہشات کی پیروی میں کہیں جادۂ انصاف سے نہ بھٹک جاؤ اور اگر بات کو گول مول رکھوگے یا گواہی دینے سے پہلو تہی کروگے تو (یاد رکھو) اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے ﴿۱۳۵﴾ اے ایمان والو اللہ اور اُس کے رسول اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے نیز اُس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی تھی یقین رکھو۔ اور جو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا، اُسکی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ

بن پڑے ہر رضامند کرو خواہ ایسا کرنے میں اپنے بعض حقوق ہی سے دستبردار ہونا پڑے بہرحال حسن سلوک اور پرہیزگاری اور دیگر اعمال نیک خدا کے علم میں ہوتے ہیں وہ ایسے اعمال کا اجر ضرور عطا کرتا ہے اور اسے رد و ابشن لو۔ کہ اگر ایک سے زائد عورتیں اپنے حلقۂ نکاح میں لانا چاہو تو یاد رکھو کہ ان سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ کسی ایک طرف تو بالکل جھک جاؤ اور کسی کو بالکل معلق چھوڑ دو۔ یہ باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ کوئی شخص کما حقہ دو یا زیادہ عورتوں کے درمیان حق و انصاف قائم نہیں رکھ سکتا اسلئے جہاں تک ممکن ہو حد تک تم اس کی رعایت رکھو اور خدا سے ڈرو کہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ فرماتا ہے کہ اگر تم میاں بیوی رضامندی ہی نہیں ہو سکتے تو بیشک جدا ہو جاؤ۔ اللہ ہر ایک کو وسعت دیگا کہ خوشگوار زندگی گذار سکو۔ فرماتا ہے جو لینا ہے مجھ سے لو۔ میرے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں کیونکہ میں ہی زمین و آسمان کا مالک ہوں پس کوئی کسی کو پھندے میں پھنسا کر اپنے لالچ کا شکار نہ بنائے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو! ایسی ہی احکام اس سے پہلے دنیا کو سنائے گئے تھے اور یہی اب تمہیں اور آئندہ آنیوالی نسلوں کو سنائے جارہے ہیں اگر مان لوگے تو تمہارا فائدہ ہے۔ نہ مانوگے تو خدا کا اسمیں کوئی نقصان نہیں یاد رکھو اگر تم نے بھی گذشتہ نافرمان امتوں کی طرح ہمارے احکام پر عمل کرنے سے انکار کر دیا تو تمہاری جگہ کوئی اور قوم کھڑی کر دی جائیگی۔ اور جو کوئی اس قابل ہوگا۔ وہی دنیا و آخرت کے بلند درجے خوشیاں اور کامرانیاں حاصل کریگا

ف ۸۱ اب کہ اس سورت کا اختتام ہونے کو ہے وعظ و نصیحت کا پہلو نمایاں کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قیام حق و عدل پر زور دیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! تم سچائی اور حق گوئی کو اپنا وطیرہ بناؤ اور ہمیشہ سچی شہادت دو اور کوئی چیز تمہیں اس سے منع نہ کرے۔ حق کہا کرو دیکھو کہ حق گوئی تمہارے ہی خلاف پڑتی ہو یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں پر حرف آتا ہو

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١٣٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا
ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ ط بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣٨﴾ لا ۨالَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ
فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾ ط وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ
اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا
تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۖ ز
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ
الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿١٤٠﴾ لا ۨالَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ج
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ ز
وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ لا قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

بیشک (راہ راست) سے بہت دُور جا پڑا ﴿۱۳۶﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ انہیں نہ بخشیگا اور نہ انہیں سیدھی راہ دکھائے گا ﴿۱۳۷﴾ (اے پیغمبرِ اسلام) منافقوں کو خوشخبری سُنا دیجئے کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا ﴿۱۳۸﴾ (وہ منافق) جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا وہ اُن کافروں سے عزت کے طلبگار ہیں سو (جان لیں کہ) عزت تو تمامتر اللہ کے قبضہ میں ہے ﴿۱۳۹﴾ اور تم پر اللہ کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ انکار اور ہنسی مذاق ہوتے سنو تو انکے پاس مت بیٹھو جبتک وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ بلاشبہ تم بھی ان جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ جمع کرنیوالا ہے ﴿۱۴۰﴾ (یعنی ان لوگوں کو) جو تمہارے متعلق منتظر رہتے ہیں اگر اللہ کیطرف سے تمہیں فتح نصیب ہو تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ شریک نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ ملگیا تو (ان سے) کہنے لگتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور مسلمانوں سے تمہیں نہیں بچا یا تھا؟ تو اللہ قیامت کے دن تمہارے

تو بھی سچ کہنے سے دریغ نہ کرو۔ دیکھو تمہیں سچ کہنے سے نہ دولتمند کی دولت باز رکھے اور نہ فقیر و بے بس کی غریبی۔ حاصل کلام تمہاری اغراض کو سچ کہنے میں کوئی دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ لگی لپٹی رکھے بغیر سچ سچ کہدو۔ اور اگر تم نے ہیر پھیر کر کے حقیقت کو چھپانے کی کوشش کی۔ تو یاد رہے کہ خدا تم سے بے خبر نہیں۔ فرماتا ہے: یہ صفاتِ حمیدہ تمہارے اندر اسی وقت پیدا ہو سکتی ہیں۔ جب تم خدا پر ایمان لاؤ۔ رسول کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دو۔ تمام کتابوں کو بلا چون و چرا مانو۔ اور جو اللہ، اس کے ملائکہ، اُس کی کتب، اس کے رُسل اور یوم آخرت سے انکار کرے سمجھو کہ وہ گمراہ ہے اور راہِ راست سے بہت دُور ہے۔

یاد رکھو کہ ایمان لانے کو کھیل نہ بنایا جائے کہ کبھی تو ایمان لے آئے اور کبھی انکار کر دیا۔ اور اسی طرح انکار میں زندگی گزارتے رہے ایسے لوگوں کو خدا نہ بخشتا ہے اور نہ انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ منافق بھی سُن لیں۔ ان کو دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اگر وہ عزّت حاصل کرنے کے خیال سے منافقت کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہو کہ عزّت تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے بس اللہ ہی سے ان چیزوں کی طلبگاری کرو۔ مسلمانو! اگر کبھی ایسے لوگوں سے ملو جو ہمارے احکام اور آیات پر ہنسی اُڑا رہے ہوں تو ان کی مجلس میں نہ بیٹھو۔ حتّٰی کہ دوسری باتوں میں لگ جائیں۔ کیونکہ اگر تم وہاں بیٹھ کر ان کی باتیں سنتے رہے تو پھر تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ ع اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ج
وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى لا يُرَآءُوْنَ النَّاسَ
وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ ز لا مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ
ذٰلِكَ ق صلے لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ لا
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا
دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ
اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ
اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

قسط ہشتم

اسلام کیا ہے؟

از جناب پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بی۔اے (آنرز)

ایمان بالرسل

نبی اور رسول کی تعریف لفظ نبی، نباء سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایسی اطلاع جو مفید ہو، اور کسی چیز کے متعلق علم بھی عطا کرے لفظ نبی کے معنی ہیں۔ وہ شخص جو خدا کے متعلق اطلاع یا خبر دے۔ یا خدا اور بندوں کے درمیان ایلچی یا خبر رساں (مفردات راغب) نبی کو رسول بھی کہتے ہیں۔ اور لفظ رسول کے لغوی معنی ہیں "بھیجا گیا" یا پیغام بر، قاصد، یا ایلچی۔ قرآن مجید نے نبی اور رسول دونوں لفظوں کو مترادف قرار دیا ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات نبی کہکر خطاب کیا گیا ہے۔ اور بعض اوقات رسول کہہ کر۔

لفظ نبی کے مفہوم میں دو تصورات شامل ہیں۔ پہلا تصور، خدا سے خبر پانے والا۔ اور دوسرا تصور بندوں کو اُس خبر سے مطلع کرنیوالا۔ قرآن مجید کی رو سے لفظ رسول نسبتاً وسیع المعانی ہے۔ یعنی نبی کا اطلاق صرف پیغمبروں پر ہوتا ہے اور رسول کا اطلاق، پیغمبروں کے علاوہ فرشتوں پر بھی ہوتا ہے۔

زاویۂ نگاہ سے نبی اور رسول میں تھوڑا سا فرق یہ ہے۔ کہ صاحب شریعت کو رسول اور غیر صاحب شریعت کو نبی کہتے ہیں۔ مثلاً موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ عیسیٰؑ اور سرکار دوعالمؐ کو خصوصیت کے ساتھ رسول، کے لقب سے پکارتے ہیں۔ اور باقی کو نبی کے لقب سے، لیکن یہ تفریق منطقی نہیں ہے محض رسمی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید ان دونوں لفظوں میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتا

ضرورت نبوت قبل ازیں بتایا جا چکا ہے۔ کہ وحی والہام ایک امر فطری ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالٰی نے عالم جسمانیات میں جسمانی زندگی کی حفظ و بقا کے لئے آفتاب بنایا، اسی طرح عالم روحانیات میں، روحانی زندگی کی تربیت اور تقویت کے لئے سلسلہ وحی والہام جاری کیا۔ اور چونکہ وحی کا نزول انسان ہی پر ہو سکتا ہے، اس لئے ایمان بالکتب کا منطقی نتیجہ یہ ہے۔ کہ مسلمان رسولوں پر بھی ایمان لائے۔

رسولوں پر ایمان لانے کی ضرورت اس لئے بھی ہے۔ کہ وہ نہ صرف ہمیں وحی اللہ سے خبردار کرتے ہیں۔ بلکہ وہ

اس کی صحیح تفسیر اور تشریح بھی کرتے ہیں۔ اور اپنے طرزِ عمل سے، اس کے مفہوم کو ذہن اور دل نشین کر دیتے ہیں۔ یعنی وہ ہمارے لئے نمونہ (اسوہ) ہوتے ہیں۔ انسان فطرتاً نمونہ (اسوہ) کا محتاج ہے، بچہ جس طرح ہمیں چلتے پھرتے، کھاتے پیتے دیکھتا ہے اسی طرح خود عمل کرتا ہے۔

علاوہ بریں، محض کتاب، قوم کے اندر، کوئی عظیم الشان انقلاب پیدا نہیں کر سکتی، بنی آدم کے اندر، ذوقِ یقین کا رنگ، اپنے ہم جنس کے طرزِ عمل کو دیکھ کر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ فلاسفہ اور حکماء کی تصانیف نے آج تک کوئی انقلاب برپا نہیں کیا، کیوں! اس لئے کہ انسانوں کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا۔ فلاسفہ اور حکماء کا طرزِ عمل اکثر اوقات، اپنی تعلیمات کے بالکل مخالف ہوتا ہے۔ اس لئے محض کتاب، دلوں کو زندہ نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اس حقیقت پر بہت اصرار فرمایا ہے۔ کہ نبیؐ کے لئے لازمی ہے کہ وہ انسان ہو۔ تاکہ اپنے ہمجنسوں میں انقلاب پیدا کر سکے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ○ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا (۱۷/۹۵)	اور جب لوگوں کے پاس ہدایت الٰہی آئی، تو ان کو اسکے قبول کرنے سے صرف اس چیز نے باز رکھا ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہدیجے کہ اگر اس زمین میں فرشتے آباد ہوتے تو بیشک اللہ، کسی فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتا۔

سبحان اللہ! خالقِ فطرت نے، انسانی فطرت کی کیسی عمدہ رعایت ملحوظ رکھی ہے! چونکہ دنیا میں بنی آدم آباد ہیں اس لئے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا، تاکہ وہ دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ (اسوہ) بن سکیں۔ اور، بنی آدم ان کی اتباع کر سکیں، اور ان کے اندر احکام الٰہی کے قابلِ عمل ہونے کا اعتماد پیدا ہو سکے۔ یہ بھی ایک بڑا نکتہ ہے۔ آپ اُسی وقت کسی کام کے کرنے کا تہیہ کر سکتے ہیں، جب آپ کو اُس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ آپ کے حیطۂ اقتدار میں ہے۔

اس نکتہ کو ملحوظ رکھ کر، آپ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جو لوگ اوتاروں اور خدا کے بیٹوں پر ایمان لاتے ہیں، وہ دراصل اپنی فطرتِ صحیحہ کے خلاف، ایمان لاتے ہیں۔ اور منطقی طور پر، وہ لوگ ان کو اپنے لئے نمونہ نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ، معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں اوتار یا فلاں خدا کا بیٹا اگر متقی ہے، یا پارسا ہے یا اخلاقِ حسنہ کا مالک ہے۔ تو اس لئے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے، میں تو ایک کمزور انسان ہوں ۔ میں کس طرح اس کی تقلید یا اتباع کر سکتا ہوں؟ یا میں کس طرح اس کے نقشِ قدم پر چل سکتا ہوں؟

پس یہ مزعومہ اوتار یا ابن خدا، اپنے پیروؤں کے اندر اعتماد کی وہ نفسیاتی کیفیت پیدا نہیں کر سکتے، جو انقلاب کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ شرطِ اولین ہے۔ قرآن مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔ کہ اُس نے، اس نفسانی حقیقت سے دنیا

کو، پہلی مرتبہ آشنا کیا ہے کہ۔

هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا

اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں (نہ فرشتہ ہوں نہ اوتار ہوں اور نہ خدا کا بیٹا، کہ یہ تمام خیالات خلاف عقل بھی ہیں۔ اور خلاف فطرت بھی)

اب بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن مجید نے کیوں اوتاروں اور خدا کے بیٹوں کے وجود سے انکار کیا ہے ؛ محض اس لئے کہ یہ تصورات اور عقاید، سراسر خلاف عقل اور خلاف فطرت انسانی ہیں۔

نبوت کی عالمگیریت نبوت، اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہے، جس طرح اُس نے عالم مادیات میں، انسان کو اپنی نعماء سے مالا مال کیا ہے اسی طرح اس نے، انسان کی روحانی تربیت کے لیئے، نبوت کو بھی تمام اقوام کے لئے عام کر دیا قرآن مجید کی رو سے کوئی قوم ایسی نہیں، جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی یا رسول کے وجود با جود سے محروم رکھا ہو۔ اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا تھا؛ جب اُس نے "ابرو باد و مہ و خورشید"، کو کالے اور گورے۔ امیر اور غریب، ایشیائی اور افریقی سب کے لئے تمام کر دیا، تو وہ کسی قوم یا ملک کو روحانی نعمت سے کس طرح محروم رکھ سکتا تھا یہ بات تو اس کی رحمانیت اور ربوبیت تامہ کے خلاف ہوتی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۳۵/۲۴

اور کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۱۳/۷

اور ہر قوم میں ایک ہادی آیا۔

اگرچہ قرآن مجید نے نام کی تخصیص کے ساتھ صرف چھبیس انبیاء کا تذکرہ فرمایا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان یہ ہے، کہ تمام دنیا میں نبی اور رسول مبعوث ہوئے۔

ایمان بالرسل اسی لئے قرآن مجید نے یہ تعلیم دی ہے کہ ایک مسلمان کا یہ فرض مذہبی ہے کہ وہ سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کوئی امتیاز یا تفریق روا نہ رکھے۔ کیونکہ سب اللہ کے بھیجے ہوئے تھے اور سب نے ایک ہی دین (اسلام) کی تعلیم دی تھی

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ

(اے مسلمانو!) کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اُس ہماری طرف نازل کیا، اور جو کچھ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق یعقوب اور انکی اولاد پر نازل کیا، اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ دوسرے تمام انبیاء کو اُن کی رب کی طرف سے دیا گیا

النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

بھی ایمان لائے۔ ہم ان میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے اور ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں"

اگر کوئی مسلمان بعض انبیاء پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہ لائے تو قرآن مجید کی رو سے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ آنحضرت پر کیوں نہ ایمان رکھتا ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا (۴/۱۵۰)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں، تو بلاشبہ وہ پکے کافر ہیں۔ اور ہم نے کافروں کے لئے رسواکن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پس تمام انبیاء پر ایمان لانا، اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ یعنی ایسا اصول جس کا انکار، انسان کو کافر بنا دے گا اور بلاشبہ یہ اسلام کا بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے، تاریخ مذہب میں پہلی مرتبہ، تمام انبیاء کی عزت از سرِ نو دنیا میں قائم کی لہذا جو شخص اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہتا ہے وہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء پر ایمان لاتا ہے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں اور کسی قوم میں مبعوث ہوئے ہوں۔ یہ بھی قرآن مجید کی ایک خصوصیت ہے کہ اس نے، مسلمانوں کو جملہ انبیاء کی تعلیم کا سبق دے کر، عالمگیر اخوت انسانی کی بنیاد رکھ دی۔

مختص بالزمان والمکان نبوت :-

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے پہلے جو نبی اور رسول مبعوث ہوئے وہ مختص بالزماں اور مختص بالمکاں تھے۔ یعنی انکی نبوت و رسالت کا دائرہ ایک خاص قوم یا ملک اور ایک خاص زمانہ میں محدود تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے، اور ان کی پیش کردہ کتاب (تورات) صرف ایک معین عرصہ کے لئے تھی۔ جب انجیل نازل ہوئی تو وہ منسوخ ہوگئی یہی کیفیت، دوسرے تمام انبیاء کی تھی جو آنحضرتؐ سے پہلے مبعوث ہوئے حضرت عیسیٰ کی اصلاح کا دائرہ بھی صرف ایک قوم میں محدود تھا، اور انکی پیش کردہ کتاب بھی ایک معین زمانہ کے لئے تھی۔

عالمگیر نبوت :-

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے سابقہ طریق کو منسوخ کر دیا اور آپؐ کی نبوت و رسالت، زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے۔ یعنی آپؐ زمانہ بعثت سے لیکر تاقیامت، تمام دنیا کی اقوام کے لئے ہادی اور رہنما ہیں۔

قرآن مجید نے سابقہ انبیاء کا ذکر کرتے وقت، اس امر کی صراحت کی ہے کہ وہ اپنی اپنی قوم کے مصلح تھے۔ مثلاً نوحؑ ہودؑ۔ صالحؑ اور شعیبؑ یہ سب اپنی اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مثلاً

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِہٖ"	ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا!
"وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا"	اور قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو (بھیجا)
"وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا"	اور قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو (بھیجا)
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ	اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لائے۔
وَرَسُوْلاً اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ	ہم نے مریم سے کہا کہ ہم اُسے بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے مبعوث کریں گے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف لفظوں میں فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۳۴/۲۸)	(اور اے محمدؐ) نہیں بھیجا ہم نے آپکو مگر دنیا کے تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے نا آشنا ہیں۔
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۲۱/۱۰۷)	اے محمد صلعم نہیں بھیجا آپکو مگر رحمت بنا کر، تمام اقوام عالم کے لئے۔

اِسی لئے قرآن مجید بھی، تمام اقوام عالم کے لئے ہدایت ہے۔

اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (۱۲/۱۰۴)	بلا شبہ یہ کتاب، تمام اقوام عالم کے لئے ہدایت ہے۔

قرآن مجید کا عالمگیر ہدایت ہونا، آنحضرتؐ کی عالمگیر رسالت کا منطقی نتیجہ ہے۔

اب مذکورہ بالا آیات

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ	اور (اے محمدؐ) ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام اقوام عالم کے لئے
اِنْ ھُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ	بلا شبہ یہ کتاب تمام اقوامِ عالم کے لئے ہدایت ہے

کے ساتھ ان دو آیات کو ملا کر پڑھیئے

(۱) اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ	یعنی دین جو آدمؑ کے زمانہ سے چلا آتا تھا، کامل ہو گیا۔ اور نعمت (ہدایت) تمام ہو گئی۔
(۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وُہ تو اللہ کے رسول اور سلسلۂ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آسکتا۔

(۲) قرآن مجید کے بعد، قیامت تک کوئی ہدایت نہیں آسکتی۔

علامہ اقبالؒ نے ان حقایق کو حسب ذیل اشعار میں پیش کیا ہے:۔

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد — بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفلِ ایام را — او رسل را ختم و ما اقوام را

خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت — داد مارا آخریں جامے کہ داشت

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است — پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است

قوم را سرمایۂ قوت ازو — حفظِ سرِ وحدتِ ملت ازو

حق تعالےٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست — تا ابد اسلام را شیرازہ بست

دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند

نعرۂ لا قوم بعدی می زند

مطلب ان اشعار دل پذیر کا یہ ہے :۔

(ملت اسلامیہ کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے) اگر خدا تعالیٰ نے ہم پر شریعت کا خاتمہ کر دیا، تو ہمارے رسولؐ پر سلسلہ نبوت و رسالت کا اختتام ہو گیا۔ اب قیامت تک دنیا کی محفل میں ہماری (ملت) ذات، رونق کا باعث ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، اور ہم (امت محمدیہ) خاتم الاقوام ہیں۔ اب خدا کوئی نئی قوم پیدا نہیں کرے گا (قرآنی تعلقات کی رو سے، قوم یا ملت، مذہب کی بناء پر ظہور میں آتی ہے) خدا نے ہمیں بنایا اور شراب توحید کا آخری جام ہمیں عطا کیا۔ تاکہ ہم قیامت تک، انسانوں کو اس جام سے سرشار کرتے رہیں۔ آنحضرتؐ نے جو یہ فرمایا کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (میرے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا) یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ اور دین مصطفےٰؐ کی عزت اس کی بدولت قایم ہے۔ ملت اسلامیہ کی طاقت اور وحدت دونوں کا راز اسی صداقت میں پوشیدہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آیہ خاتم النبیین کی رو سے ہر مدعی نبوت کو کذاب قرار دیا اور اسلئے قیامت تک ملت اسلامیہ کا شیرازہ پریشان نہیں ہو سکے گا (ہر جماعت جو کسی مدعی نبوت کی پیرو ہو دائرہ اسلام سے خارج ہے) اس لئے ہر مسلمان کا فرض یہ ہے کہ غیر اللہ سے قطع تعلق کرلے اور اس اصول پر ایمان رکھے۔ کہ چونکہ

آنحضرتؐ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے آپ کی قوم خاتم الاقوام ہے۔

وحدت جماعت انبیاء

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ تمام نبی اور رسول، ایک جماعت ہیں کیونکہ سب، خدا تعالیٰ کی طرف سے، مبعوث ہوئے اور سب نے ایک ہی دین کی تعلیم دی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضور انورؐ تک ہر ایک نبی نے یہی کہا:۔

اِعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا — اے لوگو! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے (یعنی میں بھی اسکا بندہ ہوں دگرہیچ) اور کسی شئے کو اسکا شریک نہ بناؤ۔

چنانچہ سورۂ انبیاء رکوع ۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (۲۱/۹۲) — یقیناً تمہاری یہ جماعت امت واحدہ ہے، (تمہارا سب کا پیغام ایک ہی ہے اور مذہب بھی ایک ہی ہے) پس میری عبادت کرو، کیونکہ میں تم سبھوں کا رب ہوں (کوئی نبی، خدا کا ہمسر یا شریک نہیں)

اور بخاری شریف میں، آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ "تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کی تعلیم یکساں ہے اگرچہ اُن کے پیروؤں میں باہمی اختلاف نظر آتا ہے"

یہ صراحت قرآن مجید نے اس لئے فرمائی کہ اسلام (نزول قرآن) سے پہلے بعض اہل مذاہب مثلاً یہود و نصاریٰ میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا تھا۔ کہ بعض انبیاء، گنہگار تھے، بعضوں سے اخلاقی عیوب سرزد ہوئے اور بعضوں نے نافرمانی کی وغیرہ وغیرہ۔ قرآن مجید نے، ان تمام غلط خیالات کی تردید فرمائی اور اعلان کیا کہ اگرچہ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ — یعنی رسولوں میں، بعض کو بعض پر، اضافی طور سے فضیلت حاصل ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ — (لیکن، ہم ان میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے۔

یعنی نبی ہونے کے لحاظ سے سب یکساں ہیں۔ اور سب واجب التعظیم ہیں۔

نبوت کی غرض و غایت:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ نے جملہ انبیائے ماسبق کی عزت اور منزلت دوبارہ دنیا میں قائم کی اور نبوت و رسالت کی حقیقت بیان فرمائی، اس کے فرائض لوگوں کو بتائے، اس کی خصوصیات کا اظہار فرمایا، اور نجات کے لئے، تمام رسولوں پر ایمان رکھنا لازمی قرار دیا۔

آپؐ نے بتایا کہ نبوت و رسالت، ایک منصب رفیع ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کاملہ کے مطابق، خاص خاص

انسانوں کو عطا فرماتا ہے ۔ اور اس کی غایت یہ ہے کہ انسانوں کو خدا کے احکام کا علم حاصل ہو سکے ۔ انبیاء اس لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں کہ دنیا والوں کو نیکی اور صداقت کا راستہ دکھائیں ۔ اس لئے ان کو ہادی ، داعی ، نذیر ، بشیر اور معلم کہتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ رسولوں سے ہمکلام ہوتا تھا ، ان کو اپنی مرضی سے آگاہ کرتا تھا ، اور وہ ، انسانوں کو اس سے آگاہ کرتے تھے ۔ وہ گناہوں سے پاک تھے ، عیوب سے مبرا تھے اور برائیوں سے محفوظ تھے ۔ وہ سب خدا ، کے نیک بندے تھے اور اپنے اپنے زمانہ میں بہترین انسان تھے ۔

الغرض انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع آدم ذہنی اخلاقی اور روحانی ترقی کر سکیں ۔ اور خدا تعالےٰ کے احکام سے آگاہ ہو کر ، اس کی برکات اور نعماء کے وارث بن سکیں ۔ قرآن مجید نے تلاوتِ آیات ۔ تزکیۂ نفس اور تعلیم حکمت ان تین باتوں کو خصوصیات رسالت میں سے شمار کیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۂ جمعہ رکوع ۱)

اللہ وہی تو ہے جس نے ، جاہل لوگوں میں ، ایک رسول مبعوث کیا ، جو انہی میں سے ہے ، وہ ان کو اللہ کے احکام سُناتا ہے ، اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے ۔

اگرچہ قرآن مجید نے ، تمام دنیا کے انبیاء کے ناموں کی تصریح نہیں فرمائی ، لیکن ہمیں ان کی شناخت کا ایک اصول بتا دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جسقدر انبیاء مختلف ممالک اور مختلف زمانوں میں مبعوث ہوئے ان سب نے ، بنی آدم کو توحید کی تعلیم دی ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (سورۂ نحل ۔ ع ۵)

اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا (تاکہ وہ لوگوں کو بتائے) کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (معبودانِ باطلہ) سے اجتناب کرو

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ (سورۂ انبیاء ۔ ع ۲)

اور اے رسول ہم نے تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں بھیجا ، مگر اس پر یہ وحی نازل کی کہ (لوگوں سے کہہ دو) میرے سوا کوئی خدا نہیں مجھی کو پوجو ۔

اب اس زریں اصول پر آپ تمام دنیا کے رسولوں کو پرکھ سکتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ و ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و نوحؑ و آدمؑ کو ہم اس لئے نبی یا رسول یقین کرتے ہیں کہ ان کے نام قرآن مجید میں موجود ہیں ۔ اب دوسری اقوام جن لوگوں کو نبی بیان کرتی ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے ۔ تو اگر انہوں نے توحید کی تعلیم دی تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تھے ، اور اگر شرک یا بت پرستی کی تعلیم دی تو وہ یقیناً نبی نہیں تھے ۔

عصمت انبیاء :-

قرآن مجید کی رو سے، تمام انبیاء معصوم ہیں، یعنی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کہ انبیاء گناہوں سے پاک ہوں کیونکہ اگر وہ خود ہی اللہ تعالیٰ کے احکام سے منحرف ہوں، تو نہ وہ دوسروں کو ہدایت کر سکتے ہیں، اور نہ ان کے لئے اسوہ بن سکتے ہیں۔ ؏ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اسی لئے قرآن مجید نے، انفرادی طور پر، انبیاء کی عصمت کا اظہار کرنے کے علاوہ، اصولی طور پر بھی یہ بیان فرما دیا کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہوتے ہیں، اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۔۔۔۔ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ

(۲۱/ ۲۶ تا ۲۸)

اور (نصاریٰ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (مسیح کو) بیٹا بنا لیا ہے (حالانکہ) اللہ تعالیٰ کی ذات ان باتوں سے پاک ہے (رسول اس کے فرزند نہیں ہوتے) بلکہ اس کے مکرم بندے ہوتے ہیں۔ اور انکی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ، کلام میں سبقت نہیں کرتے (خدا کا ادب کرتے ہیں اور اسکے ارشادات کے منتظر رہتے ہیں) اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں .... اور اس کے خوف سے کانپتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں استغفار۔ ذنب۔ خطا اور نسیان کے الفاظ، انبیاء کے حق میں استعمال کئے گئے ہیں۔ ان الفاظ کے معنی گناہ یا اخلاقی عیب یا نافرمانی یا سرکشی کے نہیں بلکہ اُن سے بشری کمزوریوں کا اظہار مراد ہے۔

حسب ذیل حقائق کو سامنے رکھئے :-

(۱) قرآن مجید میں تناقض یا اختلاف نہیں ہے۔

(۲) قرآن مجید صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہے کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۳) لہٰذا کسی نبی نے گناہ نہیں کیا نہ کوئی نبی گنہگار ہے۔

معجزات انبیاء :-

قرآن مجید میں بالصراحت مرقوم ہے کہ انبیاء نے معجزات دکھائے حضرت ابراہیمؑ آگ میں محفوظ رہے، حضرت موسیٰؑ نے ساحروں کو شکست دی، اور حضرت عیسیٰؑ نے مردے زندہ کئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی معجزات دکھائے، شق قمر کا واقعہ قرآن مجید میں بالصراحت مرقوم ہے، دیگر معجزات، احادیث میں مذکور ہیں۔ لیکن حضور کی خصوصیت یہ ہے، کہ دوسرے انبیاء کے معجزات تو ان کے ساتھ ختم ہو گئے۔

لیکن آپؐ نے ایک معجزہ ایسا بھی دکھایا جو قیامت تک زندہ رہے گا۔

قرآن مجید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔

یہ معجزہ، سب سے بڑا معجزہ ہے۔ زندہ معجزہ ہے، اور قیامت تک زندہ معجزہ کی شکل میں باقی رہے گا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲/۲۳)

اور اے لوگو اگر تم، جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اس کی صداقت اور حقانیت میں شک کرتے ہو، تو جاؤ، اس کی مثل ایک سورت بنا لاؤ، اور اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۖ قُلْ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

یا کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمدؐ نے خود تصنیف کیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپؐ کہدیجے کہ جاؤ، اسکی مثل ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اللہ کے علاوہ جسے چاہو اپنی مدد کے لئے بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

اس کتاب کے معجزہ ہونے کا غیر مسلموں کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ باسورتھ سمتھ اپنی تالیف سیرۃ المحمدیہ میں صفحہ ۲۹ پر یوں لکھتا ہے۔ ع جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

"آنحضرتؐ نے یہی ایک معجزہ دکھایا اور اسی کتاب کو کفار کے سامنے بطور معجزہ پیش کیا۔ آپؐ اسکو اپنا زندہ جاوید معجزہ قرار دیتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ کتاب ہے بھی ایک معجزہ"

پروفیسر پامر (کیمبرج یونیورسٹی) مترجم قرآن، اپنے مقدمہ میں صفحہ ۵۵ پر لکھتا ہے۔ "عرب کے بہترین ادباء اور انشاپرداز اگر آجتک کوئی عبارت ایسی تصنیف نہ کر سکے، تو یہ امر چنداں تعجب خیز نہیں"

انباء الغیب یعنی پیشگوئیاں:۔

انبیاء بحکم خدا پیشگوئی بھی کرتے ہیں۔ تاکہ، کفار پر اتمام حجت بھی ہو سکے اور وہ یہ سوچ سکیں کہ یقیناً یہ شخص خدا کی طرف سے آیا ہے لیکن واضح ہو کہ پیشگوئی یا معجزہ، خصوصیات نبوت میں سے نہیں ہے یعنی اگرچہ انبیاء نے معجزے بھی دکھائے اور پیشگوئیاں بھی کیں جو پوری ہوئیں۔ لیکن اُن کے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے صرف یہی چیزیں معیار نہیں ہیں۔ اصلی معیار بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ، وُہ انقلاب ہے جو انہوں نے پیدا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ نبوت و رسالت میں بہت سی پیشگوئیاں فرمائیں۔ جو سب کی سب صحیح ثابت ہوئیں۔ مثلاً

(۱) آپؐ نے ابتدائے زمانۂ تبلیغ میں جبکہ محض چند نفوس آپؐ پر ایمان لائے تھے اور بظاہر اسلام کا مستقبل نہایت

موصد تکمی تھا، یہ فرمایا کہ ، عنقریب میرا پیغام تمام ملک میں لوگوں کا مذہب بن جائے گا۔ چنانچہ آپؐ کی وفات سے پہلے تمام عرب آپؐ پر ایمان لے آیا تھا۔

(۲) آپؐ نے فتح مکہ کی پیشگوئی فرمائی اور وُہ پوری ہوئی۔

(۳) آپؐ نے فرمایا کہ اگرچہ رومی مغلوب ہو گئے ہیں، لیکن بہت جلد وُہ ایرانیوں پر غالب آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴) آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اللہ مجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ چنانچہ اگرچہ آپ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی لیکن آپ محفوظ رہے۔

(۵) آپؐ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! میں دیکھتا ہوں کہ قیصر اور کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں مجھے مل گئی ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے ایران اور روم دونوں کو فتح کر لیا۔

(۶) آپؐ نے فرمایا کہ میرا پیغام ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہے گا۔ چنانچہ آج، غیر مسلم اس بات پر شاہد ہیں کہ دنیا میں اگر کوئی کتاب تحریف سے محفوظ ہے تو وُہ قرآن ہے (قول سر ولیم میور)

(۷) آپؐ نے فرمایا کہ اسلام عرب کے جملہ مذاہب پر غالب آجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہود۔ نصاریٰ اور مشرکین کی متفقہ مخالفت کے باوجود اسلام سب ادیان پر غالب آگیا۔

غلبۂ اسلام کا ایک پہلو اور بھی ہے وُہ یہ کہ ، ہم اپنے زمانہ میں بھی دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے اصول، دیگر مذاہب کے اصول اور عقاید پر غالب آتے جاتے ہیں، یعنی دیگر مذاہب کے لوگ، اپنے مذاہب کی تعلیمات کے خلاف، اسلامی اصولوں کو اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ زبان سے اس حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے، لیکن عدم اعتراف سے، حقیقت نہیں بدل سکتی۔ مثلاً اگر ایک شخص زبان سے نہ کہے کہ میں سنکھیا کھا رہا ہوں، لیکن نہ کہنے کی وجہ سے وُہ مرنے سے نہیں بچ سکتا۔

موجودہ زمانہ میں، جو غیر مسلم اصحاب، شرک اور بت پرستی سے نفرت کر رہے ہیں، نکاح بیوگاں پر زور دے رہے ہیں۔ عورتوں کو حقوق دے رہے ہیں، دختر کشی سے اجتناب کر رہے ہیں چھوت چھات کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، ضمیر کی آزادی کے آرزومند ہیں، اور حریت۔ اخوت اور مساوات کے اصولوں کو تسلیم کر رہے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ کیا اسلامی اصولوں کی برتری کا اعتراف نہیں ہے۔ کہ وُہ لوگ جن کی الہامی کتابوں میں حریت۔ اخوت اور مساوات کا لفظ بھی نہیں ہے وُہ آج ان اصولوں کو داخل مذہب کر رہے ہیں!

جب یہ رنگ دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار، قرآن مجید کی یہ آیت یاد آجاتی ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى   اللہ ہی تو وُہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور

وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ۔

دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وُہ اللہ کے دین (اسلام) کو تمام ادیان عالم پر غالب کردے ۔

یہ وُہ پیشگوئی ہے جو ہر زمانہ میں ثابت ہوتی رہی ہے ۔ اور انشاء اللہ ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا جب تمام ادیان باطلہ ختم ہو جائیں گے اور صرف ایک دین باقی رہ جائیگا ، جو بنی آدم کی فطرت کے مطابق ہوگا اور وُہ دین ، صرف اسلام ہے ۔ جس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے ۔

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ

پس تو اپنا منہ دین حنیف کی طرف کر ، وُہ دین کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے ، جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ، اور یہی دین قیم ہے (یعنی وُہ دین جو قائم رہنے والا ہے)

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او ، رحمۃ للعالمین

معجزاتِ نبوی

از جناب سید محمد ادریس صاحب رضوی

(گذشتہ سے پیوستہ)

معجزہ ۱۴۱

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک بار نماز کا وقت آگیا۔ جن لوگوں کے گھر قریب تھے۔ وہ گھروں میں جاکر وضو کر آئے۔ باقی لوگ رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پتھر کے ایک پیالہ میں پانی لایا گیا۔ وہ اتنا چھوٹا تھا کہ اُس میں آنحضرتؐ کا پُورا ہاتھ نہ پھیل سکتا تھا۔ لیکن آپ نے اس برتن میں ہاتھ رکھا تو اس پانی میں اتنی برکت پیدا ہوگئی کہ اس سے اسّی سے زیادہ آدمیوں نے وضو کر لیا۔ (بخاری)

اس قسم کی روایات اور بھی ہیں۔ اور ان کی خصوصیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ پانی کی مقدار میں برکت ظاہر ہونے کے واقعات متعدد بار پیش آئے ہیں۔ بے شک عرب جیسے خشک اور ریگستانی مُلک میں اور دُور و دراز کے سفروں میں اگر یہ معجزہ نہ ہوتا۔ تو مسلمانوں کا بے سروسامان لشکر ضرور تھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو جاتا۔

تیسری فصل

آگ سے متعلق معجزے

معجزہ ۱۴۲

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قیامت کے آنے سے پہلے مُلکِ حجاز میں ایک آگ نکلے گی جو شہر بصرے میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔ (بخاری مسلم)

آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق ۳ جمادی الثانی ۶۵۴ھ کو جمعہ کے دن عشا کے بعد یہ آگ مدینہ منورہ کے قریب ظاہر ہوئی۔ اور تقریباً دو مہینے کے بعد بجھ گئی۔ اس کا مفصل بیان پیشینگوئیوں کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔

معجزہ ۱۴۳

لکھتے ہیں کہ عدیم بن ابی طاہر علوی کے پاس آنحضرتؐ کے چودہ بال تھے۔ اُنھوں نے وہ بال حلب کے ایک امیر کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کئے۔ اس وقت تو وہ امیر بہت خوش ہُوا لیکن بعد میں کسی نے اس سے کہا۔ کہ یہ بال آنحضرتؐ کے نہیں ہیں۔ عدیم نے آپ کو دھوکا دیا ہے۔ جب چند دنوں کے بعد عدیم بن ابی طاہر ان سے ملنے گئے۔ تو امیر نے ان سے کہا۔ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ جو بال تم لائے تھے۔ ان کی کچھ اصل نہیں ہے۔ انھوں نے وہ بال منگوا کر آگ میں ڈال دئے۔ لیکن آگ ان کو جلا نہ سکی۔ اس سے اس امیر کی تسلی ہوگئی۔ اور پھر اُن کو نہایت حفاظت اور عزت سے رکھتا تھا۔ (نسیم الریاض)

چوتھی فصل

ہوا سے متعلق معجزے

معجزہ ۱۴۴

مدینہ کی آب و ہوا اچھی نہیں تھی عموماً وہاں وبائی بخار رہا کرتا تھا۔ جب آنحضرتؐ اور دوسرے صحابہؓ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے تو اکثر حضرات بیمار پڑ گئے۔ اور اس حالت میں یادِ وطن نے ان کو ستانا شروع کیا۔ حضرت ابوبکرؓ مرض کی شدت میں بار بار یہ شعر پڑھتے تھے ؎

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ ۔۔۔ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

آدمی صبح کو اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

اور حضرت بلالؓ بے چینی کی حالت میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَنَّ لَيْلَةً ۔۔۔ بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرٌ وَجَلِيلٌ

کاش مجھے معلوم ہوتا۔ کہ دوبارہ اس وادی میں رات بسر کروں گا۔ جہاں میرے گرد اذخر اور جلیل نامی گھاس ہوں گے

وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ ۔۔۔ وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِي شَامَةٌ وَطَفِيلٌ

اور کیا ایک دن میں مجنہ پانی پر پہنچ سکوں گا۔ اور شامہ اور طفیل نامی پہاڑوں کو دیکھ سکوں گا!

یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے دُعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا ۔۔۔ الٰہی مدینہ کو ہمارے لئے ویسا ہی محبوب کر دے جیسا کہ مکہ کو محبوب

مَکَّةَ اَوْ اَشَدَّ - وَصَحِّحْهَا - وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا - وَانْقُلْ حُمَّاهَا - فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ (بخاری)

ہے - بلکہ اس سے بھی زیادہ - اس کی آب وہوا کو ہمارے لئے صحت بخش بنادے - اور یہاں کے صاع اور مد میں برکت ڈال دے - اور یہاں کا بخار جحفہ میں منتقل کردے -

اس دُعا کا یہ اثر ہُوا - کہ مہاجرین کو مدینہ منورہ سے ایسی محبت ہوگئی - کہ اس کو کسی قیمت پر چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تھے اور آنحضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پریشان مو سیاہ عورت مدینہ سے نکل کر جحفہ کی طرف چلی گئی - جس کی تعبیر یہ کی گئی - کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل ہوگئی - (بخاری)

چنانچہ اس کے بعد سے آج تک مدینہ منورہ میں وہ وبا نہیں آئی - حال آنکہ ابتدائی زمانہ میں وہاں یہ حالت تھی کہ جو شخص باہر سے آتا - بالعموم بیمار ہوجاتا - ایک بدو نے آکر آپ کی بیعت کی - اتفاق سے اس کو بخار چڑھا - نہ معلوم اس نے کیا سمجھا - آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا - اے محمدؐ! میں اپنی بیعت توڑ دینا چاہتا ہوں - آپؐ نے انکار کیا - اس نے دوبارہ سہ بارہ کہا - مگر آپؐ نے انکار کیا - اور وہ مدینہ چھوڑ کر چلا گیا - اس پر آپؐ نے فرمایا: "مدینہ ایک بھٹی ہے - جو فضول اجزا کو دُور کرتی ہے - اور پاکیزہ اجزا کو پاک صاف کرتی ہے" - (بخاری - مسلم)

معجزہ ۱۴۵

حضرت انسؓ سے روایت ہے - کہ ایک بار آنحضرتؐ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے - کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر عرض کی "یا رسول اللہ! ہمارا مال ہلاک ہوگیا - اور عیال بھوکوں مرنے لگے - آپ بارش کے لئے دُعا کیجئے - آپؐ نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے - حضرت انسؓ فرماتے ہیں - کہ یا تو آسمان شیشے کی طرح صاف تھا - اور یا یہ حالت ہوئی - کہ بادل اُمنڈ آئے - اور بارش شروع ہوگئی - لوگ مسجد سے باہر نکلے تو پانی میں بھیگتے ہوئے گھر پہنچے - ایک ہفتہ تک لگاتار بارش ہوتی رہی - یہاں تک کہ لوگ تنگ آگئے - اور دوسرے جمعہ کو اسی آدمی نے یا کسی اور نے کہا: "یا رسول اللہ - مکانات گر گئے اور مویشی ہلاک ہوگئے - دُعا کیجئے کہ خدا تعالےٰ پانی کو روک لے" - آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی - کہ "یا اللہ - ہمارے گرد برسے - اور ہم پر نہ برسے" - بادل اُسی وقت پھٹ گئے - اور مدینہ منورہ پہ پانی کا برسنا موقوف ہوگیا - گو اطراف میں بارش کا سلسلہ کافی دنوں تک قائم رہا - (بخاری - مسلم)

(باقی آئندہ)

حدیثِ نبویؐ اور اس کی ضرورت

ماسٹر محمد احسان

حدیث کے لغوی معنی بات، کلام، واقعات اور حالات کے ہیں۔ مگر شرعی اصطلاح میں حدیث اُس کلام کو کہتے ہیں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کلام جو حضرت جبریلؑ کے ذریعے آپ پر وحی کے طور پر نازل ہوا۔ جسے قرآنِ کریم کہا جاتا ہے۔ اور دوسرا وہ کلام جو قرآنِ کریم کے علاوہ آپ کی تمام زندگی میں آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد یہ تھا کہ آپ جہاں کے لوگوں کو کلامِ الٰہی کی تعلیم دیں، اس پر عمل کرنے کے طریق بتائیں، تمام قسم کی جسمانی و روحانی بیماریوں اور گناہوں سے پاک و صاف کریں۔ اور نہ صرف تعلیم ہی دیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر فعل کی حکمت کو پوری طرح واضح کریں یعنی یہ بتائیں کہ ان احکام کی غرض و غایت کیا ہے اور اس پر عمل کرنے سے کیا فائدے حاصل ہو سکتے ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ	وہ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک کو رسول بنا کر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا انہیں پاک و صاف کرتا اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے وہ صریح بھول میں تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرض کو ایسی خوبی سے سرانجام دیا۔ کہ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک کسی ہستی کو آپ کے مقابلہ میں بطور مثال پیش نہیں کیا جا سکتا اور نہ آئندہ قیامت تک کسی کو پیش کیا جا سکے گا۔ آپ نے ہر وہ کام جو کرنے کے لئے فرمایا۔ خود بھی کر کے دکھایا۔ جو کچھ آپ نے کیا یا اپنے پیروؤں یعنی صحابہ کرامؓ سے کروایا وہ قرآنِ کریم کی صحیح تفسیر ہے۔

آپ سے بہتر قرآنِ کریم کو کوئی نہیں سمجھا۔ خود سمجھ لینے کے بعد اسے لوگوں کو سمجھانے، اس پر عمل کرنے اور کرانے

میں کلامِ الٰہی کے علاوہ جو کلام آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اُسے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی تمام زندگی میں کبھی کوئی فعل قرآنِ کریم کے خلاف نہیں کیا۔ پس جو کام آپ نے کیا یا اپنی موجودگی میں کرایا اگر قرآنِ کریم میں اُس کے کرنے کا حکم واضح طور پر موجود ہے۔ تو اس حکم کو فرض کہتے ہیں۔ اور فرائض کی تعمیل میں جو فعل آنحضرت ﷺ نے خود کئے یا کر کے دکھاتے یا کرائے۔ اُن کو سنت کہا جاتا ہے۔ آپ کی کوئی حدیث یا سنت قرآنِ کریم کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

اُن حضرات کو جو یہ کہتے ہیں کہ صرف قرآنِ مجید اپنی ضروریات کے لئے کافی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی حدیث کی ضرورت نہیں، معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ قرآنِ کریم بے شک مفصل اور واضح ہے۔ مگر اُس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے کسی تفسیر اور عملی نمونے کی ضرورت ہے۔ اگر نہیں تو خود اُن کو "تفسیر بیان للناس" شائع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جو ان کی اپنی اختراع ہے۔ اگر لوگوں کو اس تفسیر کی ضرورت ہے۔ تو کیوں نہ اُس تفسیر کو قابلِ تسلیم قرار دیا جائے جس پر فرمانِ اعلیٰ کے مسلمانوں نے عمل کر کے دنیا میں وہ کامیابی حاصل کی تھی جس کی نظیر پیش کرنا محال ہے۔ اور جسے ہم حدیث و سُنتِ نبویؐ سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ بھی ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ اکثر کام صرف زبانی علم حاصل کرنے سے عملی طور پر نہیں کئے جا سکتے مثلاً فوٹو گرافی کی کتاب جس میں کیمو اور سامانِ فوٹو گرافی کی کوئی تصویر نہ ہو۔ عوام کو سمجھانے کیلئے ایسے طریق پر نہیں لکھی جا سکتی کہ دوسرا شخص صرف کتاب کو پڑھکر بغیر کسی استاد کی معیت کیمرے سے تصویر کھینچے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کو پڑھنے کے بعد اسکے احکام مثلاً وضو، تیمم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ کو عملی طور پر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریق یعنی آپ کی سنت کی پیروی نہ کی جائے۔

سُنت قرآنِ کریم کی اس عملی تفسیر کا نام ہے۔ جس کی پیروی کے بغیر قرآنِ کریم پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ اور کتب احادیث، اُسی سُنتِ نبویؐ کا تحریری ریکارڈ ہیں۔

مثال کے طور پر یوں سمجھ لیں۔ کہ ایک شخص کو پانی لانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے چل کر پہلے برتن تلاش کریگا، پھر پانی کے پاس جائے گا، برتن میں پانی بھرے گا اور پھر لے کر آئے گا۔ حکم تو پانی لانے کا تھا۔ اگر اس حکم کو فرض کہا جائے۔ تو جو فعل اُس حکم کی تعمیل میں کرنے پڑے انکو پانی لانے کا طریق یعنی سنت کہا جائے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پانی لایا جائے مگر اس ضمن میں کوئی اور فعل نہ کیا جائے۔ پس سنت اگرچہ فرض نہیں مگر سنت پر عمل کرنے سے ہی فرض کی تکمیل کی جا سکتی ہے۔ اگر سنت کا علم نہ ہو تو کوئی مسلمان فرائض ادا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم پر عمل کر کے جسقدر ممکن اور سہل طریق ہو سکتے تھے عملی طور پر کرواکر بتا دیئے تھے۔ اب بھی اُنہی پر عمل کرنے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ کے بتائے ہوئے طریق کا علم نہ ہو تو کوئی شخص منزلِ مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

جیسا کہ سعدیؒ فرماتے ہیں   خلافِ پیمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

زندگی

از جناب خواجہ فیض محمد فیضؔ لدھیانوی منشی فاضل

آفتابِ عشق ہے ذرہ نوازِ زندگی ۔۔۔ دِل سے پُوچھو لذّتِ سوز و گدازِ زندگی
سامنا ہے روز و شب آفات کے طوفان کا ۔۔۔ غرق ہے بحرِ حوادث میں جہازِ زندگی
ہر گھڑی چرخِ ستمگر درپئے آزار ہے ۔۔۔ ایسی حالت میں اٹھائے کون نازِ زندگی
گدگداتی ہے نوائے شادمانی ہم نفس! ۔۔۔ زخمۂ غم سے اگر بجتا ہے سازِ زندگی
آخری دم کہہ گئی بیمار کی بے چارگی ۔۔۔ سر بسر بے کار ہے دُنیا میں آغازِ زندگی
آ رہی ہے دمبدم شہرِ خموشاں سے ندا ۔۔۔ زندگی چاہے تو ہو جا بے نیازِ زندگی

انقلاباتِ جہاں سے فیضؔ ثابت ہو گیا
آدمی کو لازمی ہے تُرکتازِ زندگی

اسلامی زندگی

از جناب کوکب جوالاپوری

(گذشتہ سے پیوستہ)

ان کے علاوہ بھی نافرمانیاں ہیں، اور طرح طرح کی، رنگ برنگ اور قسم قسم کی، ناچ رنگ، کھیل تماشے، گانے بجانے ——— ہمارے پاس ان کے لئے بھی سزائیں ہیں :-

وَعَذَابًا أَلِيمًا

اور دردناک عذاب۔

یہ آخرت کی سزائیں ہیں، مگر آخرت ہوگی کب؟

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝

اُس دن کہ زمین لرزے گی، پہاڑ ڈگمگائیں گے، اور ریزہ ریزہ ہوکر ریت کے تودے بن جائیں گے، وہ ریت جو پھسلے گا، اور اُس پر پاؤں نہ جم سکے گا۔

اب قریش کو خطاب ہوتا ہے :-

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۥ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

ہم نے تمہارے پاس پیغمبر بھیجا، جو تم پر شاہد ہوگا ——— اور خدا کے سامنے گواہ، کس نے اُس کا کہا مانا، کس نے نہیں مانا۔

پیغمبر کی بعثت، ہمارا قدیم دستور، نئی بات نہیں، نرالا دستور نہیں، تمہارے پاس پیغمبر بھیجا، بالکل اسی طرح :-

كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝

جس طرح ہم نے فرعون کے پاس پیغمبر بھیجا تھا ——— اور وہ موسیٰؑ تھے، اولوالعزم پیغمبر، صاحب کتاب اور صاحب دین و شریعت، جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ کا کہا مانا، قیدِ غلامی سے نجات پائی، شام کی سبز و شاداب زمین تھی، اور وہ اس کے، مالک، ——— مگر فرعون؛

فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ

فرعون نے نافرمانی کی، اور نافرمانی کی اپنے پیغمبر کی، ——— تو کیا ہوا!

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝

ہم نے اُس کو پکڑا، ——— اور اسی دنیا میں پکڑا، ——— پکڑا اور وبال کی پکڑ پکڑا، بحرِ قلزم، اور اس میں فرعون اور فرعونی غرق۔

تم موسیٰ سے واقف ہو، فرعون، اور بنی اسرائیل کے نتائج سے باخبر، ایسا ہی پیغمبر تمہارے پاس آیا، اولوالعزم اور عظیم المرتبت، اُس کے پاس کتاب ہے، کتاب اللہ، اور کتاب میں دین کی تعلیم، شریعتِ غرا کے احکام، دین، دینِ مستقیم اور شریعت، ناقابلِ ترمیم و تنسیخ، اطاعت کرو گے، بنی اسرائیل کی طرح وقار پاؤ گے، اقتدار حاصل کرو گے، دنیا کی سلطنتیں ہوں گی، اور تم، اُن پر سلطان السلاطین۔

اور اگر سرکشی کی، اور نافرمانی، ذلیل ہو گے، خوار ہو گے، اور فرعون کی طرح دنیا ہی میں ہلاک اور برباد۔

اور اگر نبی رحمت کی برکت ہوئی، اور رحمۃ للعالمین کا اقتضاء رحمت، اور تم دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے:۔

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۙ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ

تو اگر تم کفر پر قائم رہے، اور پیغمبر کے منکر، تو اس دن سے کیوں کر بچو گے؛ ——— جو دراز ہو گا، شدید ہو گا، اندوہناک، اور ہولناک، اور اتنا کہ ——— بچوں کو بوڑھا بنا دے گا، آسمان اُس دن پھٹ جائے گا۔

تم اس کو بعید از امکان سمجھو، شک کرو، اور شبہ، یہ وعدہ ہے، وعدۂ خداوندی:۔

كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝

"اُس کا وعدہ ——— اٹل، ہونے والا، جو ——— ہو کر رہے گا"

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ

نصیحت ہے، ——— اور محض تمہاری خیرخواہی، اور کوئی غرض نہیں:۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝

اب جو چاہے، اپنے پروردگار کی طرف راستہ بنا لے۔

سو دخترِ قائد کے آئے، نہیں تو جہنم میں جائے —

در فیضِ الٰہی وا ہے آئے جس کا جی چاہے   خلاف اس کے رہِ دوزخ ہے جائے جس کا بھی چاہے

سورۂ فاتحہ | سلسلۂ وحی جاری ہے، آتی اور چند مرتبہ تخلیہ ہے، غیبی آوازیں، اور مقتضائے بشریت، وحی کا ثقل، طبیعت پر گرانی، اور غیبی آوازوں سے دہشت، بشری فطرت پیغمبرؐ نے ذکر کیا ——— خدیجہؓ بولیں :-

"ابوبکرؓ کو ساتھ لیجئے، ورقہ کے پاس جائیے، واقعہ بیان کر کے کیفیت ذکر کیجئے۔"

تشریف لے گئے ——— اور فرمایا :-

"خلوت میں ہوتا ہوں، غیب سے یہ آواز سنتا ہوں"۔

"یا محمد ! یا محمد !"

ورقہ نے کہا :-

"اب کے سنیے، کان لگا لیجئے، دیکھئے کیا کہتا ہے"!

ایسا ہی کیا ——— آواز آئی :-

یا محمد !

فرمایا :-

"لبّیک"

ہاتف نے کہا :-

قُلْ ——— کہو! :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۙ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۙ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا، بیحد مہربان، نہایت رحم کرنیوالا، روزِ جزا کا مالک، تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں، بتلا ہم کو سیدھی راہ، اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

یہ سورت ہے سورۂ فاتحہ، اُمّ القرآن، سبع مثانی اور نماز میں پڑھنے کا حکم، پیغمبر کی زبان ہے، اور خدا کا فرمان ——— ارشاد ہوا :-

سورۂ فاتحہ دو حصّوں میں تقسیم، ایک میرے لئے ہے، دوسرا میرے بندے کے لئے، بندہ جو کچھ مانگے گا، دوں گا۔

بندہ کہتا ہے:-

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" ۝

خدا فرماتا ہے:-

"بندے نے میری حمد کی"

بندہ کہتا ہے:-

"الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" ۝

خدا فرماتا ہے:-

"بندے نے میری ثنا کی"

بندہ کہتا ہے:-

"مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" ۝

خدا فرماتا ہے:-

"بندے نے میری تمجید کی"

بندہ کہتا ہے:-

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" ۝

خدا فرماتا ہے:-

"یہ مشترک ہے، میرے درمیان، اور میرے بندے کے درمیان، بندے نے جو کچھ مانگا، میں نے دیا"

بندہ کہتا ہے:-

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" ۝

خدا فرماتا ہے:-

"یہ میرے بندے کے لئے ہے، اُس نے جو مانگا، میں نے دیا"[1]

نماز کی تدریجی تکمیل | نبوت کا ابتدائی سال، خاموش تبلیغ، پوشیدہ عبادت۔ توحید کی تعلیم کے بعد سب سے پہلی عبادت نماز تھی، جس طرح پوشیدہ تبلیغ ہوتی رہی، اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ، اسی طرح نماز کی تکمیل، تکمیل ہوئی،

اور رفتہ رفتہ، پہلے ذکر و فکر، طریقے کا تعین، نہ وقت کا تقرر، پھر مخصوص ارکان کی تعلیم، رکوع و سجود، قیام و قعود، اور ان میں قعاد استدعا، اس کے بعد سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا، اور نماز میں پڑھنے کا حکم۔

یہ نماز تھی، اور نماز بھی شب بیداری کی، پیغمبر، اور پیغمبر کے چند متبعین کبھی آدھی رات کو اٹھتے، کبھی ایک تہائی رات گزر جانے پر، اور کبھی ایک تہائی رات باقی رہنے پر، راتوں کو کھڑے رہتے، پاؤں ورم کر آتے، یہ شب بیداری تھی، اور شب بیداری کی صورت، اور تقریباً ایک سال تک مخصوص پابندی، اللہ رحیم و کریم ہے، بندوں پر مہربان، اُس نے، اپنے بندوں کو دیکھا، اور اُن کے تعمیلِ ارشاد کو، دریائے رحمت جوش میں زبانِ وحی سے فرمایا:-

تخفیف

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ ۚ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ عَلِمَ أَن لَّن تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۚ عَلِمَ أَن سَيَكُونُ مِنكُم مَّرْضَىٰ ۙ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۚ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۚ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

بے شک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم اٹھتے ہو، دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے قریب، اور تمہارے ساتھیوں کا ایک گروہ، اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور دن کو اُس نے جان لیا کہ تم اُس کو پورا نہ کر سکو گے، سو تم پر معافی بھیج دی، اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے، اُسے یہ بھی علم ہے، کہ کتنے ہی تم میں بیمار ہوں گے اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں ڈھونڈھتے اللہ کے فضل کو، اور کتنے لوگ لڑتے ہوں گے اللہ کی راہ میں، سو پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو اُس میں سے، اور قائم رکھو نماز کو، اور دیتے رہو زکوٰۃ، اور قرض دو اللہ کو، اچھی طرح پر قرض دینا، اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی، اُس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں زیادہ، اور معافی مانگو اللہ سے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(مزمل: ۲)

(باقی آئندہ)

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ مارچ و اپریل سنہ ۱۹۴۱ء

رسالہ ہذا ہر ماہ کے آخری ہفتہ میں شائع ہونے کی بجائے آئندہ پہلے ہفتہ میں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے چنانچہ اسی غرض سے اس پرچہ پر مارچ و اپریل سنہ ۱۹۴۱ء لکھا گیا ہے مئی کا پرچہ انشاءاللہ پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا۔

جلد ۱۸ نمبر ۴

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

بقلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔اے (آنرز)

"فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ" (اے رسول) تیرے رب کی قسم کہ یہ لوگ، ایماندار نہیں بن سکتے جب تک کہ اپنے متنازعہ فیہ امور میں، آپ کو حکم قرار نہ دیں

پچھلے ماہ کے حال وقال میں، ہم نے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کی تھی کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر زنانِ بازاری کا اجتماع اور ان ذُرّیۃ البغایا نمائشِ حرکتی جسے عرفِ عام میں محافلِ رقص وسرود سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ دونوں امور خلافِ شریعتِ اسلامیہ ہیں۔ اور ملّت کے ہر خواہاں کا پہلا فرض ہے کہ ان مزاراتِ مقدسہ کی فضا کو معصیتِ کبرے کی کثافت سے پاک کریں۔

لیکن جب کسی قوم کی ذہنیت مسخ ہو جاتی ہے تو وہ ہر مفید بات کو اپنے حق میں مضر سمجھتی ہے۔ کما قال اقبالؒ

چوں شود اندیشۂ قومے خراب ناسرہ گردد بدستش سیم ناب
میرد اندر سینہ اش قلب سلیم در نگاہ او کج آید مستقیم

یعنی جب کسی قوم کی ذہنیت خراب ہو جاتی ہے تو کھری چاندی اس کے ہاتھ آکر کھوٹی ہو جاتی ہے۔ اس کے سینہ میں دل مُردہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نگاہ ایسی ناقص ہو جاتی ہے کہ ٹیڑھی چیز اسے سیدھی نظر آتی ہے۔

اگر آپ کو اقبالؒ کے اس قول کی زندہ مثال دیکھنے کی ضرورت ہو تو پنجاب کے مسلمانوں کی ذہنیت پیش کی جا سکتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ کچھ دن ہوئے پنجاب اسمبلی میں ایک غیر سرکاری بل (مسودۂ قانون) جس کا مضمون پیش کیا گیا کہ اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے مزارات پر طوائفوں اور زنانِ بازاری کو، گانے بجانے اور "مجرے" کرنے کی ممانعت کر دی جائے۔

ظاہر ہے کہ یہ تجویز سراسر معقول اور شریعتِ اسلامیہ کے مطابق تھی۔ مسلمانوں کو چاہیئے تھا کہ اس مسودہ کی زبردست طریق پر حمایت کرتے اور ایک آواز بھی اس کی مخالفت میں نہ اٹھتی لیکن وہی بات ہے

"کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر"

پنجاب اسمبلی کے ایک مسلمان ممبر کو اس مسودۂ قانون میں "مداخلت فی الدین" کے جراثیم نظر آگئے۔ چنانچہ انھوں نے روزِ روشن میں فرمایا

"میں اس بل کی اصولی طور پر مخالفت کرتا ہوں۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، اجمیر اور ہندوستان کے دیگر کئی مقامات پر گانے بجانے کا یہ سلسلہ مدت سے چلا آتا ہے ... . ہمارے یہاں ایک حدیث ہے کہ "قرآنِ پاک سُریلی آواز سے پڑھنا ثواب ہے" اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کو اسلامی معاملات میں دست اندازی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔"

ہم نے ان صاحب کی تقریر سے چند فقرے نقل کر دیئے ہیں۔ اب مسلمان جن کے دل میں اسلام کا درد ہے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے خود فیصلہ کرلیں کہ یہی وہ اسلام ہے جس کی تبلیغ حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیریؒ اور ان کے مرشدِ روحانی گنج بخش فیض رسانِ عالم حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ نے کی تھی؟

کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

کیا یہ بزرگانِ دین اور حامیانِ شرعِ مبین جن کی پاکیزہ زندگیوں کا ایک ایک لمحہ، اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ سنتِ نبوی کے لئے وقف تھا، طوائفوں کا گانا سنا کرتے تھے؟ اگر نہیں تو پھر آج اُن کے نام لیوا انکی ارواحِ مقدسہ کو کیوں بے چین کر رہے ہیں؟

اور ذرا دلیل تو ملاحظہ فرمایئے! اس رسمِ بد کو بند نہ کیا جائے کیوں؟ اس لئے کہ رسمِ قبیح مدتوں سے جاری ہے گویا اگر کوئی خلافِ شرع بات مدتوں سے جاری ہو تو وہ جائز اور محمود ہو سکتی ہے۔ کیا فرماتے ہیں یہ ممبر صاحب اس امر میں کہ اگر بت پرست اصحاب کسی مسلمان سے یہ کہیں کہ جناب! بت پرستی کا یہ سلسلہ مدتوں سے جاری ہے اس لئے آپ اس کی مذمت نہیں کر سکتے؛ تو وہ مسلمان خاموش ہو جائے؟

بُرائی، بہرحال بُرائی ہے خواہ وہ یک سالہ ہو یا ہزار سالہ اور گھر کے اندر ہو یا کسی بزرگ کے مزار پر۔ فاحشہ اور بدکار عورتوں کا گانا سننا شرعاً ناجائز ہے۔ لہٰذا یہ گانا اس لئے جائز نہیں ہو سکتا کہ کسی بزرگ کے مزار پر ہو رہا ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہم مسجد میں بیٹھ کر شراب بھی پی سکتے ہیں۔

دوسری دلیل ملاحظہ ہو ''ایک حدیث ہے کہ قرآن سُریلی آواز سے پڑھنا ثواب ہے''۔ سوال یہ ہے کہ یہ طوائفیں جو انتہائی بناؤ سنگار اور ناز و انداز کے ساتھ، برق پاشی کرتی ہیں، تو کیا وہ مصری لہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہیں یا طبلہ اور سارنگی، گھونگرو اور مجیروں کے ساتھ داغ اور جلیل کی غزلیں گاتی ہیں!

ہم بہانگ دہل اعلان کرتے ہیں۔کہ یہ ہرگز'' اسلامی معاملہ'' نہیں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔کہ'' ہر باجہ کے ساتھ شیطان ہوتا ہے'' اور جب اس باجہ کے ساتھ ایک'' شیطان کی خالہ'' بھی شریک کار ہو تو اس کی ناپاکی اور معصیت زائی کا کیا ٹھکانا!

قادری، نقشبندی، سہروردی اور چشتی، کسی خانوادہ میں بھی طوائفوں کا گانا سُننے کی اجازت نہیں ہے۔ چشتیہ خاندان میں پاکیزہ خیالات کی نظموں کے سُننے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ سُنانے والا نہ عورت ہو نہ لڑکی نہ لڑکا نہ بے شرع مرد۔ اور اس کے ساتھ نہ طبلہ ہو نہ ڈھولک نہ سارنگی نہ ستار نہ پکھاوج نہ مردنگ۔ چنانچہ ہمارے روحانی پیشوا، سرتاج سلطین اسلام، سرآمد اولیائے کرام حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں آداب سماع کے باب میں ان تمام شرائط کو مفصل طور پر بیان فرما دیا ہے۔ اور اگرچہ ان شرائط کے ساتھ غزل یا نظم سُننا ناجائز نہیں۔کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شادی کے موقع پر چھوٹی چھوٹی معصوم بچیوں سے گیت سُنا تھا۔

وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ

لیکن پھر حضرت صاحبؒ نے آخر عمر میں سماع ترک فرما دیا تھا۔ اور میرے روحانی پیشوا حضرت مجدد الف ثانیؒ جو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے سرتاج ہیں، اسی لئے سماع کی اجازت نہیں دی کہ اس سے لہو و لعب کا دروازہ کُھل جاتا ہے۔ اور چونکہ عوام الناس، شرائطِ سماع کی پابندی نہیں کر سکتے، اس لئے کچھ دنوں کے بعد ''سماع'' فی الحقیقت، محفل رقص و سرود میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس طرح آج دہلی اور اجمیر میں نظر آتا ہے۔

پس ہم مجلس منتخبہ (سلیکٹ کمیٹی) کے مسلمان ارکان سے پُر زور درخواست کرتے ہیں بلکہ انہیں شریعتِ اسلامیہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ وہ اس مفید بل کی حمایت میں اپنا سارا زورِ زبان اور زورِ قلم صرف کر دیں تاکہ مزاراتِ مقدسہ کی فضا طوائفوں اور زنانِ بازاری کے جراثیم سے پاک ہو جائے۔

مسلمان ارکانِ اسمبلی کو یہ سوچنا چاہیئے۔کہ جب طوائفوں کا ہجوم اور محافلِ رقص یہ دونوں باتیں خلافِ شریعت ہیں تو پھر ان کا انسداد، مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گمراہ کن ملاؤں اور نقلی پیروں نے

پنجاب کے بھولے بھالے مسلمانوں کو ذہنی غلامی میں جکڑ رکھا ہے۔ اور اس غلامی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس صوبہ کے مسلمان، اپنی اکثریت کے باوجود ہندوؤں کے منوحض ہیں۔ صنعت و حرفت، تعلیم، تجارت، علوم و فنون، اور جمیع امور سیاست و معیشت میں پسماندہ ہیں۔

پس ان کو بیدار کرنے کے لئے، پہلی بات جو ضروری ہے، یہ ہے کہ انہیں ذہنی غلامی سے رہائی دلائی جائے تاکہ وہ حقیقتِ فکر سے مالا مال ہو کر، اپنے نیک و بد کو سمجھ سکیں۔ اور جھوٹے پیروں کو نذرانے دینے کے بجائے اس رقم سے صنعت و حرفت کے مدارس جاری کر سکیں۔

اقبالؒ نے اس شعر میں، ان کی زبوں حالی کا کیسا عبرت ناک نقشہ کھینچا ہے:

باقی نہ رہی تجھ میں وہ آئینہ ضمیری
اے کشتۂ سلطانی و مُلائی و پیری

سرچشمہ اس تمام خرابی کا یہ ہے کہ مسلمان ایک عرصہ دراز سے قرآن مجید اور سنتِ نبوی سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ جب تک وہ حکمران رہے، اُن کے اخلاقی، عمرانی اور معاشرتی عیوب پر پردہ پڑا رہا، لیکن حکومت سے محروم ہو جانے کے بعد، ان کے وہ تمام عیوب ایک ایک کر کے نمایاں ہو گئے۔ اور اب یہ عیوب اُن کی زندگی کو گھن کی طرح کھائے جاتے ہیں، چونکہ ان سوشل خرابیوں سے بعض خود غرض لوگوں کو مالی منفعت حاصل ہو رہی ہے، اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ مسلمان بیدار ہوں۔ جب کوئی اللہ کا بندہ اس ناگفتہ بہ صورت حال کی اصلاح پر کمربستہ ہوتا ہے تو ان دشمنانِ دین کا ہجوم، اُسے "وہابی" اور بزرگانِ دین کا دشمن مشہور کر دیتا ہے۔ تاکہ عوام الناس اُس سے برگشتہ ہو جائیں۔ اسلام افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر صراطِ مستقیم پر چلنے کا نام ہے۔

اس رسالہ کے مدیر محترم، اور راقم الحروف دونوں تمام بزرگانِ دین کا صدق دل سے احترام کرتے ہیں۔ دونوں کو حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ سے خاص عقیدت ہے۔ دونوں مختلف سلاسل میں بیعت ہیں، اور بزرگانِ دین کے مزارات کی حاضری کو اپنے لئے سرمایۂ سعادت تصور کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود، ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ نجاتِ اُخروی، اتباعِ سنتِ نبوی پر منحصر ہے۔ طوائفوں کے اجتماع اور گانے یہ دونوں باتیں شریعت کے بالکل خلاف ہیں۔ اور اُن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا ہر سچے مسلمان کا فرض ہے۔

حکومت تو قانون بنائے یا نہ بنائے، سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کیا فرض ہے؟ ہم اس سے پہلے بھی اپنے

ناظرین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کر چکے ہیں کہ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اگر مسلمان، ایک دفعہ تمام قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیں تو شرک اور بدعت دونوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہم سچائی اور خلوص کے ساتھ اپنے ناظرین کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً قرآنِ پاک کے مطالعہ اور اس کے معانی میں تدبّر کی دعوت دیتے ہیں۔

اسی حقیقت کے احساس نے، آج سے دس سال پہلے کارکنانِ پیکو لمیٹڈ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ قرآن مجید کا ایک عام فہم سلیس صحیح معنی خیز اور مستند ترجمہ شائع کیا جائے، تاکہ ہر مسلمان، اللہ تعالےٰ کے منشا سے آگاہ ہو سکے۔ اور اپنے لئے سرمایۂ اُخروی جمع کر سکے۔

چنانچہ پیکو لمیٹڈ نے یہ ترجمہ (جس کے ساتھ نہایت عمدہ حواشی بھی شامل ہیں) مطالب الفرقان کے نام سے شائع کیا ہے۔ اور حال ہی میں قسم پنجم کی پہلی جلد شائع ہوئی ہے جس میں متنِ قرآن مجید اور ترجمہ (بالمقابل) دونوں کو بذریعہ بلاک طبع کیا گیا ہے۔ کتابت وطباعت کے متعلق تو پیکو کا نام ہی کافی ہے، صحت کا اہتمام اس درجہ کیا گیا ہے۔ کہ حرف در کنار زیر یا زبر کی غلطی بھی نہیں مل سکتی۔ ہدیہ اس قدر کم رکھا گیا ہے۔ کہ ہر مسلمان اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اور ہمارا مقصد صرف یہی ہے۔ کہ اب کوئی گھر اس ترجمہ سے محروم نہ رہے۔ اولیں فرصت میں پہلی جلد عہ میں طلب فرمایئے۔ اور اس کے مطالعہ سے اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

چونکہ پیکو لمیٹڈ خالص تجارتی ادارہ ہے۔ اس لئے اس کی حصص کی خریداری، اور اس کی مطبوعات کی خریداری گویا ہم خرما و ہم ثواب کی مصداق ہے۔ پراسپکٹس اور نمونے کے صفحات، آپ کی خدمت میں مفت روانہ کئے جائیں گے۔

نیز اپنے دوستوں کے پتہ سے کمپنی کو مطلع فرمایئے۔ تاکہ ان کی خدمت میں بھی کمپنی کا اسلامی لٹریچر مفت روانہ کیا جا سکے۔

قرآنِ کریم کے حکم
تعاونوا علی البر والتقوی — نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو
کو ہر وقت مدِ نظر رکھیئے۔

دعائے مُسلم

از جناب نازؔ کولگامی سرینگر

دلِ مُسلم کو یارب بحرِ لاساحل کی وسعت دے
علاجِ ناتوانی کر علیؓ کا دستِ قوت دے

خیالِ اوجِ سدرہ اور یہ زنجیرِ غلامی آہ!
اِسے پرواز دے اور طائرِ سدرہ کی ہمت دے

کلامِ پاک تیرا جس کا ہر اک لفظ معجز ہے
دلِ مُسلم کو اُس کے درس کا شوق اور رغبت دے

بہت ہیں دُشمنانِ دینِ احمدؐ دہر میں ہر سو
سبھی مغلوب ہوں اور غازیوں کو فتح و نصرت دے

ہماری قومِ خفتہ کے ہیں جو بھی مدعی۔ رہبر
اُنہیں اخلاص دے ایثار دے اور علم و حکمت دے

گئی شانِ حجازی اب گدائی ہی گدائی ہے
رہیں محکوم آخر کب تلک ہم پھر وُہ رتبت دے

بہائیں کب تلک یہ اشکِ حسرت شوربختی میں
شبِ رنج و الم کو دُور کر۔ صبحِ سعادت دے

عطا کر نازؔ کو توفیق تا ہو خادمِ ملت
اثر اُسکے سخن میں دے قلم میں اُسکی طاقت دے

قانون ملازمانِ تجارتی ادارات پنجاب

مصنفہ جناب عبدالحلیم خان صاحب ۔ وکیل ۔ لاہور

پنجاب کے مختلف شہروں میں یکم مارچ ۱۹۴۱ء سے اس نئے قانون کا نفاذ ہو چکا ہے ۔ اور ان شہروں میں قریباً ہر دوکاندار اور ہر تجارتی ادارہ اس قانون کی زد میں آتا ہے ۔
اس کتاب میں متعلقہ قانون کی مکمل تشریحات اور تصریحات بیان کی گئی ہیں ۔
اس کتاب کی موجودگی ہر دوکان اور ہر تجارتی ادارہ میں لازمی ہے ۔ علاوہ ازیں وکلاء صاحبان اور جج صاحبان کے لئے بھی اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا ۔
اس کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینے سے اس قانون کا ہر پہلو ذہن نشین ہو جاتا ہے ۔ اور کسی قانونی گرفت کی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ بہترین کاغذ ۔ بہترین کتابت ۔ قیمت غیر مجلد ۸/ مجلد ۱۲/

رہنمائے سیلزمین

مصنفہ جناب عبدالحلیم خان بی ۔ اے ایل ایل ۔ بی ۔ وکیل سابق ایڈیٹر و پروپرائٹر رسالہ کاروبار ۔ لاہور
ہر تاجر ۔ ہر کارخانہ دار ۔ ہر کمپنی اور ہر فرم کو تربیت یافتہ سیلزمین کی ضرورت ہے ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کا سیلزمین فنِ فروخت میں صحیح تربیت حاصل کر سکتا ہے ۔
اگر آپ چاہتے ہیں ۔ کہ آپ کا سیلزمین پہلے سے کئی گنا مال فروخت کر سکے ۔ تو آپ فوراً رہنمائے سیلزمین خرید کر اس کو مطالعہ کی ہدایت کریں ۔ یہ کتاب اُس کی صحیح راہنمائی کرے گی ۔
اس کتاب کی تمام چھپائی بلاکوں کے ذریعہ ہوئی ہے ۔ کاغذ نہایت اعلیٰ جلد خوبصورت ۔ قیمت ۸/ علاوہ محصول ڈاک

ہر دو کتابیں ملنے کا پتہ :- پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور

درمیان فیصلہ کردیگا اور اللہ ہرگز ایمان والوں کے مقابلہ میں کافروں کو فتح و نصرت کی
کوئی راہ نہ کھولیگا (۱۴۱) منافق اپنے خیال میں خدا کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ
حقیقت میں اللہ نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو
الکساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اللہ کا ذکر برائے نام کرتے ہیں (۱۴۲)
کفر و ایمان کے بین بین متردد کھڑے رہیں نہ ان مسلمانوں کیطرف نہ ان کافروں
کیطرف اور جسکو اللہ گمراہی میں ڈالدے تم اس کیلئے کوئی رستہ نہ پاؤگے (۱۴۳) اے
مسلمانو! تم مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ
اللہ کی صریح حجت اپنے خلاف قائم کرلو (۱۴۴) بیشک منافق دوزخ کے سب سے
نیچے کے طبقہ میں ڈالے جائینگے اور تم کسی کو بھی ان کا مددگار نہ پاؤگے (۱۴۵)
لیکن وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اپنی حالت کو سنوارلیں اور اللہ کے احکام کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور اپنے
دین کو اللہ کیلئے خالص کرلیں تو یہ لوگ جنت میں مومنوں کے ساتھ ہونگے اور عنقریب اللہ
مومنوں کو اجر عظیم دیگا (۱۴۶) اگر تم شکر کرو۔ اور خدا پر ایمان رکھو تو خدا کو تمہیں عذاب
دیکر کیا کرنا ہے؟ اور خدا تو شکر کا بدلہ دینے والا اور ہر بات کا علم رکھنے والا ہے (۱۴۷)

بھی انہی کے مانند ہوگے۔ اور منافق سمجھے جاؤگے اور
منافق اور کافر ایک ہی جیسے عذاب میں مبتلا ہونیوالے ہیں۔
کا ورن: منافقوں کے خصائل بیان کرتے ہوئے
فرماتا ہے کہ یہ سیاسی چالیں چلتے ہیں اگر تمہیں فتح
نصیب ہوتی ہے تو تم میں شامل ہوکر حصہ بٹالیتے ہیں
اگر مخالفوں کو ذرہ بھر کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو ان سے
جا کر ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے مسلمانوں کو تم
سے ڈرائے رکھا۔ ان کا ہاتھ تم پر اٹھنے نہ دیا۔
ان کے راز تم کو بتائے تمہاری ہیبت ان کے دلوں
پر بٹھا کر انہیں مرعوب کیا۔ تبھی تو تمہیں فتح و کامیابی
نصیب ہوئی لہٰذا ہمارا حصہ لاؤ +

ارشاد ہوتا ہے مسلمانو! گھبراؤ نہیں یہ دنیا کی
زندگی عنقریب ختم ہونیوالی ہے اور ان لوگوں کو مسلمانوں
پر کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ تم دیکھوگے کہ
قیامت کے روز ان کا جھگڑا کس طرح چکایا جاتا ہے

ف۹۲ یہاں بھی اسی سلسلہ بیان کو جاری رکھتے
ہوئے منافقوں کے دیگر خصائص بیان کئے ہیں
فرماتا ہے کہ منافق اپنے خیال میں خدا کو اس طرح
دھوکا دیتے ہیں کہ مسلمانوں کیساتھ مل کر دکھاوے
کی نماز ادا کرتے ہیں۔ مگر نہ دل میں خضوع و
خشوع ہوتا ہے نہ ثواب کا خیال۔ انہیں جب
دیکھو ایک عجیب کشمکش کی حالت میں پاؤگے نہ
پوری طرح کفر کیساتھ نہ مسلمانوں کے ساتھ۔ فرماتا
ہے۔ اے مسلمانو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا
دوست نہ بناؤ۔ کہ تم بھی منافقانہ چالیں چلنے پر
مجبور ہوجاؤگے مسلمانو! یاد رکھو منافقوں کو دوزخ
کے ایسے طبقے میں سزائیں دی جانیوالی ہیں جو سب سے زیادہ
سخت ہے مگر مرنے سے پہلے پہلے جب بھی ہوسکے اصلاح
حال کرلو اور مخلصانہ ایمان لے آؤ کہ مومنوں کو بڑا اجر
ملنے والا ہے۔ فرماتا ہے جو لوگ ایمان لے آئیں۔ اور
شکر گذار بندے بن کر رہیں خدا کا انہیں کوئی فائدہ نہیں
کہ انہیں عذاب میں مبتلا کرے +

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا

اللہ بری بات کے اظہار کو پسند نہیں کرتا سوا اُس شخص کے کہ وہ مظلوم ہو۔ اور اللہ مظلوم
کی فریاد سننے اور ظالم کو جاننے والا ہے (۱۴۸) اگر تم نیکی کی بات کھلم کھلا کرو یا پوشیدہ کرو یا
بُرائی سے درگذر کرو تو بہت اچھا ہے کیونکہ اللہ بھی درگذر کرنیوالا اور قدرت رکھنے والا ہے (۱۴۹) بیشک
جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسولوں کا انکار کیا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے
درمیان تفریق قائم کردیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں
مانتے اور خواہش یہ رکھتے ہیں کہ اس (کفر و ایمان) کے بین بین کوئی راہ اختیار کریں (۱۵۰)
یہی لوگ درحقیقت کافر ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر
رکھا ہے (۱۵۱) اور وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے، رسولوں کو مانا اور اُن میں سے کسی
ایک کو دوسرے سے جدا نہ جانا۔ یہی لوگ ہیں جن کو عنقریب اللہ اجر عطا فرمائے گا
اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے (۱۵۲) اے پیغمبر اسلام ۸۴۳ اہلِ کتاب آپ سے مطالبہ
کرتے ہیں کہ اُن پر آسمان سے (لکھی لکھائی) کتاب اتار لائیے (تو دکٹ حجتی انکی عادت ہے) یہ موسیٰ سے
اس سے بھی بڑا مطالبہ کرچکے ہیں۔ کہتے تھے کہ ہم کو اللہ کھلم کھلا دکھاؤ۔
پس انکی زیادتی کی وجہ بجلی نے انہیں آپکڑا۔ پھر وہ بچھڑے کی عبادت کرنے لگے

منہ آیات کے ذریعے جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کردی کہ وہ ان منافقوں کی چالوں سے بچیں جو قوم کو چھوڑ کر دشمنوں کے ساتھ مل جاتے ہیں اور دراصل خود اپنی قوم سے غداری کرتے ہیں، وہاں یہ بھی فرمایا کہ کسی شخص کی بُرائی کو مشہور کرنا اچھا نہیں، صرف مظلوم کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ ذاتی بات اگر کوئی شخص سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلے تو پھر اس سے منافقت کا کوئی فعل صادر ہو اور نہ کفر کا۔ سچائی سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، مگر وہ لوگ جو سچائی کو چھوڑ کر دوسرا طریق عمل اختیار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، یا کسی رسول کو مانتے ہیں کسی کو نہیں مانتے۔ وہ فی الحقیقت ایک نئی راہ نکالنا چاہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ ہم کٹر مسلمان نہیں مگر ضدی کافروں سے بھی مختلف ہیں ہمیں چاہیئے کہ اعتدال پسندی اختیار کریں، مسلمانوں کا زور اپنے ساتھ رہیں اور ان کے مخالفوں کا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ پکے کافر ہیں۔ اور عذاب رسوا کے مستحق۔ مسلمان وہی ہیں جو اللہ کو ایک مانیں اور تمام رسولوں کو برحق سمجھیں کیونکہ کسی ایک رسول کا انکار کرنا تمام رسولوں کے انکار کے مترادف ہے۔

۸۴۳ گذشتہ چند رکوع میں منافقوں کی چالوں اور اُن کی ناعاقبت اندیشیوں کا ذکر تھا۔ چونکہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں یہ مرض یہودیوں میں تھا اس واسطے سلسلۂ بیان یہاں سے یہودیوں کی طرف پھر گیا ہے۔ یہودیوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو لکھی لکھائی کتاب ہمیں آسمان سے ایک دم اُترتی ہوئی دکھایئے۔ پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے

جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ
قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا
فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا
نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ
الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ
اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٥﴾ وَ
بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿١٥٦﴾ لا وَّقَوْلِهِمْ
اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا
قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ
اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿١٥٧﴾ لا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ
اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ

اِس کے بعد بھی کہ اُن کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں پھر ہم نے اس سے بھی درگذر کی اور
مُوسٰی کو واضح غلبہ دیا ﴿۱۵۳﴾ اور ہم نے اُن سے عہد لینے کیلئے اُن پر کوہِ طور اُٹھا کھڑا کیا
اور حکم دیا کہ شہر کے دروازے میں عجز و انکساری کرتے ہوئے داخل ہو اور یہ بھی حکم دیا کہ ہفتے کے
بارہ میں تجاوز نہ کرنا اور اُن سے ہم نے پختہ عہد لیا ﴿۱۵۴﴾ پھر اُن کے عہد توڑنے اور اللہ
کی آیتوں سے انکار کرنے، نبیوں کو ناحق قتل کرنے اور یہ کہنے کی وجہ سے کہ
ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے (نہیں بلکہ اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر
لگا دی ہے سو چند آدمیوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لاتا ﴿۱۵۵﴾ اور اُن کے انکار
کرنے اور مریم پر بہتانِ عظیم باندھنے ﴿۱۵۶﴾ اور یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کیا ہے مسیح عیسٰی
ابن مریم کو جو اللہ کے رسول تھے حالانکہ نہ انہوں نے اُن کو قتل کیا اور نہ انہیں سُولی دی۔
بلکہ اُن پر حقیقتِ حال مشتبہ ہو گئی اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے
وہ البتہ شک میں ہیں ان کے پاس بجز ظن کی پیروی کے کوئی یقینی علم نہیں ہے
اور یقیناً انہوں نے اسکو قتل نہیں کیا ﴿۱۵۷﴾ بلکہ اللہ نے اُسے اپنی طرف اُٹھا لیا
اور اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۵۸﴾ اور اہل کتاب میں سے سب

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے نبی ان سے
کہہ دیجئے کہ ان سے بھی بڑے بڑے معجزے
نہیں دکھائے جا چکے ہیں۔ مگر تم کبھی
صدق دل سے ایمان نہیں لائے۔ اور
اب لانے والے ہو۔ تمہارا شیوہ
رہا ہے کہ کٹ حجتیاں کرو۔ سو جس ہٹ
دھرمی ان کج بحثوں کی سزا پہلے بھگتتے رہے
ہو اسی طرح اب بھگتو گے۔ مثال
کے طور پر کہا جاتا ہے کہ کٹ حجتی کرتے
جو تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا
کہ ہمیں خدا کو ان آنکھوں سے دکھاؤ
ورنہ ہم کبھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر جب
تمہیں کہا گیا کہ صرف خدائے وحدہٗ
لاشریک کی عبادت کرو اور کسی کو اس کی
عبادت میں شریک نہ کرو۔ تو تم نے گائے
کے بچھڑے کی عبادت شروع کر دی
اس کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام)
کو معجزے بھی دیئے اور ایک زبردست
اور روشن کتاب عطا کی۔ مگر اس کے باوجود
تم نے تمام قول و قرار بھلا دیئے۔ تمہیں
اپنے آباؤ اجداد کا وہ واقعہ بھی یاد ہوگا
جب شہر بیت المقدس کے فاتحانہ داخلے
کے سلسلے میں یہ حکم دیا تھا کہ عجز و انکساری کرتے
ہوئے اور خدا کا شکر بجا لاتے ہوئے
شہر میں داخل ہونا۔ مگر تم بالکل اس کے
برعکس سفیہانہ نعرے لگاتے اور متکبرانہ
وضع بناتے شہر میں داخل ہوئے۔ اور
جب تم سے کہا گیا کہ ہفتے کے دن جو کام
کرنے سے تمہیں منع کیا گیا ہے اس حکم کی
پیروی کرو لیکن تم نے اس کی نافرمانی کی
اور ہر طرح کی زیادتیاں کیں۔ تم نے پہلے اور

الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ج وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ
یَکُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ﴿۱۵۹﴾ ج فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا
حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ
سَبِیْلِ اللّٰهِ کَثِیْرًا ﴿۱۶۰﴾ لا وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا
عَنْهُ وَاَکْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ط وَاَعْتَدْنَا
لِلْکٰفِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی
الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ
الزَّکٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْهِمْ
اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ
وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ج وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَ
اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ
وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ج وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ ج وَرُسُلًا

مسیح پر اُسکی موت سے پہلے ضرور ایمان لائیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ اُن پر گواہی دیگا (۱۵۹) پھر یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے اُن پر کئی پاکیزہ اشیاء کو بھی حرام ٹھہرادیا جو پہلے اُن کیلئے حلال تھیں اور اسواسطے بھی کہ وہ بہتوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے (۱۶۰) اور سُود لینے کے سبب بھی حالانکہ اس سے انہیں روک دیا گیا تھا اور اسلئے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاجاتے تھے اور ہم نے اُن میں سے منکروں کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۶۱) لیکن اُن میں سے بھی جو لوگ علم میں ثابت قدم ہیں اور مسلمان اس (کتاب) پر ایمان لاتے ہیں جو (اے پیغمبر اسلام) آپ پر نازل کیگئی ہے اور اُن (کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیگئی ہیں اور وہ نماز قائم کرنیوالے، زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانیوالے ہیں یہ لوگ ہیں جن کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے (۱۶۲) اے پیغمبر اسلام ہم نے آپ کی طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جسطرح نوح اور اُس کے بعد دوسرے نبیوں کیطرف بھیجی تھی، اور ہم نے ابراھیم، اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کیطرف (بھی) اسیطرح (وحی نازل کی) اور داؤد کو زبور عطا کی (۱۶۳) اور کتنے رسول ہم بھیج چکے ہیں)

گمراہ کن خیالات کیے۔ اللہ کے احکام سے منہ موڑا۔ نبیوں کو ناحق قتل کیا اور طرح طرح کی کج بحثیاں کیں۔ حق کے قبول کرنے سے انکار کیا اور ان سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پاکدامن والدہ پر بہتان تراشا اور خود عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ مشہور کیا کہ ہم نے انہیں قتل کر دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ مخالفین سے بچا لیا مرتبہ رفعت سے نوازا اور آسمان پر اٹھا لیا۔ مگر تم بجو نہ جاننے کے باوجود وہم کی بنا پر اب تک اُن کے قتل کے مدعی ہو اور کئی نافرمانیاں تم سے سرزد ہوئیں اور نتیجۃً حلال و مباح چیزیں تم پر حرام قرار دی گئیں تم لوگوں کو ہمیشہ گمراہ کرتے رہے اور باوجودیکہ سُودی کاروبار کرنے سے تمہیں بالکل روک دیا گیا تھا تم نے سُودی لین دین جاری رکھا اور لوگوں کا مال اس طرح کے حرام طریقوں سے کھاتے رہے۔ پھر اگر تمہارا مطالبہ پورا کر دیا جائے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم ضرور ایمان لے آؤ گے؟ ایمان لینے والے شخص فرمائشی معجزوں کے بعد ایمان نہیں لایا کرتے۔ بلکہ وہ تو دعوتِ حق کو دیکھتے ہیں اور داعی کے حالات شخصی کی تحقیق کرنے کے بعد نفس تعلیم سے متاثر ہو کر ایمان لاتے ہیں۔ لوگو! آخرت کی کامرانیاں اور اجر و ثواب کے بلند مرتبے صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہونے والے ہیں جو پہلی امتوں میں سے راسخ العلم ہیں اور ایمان و عمل کی نعمت سے بہرہ ور ہیں یا اُن مسلمانوں کیلئے جو اللہ کی تمام نازل کردہ تعلیمات کو حق سمجھتے ہیں قرآن پر عمل کرتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

ف ۴۴ اس کورع میں اس اصل عظیم کی طرف اشارہ ہے روزِ اول سے لیکر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک جس قدر انبیاء کرام آ چکے ہیں ان سب کی تعلیم ایک تھی مقصد اور نصب العین ایک تھا۔ آج جو اختلاف نظر آتا ہے

قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ
عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ
وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ
الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ
بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ
طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ ۙ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ
جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ
وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

اسلام اور تجارت

از جناب عبدالحلیم خان بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ وکیل منٹگمری۔ لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ)

"حقیقت اسلام" کے گذشتہ نمبر میں بیان کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی تجارتی پستی صرف قلت سرمایہ کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ تجارتی پستی کی اصل وجہ تازہ ترین تجارتی علوم و فنون سے مسلمانوں کی بے مائگی ہے۔ اور یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ مسلمانوں میں قلت سرمایہ اُن کی تجارتی پستی کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جو مومن ہیں۔ اور جن کو علم دیا گیا ہے۔ اُن کے درجے بلند کئے جائیں گے۔

کلام پاک میں ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ۔:۔

(اے پیغمبر) ان سے پوچھئے۔ کہ کیا جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہو سکتے ہیں! نصیحت تو بس اہل دانش ہی پکڑتے ہیں۔

قرآنی آیات کے علاوہ چند احادیث صحیحہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) علم کی تلاش کرو۔ خواہ چین میں ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) ہر مومن مرد اور عورت پر علم کی تلاش کرنا فرض ہے۔

(۳) ایک گھڑی علم کا سیکھنا اور سکھانا تمام رات کی شب بیداری سے اور عبادت سے بہتر ہے۔

(۴) ایک عالم کی فضیلت ایک عابد جاہل پر اسی قدر ہے جس قدر کہ میری فضیلت ایک ادنےٰ اُمتی پر ہے۔

ابتدا میں قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کے ارشادات کے مطابق مسلمانوں میں تحصیل علوم و فنون کے لئے زبردست حرکت پیدا ہوئی۔ اور مسلمانوں نے اپنی ریاضت اور تحقیق سے ہر شعبہ علم میں اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ مسلمان علما کے سامنے تمام یورپ کو زانوئے ادب طے کرنا پڑا۔ اگر مسلمان علُوم قدیمہ کو زندہ کر کے اُن کو ترقی نہ دیتے۔ تو آج یورپ اپنے علم و فضل پر یہ ناز نہ کر سکتا۔

خاکساروں کی تحریک کے بانی حضرت علامہ مشرقی کا یہ فرمانا کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان جاہل ملاؤں نے پہنچایا ہے۔ کسی حد تک درست نظر آتا ہے۔ توکل اور استغنا کا یہ مطلب لینا کہ صحیح اسباب اور مناسب جد و جہد کے بغیر خدا کے فضل کا انتظار کیا جاسکتا ہے۔ قرآنی احکام اور ارشادات نبویؐ کے سراسر خلاف ہے۔ ڈاکٹر سر اقبالؒ ہمارے روزمرہ مشاہدہ کی ترجمانی ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

راز ہے راز ہے تقدیر جہانِ تگ و تاز ———— جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز
جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع ———— کوہِ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
جوشِ کردار سے تیمور کا سیلِ ہمہ گیر ———— سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز
صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر ———— جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس ———— عوضِ یک دو نفس قبر کی شب ہائے دراز

اگر توکل اور استغنا سے یہی مطلب لیا جاتا۔ جو آجکل عوام کا شیوہ ہو چکا ہے۔ تو اسلام اور کفر کا مقابلہ نہ ہونے پاتا۔ شمشیر زنی کی نوبت نہ آتی۔ مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات نصیب نہ ہوتیں۔ اور عروج اور اقبال نہ مل سکتا۔

ایمان۔ علم اور عمل یہ تینوں مذہب اسلام کی جان ہیں۔ چنانچہ ان کا حصول ہر مسلمان کا فرضِ اولین ہے۔

عصرِ حاضر میں کامیاب تاجر کے لئے تحصیل علم کی اشد ضرورت ہے۔ بین الاقوامی تعلقات میں ہر تبدیلی تاجر پر اثر انداز ہوتی ہے۔ طیارہ۔ آگن بوٹ اور ریڈیو نے دُور کو نزدیک کر دیا ہے۔ مشین نے دنیا بھر میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ایک منڈی کے نرخوں کی تبدیلی تمام دنیا کے نرخوں پر اثر کرتی ہے۔ نیز ملکی اور صوبائی قوانین کے جاننے کی ہر قدم پر ضرورت پڑتی ہے۔
غیر اقوام کے تاجر بہت آگے نکل گئے ہیں۔ انکے کاروبار مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں۔ چنانچہ ان سے کاروباری مقابلہ کے لئے بہت زیادہ علم۔ ہمت اور استقلال کی ضرورت ہے۔

تجارت کے ہزاروں شعبے ہیں۔ ہر شعبہ کی بیسیوں شاخیں ہیں۔ ہر شعبہ کیلئے مختلف تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہے۔ تجارت میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے بنیادی اصول بتا دئے ہیں یعنی قول و قرار کی پابندی کرو۔ تنگی تکلیف اور ہلا چلی کیوقت میں بھی صحیح اصولوں پر قائم رہو۔ اور حلال و حرام میں امتیاز رکھو۔

ہندوستان میں اس وقت ہر قسم کا سامان تیار کرنے کیلئے کارخانے قائم ہو رہے ہیں چونکہ موجودہ جنگ کیوجہ سے غیر ملکی مال بہت کم مقدار میں آرہا ہے۔ اور نہایت گراں فروخت ہوتا ہے۔ اس لئے امید کی جاتی ہے۔ کہ یہ کارخانے تیار شدہ مال مقابلتہً ارزاں نرخوں پر فروخت کرسکیں گے۔ اور نہ صرف اپنی ذات بلکہ ملک و قوم کے لئے بھی مفید ہوں گے۔

کارخانہ داروں کیلئے مفید ہدایات

از جناب عبدالحلیم خان ۔ بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔ وکیل مزنگ روڈ ۔ لاہور

کارخانہ قائم کرنے کا مقصد ایسا سامان تیار کرنا ہے جس کی بازار میں مانگ ہو ۔ کارخانہ اُس جگہ کو کہتے ہیں ۔ جہاں لوگ مشینوں کی امداد سے اشیائے خام یا نیم خام کو مفید اور کارآمد سامان میں تبدیل کرتے ہیں ۔ مثلاً روئی یا سوت سے پارچات تیار کرنا ۔ پیتل یا تانبا سے برتن تیار کرنا وغیرہ وغیرہ ۔ تیار شدہ مال ایسی مناسب قیمت پر بازار میں مہیا کیا جانا چاہیئے جس پر فروخت کرنے سے مالک کارخانہ ۔ ملازمین اور دیگر لوگوں کو فائدہ پہنچے ۔ اصل مقصد سامان کا تیار کرنا ہے ۔ اور اس کاروبار میں منافع صرف اس لئے ضروری ہے ۔ کہ کارخانہ اپنے وجود کو قائم رکھ سکے ۔

کارخانہ کہاں پر قائم کیا جائے ۔

اس کا جواب نہایت سنجیدگی اور ہوشمندی سے دینے کی ضرورت ہے ۔ کیونکہ بعض اوقات اچانک تبدیلیوں کی وجہ سے نہایت مناسب جگہ بھی نامناسب ہو جاتی ہے ۔ مثلاً ایک کارخانہ کوئلہ کی آسان بہم رسانی کی خاطر کوئلہ کی کان کے نزدیک قائم کیا گیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد کوئلہ کان میں ختم ہو گیا ۔ صاف بات ہے ۔ کہ اس کارخانہ کو اب وہ سہولت نہ رہی ۔

کارخانہ قائم کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل امور پر غور کر لینا لازمی ہے ۔ کاریگروں کا آسانی سے مل جانا ۔ آمد و رفت اور باربرداری کے ذرائع ۔ تیار شدہ مال کو اندرون ملک اور بیرون ملک میں بھیجنے کی آسانیاں ۔ اشیائے خام کی آسان اور ارزاں بہم رسانی ۔ نکاس کے لئے منڈیوں کا نزدیک ہونا ۔ کوئلہ ۔ بجلی یا دیگر ضروری قوت کے مقامی نرخ ۔

مختلف قسم کے کارخانوں میں مختلف وجوہات کو مختلف قسم کی اہمیت حاصل ہے ۔ مثلاً اگر تربیت یافتہ کاریگروں کی زیادہ ضرورت ہے ۔ تو ایسے کاریگر شہروں کے نزدیک زیادہ مل سکیں گے ۔ اگر اشیائے خام کی ضرورت بہت بڑی مقدار میں پڑتی ہے ۔ تو باربرداری کے اخراجات سے بچنے کے لئے ایسے مقام پر کارخانہ قائم کرنا چاہیئے ۔ جہاں پر آسانی سے اور کم خرچ پر یہ اشیاء منگوائی جا سکتی ہوں ۔ اگر ان اشیاء کی تھوڑی مقدار میں ضرورت پڑتی ہے ۔ اور ان کی باربرداری کے اخراجات معمولی ہیں ۔ تو کارخانہ نکاس کی منڈیوں کے نزدیک قائم کرنا چاہیئے ۔

شہر میں یا شہر سے باہر:۔

شہروں میں جگہ قلت سے ملتی ہے۔ اور کرایہ بہت زیادہ دینا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں میونسپلٹی کے ٹیکسوں کی بھرمار ہوتی ہے۔ نیز شہری زندگی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کئی قسم کی قانونی اور دیگر بندشیں ہوتی ہیں۔ اس لئے بڑے کارخانے شہروں سے ذرا فاصلہ پہ بنانا مفید ثابت ہوئے ہیں۔ لیکن کسی ریلوے سٹیشن کے نزدیک ہونے کا خیال ضرور رکھ لینا چاہیئے۔

کارخانہ کا انتظام:۔

کارخانہ کا انتظام اور ارکان یا ملازمین کارخانہ میں اُن کے فرائض کی مناسب تقسیم ایک نہایت قابلِ توجہ امر ہے۔ فرائض کی تقسیم اس طریقہ سے ہونی چاہیئے۔ کہ سب کی محنت ایک دوسرے کا تعاون کر سکے۔ اور اس محنت اور تعاون کا نتیجہ کارخانہ کا تیار شدہ سامان ہو۔ جسم انسانی میں دل۔ دماغ۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ سب اعضا صحیح طور پر کام کرتے ہوں۔ تو انسان کو تندرست سمجھا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ملازمین اور ارکان کارخانہ جسدِ کارخانہ کے اعضا ہیں۔ جس طرح دل اور دماغ دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ مگر دل کے فرائض دماغ ادا نہیں کرسکتا۔ اور دماغ کا کام دل سے نہیں لیا جا سکتا۔ اسی طرح ایک شخص جو ایک کام کے لئے موزوں ہے۔ دوسرا بالکل مختلف کام اُسی خوبی سے سرانجام نہیں دے سکتا۔

فرائض کی تقسیم کے وقت موزوں ترین آدمیوں کا انتخاب ہی کارخانہ کی کامیابی کا باعث ہو سکتا ہے۔

انتظام سادہ اور آسان ہو۔ اور ہر شعبہ کے انتظام کی جانب پوری توجہ دیجائے۔ اگر کارخانہ کے ایک شعبہ میں بدانتظامی موجود ہے۔ اور اُس کو جلد از جلد دُور کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ تو کچھ عرصہ میں دیگر شعبوں پر بھی اُس کا اثر ضرور رُونما ہوگا۔ کیونکہ بسا اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ جب ہاتھ یا پاؤں میں کوئی زخم ہو جائے اور اُس کا علاج پوری توجہ سے نہ کیا جائے۔ تو تمام جسم میں اُس کا زہر پھیل جاتا ہے۔

آیندہ ترقی اور نشو ونما کا مادہ قائم رکھا جائے۔

انتظام کرتے وقت، اور فرائض کی سپردگی کے وقت اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ کارخانہ میں آئندہ ترقی اور بہبودی کا سلسلہ قائم رہے۔ اور ملازمین کی برخاستگی یا اُن کے فرائض کی تبدیلی سے تمام کاروبار میں خلل نہ آنے پائے۔ منتظم کو وقتی مناسبت کا خیال رکھنے کے علاوہ ایک پائدار اور سالوں تک قائم رہنے والی عمارت تیار کرنی چاہیئے۔

عملہ کی ضرورت کا بیان۔

کارخانہ دار کو اپنے تمام عملہ کی ضروریات کا خیال رکھنا لازمی ہے۔ جو کام کسی شخص کے سپرد کیا جائے اُن کو صاف اور صریح الفاظ میں کماحقہٗ بیان کر دینا چاہئے۔ تاکہ وہ شخص اپنے فرائض کو سمجھ لے۔ اور اپنی ذمہ داری محسوس کرے۔ دو آدمیوں کے فرائض آپس میں خلط ملط نہ ہونے پائیں۔ اور ہر شخص یہ سمجھ سکے۔ کہ فلاں کام ایک عرصہ تک بخوبی کرنے سے اُسے کیا معاوضہ ملے گا یا نہ کرنے سے اس کو کیا نقصان ہوگا۔

تمام عملہ میں ذمہ داری اور اطمینان کا احساس پیدا کرنا کارخانہ دار کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اوّل تو عملہ میں بےچینی آنے نہ پائے۔ اور اگر کسی وجہ سے پیدا ہو جائے تو اس کو فوراً دور کرنے کی کوشش کرنا لازمی ہے۔

صحیح انتظام کا معیار۔

اگر کارخانہ کے مقاصد کی تکمیل خیر و خوبی سے ہو رہی ہے۔ تو اس کے انتظام کو صحیح سمجھا جائے گا۔ کیونکہ انتظام کے صحیح یا غلط ہونے کا پتہ اُس کے نتیجہ سے ہی لگ سکتا ہے۔ جس کارخانہ میں تمام امور کفایت شعاری اور آسانی سے سرانجام پا رہے ہوں۔ اُس کے انتظام کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔ کفایت شعاری سے مُراد نہ صرف روپیہ کی کفایت شعاری بلکہ عملہ کی محنت اور اوقات کار کا بہترین استعمال ہے۔ اگر انتظام غیر ضروری طور پر پیچیدہ اور بےقاعدہ ہو۔ تو صحیح انتظام نہیں کہلایا جا سکتا۔

جس کارخانہ میں ہر ایک ضروری کام کم از کم تکلیف سے شروع کیا جا سکے۔ اور اُس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ مؤثر ہو۔ اُس کا انتظام صحیح ہے۔ مگر یہ معیار اُس وقت قائم رہ سکتا ہے۔ جب کہ ہر رکن عملہ انفرادی طور پر بھی اپنے فرائض کو کمال خوبی سے سرانجام دے رہا ہو۔ اگر بینڈ باجہ میں ڈھول تو خوب بج رہا ہو۔ مگر باجہ کی سُروں میں کچھ فرق ہو تو اس کا نتیجہ سمع نواز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سمع خراش ہوگا۔

جب تک کارخانہ کے ہر شعبہ میں پوری عمدگی سے کام نہ ہوتا ہو نتیجہ خاطر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ عمدگی اُس وقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یک رنگی اور یک جہتی کے آثار اُس وقت رُونما ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ہر کام کا آخری اختیار اور قطعی فیصلہ ایک ہاتھ میں ہو۔ اور اس آخری اختیار اور قطعی فیصلہ میں کوئی رکاوٹ آنے نہ پائے یہیں سے تمام اختیارات مختلف افراد میں تقسیم ہوں۔ اور یہیں پر بوقتِ ضرورت تمام اختیارات جمع ہو سکیں۔

تجارتی مقاصد:۔

کارخانہ کے قیام کا اصل مقصد عموماً تجارتی ہوتا ہے۔ یعنی کسی مال کا تیار کرنا اور بہتر نرخوں پر اُس مال کا

مارکیٹ میں فروخت کرنا۔ کونسا مال تیار کیا جائے۔ اور کن اصولوں پر تیار کیا جائے۔ ان سوالوں کا جواب سوچنا ڈائرکٹروں یا مالکانِ کارخانہ کا فرض ہے۔ اور ان تمام ہدایات کو عملی جامہ پہنانا مینجنگ ایجنٹس یا جنرل مینجر کا کام ہے۔

نقائص کی وجہ:۔

کارخانہ کے مقاصد کی تکمیل میں دو طرح سے نقائص آ سکتے ہیں۔ اوّلاً غلط مقاصد کی وجہ سے ثانیاً غلط ہاتھوں میں ذمہ داری دینے سے ڈائرکٹروں یا مالکان کارخانہ کا کام صرف عام ہدایات دینا ہے۔ اور ان ہدایات کو عملی جامہ پہنانا مینجنگ ایجنٹ یا جنرل مینجر کا کام ہے۔

مشترکہ سرمایہ کی کمپنی میں عملہ کا ڈائرکٹروں سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام عملہ مینجنگ ایجنٹ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور مینجنگ ایجنٹ کو ڈائرکٹروں کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

تمام عملہ کا ذمہ دار مینجنگ ایجنٹ ہے۔ اور عملہ کی موقوفی یا تقرر کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ڈائرکٹروں کے سامنے سقراط جیسی قوتِ بیان رکھتا ہو۔ اور عملہ کے سامنے قیصر جیسا دبدبہ اور رُعب۔

مینجر یا مینجنگ ایجنٹ اپنے فرائض کو اپنے عملہ کے ذریعہ ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے انتظام میں صفائی۔ وضاحت اور احتیاط ضروری عناصر ہیں۔ عملہ کے ہر رُکن کے فرائض صاف اور واضح طور پر بیان کئے جائیں۔ اور یہ فرائض آپس میں خلط ملط نہ ہونے پائیں۔ ہر شخص پر واضح ہو جائے۔ کہ وُہ کہاں تک اور کس کے سامنے جواب دہ ہے۔ صرف بہترین انتظام ہی بہترین نتائج پیدا کر سکتا ہے۔

مینجر کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے احکام کی خلاف ورزی نہ ہونے دے۔ ورنہ تمام انتظام میں ابتری پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اگر مینجر ہوشمند ہے۔ تو وُہ ہر شخص کے فرائض اور اُن فرائض کو سرانجام دینے کے طریقے مختصر۔ صاف اور واضح تحریر میں لاکر ہر شخص کو ذمہ دار بنائے گا۔ اس طرح معیارِ کار میں فرق نہیں آئے گا اور تمام اختیارات کو بھی اپنے قابو میں رکھ سکے گا۔

اندرونی انتظام کے علاوہ جنرل مینجر کا فرض ہے کہ وہ نتائج کا موازنہ بھی کرتا رہے مثلاً فروخت کا کیا حال ہے کسقدر مال تیار کیا گیا۔ مال معیار کے مطابق ہے یا نہیں۔ سالانہ بجٹ کے مطابق کام ہو رہا ہے یا نہیں۔

خاص سکیم کی ضرورت ہے:۔

بعض حالات میں پُرانے دستور کے علاوہ خاص سکیموں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اشتہار اور پراپیگنڈا کی خاص سکیم۔ فروخت مال کے لئے خاص پروگرام۔ یہ تمام سکیمیں اور پروگرام خاص حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے یا خاص حالات پیدا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے کے لئے ایک معین میعاد مقرر کر لی جاتی ہے۔ تا اختتامِ میعادِ سکیم مینجر کو ایک مجاہد کی طرح پوری جدوجہد سے کام لینا چاہئے۔

وقت کی قدر و قیمت:۔

مینجنگ ایجنٹ یا مینجر کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر شخص اور ہر شعبہ کو مال کی تیاری میں نہ صرف صحیح طریقے اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ بلکہ اُن کو صحیح اور معیّن وقت میں مال کی تیاری کا ذمہ دار بنائے۔ مال کی تیاری میں غیر ضروری دیر کرنا ناقابلِ معافی امر ہے۔ اور یہی تاخیر بے قاعدگی اور بے اصولی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مینجر کا فرض ہے کہ وُہ اوقات کا نقشہ تیار کرے۔ جس میں بہرصورت مجوزہ کام سرانجام پا جائے۔

مینجر یا مینجنگ ایجنٹ کے دیگر فرائض:۔

ان کے علاوہ مینجر یا مینجنگ ایجنٹ کے یہ فرائض بھی ہیں۔ کہ وُہ اخراجات پر غور کرے۔ ارکانِ عملہ میں تبادلہ یا ترقی کا معائنہ کرتا رہے۔ اپنے مال کا امتحان کرے اور وہ مال جو منڈی میں زیادہ بکتے ہوں اُن سے اپنے مال کا مقابلہ کرتا رہے نیز مختلف منڈیوں کا مطالعہ کرنا بھی ایک مینجر کے لئے لازمی ہے۔

مینجر یا مینجنگ ایجنٹ بھی آخر انسان ہے:۔

یقینی امر ہے۔ کہ بحیثیت ایک انسان ہونے کے مینجنگ ایجنٹ خود یہ سب کام نہیں کر سکتا۔ اس کو ہر کام کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ تمام کام کی مناسب تقسیم کے بعد ہر شخص کو اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہونا چاہئے اور ہر شعبہ کا ایک منتظم ہو۔ مینجنگ ایجنٹ کو صرف اس منتظم کا خیال رکھنا چاہئے۔ اُسی کو نقصان سے آگاہ کرنا اور اُسی سے درستگی کرانی چاہئے۔ اگر منتظم باوجود ذرائع مہیا ہونے کے اُن نقائص کو دُور نہیں کر سکتا۔ تو اس شعبہ کا انتظام بہتر ہاتھوں میں منتقل کر دینا ضروری ہے۔ کیونکہ تمام عیوب اور تمام نقائص کی ذمہ داری مینجر یا مینجنگ ایجنٹ پر ہے۔ اور اسی کو ڈائرکٹروں یا مالکانِ کارخانہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

(باقی آئندہ)

تقابل

از جناب مرزا عزیز فیضانی (رامپوری)

(۱) قلم اور تیغ

مست غفلت رہے تو ہم کب تک ‏ چشمِ دنیا میں محترم کب تک
میکدے میں پڑے رہے تو رہے ‏ ہاتھ میں ہو بھی جامِ جم کب تک؟
تیغ سے لے رہی ہے دنیا کام ‏ کوئی تھامے رکھے قلم کب تک
ظلم سہنے کا حوصلہ بھی نہ ہو ‏ تم پہ ہوتا رہے کرم کب تک
آپ چھوڑیں جو حق شکم کے لئے ‏ آپ کب تک ہیں اور شکم کب تک
غمِ دنیا کا غم نہیں زیبا ‏ عمر فانی ہے جب تو غم کب تک

نغمہ پُر اثر بھی گا مطرب
گوش و دل محوِ زیر و بم کب تک

(۲) حجرہ اور میدان

غزا عابد و کچھ نہ آسان ہو گا ‏ کہ حجرہ کہاں وہ تو میدان ہو گا
جو غافل ہو دیں سے وہ کافر بھی کب ہے ‏ غضب ہے جو وہ بھی مسلمان ہو گا
جو مشکل ہے ناموسِ ملت پہ مرنا ‏ تو ذلت میں جینا کب آسان ہو گا
ہے خوفِ باطل سے مل کر جو دل میں ‏ وہ ایمان بھی کوئی ایمان ہو گا
یہ کاشانۂ دل جو شبخوں سے تیری ‏ نہ ویران ہو گا تو حیران ہو گا

بھلا بزم میں رزم کی بات کیسی
عزیزؔ آپ سا کوئی نادان ہو گا

قسط ہشتم

اسلام کیا ہے؟

(قرآن کریم کی روشنی میں)

از جناب پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

خصائص نبوت

۱۔ باعتبار شخصیت و ذمہ داری بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت حاصل ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ — ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

۲۔ باعتبار نفس نبوت سب یکساں ہیں

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ — ہم اللہ کے رسولوں میں (نفس رسالت کے اعتبار سے) کوئی تفریق نہیں کرتے

۳۔ تمام رسول بشر تھے (کوئی رسول فرشتہ یا جن نہ تھا) اور تمام رسول انسانی تقاضے بھی رکھتے تھے یعنی کھاتے پیتے تھے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً — تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ان کی بیویاں اولاد بھی بنائیں (۱۳/۳۸)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ — اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ بازاروں میں چلتے پھرتے اور کھانا کھاتے تھے

(۲۵/۲۰)

۴۔ رسول کا فرض یہ ہے کہ وہ نکوکاروں کو خوشخبری دے اور بدکاروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائے۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (۴/۱۶۵) — رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ رسولوں (کی بعثت) کے بعد لوگوں کو اللہ کے اوپر کوئی حجت باقی نہ رہے

۵۔ انسانوں میں سے صرف مردوں کو نبوت عطا کی گئی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم — اور ہم نے تجھ سے پہلے بھی بستیوں ہی کے رہنے والے

مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى — مردوں کو رسول بنایا جن پر ہم نے وحی نازل کی (۱۲/۱۰۹)

۶ - دنیا میں کسی نبی کو حیاتِ ابدی نہیں دی گئی، سب پر وفات کا قانون حاوی ہے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ — اور ہم نے اُن کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے (۲۱/۸)

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (۲۱/۳۴) — اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی انسان کیلئے ہمیشگی کا پٹہ نہیں لکھا یعنی اے رسول اگر آپ دنیا سے رخصت ہوں یا میں تو کوئی تعجب کی بات نہیں آپ سے پہلے جس قدر انسان پیدا ہوئے اُن میں سے کوئی بھی دنیا میں ہمیشہ نہیں رہا!

۷ - نبوت اور رسالت وہبی چیز ہے یعنی اللہ تعالےٰ بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت کے لئے منتخب کر لیتا ہے، کوئی شخص اپنی ذاتی کوشش سے نبی نہیں بن سکتا۔

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (۴۲/۱۳) — اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کو ہدایت دیتا ہے۔

اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (۶/۱۲۴) — اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے۔

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ أَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ (۴۰/۱۵) — اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی اتارتا ہے۔

۸ - علمِ غیب رسولوں کو دیا جاتا ہے، عوام کو حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ صفت عطیۂ الٰہی ہے، کوئی انسان بالذات عالم الغیب نہیں ہو سکتا کہ یہ صفت خاصۂ ذاتِ خداوندی ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (۳/۱۷۹) — اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تم کو (عوام کو) غیب کی باتیں بتا دے لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس نعمت کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔

عالم الغیب،

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (۷۲/۲۶) — (اللہ ہی) غیب کا علم جاننے والا ہے اور وہ اپنے علمِ غیب کو بجز برگزیدہ رسول، اور کسی پر ظاہر نہیں کرتا

۹ - رسولوں کو خدا کا پیغام فرشتوں کی وساطت سے ملتا ہے

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

وہ اپنے حکم سے ملائکہ کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی دے کر نازل کرتا ہے (۱۶/۲)

۱۰۔ نزولِ وحی سے پہلے رسول کو بھی اپنی رسالت کا علم نہیں ہوتا۔

وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (۴۲/۵۲)

تجھے یہ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے راستہ دکھا دیتے ہیں

۱۱۔ رسولوں کو بھی اللہ ہی کی وحی سے ہدایت نصیب ہوتی ہے

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا (۱۴/۱۲)

اور ہم کیوں نہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں اسی نے تو ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں

۱۲۔ اللہ کے پیغام پر سب سے پہلے خود رسول ایمان لاتے ہیں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (۶/۱۶۳)

کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت میرا مرنا اور میرا جینا سب اس اللہ کیلئے ہے جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں

۱۳۔ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں وحی عطا ہوتی ہے تاکہ اس کے مخاطبین اس کے کلام کو بخوبی سمجھ سکیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (۱۴/۴)

اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا اُسے اس کی قوم کی زبان ہی میں وحی عطا کی

۱۴۔ رسولوں کا کام اللہ کے پیغام کو بےکم و کاست بندوں تک پہنچا دینا ہے اور بس۔ وہ کسی انسان کو اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے اور نہ ان کا کام ہدایت دینا ہے (یہ اللہ کا کام ہے)

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ (۵/۹۹)

اور رسول کا فرض (پیغام کو) پہنچا دینا ہے

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۳۶/۱۷)

اور ہمارا کام صرف (پیغام کو) واضح طور پر پہنچا دینا ہے

۱۵۔ کسی رسول کے لئے جائز نہیں کہ وہ بندوں سے تبلیغِ احکامِ الٰہی کا معاوضہ طلب کرے۔

مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ

میں اس تبلیغ کے معاوضہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں میرا اجر اللہ کے ذمہ ہے (۲۶/۱۰۹)

(نوٹ) اس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی مبلغ اسلام کو، کفار سے تبلیغ کا معاوضہ طلب کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے عدم طلبِ اجر کو سچے مبلغ کا معیار قرار دیا ہے۔

اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۶/۲۱)	ان کی پیروی کرو، جو تم سے کوئی معاوضہ طلب نہ کریں، اور وہ ہدایت یافتہ بھی ہوں

۱۶۔ اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو معجزات بھی عطا فرمائے تاکہ سعید روحیں اُن سے فائدہ حاصل کرسکیں، اور ایمان لاسکیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ (۵۷/۲۵)	ہم نے اپنے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب بھی اتاری

۱۷۔ لیکن رسولوں نے جسقدر معجزات دکھائے وہ اللہ کے حکم سے، اور اس کی عنایت کی بدولت۔ یعنی کوئی رسول ذاتی طاقت سے معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (۴۰/۷۸)	کسی رسول میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکے۔

۱۸۔ انجام کار رسولوں اور مومنوں کو غلبہ حاصل ہوتا ہے

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (۴۰/۵۱)	بلاشبہ ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی دنیاوی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور قیامت کے دن بھی
وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (۲۲/۴۰)	اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، جو اللہ کی مدد کرے گا۔

(نوٹ) بیسویں صدی کے مسلمان جو ہندوستان میں رہتے ہیں ان دو آیتوں کے آئینہ میں اپنا چہرہ بغور دیکھیں اور پھر خود ہی فیصلہ کریں کہ اگر یہ کلام سچا ہے تو وہ ذلیل کیوں ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شرطِ نُصرت مفقود ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان از روئے قرآن :-

چونکہ سرکارِ دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت رکھنا، ہر مسلمان کا فرضِ اولین ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوا۔ کہ مسلمانوں کو اس حقیقت سے، بالوضاحت آگاہ کردوں کہ قرآنِ پاک یعنی اللہ تعالےٰ کا کلام ہمارے آقا و مولےٰ، حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ بابرکات کے متعلق کیا ارشاد فرماتا ہے:-

۱۔ آپؐ دعائے ابراہیمؑ کے مصداق ہیں

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۲/۱۲۹)

(حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے رب ہمارے انہی (اہل مکہ) میں سے ایک رسول ان میں مبعوث کرنا جو اُن کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور کتاب اور حکمت سکھائے اور پاک کر دے۔

۲۔ آپؐ بشارتِ عیسٰےؑ کے مصداق ہیں۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

(حضرت عیسٰےؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد مبعوث ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا

(نوٹ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کی بعثت سے صدیوں پہلے اللہ کے رسولوں نے حضورؐ کی بعثت کی بشارت دنیا کو دی۔

۳۔ اللہ تعالےٰ نے حضورِ انورؐ کو اپنی خاص توجہ کا مرکز بنایا اور مختلف موقعوں پر نوازا چنانچہ ان نوازشات کو مجملاً اور مفصلاً دونوں طرح بیان فرمایا

(۱) إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا (۱۷/۸۷)

اے رسول! تیرے اُوپر اللہ کا بڑا فضل ہے

(ب) أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (۹۳/۶ تا ۸)

اے رسول! کیا اللہ نے تجھے یتیم نہیں پایا، اور تجھ کو ٹھکانا دیا اور اُس نے تجھے طلب ہدایت میں سرگرداں پایا، پس ہدایت دی (راہ دکھائی) اور اُس نے تجھے مفلس اور محتاج پایا پس غنی کر دیا

(ج) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ؁ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کیا ہم نے تیرے سینہ کو کھول[1] نہیں دیا؟ اور اس بوجھ کو اتار دیا جس نے تیری پشت خمیدہ کر دی، اور تجھے شہرت عطا کی

(د) وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (۴/۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل کیا۔ اور سکھایا آپ کو وہ چیزیں جو پہلے آپ کو معلوم نہ تھیں۔ اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

---

[1] سینے کو صاف کر کے اسقدر جلا دینا کہ قلب انوارِ الٰہی کا عکس حاصل کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور اس میں نورِ عرفان بھرنے کو شرحِ صدر یعنی سینہ کھول دینا کہتے ہیں۔ اس سے انسان کے دل میں اللہ تعالےٰ کے اوصافِ کمالیہ کا پرتو آجاتا ہے۔ تب انسان صحیح معنوں میں خلیفۃ کہلاتا ہے۔ اس کا حکم اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کا نائب اور باقی تمام مخلوق اس کے تابع ہوتی ہے۔

۴ - آپؐ سراجِ منیر ہیں

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (۳۳/۴۶)

اے نبی! ہم نے تجھ کو گواہ، اور خوشخبری دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا، اور لوگوں کو اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا

۵ - آپؐ مثیلِ موسےٰ ہیں

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا

اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تمہارے اُوپر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا (۷۳/۱۵)

۶ - آپؐ سارے جہاں کے لئے رسول ہیں

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (۷/۱۵۸)

کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں وہ ہوں جس کو اللہ نے تم سبھوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا (۳۴/۲۸)

اور ہم نے تجھ کو تمام بنی آدم کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے

۷ - آپؐ قیامت تک کے لئے، رسول ہیں، یعنی آپؐ کا پیغام زمان و مکان دونوں کی قیود و حدود سے بالاتر ہے

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ وَّ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (۶۲/۲-۳)

اللہ وہی تو ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول بھیجا، جو انہی میں سے ہے وہ ان کو احکامِ الٰہی سے آگاہ کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے! اور وہ ان لوگوں کی طرف بھی رسول ہے جو ابھی ان لوگوں میں شامل نہیں ہوئے

۸ - آپؐ ساری کائنات کے لئے باعثِ رحمت ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (۲۱/۱۰۷)

اور ہم نے تجھ کو دنیا جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

۹ - آپؐ بندوں کے حق میں رؤف رحیم ہیں

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے، اور اُسے تمہاری بہبود

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ ۱۱ ۱۳۸) — کی بہت آرزو ہے اور وہ مومنوں پر بہت کریم اور مہربان ہے

۱۰۔ آپؐ صاحبِ خلقِ عظیم ہیں

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ ۲۹) — اے رسول! بیشک آپؐ کی ذات مجمع اخلاقِ حسنہ ہے

۱۱۔ آپؐ مسلمانوں کے محبوب ہیں

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (پ ۲۱) — نبی کی شان یہ ہے کہ آپؐ مسلمانوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اور آپؐ کی ازواج ان کی مائیں ہیں

۱۲۔ اللہ تعالٰے نے آپؐ کو فتح مبین عطا کی

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا — اے رسول! ہم نے تجھے (کفار و مشرکین پر) کھلی ہوئی فتح عطا کی تاکہ اللہ تیری اگلی اور پچھلی لغزشوں اور بشری کمزوریوں کو معاف کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تجھے سیدھا راستہ دکھا دے

۱۳۔ آپؐ کی شان یہ ہے کہ مسلمانوں (مومنوں) کو حکم دیا گیا کہ آپؐ کی موجودگی میں اونچی آواز سے گفتگو نہ کریں اور نہ اس طرح خطاب کریں جس طرح آپس میں کرتے ہیں (ہر وقت ادب ملحوظ رکھیں):

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ — اے مومنو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اس کے ساتھ اس زور سے گفتگو نہ کرو، جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو مبادا تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (پ ۲۶)

۱۴۔ آپؐ کو زندگی میں بقید جسم اللہ تعالٰے سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جس کو عرفِ عام میں معراج کہتے ہیں

(۱) سُبْحٰنَ الَّذِيْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (پ ۱۵) — پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو راتوں رات، مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ میں لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت والا بنایا، تاکہ ہم اس کو اپنی چند نشانیاں (علاماتِ قدرت) دکھائیں

(ب) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى — ستارہ شاہد ہے، جب وہ ٹوٹا، کہ تمہارا صاحب (نبی) نہ بھٹکا نہ بہکا، اور وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا وہ تو محض وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے (وہ اسی کا اعلان

ذُوْمِرَّةٍ ۚ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (۵۳/ ۶ تا ۱۸)

کرتا ہے) اس کو زبردست قوت والے نے سکھایا ہے، طاقتور جب کہ وہ افقِ اعلیٰ پر تھا، کھڑا ہوا، پھر قریب ہوا اور جھکا کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، اُس نے اُس وقت اپنے بندے پر وحی کی، جو بھی کی، جو کچھ اُس نے دیکھا، اُس کے دل نے نہیں جھٹلایا، کیا تم اس سے اس کی بابت جھگڑا کرتے ہو جو اُس نے دیکھا، حالانکہ اُس نے، دوسری بار بھی اُس کو دیکھا، سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ اس وقت سدرہ پر جو کچھ چھا رہا تھا وہ چھا رہا تھا، نہ اس کی نگاہ میں کجی پیدا ہوئی نہ بہکی، اور اُس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں

۱۵۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا کہ وہ آپؐ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا، کوئی دشمن آپؐ کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکے گا۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اور اللہ تجھے انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا

۱۶۔ آپؐ کو اللہ تعالےٰ نے تسلی عطا کی

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (۶/ ۳۳)

ہم جانتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس سے تجھ کو رنج ہوتا ہے لیکن اے رسول! یہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں

۱۷۔ آپؐ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴/ ۸۰)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی

۱۸۔ آپؐ اُسوہ حسنہ ہیں

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳/ ۲۱)

اے لوگو! تمہاری ہدایت کے لئے رسول اللہؐ کی زندگی بہترین نمونہ ہے (پس تم آپؐ کی پیروی کرو)

۱۹۔ آپؐ کی اطاعت بھی اُسی طرح لازمی ہے جس طرح اللہ کی

یَااَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ (پ۹) — اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی، اور اس کے احکام سے روگردانی مت کرو۔

۲۰ - آپؐ خاتم النّبیّن ہیں

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ — محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے سلسلہ کے ختم کرنیوالے ہیں (خاتمہ سلسلۂ انبیا کی مُہر)

حُبِّ رسولؐ :-

ایمان بالرّسل کے متعلق قرآنی تعلیمات، کافی وضاحت کے ساتھ پیش کرنے کے بعد اب مَیں آخر میں ناظرین کی توجہ اُس اہم مسئلہ کی طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں، جو اس ساری بحث کی جان ہے۔ یعنی حُبِّ رسول، جس کے بغیر یہ عقیدہ، کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرسکتا۔

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے:-

اللہ تعالےٰ نے ہر قوم میں رسول بھیجے۔

ان سبھوں کا دین ایک ہی تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہوگیا۔

مسلمان کا فرض یہ ہے کہ سارے انبیاء پر ایمان لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّن اور خاتم الرّسل یقین کرے

آپؐ نے دین کو کامل کردیا۔ اس لئے اب قیامت تک کوئی نئی شریعت یا نئی کتاب یا نئی ہدایت نازل نہ ہوگی

لیکن ان تمام عقائد کی روح یہ عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے۔ اور نہ صرف محبت بلکہ آپؐ کو اپنی جان سے زیادہ قیمتی تصوّر کرے۔

جس طرح مَیں نے اب تک کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ ہر عقیدہ قرآن مجید سے پیش کیا ہے، اسی طرح مَیں اِس عقیدہ کو بھی نصِ قرآنی سے ثابت کرتا ہوں۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (۳۳) — یہ نبی (یعنی سرکار دوعالمؐ) مسلمانوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہے

اِس آیت سے ثابت ہوگیا، کہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا (آپؐ کو اللہ کا رسول یقین کرنا) ہی کافی نہیں، بلکہ آپؐ سے محبت کرنا بھی ضروری اور لازمی ہے۔

ایک مسلمان کے لئے تو صرف اتنا بتا دینا ہی کافی ہے کہ آپؐ کی شان یہ ہے کہ خود اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے آپؐ پر سلام اور درود بھیجتے ہیں جس کا ثبوت اس آیت سے مل سکتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر سلام بھیجتے ہیں، پس اے لوگو!
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	جو ایمان لائے ہو آپؐ پر بکثرت درود اور سلام بھیجو

لیکن دلائل پسند طبائع کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سے محبت رکھنے کی وجہ بھی بیان کر دی جائے۔ ذیل کے مقدمات پر غور فرمایئے:۔

(ا) اللہ تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا، ہر مسلمان کا فرض ہے، کیونکہ دینِ اسلام کی حقیقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ بندہ اپنے خدا کو راضی کر لے اور اُس سے پروانۂ خوشنودی حاصل کر لے۔

(ب) مخلوق ہونے کے اعتبار سے کافر بھی خدا ہی کے بندے ہیں لیکن جنت میں صرف وہ جائیں گے جو اللہ کے بندے ہوں، اور جنت میں کوئی شخص نہیں جا سکتا جب تک کہ وہ اللہ کے بندوں میں نہ ہو۔

(ج) اس کے ثبوت میں ذیل کی آیت کافی ہے:۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى	اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف واپس آ، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے
رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ	راضی (چونکہ میں تیرا رب تجھ سے راضی ہوں، اس لئے تو میرے بندوں
عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (پ ۳۰ ع ۱۴)	میں داخل ہو جا اور چونکہ تو میرا بندہ ہے) اسلئے میری جنت میں داخل ہو جا

القصہ میں نے ثابت کر دیا کہ حصولِ جنت کے لئے، خُدا کی خوشنودی حاصل کرنی ضروری ہے۔ اب دوسرا مقدمہ ملاحظہ ہو

(ا) جب تک خدا کو مقصودِ زیست نہ بنایا جائے انسان اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشش نہیں کر سکتا۔

(ب) اور کوئی شے مقصودِ زیست (آئیڈیل) نہیں بن سکتی جب تک انسان اُس شے کو محبوب نہ رکھے (انسان ہمیشہ اُسی شے کے حصول کی کوشش کرتا ہے جس کو وہ محبوب رکھتا ہے)

(ج) پس ثابت ہوا کہ خدا سے محبت کرنا مسلمان کا مقصدِ حیات ہے۔ اسی حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ	کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت،
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	سب اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

تیسرا مقدمہ ملاحظہ کیجئے:۔

(ا) خُدا سے محبت کیسے کی جائے وہ تو نظر ہی نہیں آتا، اور انسان اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ غیر مرئی شے سے محبت نہیں

کر سکتا جسے کبھی دیکھا نہ بھالا اُس سے محبت ہو تو کیسے؟

(ب) خدا انسان کے اس فطری تقاضے سے واقف ہے کیونکہ وہ تو خالقِ فطرت ہے۔ اس لئے اُس نے خود ہی محبت کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اس کا صلہ یہ دے گا کہ تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے

(ج) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، پیروی اور اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہو گئی۔

چوتھا مقدمہ ملاحظہ کیجئے:۔

(۲) اتباع یا اطاعت کی بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے۔

ایک محبوب کی ناراضگی کا خوف دوسری محبت انسان کسی کی اطاعت یا اس لئے کرتا ہے کہ اس سے ڈرتا ہے کہ وہ کہیں ناراض نہ ہو جائے یا اس لئے کہ اُس سے محبت کرتا ہے۔

(ب) پس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔

الحمد للہ کہ میں نے اپنے دعوے کو نقلاً اور عقلاً دونوں طرح سے ثابت کر دیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صدرِ اوّل کے مسلمانوں کی کامیابی کا راز اسی حقیقت میں مضمر ہے کہ پہلی صدی کے مسلمان عاشقانِ رسولؐ تھے

عشقِ رسولؐ کی بدولت ان میں اتباعِ رسول کا جذبہ پیدا ہوا، اور اتباعِ رسول کی بدولت انہیں دین اور دنیا دونوں میں کامیابی حاصل ہوئی۔

میرا خیال ہے کہ اب ناظرین اس نکتہ کو بخوبی سمجھ سکیں گے کہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اپنی تمام تصانیف میں اسرارِ خودی سے لے کر ارمغانِ حجاز تک عشقِ رسولؐ کی تلقین اس شدومد کے ساتھ کیوں کی ہے؟ اس عاشقِ رسولؐ نے اس بحث پر جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل کے لئے ایک جداگانہ مضمون درکار ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں اس جگہ صرف چند اشعار نقل کر دوں گا تاکہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ دنیائے اسلام کے سب سے بڑے مفکر اور فلسفی نے اس عقیدہ کو کس درجہ اہمیت دی ہے

شبے پیشِ خدا بگریستم زار ۔ مسلماناں چرا خوارند و زارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم ۔ دلے دارند و محبوبے ندارند

ایک رات میں، خدا کے سامنے بہت رویا، اور عرض کی کہ اے خدایا مسلمان (بیسویں صدی کے مسلمان) دنیا میں اس درجہ ذلیل وخوار کیوں ہیں! بارگاہِ خداوندی سے جواب ملا کہ اے اقبال! کیا تو نہیں جانتا کہ موجودہ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ اُن کے سینوں میں دل تو ہیں لیکن دلوں میں، محبوب کی یاد چٹکیاں نہیں لیتی!

اس رباعی سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اقبالؒ کی نظر میں، مسلمانوں کی ذلت وخواری کا باعث یہ ہے کہ ان کے دل، آنحضرتؐ کی محبت سے خالی ہیں۔ اور چونکہ خالی ہیں اس لئے وہ اس دنیا میں عزت اور سربلندی حاصل نہیں کر سکتے۔

اقبالؒ کے دل میں آنحضرتؐ کی قدر و منزلت اسقدر تھی کہ اُنھوں نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ ؎

می توانی منکرِ یزداں شدن — منکر از شانِ نبی نتواں شدن

ایک شخص کے لئے یہ تو عقلاً ممکن ہے کہ وہ خُدا کا انکار کر دے، لیکن حضورؐ کے مرتبہ اور آپؐ کی علوشان کا انکار ناممکن ہے کیوں! اس لئے کہ خُدا تو پردہ میں ہے لیکن سرکارِ دوعالمؐ کے کمالات، ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ آپؐ کی ذات، کس قدر رفیع ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے فعل کو اپنا فعل قرار دیتا ہے

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

یعنی اے رسول! جب تو نے کنکریاں پھینکیں، تو تُو نے نہیں پھینکیں، بلکہ خدا نے پھینکیں۔ اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ آپؐ کے دستِ مبارک کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

یعنی اے رسول! جنھوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی، اُنھوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی (اُن کے ہاتھوں پر تیرا ہاتھ نہ تھا، بلکہ خدا کا ہاتھ تھا۔

اسی لئے اقبالؒ نے ایک جگہ لکھا ہے

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار — یا رسول اللہ! او پنہاں و تو پیدائے من (پیامِ مشرق)

پھر رموزِ بے خودی میں فرماتے ہیں:-

معنیٔ حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدۂ صدیقؓ اگر

قوتِ قلب وجگر گردد نبیؐ — از خدا محبوب تر گردد نبیؐ

یعنی اے مسلمان! اگر تو میرے مطالب کو سمجھ لے اور اپنے اندر مومنانہ فراست پیدا کرلے تو تجھ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قوتِ قلب وجگر ہیں، اُن کا نام زندگی کا سہارا ہے بلکہ خدا سے بڑھ کر محبوب ہیں۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقِ اکبرؓ کی نگاہ سے دیکھے تو آپؐ، خدا سے بڑھکر تجھے محبوب نظر آئیں گے۔

الغرض اقبالؒ کی نظر میں مذہبِ اسلام، عشقِ رسولؐ کا دوسرا نام ہے، اور عشقِ رسولؐ اسلام کا دوسرا نام ہے۔
ہندوستان کے مشہور اسلامی شاعر مولانا ظفر علی خان صاحب نے اسی حقیقت کو ایک قطعہ میں بیان کیا ہے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثربؐ کی عزت پہ
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اور یہی میرا مذہب ہے کہ عشقِ رسولؐ کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

معجزاتِ نبویؐ

از جناب سید محمد ادریس طوروی

(گذشتہ سے پیوستہ)

معجزہ ۱۴۶

۵ھ میں عرب کے مختلف قبائل نے متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ اور چاروں طرف سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر کے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آنحضرتؐ نے کھلے میدان میں نکل کر ان کا مقابلہ کرنا خلافِ مصلحت سمجھا اس لئے مدینہ منورہ کی حفاظت کے لئے خندق کھدوائی بیس دن تک مسلمان مدینہ میں محصور رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ایسی آندھی چلائی کہ کفار کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور ان کے گھوڑے کھل کر آپس میں لڑنے لگے۔ اور ایسی سردی پڑی کہ کفار ٹھٹھر کر رہ گئے۔ اور ہمت ہار کر وہاں سے بھاگ گئے۔ غالباً اسی موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا تھا

نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ (بخاری) پروائی ہوا سے میری مدد ہوئی اور پچھوا ہوا سے قوم عاد ہلاک ہوئی

یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ نے قومِ عاد کو ان کی نافرمانی کی سزا دینے کے لئے پچھوا ہوا بھیجی تھی جس نے انہیں ہلاک کر دیا تھا۔ اسی طرح خداوند بزرگ و توانا نے میری حفاظت کے لئے پروا ہوا بھیجی۔ جس نے کفار کے لشکر کو خستہ کر کے مدینہ سے بھگا دیا۔

قرآنِ کریم میں اس واقعہ کا مفصل ذکر موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا	مسلمانو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو۔ جب تم پر لشکر چڑھ آئے۔ تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اسے دیکھتا ہے۔

کفار نے جس ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں کو ختم کر دینے کی تیاریاں کی تھیں۔ اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا

جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آگئے۔ اور جب آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور دل دہشت سے گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ پر مختلف قسم کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت مصائب میں ڈالے گئے

دشمنوں کی ظاہری طاقت اور کثرتِ تعداد کو دیکھ کر منافقین اور تھڑدلے آدمی مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے اور صحابہؓ کی مخلص جماعت کو کمزور اور پست ہمت کرنے کے لئے مختلف قسم کی افواہیں پھیلا رہے تھے۔ انکے متعلق ارشاد ہوتا ہے

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا

اور جب منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری تھی۔ کہنے لگے۔ اللہ اور رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا۔ نرا دھوکا تھا۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا۔ اے یثرب کے رہنے والو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ سو واپس چلے جاؤ اور انہیں سے ایک فریق نبی سے اجازت مانگتا تھا کہتے تھے۔ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور درحقیقت کھلے نہیں تھے۔ وہ لوگ صرف بھاگنا چاہتے تھے۔

لیکن اس حالت میں جب کہ منافقین اور معاہدین بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر میدانِ جنگ سے فرار اختیار کر رہے تھے غریب اور بھوکے، مگر مخلص اور بہادر مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا

اور جب مومنوں نے دشمن کی جماعتوں کو دیکھا۔ تو کہنے لگے۔ یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا۔ اور خدا اور اسکے رسول نے سچ کہا تھا۔ اور اس واقعہ نے ان کو ایمان اور فرمانبرداری میں بڑھایا

اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی بیش بہا خدمات کو قبولیت کا شرف بخشتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے :-

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا

مومنوں میں سے کچھ مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا وعدہ سچ کر دکھایا۔ سو ان میں سے بعض نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی بات نہیں بدلی

ساتواں باب

عالم جمادات سے متعلق معجزے

عام حالات میں، نباتات اور جمادات بولتے نہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ ان میں بولنے کی طاقت نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ فی الواقع وہ طاقتِ گویائی سے محروم رکھے گئے ہوں لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ ان کو ایک خاص ترتیب سے رکھنے اور خاص طریق سے استعمال کرنے پر ان سے آوازیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور ایسی چیزیں تو آجکل بہت سی ایجاد ہوئی ہیں جو انسان کی آواز کو محفوظ رکھتی اور دور دراز علاقوں تک پہنچاتی رہتی ہیں ٹیلیفون، ٹیلیگراف، وائرلیس، ریڈیو، گراموفون وغیرہ آج کل عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں میں نباتات اور جمادات کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی مہذب دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو سائنس کی ان حیران کن ایجادات کی سحر کاریوں کا منکر ہو۔ پھر اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اگر ہم کہیں۔ کہ ان اشیاء کے پیدا کرنے والے نے اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر کی مسیحائی ثابت کرنے اور عوام کو اس کی مفید تعلیمات کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان میں ایسی طاقت پیدا کر دی تھی۔ کہ ان سے آواز نکلتی تھی۔ اور اس آواز کو لوگ سنتے تھے!!!

معجزہ ۱۴۷

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ایک طرف کو نکلا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا ہے۔ اس سے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ   اے اللہ کے رسولؐ آپؐ پر سلامتی ہو

کی آواز آتی ہے۔ (ترمذی)

معجزہ ۱۴۸

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ تم لوگ معجزوں کو خوف کی چیز سمجھتے ہو۔ اور ہم لوگ ان کو برکت سمجھتے تھے۔ ہم کھانے سے تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے۔ (بخاری)

(باقی آئندہ)

شرک

(ب) بتوں کی شان میں ۲۴/۴

بنی اسرائیل کو تو نہ کرنا چاہیئے۔ دلیل پارہ ۱ میں عالمین پر فضیلت عطا ہوئی تھی۔ اور جو افضل ہو وہ کسی کے آگے کیوں جھکنے لگا۔ ۷/۱۴۰

(ت) سے توبہ میں فلاح ہے۔ ۳۱/۲۴

(ح) نہ کرنے کا حکم ۳۶/۱۴۵ ۳/۲۲ ۱۲/۱۵۲ ۷/۳۲ ۱۰/۱۰۹ ۱۱/۲

کا حکم کسی امت کو نہیں ملا ۲۳/۴۵

فی الحکم . . . ۶/۱۲۲ ۱۸/۲۶

فی الدعا . . . ۱۳/۱۴

(د) دل کے مرعوب ہونے کا باعث ہے ۳/۱۵۰

(ل) کی تردید کا سبب رسل کو حکم ملا ۳۹/۶۵

سے دل پر رعب پڑ جاتا ہے ۳/۱۵۱

(ع) کی علامات:۔ استہزا ۱۵/۹۵-۹۶

زکوٰۃ نہ دینا آخرت کا انکار ۴۱/۶-۷

سے عمل ضائع ۳۹/۶۵

پر عذاب عظیم ۴۵/۱۰

(ک) کی کیفیت:۔

گناہ عظیم ہے ۴/۴۸

جہالت ہے (مشرکین کو جاہل کا خطاب) ۳۹/۶۴

عہد الست کی خلاف ورزی ہے۔ ۷/۱۷۳

ظلم ہے۔ ۶/۸۲ ۱۰/۱۰۶ ۱۱/۱۰۱ ۱۸/۵۰ ۲۲/۷۱ ۳۵/۴۰

ظلم عظیم ہے ۳۱/۱۳

شرک۔

(ک) کی کیفیت: ضلال کبیر ہے ۴/۱۱۶

ضلال بعید ہے ۲۲/۱۲-۱۳

(ل) کے خلاف لقمان کا وعظ ۳۱/۱۳

(م) کا ناممکن (محال) ہونا (دو خدا ہوتے تو فساد ہوتا) ۲۱/۲۲

پر مغفرت نہیں اور سب گناہوں پر ہے۔ ۴/۴۸ ۴/۱۱۶

کی مثال:۔ ایک آقا اور بہت سے آقا ۳۹/۲۹

کسی اور کو پکارنا ایسا ہے جیسے پانی کو پکارنا کہ منہ میں آ پڑے ۱۳/۱۴

کی ماہیت:۔

مصیبت پر دعا اور نعمت پر کفر ۳۹/۸

" کے ہٹ جانے کے بعد۔ ۱۶/۵۴

(جنوں، خاص درختوں و قبروں وغیرہ سے) ڈرنا یا ڈرانا (جس طرح کفار رسول کو بتوں سے ڈراتے تھے۔) ۳۹/۳۶

اللہ کے سوا کسی کو پکارنا ۴/۱۱۷ ۲۵/۶۸

کشتی میں بیٹھ کر اللہ کو پکارنا اور کنارے پر آ کر شرکا کو ۲۹/۶۵

کی نسبت جن سے ہوتی ہے یعنی **شرکاء**

شرکاء:۔

کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ۳۵/۱۳

نے بنایا کیا یا کیا حصہ ہے انکا خلقت میں ۴۶/۴

قیامت کے دن مشرکین کو گمراہ کرنیکے قائل نہ ہونگے ۲۵/۱۷-۱۹

(ص) (ر)

(ك)، شرک :- یا شفعاء من دون اللہ ٣٩/٤٣

شرک کرنے والے، یعنی مشرکین :-

مشرکین (ا) پہلی قوموں میں بھی اکثر ہوتے تھے ٣٠/٤٢

اللہ کے دشمن ہوتے ہیں ٩/١١٤

(ت)، پر توحید بھاری ہے ٤٢/١٣

سے ترک موالات (برأت) ٩/١-٣

(ج)، کی جن پرستی . . . ٣٤/٤٠

کی جاسوسی . ٦/٢٥

سے جہاد کا حکم ٩/٣٦

(د)، کے دل میں رعب ڈالا جاتا ہے

(یعنی مشرک کا دل مرعوب ہوتا ہے دلیر وہی ہو سکتا ہے جو صرف خدا سے ڈرے) ٣/١٥٠

دل کے نجس ہیں ٩/٢٨

کا درجہ (حیوانات سے بدتر) ٢٥/٤٤ (کیونکہ وہ انسان ہو کر غیر خدا کے آگے جھکتے ہیں حالانکہ حیوان بھی کسی کے آگے سر نہیں جھکاتے گویا مشرک حیوانوں سے بھی بدتر ہوئے)

اصحاب الجحیم ہیں ٩/١١٣ ١٤/٣٠

(ش)، شفاعت سے بے بہرہ ہوں گے ٦/٩٥ ٤٨/٧٤ ٣٠/١٣

کے معبود یعنی شرکاء :-

کسی چیز کے مالک نہیں ٣٤/٢٢ ٣٤/٢٧ ٣٥/٣ (بلکہ خود مملوک ہیں)

" " خالق نہیں ٣٥/٤٠

" " کے مددگار نہیں ٣٦/٧٤-٧٥

(ص) (ا)

(ك)، شرک کرنے والے یعنی مشرکین

(ش)، کے معبود یعنی شرکاء :-

کسی کی تکلیف دور نہیں کر سکتے ١٧/٥٦

" کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ٢٥/٣

موت وحیات ونشور کے مختار نہیں ٢٥/٣

کے شرکاء خود مخلوق ہیں ۔ ٢٥/٣

کے شرکاء عذاب سے قوموں کو کیوں نہ بچا سکے ٤٦/٢٧-٢٨

اپنے شرکاء کو قیامت کے دن پکاریں گے جواب نہ ملیگا ٢٨/٦٤

کے شرکاء قیامت کے دن مشرکین کے دشمن ہو جائیں گے ٤٦/٦

" " " کہیں گے مشرک ہماری پوجا نہ کرتے تھے ۔ ١٠/٣٢-٣٣ ١٦/٨٦ ١٩/٨٢

اپنے شرکاء سے محبت کرتے تھے ٢/١٦٥

(ع)، کے عقائد :-

اموات وغیر احیاء کی پوجا کرتے ہیں ١٦/٢٠-٢١

بتوں کی نہیں بلکہ شیطان کی پوجا کرتے ہیں ۔ ٤/١١٧

مکہ کے مشرکین سب سے برتر یعنی رازق، خالق اور بارش برسانے والا ایک خدا کو تسلیم کرتے تھے ٢٩/٦١-٦٣

خدا کے نائب مانتے تھے شرکاء کو ٢١/٢٤

مصیبت کے وقت خدا کو اور عافیت میں بتوں کو پکارتے تھے ٦/٤٠-٤١ ٣٠/٣٣

جن نائبوں کو مانتے تھے ان کے لئے سند کوئی نہیں سند خدا کی طرف سے ہونی چاہیئے ٢١/٢٤

بتوں کے نام مؤنث رکھتے تھے . . . ٤/١١٧

(ش)(۱) (ک) شرک کرنے والے یعنی مشرکین:-

(ع) کے عمل ضائع ہیں ۹/۱۷

کے لئے عذاب دنیا و آخرت ۳۳/۷۳ ۴۸/۶

سے عہد نامہ کرنے کا اصول ۹/۴ ۹/۷

" " " مشکل ہے ۹/۷

مکہ والوں سے عہد . . . ۹/۷-۸

کی بد عہدی ۹/۸ ۹/۱۰ ۹/۱۲-۱۵

کے عہد توڑنے پر جہاد کا حکم ۹/۱۲-۱۵

(غ) کے لئے غضب ۴۸/۶

(ق) قیامت کے دن دوبارہ آنے کی خواہش کریں گے ۲/۱۶۷

" " " رسوا . . . ۱۶/۲۷

" " " شرک سے انکار کریں گے ۶/۲۲-۲۴

" " " کا خدا سے سوال و جواب ۲۸/۶۲-۶۶

کا قول۔ خدا چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے ۶/۱۴۸

کا قرآن کے نزول سے حسد . . . ۲/۱۰۵

" " کو اساطیر الاولین کہنا . . . ۶/۲۵

(ک) کے کام:-

باتوں سے خوش کرتے ہیں . . . ۹/۸

ظن کی پیروی کرتے ہیں . . . ۱۰/۶۶

بدگوئی کرتے ہیں . . . ۳/۱۸۵

خلقت کو گمراہ کرنے کے لئے شرک کرتے ہیں ۱۴/۳۰

عرب نہ ماننے میں اس قدر پکے تھے کہ ایک عظیم القدر رسول ہی ضروری تھا۔ ۹۸/۱-۵

(ش)(۱) (ک) شرک کرنے والے یعنی مشرکین

(ک) کے کام:-

نے پہلے چھیڑ کی ۹/۱۳

(گ) سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو ماسوائے اللہ کو پکارتے ہیں ۴۶/۵

(ل) کے لئے لعنت . . . ۴۸/۶

(م) کی مثال بصیر و اعمیٰ . . . ۱۳/۱۶

ظلمت و نور . . ۱۳/۱۶

آوارہ و مجنون مخبط ۶/۷۱

جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پھر مردار خور اسے کھائیں ۲۲/۳۱

مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔ ۵/۸۲

کے لئے مغفرت مانگنا نبی اور مومنوں کا کام نہیں خواہ وہ قریبی ہوں ۹/۱۱۳

کا کام نہیں مساجد کو آباد کرنا ۹/۱۷

کو مسجد الحرام میں آنے کی ممانعت ۹/۲۸

(و) کے لئے ویل ۴۱/۶

(ش - ع)

(۱) شعائر اللہ ۵/۲

(۲) شعر رسول کو نہیں سکھایا گیا۔ نہ اس کی شان کے لائق ہے ۳۶/۶۹

شعریٰ ۵۳/۴۹

شعیب ۷/۸۵-۹۳ ۱۱/۸۴-۹۵ ۲۶/۱۷۶-۱۹۱ ۲۹/۳۶-۳۷

(ش - ف)

(ا) **شفا** - شہد میں شفا ہے ۱۶/۶۹

شفاعت یعنی سفارش - باہمی . . . دیکھو س میں سفارش

شفاعت (ا) اللہ کے اختیار میں ہے یعنی اسی کے حکم سے ہو سکتی ہے کیونکہ وہ حقیقی بادشاہ ہے ۳۹/۴۴ (شفاعت کی بہتری قسم جو بادشاہ کی مرضی پاکر متقین کریں اس آیت سے پائی جاتی ہے۔)

اللہ کے سوا (من دون اللہ) ۳۲/۴

شفاعت اذن سے ہے ۲/۲۵۵ ۱۰/۳ ۳۴/۲۳ ۵۳/۲۶

(ب) بتوں کی شفاعت کے کفار قائل تھے ۱۰/۱۸

(ر) رسل کا ایک تہمت ۶/۹۴ (یعنی فرشتے کہیں گے کیا رسول نہ کرتے تھے یعنی ہم تو سفارش کر نہیں سکتے رسل کر سکتے ہیں مگر انہیں تم نے جھٹلا کر ناراض کر لیا ہے۔)

(ش) شرکا نہیں کر سکتے ۴۳/۸۶

(ص) صالحین کریں گے مگر گواہی کے طور پر ۴۳/۸۶

(ظ) ظالموں کی نہ ہوگی نہ کرے گا ۴۰/۱۸

(ق) قیامت کے دن کام نہ آئے گی ۲/۲۵۴

(ک) کفار کی کوئی کرے گا بھی تو قبول نہ کی جائیگی ۷۴/۴۸

کفار کی کوئی نہ کرے گا ۷/۵۳ ۱۹/۸۷

کون کرے گا۔

جس نے خدا سے عہد لیا ہے ۱۹/۸۷

جسے اذن ملے گا ۲/۲۵۵ ۲۰/۱۰۹

جس سے خدا راضی ہو ۲۱/۲۸

(م) ملائکہ ۵۳/۲۶

(ش - ق)

شقی، جو ایمان نہ لائے . . ۸۷ ۱۴ / ۱۲ - ۱۱

جو تکذیب کرے . . . ۹۲/۱۴-۱۵

(ش - ک)

شک - میں کھیلنا ۴۴/۹

(ا) **شکار**، احرام کی حالت میں ۵/۱۲ ۵/۹۴-۹۶

شکایت شکوہ خدا سے کرنا (یعقوب کا ماجرا) ۱۲/۸۶

" " " " (واقعہ ظہار پر ایک عورت) ۵۸/۱

(ا) **شکر** ۱۴/۵ ۱۶/۷۸ ۱۶/۱۱۴ ۲۸/۷۳ ۳۵/۲ ۳۹/۶۶

" کرنے والے ۳۴/۱۳

شکر (ا) اعضائے جسمانی پر . . ۴۶/۲۳

اپنے لئے ہے ۳۱/۱۲

ایمان کی علامت ہے ۹/۱۱۲ (حامدون)

کی اللہ کو ضرورت نہیں ۵۹/۵

(ب) بحر کی تسخیر پر . . ۴۵/۱۲

(ح) حیوانات پر ۳۶/۷۳

حکمت پر ۳۱/۱۲

رزق پر ۳۰/۴۶

روزی بڑھاتا ہے ۱۴/۷

رضائے خدا کا باعث ہے ۳۹/۷

(ظ) نہ کرنا ظلم ہے . . . ۱۷/۹۹

(ع) عقل ملنے پر ۳۱/۱۲

(آ، ی)

(ا) شیطان، کو دشمن سمجھو ۳۵/۶

دغا باز ہے . . ۳۵/۶-۵

غرور (دغا باز) . . . ۳۱/۳۳

کو دیکھنا ناممکن ہے . . . ۷/۲۷

کے لئے دوزخ . . . ۵۹/۱۷

کے دوست . . . ۴/۷۶

(ما) کی رفاقت خسران مبین اور خلود جہنم کا باعث ہے ۴/۱۲۰-۱۱۹

کا اتفاقی امنیۃ الرسل کا قصہ ۲۲/۵۴-۵۲

(نا) کا زور خدا کے بندوں پر نہیں . . ۱۷/۶۵

(س) ملاء اعلیٰ کی بات نہیں سن سکتے۔ ستاروں کی ۳۷/۱۰-۷
روشنی سے مار اور عذاب، شہابِ ثاقب ۶۷/۵

(ش) ناشکرا ہے . . . ۱۷/۲۷

(ع) کے لئے عذابِ سعیر . . . ۶۷/۵

(غ) کا غلبہ خدا کی یاد سے غافل پر ہو جاتا ہے ۴۳/۳۷-۳۶

(ق) قیامت کے دن کہہ دیگا کہ مجھ پر الزام نہیں
میرا زور نہ تھا لوگ خود مان گئے ۱۴/۲۲

کا قبیلہ ۷/۲۷

کا کسی پر قابو پانا یہ ہے کہ وہ خدا کو بھول جائے ۵۸/۱۵

(ک) کے کام:-

انسان کو دغا دیتا ہے . . . ۲۵/۲۹

جھوٹے گنہگار کو وحی کرتے ہیں ۶/۱۱۲ ۶/۱۲۱ ۲۶/۲۲۲

گمراہ کن کام:- ۴/۱۱۸ ۱۷/۶۴-۶۲

آپس میں لڑائی کراتا ہے . . ۱۷/۵۳

(ل، ی)

(ط) شیطان:-

کا زور نہیں صرف مشورہ دیتا ہے ۱۴/۲۲

مضل ہے . . . ۲۸/۱۵

بُرے اعمال کو خوبصورت کرکے دکھانا ۴۱/۲۵ ۴۳/۳۷-۳۶

کفر سکھاتا ہے ۵۹/۱۶

وسوسہ اندازی . . . ۱۱۴/۵-۴

دائیں بائیں سے آکر وسوسہ ڈالتا ہے۔ ۷/۱۷-۱۵

فحشا و منکر کا حکم کرتا ہے۔ . . . ۲۴/۲۱

کفار کے دوست ہیں . . . ۷/۲۷

کا کید سست ہے . . . ۴/۷۶

(گ) کا گمراہ کرنے سے انکاری ہونا۔ اور
دعوائے خوفِ خدا ۵۹/۱۶

کا گروہ (منافق مخالفِ رسول اللہ
کو بھلانے والے ۵۸/۲۰-۱۹

(ل) کے لشکر کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا ۲۶/۹۵

(م) کے موکلین (قرناء) جو انسان کے ساتھ لگے رہتے ہیں ۴۱/۲۵ ۴۳/۳۷-۳۶

کی بعض خبریں ملاء اعلیٰ سے چوری چھپے لانا ۳۷/۱۰

کی چھیڑ سے متقی چونک پڑتے ہیں . . ۷/۲۰۱

کا داؤ مومن متوکل پر نہیں چلتا . . ۱۶/۹۹

" " مشرکین اور اس کے اولیا پر چلتا ہے ۱۶/۱۰۰

(ن) کا نام خناس ۱۱۴/۵-۴

(و) کے وعدے صرف دھوکا ہوتے ہیں ۱۷/۶۴

ص

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۴۱ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۱۸ نمبر ۵

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

حال و قال

بقلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

گزشتہ سال ۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا تھا اس میں متفقہ طور پر یہ تجویز پاس ہوئی تھی۔

"وفاقِ ہند کی وہ سکیم جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں شامل ہے۔ اس ملک کے مخصوص سیاسی حالات کے پیشِ نظر، مسلمانوں کے لئے ہرگز قابلِ قبول نہیں ہو سکتی"۔

"مسلمانانِ ہند اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک پوری آئینی تجویز پر از سرِ نو غور نہ کیا جائے اور کوئی ترمیم تجویز اُس وقت تک مسلمانوں کو قبول نہ ہو گی جب تک اس کی تشکیل میں مسلمانوں کی مرضی کو دخل نہ ہو"

"جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، مثلاً ہندوستان کا شمال مغربی علاقہ اور مشرقی علاقہ، اُن کو "آزاد مملکت" کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے اور یہ علاقے کاملاً خود مختار ہوں گے"۔

"ان علاقوں میں غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے آئینی تحفظات کا انتظام کیا جائے اور اسی طرح غیر مسلم علاقوں میں مسلم اقلیتوں کی حفاظت کے لئے آئینی تحفظات کا انتظام کیا جائے"۔

اس ریزولیوشن (تجویز) کو رسمی طور پر "تجویزِ لاہور" کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن عرفِ عام میں اس کو پاکستان کہتے ہیں۔ اور اب عام طور پر مسلم اور غیر مسلم دونوں اس تجویز کو اسی نام سے پکار رہے ہیں (تجویز میں یہ لفظ کہیں مستعمل نہیں ہوا)

اس تجویز کو "تجویزِ تقسیمِ ہند" بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قائدِ اعظم مسٹر محمد علی جناح بالقابہ نے یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو "پاکستان کانفرنس لاہور" کے خطبۂ صدارت میں ایک مقام پر یہ فرمایا۔

تاکہ ہندوستان کو منقسم کر دیا جائے، اور آزاد منطقے قائم کر دئے جائیں تمام علاقوں کا مالیانہ (ریونیو) براہِ راست ان علاقوں کے خزانوں میں جائے گا۔ مرکز میں نہیں جائے گا۔ کیونکہ ہندوستان کا کوئی مرکز نہ ہو گا (مرکزی حکومت نہ ہوگی)

"مسلمانانِ ہند کی مشکلات کا صرف یہی ایک حل ہے کہ ہندوستان کو مسلم انڈیا اور ہندو انڈیا میں منقسم کر دیا جائے۔ تاکہ دونوں جماعتیں (قومیں) آزادی اور اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے مخصوص اقتصادی، عمرانی، سیاسی اور ثقافتی زاویائے نگاہ کے مطابق ترقی کر سکیں"۔

تقسیمِ ہند کا خیال سب سے پہلے حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے دماغ میں پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں الہ آباد مسلم کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں حسبِ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔

"ہندوستان ایک برِّ اعظم ہے۔ اور اس میں ایک قوم آباد نہیں ہے بلکہ مختلف اقوام پائی جاتی ہیں۔ جن کے درمیان نسلی، لسانی اور مذہبی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور اُن کے معاشرتی طریقوں میں بھی یکسانیت موجود نہیں ہے اور نہ ان میں مشترکہ نسلی شعور پایا جاتا ہے۔ خود ہندوؤں میں، یکسانیت اور وحدتِ ملی نظر نہیں آتی۔ لہٰذا مغربی طرز کی جمہوری حکومت اس مُلک میں اس وقت تک رائج نہیں ہو سکتی۔ جب تک، اِس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے کہ اس مُلک میں ایک سے زیادہ قومیں آباد ہیں۔ اندریں حالات، مسلمان اِس مطالبہ میں بالکل حق بجانب ہیں کہ اس مُلک میں "اسلامی ہند" کی تشکیل کی جائے۔ اگرچہ آل پارٹیز مسلم کانفرنس دہلی کے ریزولیوشن میں بھی، یہی نصب العین مضمر ہے لیکن میں اس ریزولیوشن سے آگے بڑھ کر صاف لفظوں میں یہ کہتا ہوں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پنجاب، سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان چاروں کو ملا کر ایک مملکت بنا دیا جائے۔ اور میری رائے میں کم از کم شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد اسی نقطۂ ماسکہ پر منتہی ہونی چاہیئے"۔

اِن مستند اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ پاکستان سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں وہ آزاد حکومتیں قائم کر سکیں اور پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان چاروں صوبوں کو ملا کر ایک مملکت بنا دیا جائے، اور یہ دونوں علاقے (شمال مغربی اور مشرقی) مرکز کی گرفت سے بالکل آزاد ہوں (بلکہ آئینی اعتبار سے ہندوستان میں کوئی مرکز ہی نہ ہو) تاکہ مسلمان، (کم از کم بنگال، اور پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کے مسلمان)، اپنے مذہب، اپنے تمدن، اپنی تہذیب

اور اپنی معاشیت کو ترقی دے سکیں۔ اور اندرونی معاملات میں کسی غیر مسلم طاقت یا حکومت کے ماتحت نہ ہوں اور اُن علاقوں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندو بخوشی اپنی قومی حکومت قائم کرلیں۔ اور جو تحفظات وہ اپنی غیر ہندو اقلیت کو دیں گے وہی تحفظات ہم غیر مسلم اقلیت کو دیں گے۔ اور دونوں قومیں دوستانہ طریق پر عزت کی زندگی بسر کریں۔

مسلمانانِ ہند، مرکزی حکومت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ کیونکہ مرکز میں بہرحال ہندوؤں کی اکثریت ہوگی۔ اور جمہوریت کے اصولوں کے مطابق، ملک میں اکثریت (میجارٹی) کی حکومت ہوتی ہے۔ یعنی درحال ہندوستان میں ہندوؤں کی حکومت ہوگی۔ اور اس کے معنی آقاؤں کی تبدیلی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

نظریۂ قومیت وطنیت اور اصولِ جمہوریت کو تسلیم کرلینے کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان اپنی سیاسی موت کے وارنٹ پر خود اپنے ہاتھوں سے دستخط ثبت کردیں۔ خدا کا شکر ہے کہ معنکرِ ملت علامہ اقبال کی رہنمائی اور قائدِ ملت مسٹر جناح کی سیاسی بصیرت کی بدولت، ہندوستان کے مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ اور اب وہ کسی "سامری" کے طلسم کا شکار نہیں ہوسکتے۔

نصب العین کی تعین کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ یہ نصب العین حاصل کس طرح ہوسکتا ہے۔ اس مقال میں صرف چند اشارات ہی پر اکتفا کیا جاسکتا ہے اور "العاقل تکفیہ الاشارہ"

سب سے پہلی چیز اس نصب العین کی صحت و صداقت پر ایک زبردست اور غیر متزلزل یقین پیدا کرنا ہے مسلمانوں کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اس حقیقت پر یقین کی کیفیت اپنے دل میں پیدا کریں۔ کہ واقعی یہ نصب العین اُن کے لئے مفید ہے۔ اور اس لائق ہے کہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی کی جائے۔ جان تک دینے سے دریغ نہ کیا جائے۔ جب تک قوم کے اندر یقین کا یہ جذبہ پیدا نہ ہوگا کچھ نہیں ہوسکتا

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے ۔۔۔ وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مسلمان، اپنی زندگی میں اجتماعی رنگ یا جماعتی شان پیدا کریں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ یہ رنگ ہمارے اندر بہت کمیاب ہے۔ جب تک قوم کا ہر فرد، قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم رکھنے کا خوگر نہ ہوگا کچھ نہیں ہوسکتا۔

تیسری اہم شرط یہ ہے کہ افرادِ ملت، اپنے اندر وحدتِ فکر پیدا کریں۔ وحدتِ فکر ہی سے، وحدتِ کردار پیدا ہوسکتی ہے۔ اور اس کے بغیر کسی مہم میں کامیابی نہیں ہوسکتی۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ملت نام ہے افراد میں شانِ وحدتِ فکر کا اگر افراد میں یک نگاہی نہ ہو تو ملت، وجود میں نہیں آسکتی اور بغیر ملت طاقت حاصل نہیں ہوسکتی۔

دنیا میں آج جو اقوام سربلند ہیں ان میں وحدتِ افکار ضرور موجود ہے اور وحدتِ افکار و وحدتِ کردار کا ثمر، حکومت اور عزت ہے۔

وحدتِ افکار و کردار آفریں تا شوی اندر جہاں صاحب نگیں

پہلی شرط یقین ہے اور اسکے پیدا کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس تجویز کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کیجئے اور دوسروں کو سمجھائیے۔ اسلامی سیاسیات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیجئے، اور پھر غور و فکر کے بعد اس سکیم کو تسلیم کیجئے۔

دوسری اور تیسری شرط کے حصول کیلئے قرآن مجید اور سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ کیجئے۔ سیرتِ نبویؐ کا مطالعہ آپ کے اندر اجتماعی رنگ پیدا کردیگا۔ آپکو معلوم ہوجائیگا کہ اسلام ربطِ ملت کا دوسرا نام ہے۔ اور قرآن مجید کا مطالعہ آپ کے اندر وحدتِ فکر پیدا کر دیگا۔

مَیں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان، قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھ لیں تو انکے اندر یک نگاہی (وحدتِ فکر) پیدا ہوسکتی ہے اسکا ثبوت درکار ہو تو تاریخ آغازِ اسلام کا مطالعہ کر لیجئے۔ قرآن مجید نے شرک کے بعد اگر کسی چیز کی مذمت کی ہے تو وہ فرقہ بندی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انسان جب تک شرک اور فرقہ بندی، ان دونوں لعنتوں سے پاک نہ ہوجائے موحد نہیں بن سکتا۔

پس اگر ہندوستان کے مسلمان، بحیثیت مسلمان، حکمرانی کے طالب ہوں تو اس کی صورت صرف ایک ہی ہے وہ یہ کہ وہ پہلے مومن بن جائیں یعنی اپنے ضمیر کے اندر پاکستان قائم کریں، اس کے بعد کوئی دشواری نہیں۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

رسالہ کے قارئین سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ ہم نے اکثر و بیشتر مسلمانوں کو تجارت اور صنعت و حرفت کی طرف متوجہ کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہماتِ قومی کی تکمیل، منحصر ہے اقتصادی خوشحالی پر، اور یہ چیز منحصر ہے تجارت اور صنعت و حرفت پر۔ جب تک مسلمانوں کا افلاس دور نہ ہو جب تک وہ اقتصادی طور پر خوشحال نہ ہوں قومی تعمیر پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ قائدِ اعظم مسٹر جناح نے اپنی ہر تقریر میں مسلمانوں کو اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ قومی زندگی کا راز، تجارت میں مضمر ہے

اسی لئے ہم نے مسلمانوں میں تجارتی ذوق پیدا کرنے کیلئے آغازِ سالِ رواں سے رسالہ میں تجارتی مضامین کا سلسلہ شروع کیا ہے اور ہماری خواہش یہ ہے کہ اس موضوع پر التزام کے ساتھ ہر ماہ مفید معلومات اور مفید مشورے قوم کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

لہٰذا ہم رسالہ کے قدردانوں اور عام مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ تجارت اور اقتصادیات پر اسلامی نقطۂ نظر سے مضامین لکھکر اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ اور جو لوگ، اس شعبہ میں عملی تجربہ رکھتے ہیں وہ ازراہِ اخوت، ہمیں اپنے مشوروں سے مستفید فرمائیں۔ تاکہ ہم اس سلسلہ کو قوم کے لئے مفید سے مفید تر بنا سکیں۔

برادرانِ وطن نے، ہندو مسلم اتحاد کی واحد یادگار، اردو زبان کو مٹانے کے لئے، ہندوستانی کے نام سے جو شور برپا کر رکھا ہے، اس کی کوئی بات ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ہمارے بعض ہم وطن، انفرادی اور اجتماعی طور پر، جس سرگرمی کے ساتھ، کوشش عمل میں لا رہے ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اور اس معاملہ میں کانگرس اور ہندو مہاسبھا اجتماعی طور پر، اور مسٹر گاندھی اور مسٹر ساورکر انفرادی حیثیت سے "ایک جان دو قالب" کا مصداق ہیں۔

کیا مسلمانوں کو یہ احساس نہیں ہے کہ قوموں کا وجود، زبان اور ثقافت سے وابستہ ہے؟ آخر ہندو اس برِاعظم کی معروف زبان اردو سے کیوں اس قدر عناد ہے؟ محض اس لئے کہ یہ بھی مسلمان قوم کو فنا کرنے کی ایک صورت ہے پس تمام مسلمانوں کا قومی فرض ہے کہ وہ اردو کی ترویج و اشاعت کو، وظیفۂ زندگی قرار دیں، اور اس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

۱۔ ہر مسلمان خط یا لفافہ پر پتہ اردو میں لکھے۔ میں تو عرصہ سے اس اصول پر عامل ہوں کہ حتی الوسع خطوط کا مضمون بھی اردو میں لکھا جائے، لیکن اگر کسی وجہ سے نفسِ مضمون کا انگریزی زبان میں لکھنا ناگزیر ہو تو پتہ ضرور اردو میں لکھا جائے۔ تاکہ محکمہ ڈاکخانہ پر اردو کی اہمیت واضح ہو سکے۔

۲۔ اردو ادب اور انشاء کے مطالعہ کا ذوق پیدا کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے اب، ہر موضوع پر اعلیٰ پایہ کی کتابیں اردو زبان میں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا ہر صاحب استطاعت مسلمان کا قومی فرض ہے کہ وہ اردو اداروں کی سرپرستی کرے اور اردو اخبارات و رسائل کی خریداری کرے۔

۳۔ اربابِ علم اور صاحبانِ قلم، اپنی توجہ اردو کی طرف مبذول کریں۔ اور اپنی قومی زبان کے ذخیرہ میں اضافہ کرنا اپنا قومی فرض تصور کریں۔

۴۔ مسلمان لیڈر، واعظین، لیکچرار، خطیب صاحبان، جہاں تک ہو سکے اردو میں تقریریں کیا کریں۔ اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

۵۔ دیگر زبانوں سے اردو میں تراجم شائع کئے جائیں خصوصاً سائنس، فلسفہ، علم الاقتصاد، علم المعیشت، علم النفس اور علمِ سیاست پر آسان اردو میں کتابیں لکھی جائیں۔ یہ بات یک کرشمہ دو کار کا مصداق ہوگی۔

۶۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں "اردو مجلس" کی بنیاد رکھیں اور ہر اتوار کو ادبی ذوق رکھنے والے حضرات کسی مناسب مقام پر مجتمع ہو کر، قومی اور اصلاحی مضامین اور نظمیں آسان اردو میں حاضرینِ مجلس کے سامنے پڑھ کر سنائیں۔

۷۔ قرآن مجید کی تلاوت مذہبی فریضہ ہے لیکن اس کے ساتھ اردو ترجمہ پڑھنے کو بھی کم از کم نیم مذہبی فریضہ کی حیثیت دی جائے! اس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھ بھی سکیں گے اور آپ کے اندر اردو کا ذوق بھی پیدا ہو سکے گا۔

ایک تاجر کی کامیابی کا راز

کام کئے جاؤ

۱۔ جب ایک کام ختم ہو جائے۔ تو فوراً ہی دوسرا شروع کر دو۔ پس وپیش یا تامل ہرگز نہ کرو۔ نہ رکو، نہ ڈگمگاؤ اور نہ سستاؤ۔ بلکہ کرتے چلے جاؤ۔

۲۔ کئے جاؤ۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنا نہ کرنے سے بہتر ہے۔ صرف اسقدر خیال رکھو کہ جو کام بھی کرو۔ وہ بُرا نقصان دہ یا کسی دوسرے کے حق میں مضر نہ ہو۔

۳۔ ہر کام کو تیزی اور پھرتی سے کرنے سے اولوالعزمی، حوصلہ مندی، استقلال، قابلیت، ترقی اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اور تامل کرنے سے سستی، جمود اور آرام طلبی بڑھتی ہے۔ جو آخر میں تکلیف دہ اور مُضر ثابت ہوا کرتی ہے۔

۴۔ اس امید میں وقت ضائع نہ کرو۔ کہ قدرت کی طرف سے اسباب مہیا ہونے پر کام شروع کیا جائے گا یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالےٰ سُست لوگوں کی نسبت محنتی لوگوں کو ہر قسم کے اسباب مہیا کر کے اُن کی مدد کیا کرتا ہے۔ اس خیال میں بھی نہ رہو کہ کوئی دوسرا کہے تو آگے کام کریں۔ بلکہ دوسروں کے فائدے کے لئے خود تجاویز سوچو۔ اور ان کو عملی جامہ پہناؤ۔ جب تم دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ گے۔ تو اللہ تعالےٰ تمہیں خود ہی فائدہ پہنچائے گا۔

۵۔ بیکاری میں ضائع ہونے والے لمحات کو یکجا جمع کر لو۔ وہ تمہاری زندگی کے بہترین لمحات ثابت ہوں گے بشرطیکہ تم انہیں آئندہ کرنے والے کاموں کو سوچنے میں صرف کرو۔ ان اوقات میں آئندہ کے لئے ایک دستور العمل تجویز کرو۔ اور پھر اُس پر کاربند ہو جاؤ۔ بس کامیابی کا یہی راز ہے۔

۶۔ کئے جاؤ وقت کی قدر۔ کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اُسے اس کی فرمانبرداری میں خرچ کرو۔ وقت ایک دولت ہے۔ اسے ضائع نہ کرو۔ بلکہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ دولت کو ضائع کرنا یا بے فائدہ جمع رکھنا مضر ہے۔ اسے ٹھیک طور پر استعمال ہی کرتے رہنا چاہیئے۔

۷ ۔ روزمرہ کے کرنے والے کاموں میں اس طرح نہ کود پڑو۔ جیسے کوئی اندھا اندھیرے میں کودتا ہے کہ یہ بھی معلوم نہ ہو۔ کہ تم نے کہاں جاکر ٹھہرنا ہے۔ اور تم کیا کرنے جارہے ہو۔ بلکہ نتیجہ پر نظر رکھو۔

۸ ۔ اپنے دوسرے دن کا پروگرام ایک رات پہلے ہی تجویز کرلو۔ اُسے ایسی طرح لکھ لو۔ کہ یہ کام پہلے کمانالو یہ اُس کے بعد۔ پھر دیکھو کہ تمہارا ایک ایک منٹ اس پروگرام کو پورا کرنے میں نہایت تندہی سے صرف ہو۔ وہ شخص جو ہر کام کو اُس کے پیش آنے پر کرنے کا عادی ہو۔ عموماً تکلیف اٹھاتا ہے۔

۹ ۔ صبح کو کام شروع کرتے وقت ایک منٹ بھی ضائع نہ ہونے دو۔ صبح کا پہلا آدھا گھنٹہ کام کے لحاظ سے تمام دن کے آٹھ گھنٹوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے استعمال کرو۔ اور اُسی منٹ سے استعمال کرو۔ جب تم کام پر آؤ۔ کام کرو اور آخر وقت تک کرتے چلے جاؤ۔ نہ تو دس منٹ بعد میں کام شروع کرو اور نہ دس منٹ پہلے کام کو چھوڑو۔ شروع اور آخری وقت کو پھل دار اور بار آور بناؤ۔ باقی سارا دن اپنی خود حفاظت کریگا۔

۱۰ ۔ اپنے ذاتی ملنے والوں کو کام کے اوقات میں نہ بلاؤ۔ اور نہ اپنے ذاتی کام دفتر کے وقت میں کرو۔ ایسا کرنے سے نہ صرف تمہارے دفتری اوقات ضائع ہوتے ہیں بلکہ وہ تمہارے دماغ کو کام سے علیحدہ کرلیتے ہیں۔ دماغ ایک ریلوے انجن کی مانند ہے۔ جب اسے پوری طرح ریلوے لائن پر چلا دیا جائے تو یہ اپنی پوری قوت رفتار سے خود بخود چلا جاتا ہے۔ اور اگر اسے لائن سے اتار دیا جائے۔ تو پھر لائن پر چڑھانا مشکل ہوجاتا ہے۔ کاروبار کے اوقات میں دماغ کو ایک لائن پر چلنے دینا چاہیئے۔ ترقی کرنے اور تفکرات مٹانے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

۱۱ ۔ اپنا ایک ٹائم ٹیبل بنالو۔ سونا، اٹھنا، کھانا، پینا، عبادت کرنا، کاروبار، بال بچوں کی نگرانی، گھر کے کام کاج، ورزش، سیر، غرضیکہ ہر کام کے لئے وقت مقرر کرلو۔ اور سب کام اپنے اپنے اوقات پہ کئے چلے جاؤ۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ دین و دنیا کی کامیابی کا یہی راز ہے۔ محمد احسان

سامنے کا صفحہ پڑھنے سے پہلے

حقیقت اسلام کے پرانے خیداروں کو خوب معلوم ہے۔ کہ اس رسالہ کی ہر اشاعت میں آٹھ صفحات مطالب الفرقان کے ہوتے ہیں۔ یہ ترجمہ ماہ جنوری ۱۹۶۰ء سے اس طریقہ پر قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ چنانچہ اس قسط میں جو سامنے کے صفحہ سے شروع ہوتی ہے۔ پانچ پارے ختم ہوتے ہیں اور چھٹا پارہ شروع ہو رہا ہے۔ جو حضرات ان اقساط کو جمع کرکے مکمل قرآن مجید مع ترجمہ و حواشی رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ماہ جنوری ۱۹۶۰ء سے حقیقت اسلام کے خیدار بن جائیں۔ اور ہر رسالہ سے یہ آٹھ صفحات نکال کر جمع کرتے جائیں۔

نیازمند۔ منیجر حقیقت اسلام۔ لاہور۔

جن کا ذکر ہم آپ سے کر چکے ہیں اور کتنے ایسے رسول ہیں جنکا ذکر (ابھی تک) ہم نے آپ سے نہیں کیا اور
اللہ نے موسیٰ سے (درحقیقت) باتیں کیں (۱۶۴) ان سب پیغمبروں کو ہم نے خوشخبری دینے
اور منکروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرانیوالے بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس ان رسولوں کے آنے کے
بعد اللہ کے خلاف کوئی اعتراض باقی نہ رہ جسے وہ خدا کے سامنے پیش کر سکیں اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے (۱۶۵)
اے پیغمبر! لوگ مانیں یا نہ مانیں لیکن اللہ اس کتاب کی شہادت دیتا ہے جسکو اس نے آپکی طرف نازل کیا کہ اسے اپنے
علم سے نازل کیا ہے اور ملائکہ بھی اس پر گواہ ہیں گواہی کو تو اللہ ہی کافی ہے (۱۶۶) بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہ
اختیار کی اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں (۱۶۷) یقیناً جن لوگوں نے کفر
اختیار کیا اور ظلم کیا۔ اللہ انہیں نہیں بخشے گا، اور نہ انہیں سیدھی راہ
دکھائے گا (۱۶۸) سوا جہنم کی راہ کے جس میں ہمیشہ رہینگے اور یہ (سزا دینا) اللہ کیلئے
آسان ہے (۱۶۹) اے لوگو! تمہارے رب کیطرف سے تمہارے پاس رسول حق و صداقت لیکر آچکا
ہے تم اس پر ایمان لاؤ۔ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ اور اگر انکار کرو گے تو
(یاد رکھو) زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے۔ اللہ ہی کا ہے۔ اور وہ جاننے
والا اور حکمت والا ہے (۱۷۰) اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو نہ کرو

• ان جلیل القدر پیغمبروں کے نقش قدم پر چلو اور ان کا باہمی ادنیٰ سا بھی فرق نہیں کا تمیز ہے پھر فرمایا کہ قرآن میں بعض پیغمبروں کا ذکر ضمناً آگیا ہے اور بعض کا نہیں آیا۔ مگر سب رسالت کا فرض ہے کہ تمام سلسلہ اسلام پیغمبران خدا کو تسلیم کرے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم دنیا میں رسول بھیجا کیے ہیں دنیا کا کوئی خطہ اور زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ہم نے ڈرانے والے نہ بھیجے ہوں تاکہ آخرت کی باز پرس نافرمانی کے عواقب و نتائج سے آگاہ کرنے والوں کی آواز پہنچ چکی ہو۔ ہم نے رسولوں کی آمد کا دنیا کے گوشے گوشے اور زمین کے چپے چپے تک اس واسطے پہنچایا ہے کہ کل کلاں کوئی یہ عذر نہ کرے کہ ہم کو کوئی صحیح تعلیم نہیں پہنچا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر! اگر یہ لوگ آپ کی طرف نازل کی گئی کتاب کو نہیں مانتے تو نہ مانیں آپ ان کی باتوں سے دلگیر نہ ہوں کیونکہ میں بذات خود گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر محترم رسول ہیں اور قرآن میرا کلام ہے۔ اس کے علاوہ ملائکہ بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں اور پھر اللہ کی شہادت کے بعد کسی دوسری شہادت کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ کا پیغام سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ جو لوگ نہ مانیں گے یا مسلمانوں کو راہ راست سے روکیں گے انکا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ ایسے گمراہ اور ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ یہ لوگ خود جہنم پسند کرتے ہیں اس لئے جہنم ہی میں رہیں گے۔ پھر انسان سے خطاب ہوتا ہے کہ اے نوع انسان! تمہارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین حق لیکر آگئے ہیں ان پر ایمان لانا تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم نے ان سے روگردانی کی تو پھر ہمیں بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ پھر یہود و نصاریٰ اور تمام اہل کتاب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہاری اصلاح ہو سکتی ہے مگر تم دین کی باتوں میں غلو کرنا چھوڑ دو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تم عیسیٰ کی قدر کرتے ہو تو اس میں ایسا غلو کیا کرتے ہو

فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ
وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ
اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ
يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾ ع لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ
عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۤئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ
وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا
فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ﴿١٧٣﴾ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٤﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ
بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿١٧٥﴾ فَاَمَّا

وقف لازم

ع

اور اللہ کی نسبت سوائے حق بات کے کچھ نہ کہو حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح مریم کا بیٹا
عیسیٰ اللہ کا رسول ہے۔ اور اس کا وہ حکم ہے جو اس نے مریم کی طرف (کہلا) بھیجا۔ اور اس کی طرف سے
ایک جان ہے پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ
کہو۔ باز آجاؤ۔ تمہارے لئے بہتر ہوگا حقیقت میں اللہ ہی تنہا معبود
ہے۔ وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے
اسی کا ہے اور خدا ہی کا کارساز ہونا (انسان کیلئے) بس کرتا ہے ﴿۱۷۱﴾ ع مسیح کو اس بات سے
ہرگز عار نہیں کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتوں کو اور جو اس کی بندگی
سے عار رکھے اور غرور کرے تو ان سب لوگوں کو اللہ اپنے پاس لا اکٹھا کریگا ﴿۱۷۲﴾
پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور (انہوں نے) نیک عمل کئے انہیں اللہ انکا پورا پورا اجر دے گا
اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دیگا اور وہ لوگ جنہوں نے بندگی سے عار رکھی اور غرور کیا انہیں
دردناک سزائیں دے گا ﴿۱۷۳﴾ اور وہ سوا اللہ کے نہ کوئی اپنا دوست پائیں گے
اور نہ مددگار ﴿۱۷۴﴾ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس
حجت آچکی اور ہم نے تمہاری طرف جگمگاتا ہوا نور بھیجا ﴿۱۷۵﴾ تو وہ لوگ

اخلاقی معاشرتی اور تمدنی فرائض کو کس فراموش کر دیتے ہیں کہ
دنیا اور دین بیان بن جاتے ہیں۔ مگر عیسائی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ایسے
غافل ہو جاتے ہیں کہ خدا بھی بھول گئے ہیں۔ مگر کسی کی محبت و
تعظیم کی طرف جھکتے ہیں تو پس اُسے خدا ہی بنا لیتے ہیں۔
جو مخالفت پر آتے ہیں تو نبوت و رسالت کا انکار کر دیں۔
اور لگا ان کو تکلیفیں دینے۔ شاید یہود کا مسیح علیہ السلام کے
ساتھ دشمن ہیں اور ان کی عداوت میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ
ان کو گالیاں دیتے ہیں اور عیسائی اسی اندازہ سے مسیح
کے عقیدت مند ہیں وہ ان کو اس درجہ بڑھاتے ہیں کہ
خدائی سے کم رتبہ نہیں دیتے۔ پس اے اہل کتاب!
باتوں سے باز آؤ۔ اور کسی بات میں غلو نہ کیا کرو۔ صرف حق بات
کہ خدا ایک ہے اور خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ وہ
پاک اور بلند ہے نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کسی کا باپ بلکہ
وہ مالک ہے۔ سب کا پیدا کرنے والا ہے اور سب کو
روزی دینے والا ہے۔

وڪا گزشتہ رکوع میں اہل کتاب کو متنبہ کیا گیا تھا کہ دین کی بات
میں غلو جائز نہیں۔ اس رکوع میں عیسائیوں کو خاص طور پر
"غلو فی الدین" سے روکا گیا ہے۔ فرمایا ہے کہ لوگو!
تمہارے پیغمبر مسیح علیہ السلام تو بندۂ خدا کہلانے سے اور
اُس کی عبادت کرنے سے عار نہیں کرتے۔ اور فرشتوں کو
بھی اس کی بندگی کا اقرار ہے۔ پھر یہ کس قدر ناشکری
کی بات ہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر کسی دوسری شخصیت کو خدا
سمجھو۔ عبادت صرف خدا کا حق ہے اس لئے اسی کے سامنے
جھکو اور اسی کو اپنا مالک پروردگار سمجھو۔ ارشاد ہوتا
ہے کہ جو خدا کی عبادت کرنے سے اور اس پر ایمان
لانے سے اور اس کے سامنے عجز و انکساری کا اظہار کرنے
سے گریز کرتا ہے وہ عذاب کا مستحق ہے۔ کوئی شخص اُسے
عذاب عظیم سے نہیں بچا سکتا۔ نصرت و امداد کے تمام
دروازے اس کے لئے مسدود ہیں۔ اس میں اس بات کا
اشارہ ہے کہ عیسائیوں کا یہ خیال باطل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
ہمارے لئے کفارہ ہو گئے ہیں فرماتا ہے کہ مجرم بہر حال
سزا کا مستحق ہے اس کا کوئی مددگار اور ناصر نہ ہوگا۔
پھر فرمایا کہ لوگو! تمہیں نہایت واضح احکام اور روشن

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿۱۷۵﴾ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِن كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوعًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿۱﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جو اللہ پر ایمان لائے اور اُسی کا سہارا پکڑا تو وہ انہیں بہت جلد اپنے فضل و رحمت میں داخل کریگا۔ اور اپنے حضور تک پہنچنے کیلئے سیدھی راہ دکھائیگا (۱۷۶)

(اے پیغمبر اسلام!) آپ سے لوگ کلالہ کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ کلالہ کے بارے میں اللہ کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی مرد مر جائے جسکے کوئی اولاد نہ ہو (اور نہ باپ دادا ہو) اور اسکی بہن ہو تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہے اسکا نصف اس (بہن) کیلئے ہوگا اور (بہن مر جائے) اور اسکے اولاد نہ ہو تو بھائی اسکے سارے مال کا وارث ہوگا۔ پھر اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ ہوں) تو انہیں ترکے کا دو تہائی ملیگا اور اگر کئی بھائی بہن ہوں تو پھر مرد کیلئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے اپنے احکام بیان کرتا ہے کہ گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر بات کو خوب جانتا ہے (۱۷۷) ع

سُورۂ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت بخشش کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے

اے ایمان والو! اپنے اقراروں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے مویشی جانور حلال کر دیئے گئے ہیں مگر وہ جن کے متعلق تمہیں حکم سُنایا جائیگا لیکن جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار کرنا حلال نہ سمجھ لینا۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے (۱) اے مسلمانو! اللہ

---

۵ دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں اب تمہارا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ پس جو ان احکام کو مانے گا۔ وہ اللہ کی رحمت میں شامل ہوگا اور ہمیشہ راہ ہدایت پر چلنے کی توفیق پائے گا۔ پھر اسکے بعد کلالہ کی میراث کے تقسیم کا کو بیان فرما کر ان الفاظ پر سورت کا اختتام کیا ہے جسنے حقوق العباد کو تمہارے لئے واضح کر دیا ہے تاکہ کہیں تم راہ راست سے نہ بھٹک جاؤ۔ کیونکہ تمہارا علم محدود اور تمہارے تجربات ناقص ہیں مگر اللہ ان سب باتوں کو خوب علم رکھتا ہے اور تم پر احسان کر رہا ہے تاکہ تم اللہ کے علم سے فائدہ اٹھاؤ۔ اگر تم نے ان باتوں سے فائدہ نہ اٹھایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم یقینی چیز کو چھوڑ کر وہم و قیاس کے پیچھے اپنی زندگیاں تباہ کرنا چاہتے ہو۔

۹۶ سُورۃ النساء میں حقوق العباد کی تشریح تھی اور اس سلسلہ میں تمام اخلاقی روحانی اور دیگر ضروری اوصاف کے پیدا کرنے کی تعلیم ترغیب تھی جو حقوق العباد کے بجا لانے کیلئے لازم و ملزوم کا حکم رکھتے ہیں اس ضمن میں جہاد کا حکم آگیا تھا کیونکہ جب تک ظالموں کو روکا نہ جائے وہ مسکین، بیبت اور بے زبان بے بس ضعیف لوگوں کو جینے نہیں دیتے آخر میں اسلامی قانون سے انکار کرنیوالوں کو تنبیہ کی گئی تو اس سلسلے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب اور منافق لوگوں کی گمراہ کن چالوں سے مسلمانوں کو باخبر کیا گیا تھا سُورۂ مائدہ کو مسلمانوں کی عملی زندگی کا دستور العمل کہا جائے تو نامناسب ہوگا۔ اس سورۃ میں اکثر مسلمانوں سے خطاب ہے اور جہاں کہیں کسی اور قوم مثلاً نصاریٰ کا ذکر بھی آیا ہے تو صرف بطور تمثیل ہے مسلمانوں کو کہا گیا ہے کہ تم جو معاہدہ کرو۔ چاہیئے کہ انہیں پورا کرو۔ خواہ تمہارا معاہدہ خدا سے ہو خواہ رسول سے اور خواہ دیگر ابنائے جنس سے۔ بہرحال معاہدہ جو بھی اور جس کسی سے بھی ہو۔ اس کو پورا کرنا ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ خدا کے عہد کا پورا کرنا یہ ہے کہ احکام الٰہی کی اطاعت کی جائے جن باتوں سے روکا گیا ہے ان

لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ
وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا
یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا
عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ
الْعِقَابِ ۝۲ حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ
الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ
الْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ ۫
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ
فِسْقٌ ؕ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا
تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ
اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

وقف لازم

کی نشانیوں کی بےحرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ قربانی کی اور نذر و نیاز کے
ان جانوروں کی جنکی گردنوں میں پٹے ڈال دیتے ہیں اور نہ بیت الحرام کا قصد کرنیوالوں کی جو
اپنے پروردگار کا فضل اور اسکی خوشنودی ڈھونڈتے ہیں اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آ جاؤ تو پھر
شکار کر لیا کرو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس واسطے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا
اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرنے لگو اور نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں میں
ایکدوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی بات میں تعاون نہ کرو اور خدا سے ڈرو بیشک اللہ سخت
عذاب دینے والا ہے ﴿٢﴾ مُسلمانو! تم پر حرام کر دیا گیا ہے مُردار اور خون اور سؤر کا
گوشت اور وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو
چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گر کر مر جائے اور جو کسی جانور کے سینگ مارنے سے مر جاوے اور جسے درندوں
نے پھاڑ کھایا ہو مگر وہ جسے تم ذبح کر لو۔ اور وہ جانور جو کسی تھان پر چڑھا کر ذبح کیا جائے اور یہ بات بھی کہ
تم تیروں کے پانسوں سے بطور جوئے کے تقسیم کرو گناہ کی بات ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافر
مایوس ہو چکے ہیں پس تم ان سے ہرگز نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے
تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے "اسلام" کو دین

ترک کر دینا اور جن باتوں پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا گیا ہے جنہیں کرنا
دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ چار پایوں کا گوشت بالعموم حلال
ہے اور جن کا گوشت کھانا منع ہے وہ تمہیں علیحدہ بتا دیئے گئے
ہیں تیسری بات یہ کہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب احرام باندھے ہوئے ہوں
حالت میں شکار کرنا جائز نہیں ہے جنہیں خدا نے کعبہ سے منسوب
آداب بتائے ہو تو تمہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو یعنی حرمت
کے مہینوں یعنی ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ان چار مہینوں میں
جنگ نہ کرو کیونکہ اس طرح حاجیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ
ہے پھر قربانی اور نیاز کے جانوروں کی بھی توہین نہ کی جائے نیز
حاجیوں کو یا ان لوگوں کو جو بغرض تجارت کعبۃ المعظمہ کا رخ کریں
کسی طرح کا نقصان خواہ وہ مالی ہو یا جسمانی پہنچانا خانہ کعبہ کی
توہین کرنا ہے۔

اس کے بعد یہ زریں اصول بتایا ہے کہ نیکی کی باتوں میں
تعاون کرو۔ یہی دوست اور دشمن کی تمیز نہیں برائی سے
نفرت اور نیکی سے محبت مسلمان کا شیوہ ہے مثال کے طور
فرمایا کہ دیکھو اہل مکہ اور دشمن کبھی تمہیں حج کعبہ سے
روکا تھا اب جبکہ تم سے وہ خائف ہیں اور تمہیں ان پر قوت
بھی حاصل ہے تو یہ نہ ہونا چاہیئے کہ تم اس قوم یا قبیلہ کے
کے لوگوں کو انتقام کے طور پر حج ادا کرنے سے روکو۔ یاد رکھو
حج کرنا ایک نیکی کا کام ہے۔ اس لئے اس میں ہر طرح ایکدوسرے
کی مدد کرنی چاہیئے۔ خواہ دشمن قوم کے افراد بھی اس نیکی کے کام
میں تمہارے ساتھ شامل کیوں نہ ہوں۔ اس آیہ کریمہ سے صاف
طور پر معلوم ہو گیا کہ اگر برائی کرنے والا مسلمان بھی ہو اور کسی
کا رشتہ دار یا عزیز بھی تو بھی برائی کے کام میں کسی مسلمان
کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کی مدد کرے۔ ہاں اگر نیکی کا کام
ہو تو چاہے دشمن اور غیر مسلم بھی اس کا بیڑا کرے اس میں
اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے بعد کھانے پینے
کی چیزوں کی حلت و حرمت کا ذکر ہے۔ اور ایک اصولی
بات بتلا دی گئی ہے کہ تمام پاکیزہ مفید اور صاف ستھرے جانور
حلال ہیں اور وہ جن کے کھانے سے جسم و روح میں نقصان
کا احتمال ہو حرام ہیں۔ اس کے بعد کفار کی مایوسی کا اعلان
اور تکمیل دین کی بشارت ہے اس اعلان کے الفاظ صاف
بتا رہے ہیں اور ایک مسلم قانت کے لئے اسمیں اطمینان
قلب کا کافی سامان ہے۔ فرمایا ہے مُسلمانو! آج
کفار تمہارے دین کے بارے میں بالکل مایوس

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ
لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ
تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ
وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿٤﴾ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ
مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ
قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ
وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ
عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٥﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ
اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

حکمتِ فرعونی

حکیم مشرق علامہ اقبالؒ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ مغربی علوم کے پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیا تھا۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ یورپ کی نئی تہذیب کے ہر پہلو سے جتنی واقفیت علامہ مرحوم کو تھی۔ وہ مشکل سے کسی دوسرے شخص کو حاصل ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تہذیب جدید کے بارے میں جن بیش قیمت خیالات کو نظم کا لباس پہنا کر ان پر ابدیت کی مہر لگائی ہے۔ وہ مشرقی ممالک میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور ہر پڑھے لکھے آدمی سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ہم اپنی غلامانہ ذہنیت یا مخلوقانہ مجبوریوں کی وجہ سے اُن کی آواز پہ فوراً لبیک نہ کہہ سکیں لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ یورپ کے ہر رنگ زیر دام کے متعلق ان کے پاکیزہ خیالات سُن کر ہمارے دل ان کی نکتہ رسی اور حق گوئی کے قائل نہ ہو جائیں۔

لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے بعد علامہ مرحوم دوسرے مسلمان شاعر ہیں۔ جن کی آنکھوں کو یورپ کی سرمایہ داری مادہ پرستی اور بے حیائی خیرہ نہ کر سکیں۔ اور جن کے ضمیر کی آواز کو حکومت کے متعدد خطابات اور مسلسل عنایات بھی دبانے سے قاصر رہے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا۔ اور سمجھا۔ اسے بے خوف و خطر اپنی قوم کے بے خبر گم کردہ راہ مگر سرگرم تلاش بھائیوں کو بتا کے چھوڑا۔ تریاق کو امرت کہا اور سنکھیا کو زہر قاتل۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان دونوں بزرگوں کے کلام کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آقائے مدینہ کے نور سے اپنے کاشانۂ دل کو روشن کرنے والے اور یورپ کی چکاچوند کرنے والی بجلی سے لطف اٹھانے والے، دونوں طبقے ان کے کلام کو مزے لے لے کر پڑھتے اور جھوم جھوم کر سراہتے ہیں۔ اور وہ دن دُور نہیں جب کہ ان کے تجربہ کار ہاتھوں سے بوئے ہوئے بیج ہمارے دلوں کی کھیتی میں سرسبز ہوں گے۔ اور ہم ان بزرگوں کی رہنمائی میں صحیح راہ پر چل کر ملک و ملت کو سیاسی حریفوں اور مذہبی دشمنوں کے آہنی پنجوں سے چھڑا لیں گے۔ اور بدقسمت ہندوستان کو دوبارہ جنت نشان بنا لیں گے۔

اس وقت علامہ اقبال کی مثنوی " پس چہ باید کرد اے اقوام شرق " ہمارے سامنے ہے۔ اس شراب آتشہ

میں ہمارے محبِ وطن فلسفی شاعر نے "حکمتِ فرعونی" کے عنوان سے یورپ کی نئی تہذیب اور ان کے طرزِ حکومت پر قدرے دلچسپ اور زیادہ تر محققانہ بحث کی ہے۔ اور اپنی عمر بھر کے تجربات کا عطر نچوڑ کر ملت کے سامنے رکھ دیا ہے۔ ہم اس میں سے چند شعر مختصر تشریحی تمہید کے ساتھ قارئینِ کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ا۔ انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے لیکن ان دونوں کی حیثیت ایک جیسی نہیں ہے۔ روح آقا اور حاکم ہے۔ اور جسم اس کے لئے بمنزلۂ محکوم اور رعیت کے ہے۔ جس سے وہ موقع اور محل کے مطابق کام لیا کرتی ہے۔ اسلئے بحیثیت انسان ہونے کے ہر آدمی کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ روح کی اصلاح اور پرورش پر زیادہ توجہ صرف کرے۔ اور جہاں تک اس سے ہو سکے اس نورانی جوہر کو اپنی مخفی طاقتوں کے ظاہر کرنے اور اچھی طرح پھلنے پھولنے کا موقعہ دے۔ جسم کی پرورش ضرور کرے لیکن اتنی کہ وہ اپنے آقا یعنی روح کے احکام کی اطاعت کرنے سے عاجز نہ آجائے۔ ورنہ یہ وہ منہ زور گھوڑا ہے کہ ذرا اس کی باگ ڈھیلی ہوئی اور ہاتھوں سے نکل گیا۔ اس اصول کے مطابق جب ہم یورپ کی تہذیب پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ ان عیش کے بندوں نے روح کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اور اپنی ساری کوشش جسم کی پرورش کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان کی لالچی نگاہیں اپنے نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تمام دنیا کی اقوام پر مکر و فریب کے ڈورے ڈالتی ہیں۔ اور ان کو مختلف خوشنما اور دل لبھانے والی چیزیں دکھا کر ان سے ٹھیک اس طرح فائدہ حاصل کرتی ہیں جس طرح ایک گوالا اپنی گائے سے حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ لوگ دوسری اقوام کے ساتھ مدارات کرتے ہیں۔ یا بظاہر ان کی پرورش کرتے ہیں۔ تو اس لئے نہیں کہ یہ قومیں رحم اور کرم کے دیوتا ہیں۔ یا خدا کی زمین پر خدائی حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ اگر یہ گائیں باقی نہ رہیں گی۔ تو ان کو تازہ دودھ نہیں مل سکے گا۔ اس بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

حکمتِ اربابِ کیں مکر است و فن ‫ ‫ مکر و فن؟ تخریبِ جاں تعمیرِ تن

حکمتے از بندِ دیں آزادۂ ‫ ‫ از مقامِ شوق دُور افتادہ

۲۔ یہ لوگ جہاں جاتے ہیں۔ وہاں تعلیم پھیلانے کے لئے سکول کھولتے ہیں۔ کالج بناتے ہیں۔ اور یونیورسٹیاں قائم کرتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ اس ملک کے باشندوں کو ان کی قومی اور مذہبی روایات سے واقف کر دیا جائے۔ بلکہ اس لئے کہ ان سکولوں اور کالجوں کے ذریعے ایسی چلتی پھرتی مشینیں ڈھال دی جائیں جو طاقتور حاکم اور کمزور محکوم کے درمیان واسطہ بن جائیں۔ اور اپنے خداوندانِ نعمت کی خوشنودی کیلئے

وہ سب کچھ کر گزریں جس کو ان کے آقا اپنی اجنبیت اور لوگوں کی بدگمانی کے ڈر سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

فرماتے ہیں ؎

مکتب از تدبیرِ او گیرد نظام تا بکامِ خواجہ اندیشد غلام

۲۔ ان کے مقاصدِ مشئومہ کی راہ میں سب سے بڑا روڑا مذہب اور اس کی بے لوث تعلیمات کا ہوتا ہے مذہب کا بڑا مقصد اقوامِ عالم کو بہیمیت اور درندگی کے درجے سے نکال کر ملکوتی انسان بنانا ہوتا ہے۔ مذہب کی تعلیمات میں اس بات کی گنجائش نہیں ہوتی کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو ہضم کرتی رہے۔ بلکہ اس کے نزدیک حکومت کا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکے۔ اور مظلوم کو اس کے پنجوں سے چھڑا لے۔ اس لئے "حکومتِ اربابِ کیں" کا دوسرا اہم کام یہ ہوتا ہے کہ وہ شیخِ ملت کو بھلا پھسلا کر اپنا طرفدار بنا لے۔ اور اس طرح مذہب کا روڑا اپنے رستے سے ہٹا کر من مانی کارروائیاں کرتی رہے ؎

شیخِ ملت با حدیثِ دلنشیں بر مرادِ او کند تجدیدِ دیں

"شیخِ ملت" کی خدمات ان کے حق میں اپنے تعلیم گاہوں کی ڈھالی ہوئی مشینوں سے زیادہ مفید ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس تکفیر کی توپ ہوتی ہے جس کے بے پناہ گولے چاروں طرف برستے رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ مختلف تدبیروں، عیاریوں اور مکاریوں کی بدولت چند دنوں میں قومی وحدت کا شیرازہ بکھیر دیتا ہے بس پھر کیا ہے "توڑ دو ڈالو اور حکومت کرو" ؎

از دمِ او وحدتِ قومی دو نیم کس حریفش نیست جز چوبِ کلیم

ایسی قوم اور اس کے فاسق و خود غرض رہنماؤں کی حالت پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے ؎

وائے قومے کشتۂ تدبیرِ غیر کارِ او تخریبِ خود تعمیرِ غیر

۳۔ اس حکمت کے بنائے ہوئے مدارس میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فلسفہ، منطق، نفسیات، اقتصادیات، پالیٹکس، سائنس، حساب، تاریخ، ادب، اور فنونِ لطیفہ سبھی کچھ قوم کے نوجوانوں کو پلایا جاتا ہے لیکن تعلیم کا نظام اور اساتذہ کا تقرر کچھ اس طریق پر ہوا کرتا ہے۔ کہ لڑکے سب کچھ پڑھ لینے اور ڈگریاں حاصل کر چکنے کے بعد بھی اس بات سے بے خبر رہتے ہیں کہ ہم کون ہیں؟ ہماری قومیت کیا ہے؟ ہمارا مذہب کونسا ہے۔ ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور کہاں جانا ہے؟ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر کرتے کچھ بھی نہیں ؎

بیشود در علم و فن صاحب نظر از وجودِ خود نگردد باخبر

نقشِ حق را از نگینِ خود سترد　در ضمیرش آرزو یا زاد و مرد

ان تعلیم گاہوں میں قوم کے نونہالوں کو جو سب سے بڑی نعمت ہاتھ آتی ہے۔ وہ فقط ارباب حکومت کے ظاہری زیب و زینت اور آرائش کی نقالی ہوتی ہے۔ اور یہی ایک فن ہے جس پر ان درس گاہوں میں پوری توجہ دی جاتی ہے یعنی شکل و صورت کیسی بنائی جائے! لباس کس قسم کا پہنا جائے۔ اٹھنے بیٹھنے میں اور بول چال میں اربابِ حکومت کے آداب و اطوار (اٹیکیٹ) کو کیونکر نباہا جائے۔ اس فن کی باریکیوں کو حکام اعلےٰ سکھاتے ہیں لڑکے سیکھتے ہیں۔ پروفیسر سمجھاتے ہیں لڑکے سمجھتے ہیں۔ قدیم طلبہ مثال قائم کرتے ہیں۔ اور نئے لڑکے (فیسوں کے روپے خرچ کر کے) ان کی تقلید کرتے ہیں ؎

از حیا بیگانہ پیرانِ کہن　نوجواناں چوں زناں مشغولِ تن

در دلِ شاں آرزوہا بے ثبات　مردہ زایند از بطونِ امہات

رہ گئیں لڑکیاں سو ان کی تو فطرت ہی خود آرائی اور خود نمائی ہے۔ اگر وہ سونا بن کر کالج جاتی ہیں۔ تو کندن بن کر وہاں سے نکلتی ہیں۔

دختران او بزلفِ خود اسیر　شوخ چشم و خود نما و خوردہ گیر

ساختہ، پرداختہ، دل باختہ　ابرواں مثلِ دو تیغ آختہ

ساعدِ سیمینِ شاں عیشِ نظر　سینۂ ماہی بموج اندر نگر

۵۔ اس تن آرائی اور خودنمائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے مصارف بڑھ جاتے ہیں جنہیں پورا کرنے کے لئے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں پھنس جاتے ہیں۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وہ کوئی ایسا ذریعہ اختیار نہیں کر سکتے جس میں محنت کرنی پڑتی ہو۔ یا جس میں جان جانے کا خطرہ ہو۔ کیونکہ خود پسندی اور عیش پرستی انسان کو آرام طلب بنا دیتی ہے۔ اس کلرکی کی تلاش بڑی سرگرمی سے کرتے ہیں۔ اور جس کے ہاتھ یہ بٹیر لگ جائے اس کی قسمت رشک کے قابل سمجھی جاتی ہے ؎

ہر زماں اندر تلاشِ ساز و برگ　کار او فکرِ معاش و ترسِ مرگ

رہ گئے سرمایہ دار۔ تو ان کی عیش پرستی ان کو اس قابل نہیں رکھ چھوڑتی۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت میں سے ایک حصہ الگ کر کے اپنی قوم کے پسماندوں کی مدد کریں۔ اور ان کو کسی کام پر لگا کر دربدر بھٹکتے پھرنے اور ضمیر بیچنے سے بچالیں ؎

منعمان او بخیل و عیش دوست ‏ ‏ غافل از مغز اند و اندر بند پوست

اور جب قوم کے امیر و غریب، جواں اور بوڑھے سب عیش و عشرت میں مبتلا ہو جائیں۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی صلاحیت سے محروم ہو جائیں۔ تو پھر اُن کے چارہ نہیں رہتا۔ کہ وہ ارباب حکومت کی دہلیز چوکھٹ پر جبہ سائی کرتے رہیں۔ اور نفسانی خواہشات کی خاطر اپنے علم و فن کا شرف اغیار کے مفاد پر قربان کرتے رہیں ؎

قوتِ فرماں روا معبود او ‏ ‏ در زیانِ دین و ایماں سود او

از حد امروز خود بیروں نجست ‏ ‏ روزگارش نقش یک فردا نہ بست

دین او عہد وفا بستن بغیر ‏ ‏ یعنی از خشت حرم تعمیر دیر

آہ قومے دل ز حق پرداختہ

مرد و مرگ خویش را نشناختہ

(ادارہ)

حفظانِ صحت

عامۃ المسلمین کی جسمانی صحت

مسلمان نوجوانوں کے لئے راہِ عمل

از جناب ملک عبدالعلیم خان بی۔اے۔ایل ایل۔بی۔وکیل لاہور

کسی قوم کا بہترین سرمایہ اُس کے نوجوان ہیں۔ان کی صحیح تعلیم و تربیت قلیل عرصہ میں ہی قوم کی حالت کو بہتر بنا سکتی ہے ملتِ ترکیہ کی موجودہ عظمت چند مخلص نوجوانوں کی جدوجہد اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔مصر کی اصلاحی تحریکات کی کامیابی تمام تر مصری نوجوانوں کی مرہونِ منت ہے۔مگر افسوس ہے۔کہ ہندوستان کے مسلم نوجوانوں نے ابھی تک اپنے اس اہم ترین فرض کو محسوس نہیں کیا۔اور ہمارے نوجوانوں پر بدستور جمود و خمود کا عالم طاری ہے۔

مسلمانوں کی جسمانی صحت خطرہ میں:۔

چند سال قبل مسلمانوں کو اپنی جسمانی صحت پر ناز تھا۔اور برادرانِ وطن بھی مسلمان نوجوانوں سے مرعوب رہتے تھے۔ مگر آج حالت اِس کے بالکل برعکس ہے۔مسلم نوجوان غربت، افلاس اور آشفتہ حالی کا شکار ہیں۔لگاتار بدحالی نے انکے حوصلے توڑ دیئے ہیں۔ان میں سے بیشتر نوجوانوں کا ذہنی توازن قائم نہیں رہا۔ان کی جسمانی صحت گر رہی ہے۔انکا چہرہ زرد ہے۔کمر جھک گئی ہے۔بات بات پر دل دھڑکنے لگتا ہے۔ہمت کمزور اور حوصلے پست ہو گئے ہیں۔

فوری اقدام کی ضرورت:۔

اگر ہم نے فوراً قوم کی جسمانی صحت کو بہتر بنانے کی کوئی منظم اور مؤثر کوشش نہ کی۔تو افرادِ قوم کے جسمانی قوا ناقابلِ تلافی طور پر ضعیف ہو جائیں گے۔تمام دیگر شعبہ جات میں مسلمان انسانوں کی سرگرمیاں بے سود اور بے مطلب ثابت ہوں گی اور مسلمانوں کی بقا خطرہ میں پڑ جائیگی

جسمانی صحت کو قائم رکھنا کارِ خیر ہے:۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے۔کہ وہ نوجوان جس کا جسم تندرست اور صحیح نشوونما سے آراستہ ہو۔ہر قسم کے گناہ اور معصیت کی جانب نسبتاً کم رغبت کرتا ہے۔ایسا نوجوان نہ صرف اپنی زندگی زیادہ اطمینان اور خوشی سے بسر کر سکتا ہے۔بلکہ اپنے دینی اور دنیوی فرائض کو زیادہ باقاعدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہے۔

صحیح دل و دماغ تندرست جسم میں ہی قائم رہ سکتا ہے۔ چنانچہ جسم کو بہتر منضبط اور توانا بنانا درحقیقت دل و دماغ کو تربیت دینا ہے۔ اور ان کو صحیح تربیت دینے سے ہم نہ صرف اپنی ذات کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں بلکہ خویش و اقارب۔ عامۃ المسلمین اور بنی نوع انسان کی بہترین خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔

جسمانی نشو و نما کا پروگرام:۔

اس وقت ضروری ہے کہ تمام قوم کی جسمانی نشو و نما کے [illegible] پروگرام مرتب کیا جائے۔ شہر کے مسلمان نوجوان حفظانِ صحت کے اصولوں کی تلقین کا ارادہ کرلیں۔ اور اِن مقاصد کی تکمیل کے لئے ہر شہر میں انجمنیں قائم ہوجائیں۔ ہر محلے میں اکھاڑے بنیں جسمانی ورزش کے لئے سامان اور آسانیاں مہیا کی جائیں مسلمان نوجوانوں کو تیرنا سکھایا جائے۔ اور گھوڑے کی سواری کا شوق دلایا جائے۔

یہ انجمنیں سیاسیات سے علیحدہ رہیں:۔

اس میں شک نہیں کہ خاکساروں کی تحریک مسلمانوں کیلئے بہت حد تک مفید تھی۔ پریڈ وغیرہ سے نہ صرف مسلمان نوجوانوں کی جسمانی ورزش ہوجاتی تھی بلکہ اُن میں تنظیم اور رواداری کا مادہ [illegible] پاسکتا تھا۔ مگر افسوس ہے۔ کہ وہ جماعت خواہ مخواہ سیاسیات میں الجھی اور نتیجہ افسوسناک نکلا۔

مذکورہ انجمنوں کے لئے ضروری ہے کہ سیاسیات سے بالکل الگ ہیں۔ ورنہ دشمنانِ اسلام کو موقع مل جائے گا کہ خواہ مخواہ اِن انجمنوں کی کارگزاری میں روڑا اٹکائیں۔ اور ان کے ارکان کو نقصان پہنچائیں۔

کونسے امور پروگرام میں شامل ہوں:۔

مذکورہ انجمنوں کے پروگرام میں مندرجہ ذیل امور شامل ہوں۔

(۱) مسلمانوں میں صحیح خوراک کی تلقین اور مضرِ صحت عادات کی اصلاح (۲) غریب اور نادار مسلمانوں کیلئے ارزاں نرخوں پر پھل اور سبزیوں کی بہم رسانی (۳) شہری مسلمانوں کو علی الصبح یا سرِ شام باغات اور کھلے میدانوں میں سیر و تفریح کا شوق دلانا اور (۴) اسلامی محلوں میں خالص گھی اور دودھ کی بہم رسانی کا انتظام۔

اِن انجمنوں میں فرقہ داری کی رنگت بالکل نہیں ہونی چاہیئے۔ ہر وہ شخص جو مسلمان کہلاتا ہے اس انجمن کا رکن بن سکتا ہے۔ اِس سے باہم رواداری پیدا ہوگی۔ اور فرقہ داری کا قلع قمع ہوسکے گا۔

اِن انجمنوں کے اجلاس میں صرف قوم کی جسمانی حالت کو بہتر بنانے کے پروگرام پر بحث ہونی چاہیئے بشرطیکہ وہ پروگرام اخلاقی، ذہنی یا مذہبی نقطۂ خیال سے نقصان رساں نہ ہو۔ اِن اجلاس میں متنازعہ مذہبی مسائل پر ہرگز کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے۔

اِن انجمنوں کے ارکان میں روادار، روشن خیال اور [illegible] [illegible] [illegible] ہونے چاہئیں۔

(باقی [illegible])

ایمان کی شمشیر

از جناب کوکب شادانی

اُٹھ کھڑا ہو کام لے ہمت سے کیوں حیران ہے
اہلِ ہمت کے لئے جو کام ہے آسان ہے

قطرۂ خاموش کو چشمِ حقارت سے نہ دیکھ
جوش میں آئے یہی قطرہ تو اک طوفان ہے

آج دُنیا ہنس رہی ہے تیری حالت دیکھ کر
اپنی اِس بگڑی ہوئی حالت کا تجھ کو دھیان ہے

طفلِ مکتب تھے کل تک جو تیرے سامنے
طعنہ زن ہوں آج وہ تجھ پر خُدا کی شان ہے

اے مسلماں! خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو
ہاں سنبھل اب بھی، سنبھلنے کا ابھی امکان ہے

اے اسیرِ دامِ غفلت! قوم کی حالت تو دیکھ
کوئی دم کا یہ مریضِ جاں بلب مہمان ہے

قافلے والے تو پہنچے، منزلِ مقصود پر
تُو ابھی سویا ہوا ہے کس قدر نادان ہے

حکمتِ دوراں سے غافل تو ہی اک واقف نہیں
ورنہ جو ہے آج اپنے وقت کا لقمان ہے

تُو وہی ہے کل جہاں میں جس کا سکّہ تھا رواں
اب کہاں لیکن ترے قبضہ میں وُہ ایمان ہے

دیکھ لیں، جتنی کہ ممکن تھیں جہاں میں ذلّتیں
اور بھی کچھ دیکھنے کا دل میں اب ارمان ہے

کچھ نہ ہوگا شکوہ ہائے گردشِ تقدیر سے
کام لینا سیکھ پھر ایمان کی شمشیر سے

(زمزم)

اسلامی زندگی

از جناب کوکب جوالاپوری

(گذشتہ سے پیوستہ)

پیغمبر! تمہارا پروردگار دیکھ رہا ہے، تم کو بھی اور تمہارے ساتھیوں کو بھی، وہ کہتا ہے، تم رات کو اٹھتے ہو، کبھی دو تہائی رات سے، اٹھتے ہو، کبھی آدھی رات سے، اور کبھی ایک تہائی رات سے اٹھتے ہو

شب بیداری کرتے ہو، رات رات بھر نماز میں کھڑے رہتے ہو۔

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ   إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ

"رات کا وقت، میٹھی نیند، مشرکوں پر ان کے بستر گراں بار، اس وقت پیغمبر کا پہلو بستر سے الگ ہوتا، اور اسی حالت میں رات گزار دیتا ہے۔"

تمہارے پاس گھڑی ہے، نہ گھنٹہ، رات دن کی ناپ خدا کے ہاتھ، کبھی رات بڑی، دن چھوٹا، دن بڑا تو رات چھوٹی، وقت معلوم کرو تو کیونکر؟ اب تک نبھایا، حکم کی تعمیل کی، مگر یہ تکلیف مالایطاق ہے، اور ناقابل برداشت ——— اس لئے کہ:۔

تم میں بیمار بھی ہوں گے، متلاشیٔ روزگار مسافر بھی، علم کے طالب اور راہِ حق کے مجاہد بھی، شب بیداری مشکل، تعمیل دشوار۔ نبھا سکو، پابندی کے ساتھ، اور ہمیشہ بس سے باہر۔

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ——— اس نے معاف کر دیا، پابندی کو اٹھا دیا ——— اب تم اٹھو، آدھی رات کے بعد، جس حصے میں اٹھ سکو، اٹھو:۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط

قرآن پڑھو، جو آسانی سے پڑھ سکو۔

آسانی منظور تھی، تخفیف کر دی، مگر نماز؟

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ

نماز پڑھتے رہو، نماز معاف نہیں ہوئی تخفیفِ وقت ہے، اور تخفیفِ قرأت ساتھ ہی

ایک اور فریضے کا اضافہ ..

خیرات | وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا ط

خیرات کرو، اور خیرات کے ذریعہ اللہ کو قرض حسن دو، دو جو میسّر ہو، اور جتنا بن پڑے ———

اور دیکھو!

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ

جو نیکی کروگے، اور جو بھلائی، اور کروگے اپنے لئے ———— جب رخصت ہوگے، دُنیا کو خیرباد کہوگے، اور ربِ کریم کی حضوری میں پہنچوگے :۔

تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ

یہاں کی نیکی، اور یہاں کی بھلائی کو خُدا کے پاس پاؤگے، پاؤگے اور اسی شان میں :۔

ھُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ط

بہتر حالت، اور عظیم اجر کی صورت میں، ایک ایک نیکی، دس دس گُنا ثواب ۔

اور دیکھو! بندہ بشر ہے، خطا و نسیان کا پتلا، بھُول چوک ساتھ لگی ہوئی، اس لئے توبہ کرتے رہا کرو ..

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ

اور اللہ سے معافی مانگتے رہا کرو، گناہوں کی بخشش :۔

اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

وہ معاف کرنے والا ہے، اور مہربان ۔

دو فریضے | اب تک دو فریضے تھے، نماز[1] اور خیرات[2]، نماز کے لئے تعین اوقات تھی، نہ خیرات کے لئے تعینِ نصاب، رات کی نماز، پیغمبر راتوں کو اُٹھتے، مشرف باسلام لوگوں کو دیکھتے پھرتے کون سویا ہوا ہے، کون اٹھا ہوا، کون جلال وجبروت کے غلبۂ تقدیس پر سربسجود، کون خوابِ شیریں کی آغوش میں مدہوش۔ سوتوں کو جگاتے، شب بیداروں کو دیکھ کر مسرت و اطمینان کا سانس لیتے، اور واپس جاکر عبادت میں مصروف ہو جاتے ۔

نماز کیا تھی؟ بارگاہِ قدس کی حضوری، ربِّ جلیل سے سلام و کلام، اٹھا تو احجاب، پکار کر جواب، پھر کیف و سرور اور ذوق و شوق کی بے پناہی کا کیا عالم؟

دن کے لمحات فرصت ہوتے، حضوری کا طبعی تقاضا، کسی گھاٹی کی راہ لیتے، اور نماز میں مصروف۔

راہِ خدا میں پہلی تلوار | چند مشرک ایک گھاٹی کی جانب آنکلے، کیا دیکھتے ہیں، ــــــــ سعد بن وقاص چند مسلمان اور، گھاٹی میں چھپے نماز پڑھ رہے ہیں، مشرک تھے، دینِ الٰہی سے نفور، نہ رہا گیا، بختی کی عبادت سے روکا، سعدؓ نے مقابلہ کیا۔ ایک کافر زخمی ــــــــ یہ پہلی تلوار تھی، جو راہِ خدا میں چلی۔

محمد کا ساتھ نہ چھوڑنا | ایک اور واقعہ ہے، اور گھاٹی ہی کا، پیغمبرِ اسلام حضرت علیؓ دونوں نماز میں مصروف، ابوطالب کا گزر ہوا، نئی عبادت، نیا طریقِ عبادت، چُپ چاپ کھڑے دیکھتے رہے، فارغ ہوئے تو ابوطالب نے دریافت کیا:۔

"یہ کیا مذہب ہے"

فرمایا:۔

"دینِ ابراہیمی" ــــــــ چچا! آپ بھی اس دین کو قبول فرمالیں۔

ابوطالب نے کہا:۔

"میں؟ میں تو اپنے باپ دادا کے مذہب پر ہوں، اُسے نہ چھوڑوں گا، تم کو اجازت ہے، کوئی شخص تمہارا مزاحم نہ ہو سکے گا۔"

اور علیؓ سے کہا:۔

"بیٹا! محمد کا ساتھ نہ چھوڑنا، مجھے یقین ہے، محمدؐ نیکی کی راہ لے جائیں گے برائی کی ترغیب، ہرگز نہ دیں گے"

اعلانِ حق | خاموش تبلیغ ہے، پوشیدہ عبادت، پھر بھی سعید روحیں کھچ کھچ کر آرہی ہیں، اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہی ہیں، مگر یہ سب غریب طبقے کے لوگ ہیں، مکے کے دولت مند، پیغمبر کو مجنون کہتے، کاہن بتاتے، اور شاعر شعائرِ اسلام، عقائد و احکام اور قرآنی آیات کو سن پاتے، استہزا کرتے، اور مخول:۔

دیوانگی کی بڑ ہے

کہانت کی باتیں ہیں

اور محمد کے زورِ طبع کی شاعری ــــــــ العیاذ باللہ

پیغمبر ابھی کھل کر قوم کے سامنے نہیں آئے، اب تک جو کچھ ہوا، چھپ چھپاتے، اور چپ چاپ اور دولت کے نشیلوں کا رویہ، مایوس کن ہے، ہمت کو پست کرنے والا، اور توقعات پہ پانی پھیر دینے کی یہ باتیں، پیغمبر تنگ دل، دل پر حزن و ملال، اور مایوسی کا عالم —— خدا نے پیغمبر کو ڈھارس بڑھایا، اور تبلیغ کے کھلے میدان میں آجانے کا حکم —— فرمایا

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ○ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ○ كَمَا أَنزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ○ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ○ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ○ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ○ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ○ الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ○ (حجر: ۶)

اپنی نگاہیں ان چیزوں پر نہ ڈالو جو ہم نے ان کے لوگوں کو برتنے کو دی ہیں، اور ان پر غم نہ کھاؤ، اور اپنی شفقت کا بازو ایمان والوں کے لئے جھکاؤ، اور ان سے کہہ دو کہ میں وہی ہوں کھول کر ڈرانے والا جیسا ہم نے اُن بانٹنے والوں پر ڈالا جنہوں نے قرآن کو بوٹیاں کر ڈالا، سو تیرے رب کی قسم ہم اُن سب سے باز پرس کریں گے، جو وہ کرتے تھے، سو تم کو جو حکم ہوا ہے اُسے کھول کر سنا دو اور مشرکوں کی پروا نہ کرو، ہم تمہاری طرف سے ان ٹھٹھا کرنے والوں کو کافی ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں، سو وہ عنقریب جان لیں گے اور ہم جانتے ہیں کہ اُن کی باتوں سے تمہارا جی رُکتا ہے سو تم اپنے رب کی خوبیاں یاد کیا کرو اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ، اور اپنے رب کی بندگی کئے جاؤ، جب تک تمہارے پاس یقینی بات آجائے۔

اسے پیغمبر! مکے کے یہ مال مست، دولت کے نشے میں چور، غرور میں اترائے ہوئے، ان کی دولت کو نگاہ میں نہ لاؤ، ان کا رویہ مخول، ان کا سلوک استہزاء، امید کے برعکس، توقع کے خلاف۔ ہوا کرے، تم کو غم کھانے کی کیا ضرورت، جو ایمان لے آئے ہیں، مومنین صادقین، اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو، سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھو، لطف و مہربانی تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ، پیغمبر ہو، پیغام پہنچا دینا تمہارا کام، کہہ دو کہ میں نذیر مبین ہوں، کھول کھول کر ڈرانے والا۔ تمہارا شیوہ تکذیب و شرارت، میرا کام تکذیب و شرارت کے

خواتین کا بیان کر دینا، سچائی کا پیغام ہے اور خدا کا کلام۔ تم شاعری کہتے ہو، کہانت بتاتے ہو، جادو نام رکھتے ہو، دیوانے کی بڑ خیال کرتے ہو، اور اساطیر الاولین، پھر تم ہی پھبتیاں کسنے والے ہیں، اور مخول کرنے والے، قرآن کو بانٹتے ٹکڑے ٹکڑے کرتے [illegible] عذاب الٰہی آنے والا ہے۔ اور یقیناً، میں تم سب کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں

[illegible] ان کی [illegible] ان سے باز پرس کروں گا۔
[illegible] بیان [illegible] کے ترکیب میں [illegible]
[illegible]

افکار و ہموم کا علاج [illegible] دل تنگ ہوتا ہے ———
تسبیح و تحمید کیا کرو، [illegible] کی بارگاہ میں سجدہ [illegible]، اور مرتے دم تک اُس کی بندگی، قلب مطمئن ہو گا اور یہ کیفیت دُور۔

علانیہ تبلیغ کا آغاز ان آیات کا نزول [illegible] کوہ صفا پر، پکارا اور بلند آواز سے پکارا، اور ایک ایک قبیلے کو، کان میں آواز پڑی، اور ادھر کا رُخ، [illegible] ———

آپ نے فرمایا:-

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! میں تم سے کہوں، اس پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے، صبح یا شام تم پر آپڑے گا ———
یقین کروگے؟

لوگوں نے کہا:-

"کیوں نہیں؟ صادق ہو، اور امین، ہمیشہ تم کو سچ بولتے دیکھا۔

فرمایا:-

"میں تم کو ڈراتا ہوں، ڈراتا ہوں عذاب الٰہی سے، ایمان لاؤ، اور عذاب سے بچ جاؤ"

سرداران قریش تھے، سرکش، مغرور، اور سرپھرے، سُنا، ہنسے، برہم ہوئے، اور واپس، آپ کا چچا ابولہب بھی تھا بولا:-

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا "تو مرے، ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا!

پہلا قدم، پہلے ہی قدم پر ناکامی، اس پر چچا کا عتاب اور پیغمبر کا معصوم قلب، کیا گزری ہو گی، یاس و قنوط کا عالم، چارہ گر کوئی تھا، تو وحی الٰہی، ابولہب نے گستاخی کی، اور بد دُعا، فوراً وحی آئی۔

(باقی آئندہ)

معجزاتِ نبویؐ

از جناب سید محمد ادریس صاحب دہلوی

(گذشتہ سے پیوستہ)

معجزہ ۱۵۰

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں ملنے کا بہت شوق تھا۔ ایک دن آپؐ کو تنہا پاکر میں آپؐ کے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ یکے بعد دیگرے آئے اور سلام کرکے بیٹھ گئے۔ اس وقت آنحضرتؐ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔ آپؐ نے انہیں اٹھاکر اپنی مبارک ہتھیلی پر رکھ دیا۔ تو ان سے تسبیح کی آواز اس طرح آنے لگی۔ جیسے شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہوں۔ پھر آپؐ نے ان کنکریوں کو زمین پر رکھ دیا۔ تو آواز بند ہوگئی۔ پھر ان کنکریوں کو باری باری سے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اٹھایا۔ ان کی ہتھیلیوں میں بھی وہ اسی طرح تسبیح کہتی سُنی گئیں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ یہ خلافت کی نشانی ہے۔ (دلائل النبوۃ)

معجزہ ۱۵۱

حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں۔ جو مکے میں آنحضرتؐ کو سلام کیا کرتا تھا (مسلم) اکثر محدثین لکھتے ہیں کہ وہ پتھر حجرِ اسود ہے۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ ایک اور پتھر ہے۔ جو اب تک مکہ معظمہ میں اس گلی میں موجود ہے جس کو "زُقَاقُ الْمِرْفَقْ" (کہنی والی گلی) کہتے ہیں۔ اس گلی میں آنحضرتؐ کی کہنی کا نشان موجود ہے۔ اور لوگ اس کی زیارت سے شرف حاصل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر مکی نے لکھا ہے۔ کہ یہ بات مکہ معظمہ میں بزرگوں سے نسلاً بعد نسلاً متواتر چلی آئی ہے۔

معجزہ ۱۵۲

متعدد صحابہؓ سے روایت ہے۔ کہ کفار قریش نے خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے۔ اور ان کے پاؤں سیسے سے سخت مضبوط جما دئے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا۔ اور آنحضرتؐ کعبہ کے پاس تشریف لے گئے۔ تو آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ اور یہ آیت پڑھتے تھے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا — حق آیا۔ اور باطل مٹ گیا۔ اور باطل مٹنے کی چیز تھی۔

آپؐ جس بُت کی طرف اشارہ کرتے۔ وہ دہم سے زمین پر گر پڑتا۔ یہاں تک کہ تمام بُت اوندھے منہ زمین پر گر پڑے (بخاری۔ مسلم۔ بزار۔ طبرانی۔ ابو یعلیٰ)

(فائدہ) یاد رہے۔ کہ تین سو ساٹھ بُت فقط خانہ کعبہ کے ارد گرد رکھے ہوئے تھے۔ کعبہ کے اندر جو بُت رکھے تھے۔ وہ ان کے علاوہ تھے۔ ان کے متعلق صحیح بخاری کی روایت ہے۔ کہ آپ نے کعبہ کے اندر داخل ہونے سے پہلے ان کو نکلوا کر پھکوا دیا تھا۔ اس طرح صحیح بخاری کی دو حدیثوں میں جو تعارض نظر آتا ہے۔ وہ رفع ہو جاتا ہے۔

معجزہ ۱۵۳

غزوۂ خندق میں تمام صحابہؓ مل کر شامی رُخ پر دشمنوں سے بچنے کے لئے خندق کھود رہے تھے۔ اتفاق سے ایک جگہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی۔ لوگوں نے ہر چند اس کو توڑنا چاہا۔ مگر وہ نہ ٹوٹی۔ آخر لوگوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حال عرض کی۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کدالی ہاتھ میں لے کر ایک ضرب لگائی۔ تو وہ چٹان پاش پاش ہو گئی۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مسند احمد)

(فائدہ) مادیین کے لئے کس قدر تعجب اور عبرت کا مقام ہے۔ کہ اس موقع پر جب کہ موت اور زیست کا سوال درپیش تھا۔ چوبیس ہزار مسلح خونخواروں نے مدینہ کے رہنے والوں کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ اور مسلمان بھوک کے مارے کر سیدھی رکھنے کے لئے پیٹ سے پتھر باندھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس وقت جب کہ آپ نے کدالی ہاتھ میں لیکر اس چٹان کو ایک ضرب لگائی تو فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ — خدا سب سے بڑا ہے۔ مجھے ملکِ شام کی کنجیاں دیدی گئیں۔

پھر جب دوسری ضرب لگائی۔ تو فرمایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْفَارِسِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْیَضَ — اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے ملک فارس کی کنجیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔

پھر جب تیسری ضرب لگائی۔ اور سارا پتھر چکنا چور کر دیا۔ تو فرمایا۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْیَمَنِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَاءَ مِنْ مَکَانِیْ السَّاعَۃَ — خدا سب سے بڑا ہے۔ مجھے ملک یمن کی کنجیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں یہاں سے اس وقت شہر صنعاء کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔ (بیہقی۔ ابونعیم)

آٹھواں باب

نباتات سے متعلق معجزے

معجزہ ۱۵۴

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک بار ہم سفر میں جا رہے تھے۔ ایک وسیع میدان میں اترے۔ تو آنحضرتؐ قضائے حاجت کے لئے نکلے۔ میں پانی لے کر آپؐ کے ساتھ ہو لیا۔ آپؐ نے ادھر اُدھر دیکھا تو آڑ کرنے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ میدان کے کنارے صرف دو درخت تھے۔ آپؐ ایک درخت کے پاس گئے۔ اور اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا

اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ — خدا کے حکم سے میری اطاعت کرو۔

وہ درخت ایک فرمانبردار اونٹ کی طرح آپؐ کے ساتھ ہو گیا پھر دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گئے۔ اور وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ چل پڑا۔ پھر آپؐ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور فرمایا

اِلْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ — خدا کے حکم سے باہم جڑ جاؤ۔

دونوں باہم مل گئے۔ جب آپؐ قضائے حاجت سے فارغ ہو چکے۔ تو پھر دونوں درخت علیحدہ ہو کر اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔ (مسلم)

معجزہ ۱۵۵

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک اعرابی آیا۔ آپؐ نے اس سے

فرمایا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو۔ کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے؟ اعرابی نے کہا۔ اس بات پر آپ کا گواہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا سلم کا یہ درخت۔ پھر آپ نے اس درخت کو بلایا۔ وہ درخت زمین چیرتا ہوا آیا۔ اور تین بار آپ کی مسیحائی کی گواہی دے کر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ (دارمی)

معجزہ ۱۵۶

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک بدو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ میں کیسے جانوں کہ آپؐ پیغمبر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں خرما کے اس خوشے کو بلاؤں۔ تو تم میری نبوت کی شہادت دو گے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ آپؐ نے اس خوشہ کو بلایا۔ وہ درخت سے اتر کر آپؐ کے پاس آیا۔ آپ کی پیغمبری کی گواہی دی۔ اور پھر آپؐ کے حکم سے واپس چلا گیا۔ وہ بدو اس معجزہ کو دیکھ کر اسی وقت ایمان لے آیا۔ (ترمذی)

معجزہ ۱۵۷

حضرت بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک بدو نے آپؐ سے معجزہ طلب کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جا کر اس درخت سے کہو۔ کہ رسول اللہ تجھے بلاتے ہیں۔ اس نے جا کر کہا۔ تو اس درخت نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے حرکت کی۔ اور زمین کو پھاڑتا ہوا اور اپنی جڑوں کو گھسیٹتا ہوا آپؐ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور سلام کیا۔ پھر اس بدو نے کہا کہ آپؐ اس کو واپس جانے کی اجازت دے دیجئے۔ آپؐ نے اجازت دے دی۔ تو وہ درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔ پھر اس بدو نے کہا۔ کہ مجھے اجازت دیجئے۔ کہ آپ کو سجدہ کروں۔ آپؐ نے فرمایا:۔

لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا لِاَحَدٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ بِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ	اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا۔ کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ کیونکہ خدا نے ان کا حق عورتوں پر ثابت کیا ہے۔

پھر اس بدو نے کہا۔ اجازت دیجئے۔ کہ میں آپؐ کے ہاتھ پاؤں چوم لوں۔ آپؐ نے اجازت دے دی اور اس نے آپ کے ہاتھ پاؤں چوم لئے۔ (بزار)

معجزہ ۱۵۸

مکہ معظمہ میں رکانہ نام ایک زبردست پہلوان تھا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کے لئے جنگل

کی طرف تشریف لے گئے ۔ وہاں رکانہ بکریاں چرا رہا تھا ۔ جب اس نے آپ کو تنہا پایا تو کہنے لگا ۔ تم ہمیشہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو ۔ اور اگر میری تمہاری قرابت نہ ہوتی ۔ تو میں آج تمہیں مار ڈالتا ۔ اب آؤ ہم دونوں کشتی لڑیں ۔ تم اپنے خدا سے مدد مانگو اور میں اپنے خداؤں سے ۔ اگر تم غالب آ گئے ۔ تو میں اپنی بکریوں میں سے دس بکریاں تم کو دے دوں گا ۔ آپ نے شرط مان لی ۔ اور کشتی لڑ کر اس کو پچھاڑ دیا ۔ پھر دوبارہ اور تیسری دفعہ کشتی ہوئی ۔ اور ہر مرتبہ آپ غالب رہے ۔ تب اس نے کہا ۔ کہ میری بکریوں میں سے تیس بکریاں آپ پسند کر لیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ مجھے بکریوں کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں ۔ مسلمان ہو جاؤ ۔ دوزخ سے نجات حاصل کر لو گے ۔ اس نے کہا ۔ کوئی معجزہ دکھا دیجئے ۔ آپ نے ببول کے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے حکم دیا ۔ کہ خدا کے حکم سے یہاں آ جاؤ ۔ وہ درخت وہاں آ گیا ۔ اور پھر آپ کے حکم سے واپس چلا گیا ۔ تب آپ نے رکانہ سے فرمایا ۔ کہ مسلمان ہو جاؤ ۔ اس نے کہا ۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مکہ کی عورتیں کہیں گی ۔ کہ رکانہ رعب کھا کر مسلمان ہو گیا ہے ۔ پھر وہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہو گیا ۔ (بیہقی ۔ ابو نعیم)

معجزہ ۱۵۹

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے ۔ کہ ایک دفعہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ نے آنحضرتؐ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی ۔ اندھیری رات تھی ۔ ابر آسمان پر چھائے ہوئے تھے ۔ اور بجلی کوند رہی تھی ۔ آنحضرتؐ نے ان کو رخصت ہوتے وقت کسی درخت کی ایک ٹہنی دی ۔ اور فرمایا کہ یہ ایسی روشن ہو جائے گی ۔ کہ اس کی روشنی میں دس آدمی تمہارے آگے اور دس تمہارے پیچھے چل سکیں گے ۔ اور جب تم گھر پہنچو ۔ تو وہاں تم کو ایک کالی چیز ملے گی ۔ اسے مار کر باہر نکال دو ۔ حضرت قتادہؓ اسی لکڑی کی روشنی میں گھر پہنچ گئے ۔ وہاں واقعی ایک سیاہ جانور ان کو دکھائی دیا ۔ انہوں نے اسے مار کر باہر نکال دیا ۔ (مسند احمد)

(باقی آئندہ)

سوچنے کی بات

از جناب مرزا عزیز فیضانی دانا پوری

(۱)

دن اور مہر تاباں۔ رات اور چاند تارے — قدرت کے یہ کرشمے، یہ دلکشا نظارے
دن رات جن کے دم سے چلتے ہیں کام سارے

(۲)

پربت یہ نیلے نیلے۔ بادل یہ کالے کالے — یہ سبز سبز جنگل۔ یہ ندیاں۔ یہ نالے
یہ نفع دینے والے۔ یہ کام آنے والے

(۳)

باغوں کی یہ بہاریں۔ پھولوں کی یہ ادائیں — سبزہ یہ لہلہاتا۔ یہ کھیت۔ یہ غذائیں
یہ جانفزا ہوائیں۔ یہ دلکشا فضائیں

(۴)

یہ میٹھے میٹھے میوے۔ یہ ٹھنڈے ٹھنڈے سائے — کام آنے والے طائر۔ پُر نفع چارپائے
تحفے غرض ہیں لاکھوں، کیا کیا کوئی گنائے

۵

سوچا کہ حق نے یہ سب کس کیلئے بنایا؟ — آئی ندا کہ "سب کچھ" تیرے لئے بنایا
ہاں یہ بھی سُن کہ تجھ کو اپنے لئے بنایا

کارخانہ داروں کیلئے مفید ہدایات

از جناب عبدالحلیم خان بی۔اے۔ایل ایل۔بی وکیل۔ مزنگ روڈ۔لاہور

(دوسری قسط)

اس مضمون کی پہلی قسط میں بیان کیا گیا تھا کہ کوئی کارخانہ قائم کرنے سے پہلے کن امور پر غور کرنا چاہیئے اور مینجنگ ایجنٹ یا جنرل مینیجر کے لئے کن خصوصیات اور لوازمات کی ضرورت ہے۔ موجودہ اشاعت میں یہ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ کسی کارخانہ کی تمام کارکردگی کو کس طرح شعبہ جات میں تقسیم کیا جائے۔ اور کسی شعبہ کا مینیجر مقرر کرنے سے پہلے اس میں کونسی خصوصیات دیکھنی چاہیئں۔

گزشتہ اشاعت میں ہم نے یہ ذکر بھی کیا تھا۔ کہ تمام کاروبار کا اختیار ایک شخص کے ہاتھ میں دیا جائے اور ہر کام کی آخری ذمہ داری اس شخص پر ڈال دی جائے۔

یہ شخص خواہ کارخانہ کا واحد مالک ہو۔ حصہ داران میں سب سے بڑا یا سب سے قابل حصہ دار ہو۔ ہندو خاندانِ مشترکہ کی صورت میں خاندان کا "کرتا" ہو۔ یا لمیٹیڈ کمپنی کا مینجنگ ڈائرکٹر یا مینجنگ ایجنٹ ہو۔ ہم اس مختارِ کامل کو جنرل مینیجر کے نام سے پکارتے ہیں۔

یہ صاف بات ہے۔ کہ کارخانہ کی بہبودی اور ترقی کا انحصار جنرل مینیجر کی تجارتی اور انتظامی قابلیت پر ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں۔ کہ عملہ کے ارکان غیر محسوس طور پر اس شخص کی عادات وصفات کو اخذ کرتے رہتے ہیں۔

جنرل مینیجر اپنی عادات وصفات کے مطابق کارخانہ کی حدود میں ایک مخصوص فضا پیدا کرتا ہے۔ اور اس فضا میں تمام عملہ کی تربیت ہوتی ہے۔

ہر شخص اپنی وضع کے آدمیوں کو کشش کرنے میں مقناطیسی اثر رکھتا ہے۔ علیٰ ہذالقیاس جنرل مینیجر کے

پاس بھی اُس کے ہم وضع لوگ جمع ہونے شروع ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ ؎

کبوتر با کبوتر ۔ باز با باز کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

پست ہمت اور پست خیال جنرل مینیجر کے ماتحت صرف پست ہمت اور پست خیال عملہ ہی کام کرسکتا ہے۔ ایسے عملے میں ترقی کی کوئی اُمنگ نہیں ہوتی۔ ایسے ارکان اپنے قلیل مشاہرہ اور معمولی منافع پر مطمئن رہتے ہیں۔ ان سے بہترین کام نہیں لیا جاسکتا۔ ایسا عملہ کارخانہ کی ترقی میں خوفناک رکاوٹ ثابت ہوا کرتا ہے۔

ایک قابل جنرل مینیجر صرف قابل ارکان عملہ سے ہی مطمئن ہوسکتا ہے۔ اگرچہ وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ قابل آدمی قلیل مشاہرہ پر دستیاب نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا جب کبھی ایسا جنرل مینیجر اپنے نااہل اور ناتسلی بخش کارکنوں کی اصلاح سے مایوس ہوجاتا ہے۔ تو ان کو نکال کر دیتا ہے۔ اور اچھے محنتی اور ذمہ دار اشخاص کو معقول مشاہرہ دینے میں ذرا نہیں ہچکچاتا۔

شعبہ جات میں تقسیم:۔

بہتر یہ ہے کہ جنرل مینیجر مناسب طریقہ پر اپنے تمام کاروبار کو مختلف شعبوں میں تقسیم کردے۔ اور ہر شعبہ کا انتظام ایک مینیجر یا منتظم کے سپرد کرے۔ اس طریقہ سے تمام کاروبار باقاعدگی اور اطمینان سے انجام پذیر ہوگا۔

مثلاً اگر تمام کاروبار کو تین شعبہ جات میں تقسیم کرکے ہر شعبہ ایک مینیجر کے سپرد کردیا گیا ہو۔ تو جنرل مینیجر اور ان تین مینیجروں پر مشتمل ایک مجلس انتظامیہ تیار ہوجائے گی جس مجلس انتظامیہ کا چیئرمین جنرل مینیجر ہوگا۔

کارخانہ کے اہم معاملات طے پانے سے پہلے اس مجلس انتظامیہ کا اجلاس ہونا چاہیئے۔ اور مناسب بحث و تمحیص اور غور و خوض کے بعد فیصلہ کا آخری اختیار اس مجلس کے چیئرمین یعنی جنرل مینیجر کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے

اس مجلس انتظامیہ میں تین یا چار ارکان سے زیادہ نہیں ہونے چاہیئے۔ اگر یہ مجلس بہت زیادہ ارکان پر مشتمل ہوگی۔ تو کوئی رکن بھی ذاتی دلچسپی محسوس نہیں کریگا۔ اکثر ارکان جنرل مینیجر کی ہاں میں ہاں ملانے کا طریقہ زیادہ مناسب سمجھیں گے۔ اور ان مشاورت سے پورا استفادہ نہیں ہوسکے گا۔

تقسیم سے پہلے غور طلب امور:۔

کسی کاروبار کو شعبہ جات میں تقسیم کرنے سے پہلے یہ امر پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔ کہ یہ تقسیم قدرتی اصول پر مبنی ہو۔ اور ہر شعبہ کے فرائض میں یگانگت۔ یک رنگی اور مشابہت پائی جائے۔ ایک ہی شعبہ میں متضاد عناصر

داخل نہ ہونے پائیں۔ اور ہر شعبہ دیگر تمام شعبوں کی دخل اندازی سے آزاد ہو۔

تقسیم شعبہ جات کے متعلق کوئی ایک گُر نہیں بتایا جاسکتا۔ اور یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ ہر کارخانہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر شعبہ کے لئے الگ مینیجر مقرر کرے بعض کارخانے اتنا عملہ رکھنے کی گنجائش نہیں رکھتے اور نہ ان کا اسقدر کام ہوتا ہے۔

چھوٹے کارخانہ میں تینوں شعبوں کا انتظام ایک شخص ہی کرسکتا ہے یا دو آدمیوں میں تقسیم ہوسکتا ہے۔ ہر کارخانہ دار تمام کام کو اپنے کارخانہ کے مناسب حال تقسیم کرسکتا ہے۔ چنانچہ ایک کامیاب کارخانہ دار نے اپنے کارخانہ کو مندرجہ ذیل تین شعبوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ ظاہر ہو رہا ہے۔

شعبہ فروختِ مال	شعبہ تیاریٔ مال	شعبہ حسابات
وہ فرائض جو اس شعبہ کے سپرد ہیں	وہ فرائض جو اس شعبہ کے سپرد ہیں	وہ فرائض جو اس شعبہ کے سپرد ہیں
تحصول فروختِ مال۔	مال کو بہتر بنانے کی تجاویز اور ان تجاویز پر عمل۔	مالِ خام و دیگر مال کی خرید۔
اشتہار و پراپیگنڈا۔	مال گودام کی سپردگی۔	فروخت شدہ مال کا حساب رکھنا۔
مال کا باہر بھجوانا۔	کاریگروں کی کارکردگی اور انتظام۔	تمام حسابات و رجسٹروں کی سپردگی و باقاعدگی۔
پرچون فروختِ مال۔	تیار شدہ مال پر لاگت کا حساب۔	کلرکوں وغیرہ کے فرائض۔
نکاسِ مال کے دیگر ذرائع	تیاری مال سے متعلق متفرق کام۔	
وصولیٔ رقم اور قانونی امداد		

یہ کارخانہ دار متفرق امُور کو بھی ان تینوں شعبہ جات میں مناسب طور پر تقسیم کردیتا ہے۔ اور مذکورہ فرائض کی تقسیم میں بھی ناگزیر تبدیلیوں سے گریز نہیں کرتا۔

بعض اوقات کسی شعبہ میں کوئی ایسا نقص یا خرابی ظہور پذیر ہوجاتی ہے جس کا تدارک اُس شعبہ کے مینیجر کی طاقت یا اختیار سے باہر ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں مینیجر کا فرض ہے۔ کہ جنرل مینیجر کو تمام صورتِ حالات سے آگاہ کرے۔ اور اُس کے مشورہ کے مطابق کارروائی کی جائے۔ ادھار کا لین دین شروع کرنے سے پہلے بھی جنرل مینیجر کا مشورہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔

اگر جنرل مینیجر کسی لمیٹڈ کمپنی کا مینیجنگ ایجنٹ ہے۔ تو اہم امور میں ڈائرکٹروں سے مشورہ کرلینا اس کیلئے

مفید ہوگا۔ جو اس کے ذہن سے تذبذب کو رفع کرنے کا باعث ہوگا۔

مینیجر کی خصوصیات :-

ہم نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ کہ ہر شعبہ کا ایک مینیجر مقرر ہونا چاہئے۔ اب ہم بتاتے ہیں۔ کہ اس مینیجر میں کونسی صفات لازمی ہیں۔

اس سے قبل کہ ایک شعبہ کا تمام انتظام کسی شخص کے سپرد کیا جائے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اُس شخص کی تعلیم۔ اُس کی قابلیت اور ان فرائض کی تکمیل میں اُس کا سابقہ تجربہ اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ ایک شعبہ کا تمام انتظام اُس شخص کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔

یہ ضروری نہیں کہ مینیجر اپنے تمام ماتحتوں کا انفرادی کام خود کر سکتا ہو۔ یا کرنا جانتا ہو۔ مگر یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے کام کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہو۔ اور ہر کام کے عیوب و محاسن سے کماحقہٗ واقف ہو۔ وہ مینیجر خوب جانتا ہو کہ ہر رکن عملہ کے کام اور محنت سے کس طرح بہترین فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

مثلاً شعبۂ تیاری مال کے مینیجر کے لئے یہ صفت لازمی نہیں کہ وہ ورکشاپ میں جا کر ہر مال خود بنا سکتا ہو مگر اُس کے لئے یہ صفت ضروری ہے۔ کہ جب مال تیار ہو کر اُس کے سامنے آئے۔ تو اس کا صحیح معائنہ کر سکے اس کے ظاہرہ اور پوشیدہ نقائص کو پہچان سکے۔ اور اُس کی خوبیوں سے آگاہ ہو سکے۔ نیز اس مینیجر کے لئے یہ سمجھنا لازمی ہے۔ کہ کس کاریگر کے قصور یا فروگذاشت کی وجہ سے تیار شدہ مال میں نقائص پیدا ہوئے۔ یا کس کی مخصوص قابلیت کی وجہ سے مال میں نمایاں خوبیاں پیدا ہو سکیں۔

یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنے تمام ماتحت عملہ کے انفرادی کام کو بخوبی کر سکتا ہو۔ اور اس کے باوجود ایک مینیجر کے فرائض کو بخوبی سرانجام نہ دے سکتا ہو۔

شاگردوں کی ٹریننگ :-

بعض کارخانوں میں یہ عام طریقہ ہے۔ کہ چند امیدواروں کو بطور شاگرد رکھا جاتا ہے۔ اور معمولی مشاہرہ کے علاوہ ان کو بعض اہم فرائض میں تربیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ہر مینیجر کے ساتھ ایک شاگرد رکھا جائے مینیجر کے تمام فرائض میں اُس کی تربیت کی جائے۔ اور مینیجر کی رخصت یا بیماری کے دوران میں وقتاً فوقتاً مینیجر کے تمام فرائض اُس کے سپرد ہوتے رہیں۔ تو بوقتِ ضرورت اُس کو ترقی دے کر مینیجر کی اسامی پر لگایا جا سکتا ہے۔

مگر یہ امر تمام ارکانِ عملہ پر واضح رہنا چاہیئے۔ کہ اگر عملہ میں سے کوئی قابل آدمی دستیاب
جنرل مینجر کو کامل اختیار ہوگا۔ کہ باہر سے کسی موزوں آدمی کا انتخاب کرے۔ اور اُس کو مینجر متع
اگر ایک شعبہ میں سالہاسال تک خاطرخواہ اور تسلی بخش کام ہو رہا ہے۔ تو مینجر کی اسام
پر اسسٹنٹ مینجر یا عملہ کے کسی اور موزوں آدمی کو موقعہ دینا چاہیئے۔ اور اگر اُس شعبہ کے انتظ
کے متعلق شکایات رہتی ہوں۔ تو صرف باہر سے ہی کسی قابل اور مناسب آدمی کا انتخاب اُس شعب
بہتر بنا سکتا ہے۔ مگر اس نئے مینجر کو چاہیئے کہ چارج لینتے ہی فوری تغیر و تبدل سے گریز کرے
کی مکمل دیکھ بھال اور مطالعہ کے بعد نہایت ٹھنڈے دل سے اپنی سکیم کو عملی جامہ پہنائے۔

(باقی آئندہ)

قارئینِ حقیقت اسلام توجہ فرمائیں!

حقیقت اسلام کے موجودہ نمبر میں ایک تبلیغی پوسٹر آپ کی خدمت میں ارسال کر
اس تبلیغی پوسٹر کو احتیاط سے نکال لیجیئے۔ اور اپنے شہر کے کسی موزوں مقام پر
ممکن ہے کہ اس کے مضامین کا مطالعہ عامۃ المسلمین کے لئے تازگیٔ ایمان ک
قارئین کے لئے یہ تبلیغِ اسلام کا باعث ہو۔

اس تبلیغی پوسٹر کو ابھی چسپاں کرانے کا انتظام فرما دیجیئے۔ مبادا آپ کی گوناگوں م
کی وجہ سے یہ نیک کام انجام پذیر ہونے سے رہ جائے۔ آئندہ ہر ماہ آپ کو مختلف
پر اس قسم کے تبلیغی پوسٹر بھیجے جایا کریں گے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ اس تبلیغی کام
ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

نیاز کیش:- مینجر رسالہ حقیقت اسلام

(ص ـ ب)

(ص ـ ح)

(ص) ل

(و) صلوٰۃ (ن) کسل کی حالت میں ... ۴/۱۴۲

(و) نہ ادا کرنے پر وعید - اعلٰی ۷۵/۳۱-۳۵

" " " " جہنم ۷۴/۴۲-۴۳

کے لئے وضو ... ۵/۶

کے وقت :-

پانچ وقت قبل طلوع[1] وغروب[2]، رات[3] اور دن کی دو حدیں[4 و 5] } ۲۰/۱۳۰ ۳۰/۱۷-۱۸

لدلوک الشمس ۱۷/۷۸

الوسطیٰ ... ۲/۲۳۸

دن کے کنارے اور رات کا ٹکڑا ۱۱/۱۱۴

کتاب موقوت ہے ... ۴/۱۰۳

(ص - و)

(و) صور محشر ۶/۷۳ ۲۰/۱۰۲ ۲۳/۱۰۱ ۲۷/۸۷ ۳۶/۵۱ ۵۰/۲۰

کا نام صاخہ (کان پھوڑنے والی) ۸۰/۳۳

کا نفخ بروز قیامت ... ۶۹/۱۰-۱۳

تک کے قریب (بیت المقدس میں) پھونکی جائے گی } ۵۰/۴۱

(ص) و

(و) صور محشر کے نفخ پر پہلی دفعہ پر بیہوشی سب کی الا ماشاء اللہ دوسری دفعہ پر ہوش گویا یہ دو دفعہ نفخ زندہ ہونے کے بعد ہے اور کل ۳ دفعہ نفخ ہے } ۳۹/۶۸

کی آواز (چنگھاڑ) ... ۳۶/۴۹

صور (شکل) کا بنانا (صورت بنانا) ۷/۱۱

کا مسخ ... ۵/۶۰

انسانی صورتیں احسن ہیں ... ۶۴/۳

(ف) صوفی - رہبان صفت ہو تو اس کی خاصیت میں حرام خوری اور سبیل اللہ سے روکنا ہے - } ۹/۳۴

(م) صوم - پہلی امم کے لئے بھی تھے ... ۲/۱۸۳

میں اعتکاف ۲/۱۸۷

میں اللہ کی کبریائی بیان کرنا ۲/۱۸۵

کی راتوں میں مباشرت کی اجازت اور وجہ ۲/۱۸۷

رمضان کے مہینے کے فرض ہیں (فلیصمہ) ۲/۱۸۵

کی غایت اتقا ہے ... ۲/۱۸۳

اور مریض یا مسافر ۲/۱۸۴-۱۸۵

کا وقت (کس وقت سے کس وقت تک) ۲/۱۸۷

ض

ط
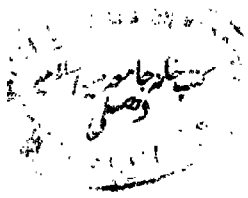
هندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۴۱ء مطابق جمادی الاول سنہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۱۸ نمبر ۶

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر پبلشر نے اتحاد پریس گلی ... لاہور سے چھپا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

بقلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پنجاب کا کاشتکار طبقہ، اس صوبہ کی "ریڑھ کی ہڈی" ہے۔ اسی کے دم قدم سے، اس صوبہ کے تمام باشندوں کو زندگی کا سامان میسر آتا ہے۔ تمام اجناس جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے، اُسی کی محنت اور مشقت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اگر وہ نہ ہو تو، لارنس کی رونق، کوٹھی بنگلوں کی شان و شوکت، سینما اور تھیٹر کی دلآویزی، بلکہ حکومت کی مشین، سب دو دن میں غائب ہو جائے۔

مئی جون کی گرمیوں میں جب چیل انڈا چھوڑتی ہے، اور دسمبر جنوری کی سردیوں میں جب کمروں کے اندر دانت سے دانت بجتے ہیں، نیم برہنہ کاشتکار گرمی اور سردی دونوں کا مقابلہ کرتا ہے اور انسان کے لئے قوتِ لایموت بہم پہنچانے کا سامان کرتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو بنی آدم، اس مظلوم طبقہ کے احسانات سے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔

لیکن حالت یہ ہے کہ بقول مسٹر ڈارلنگ سابق فنانشل کمشنر پنجاب، "پنجاب کا کسان (کاشتکار یا زمیندار) مقروض پیدا ہوتا ہے، مقروض جیتا ہے اور مقروض مرتا ہے۔"

"HE IS BORN IN DEBT LIVES IN DEBT AND DIES IN DEBT."

میرا خیال ہے کہ علامہ اقبالؒ نے، اس طبقہ کی اسی حالتِ زار سے متاثر ہو کر یہ شعر لکھا تھا ؎

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی اُس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

راقم الحروف اتحادی وزارت کا، نہ تنخواہ یاب نقیب ہے نہ اعزازی کارکن، لیکن سچی بات یہ ہے کہ پنجاب کے کاشتکاروں کی حالت سدھارنے اور ان کی تکلیفوں کو کم کرنے کے لئے، جس قدر کوشش، اس وزارت نے کی ہے، ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کسی حکومت نے نہیں کی۔ گزشتہ تین سال میں، اس حکومت نے کئی قوانین کاشتکاروں کی بہبود و بہبود

کے لئے نافذ کئے ہیں اور مارکیٹنگ ایکٹ اسی مفید سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جاہل مفلس اور سادہ لوح کاشتکار کو سرمایہ داروں، آڑھتیوں، اور بنیوں کے آہنی شکنجہ اور خلافِ عمل اصولوں سے نجات دلا سکے۔ یہ داستان قدرے تفصیل طلب ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کاشتکار کی مفلسی اور جہالت سے جس قدر ناجائز فائدہ، آڑھتی حاصل کرتا ہے، عام لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میں اپنے ناظرین کو، اس مختصر مضمون میں، کاشتکار کی بے بسی اور آڑھتی کی چیرہ دستی کی مکمل داستان تو نہیں سنا سکتا، ہاں اس ڈرامہ کا ایک سین ضرور دکھا دوں گا۔

جب ایک زمیندار گیہوں کی گاڑیاں لے کر آتا ہے تو سب سے پہلے اُس کو دلالوں سے سابقہ پڑتا ہے، وہ خود براہِ راست آڑھتی سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ دلالوں کی دو قسمیں ہیں۔

(ا) کچا دلال، جو صرف زمیندار کا ایجنٹ ہوتا ہے۔

(ب) کچا پکا دلال، جو زمیندار اور آڑھتی دونوں کا مشترکہ ایجنٹ ہو۔

۲۔ گاڑیاں منڈی میں پہنچیں تو دلالوں نے انہیں ایک طرف کھڑا کر دیا، اور زمیندار کو چارپائی اور حقہ مہیا کر کے ایک طرف ٹھہرا دیا۔ اور جب زمیندار حقہ کے چار کش لگا چکا، تو دلالوں نے اُس سے گفتگو شروع کی۔ واضح ہو کہ دلالوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ منڈی کے اُس دن کے نرخ سے بھی دو چار پیسے فی من کم ہو جائیں۔ گفتگو کے بعد دلال اس کی گاڑیوں کی طرف جاتے ہیں اور گیہوں کو ایک نگاہِ غلط انداز سے دیکھ لیتے ہیں۔

۳۔ کچا دلال کچھ دیر کے بعد (آڑھتی سے رسمی یا فرضی گفتگو کر کے) زمیندار کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے "چودھری! شاہ جی (دلال) نے تیرے مال کا نرخ ۳ روپے فی من لگایا ہے" زمیندار اگر جاہلِ مطلق ہے تو اسی نرخ پر سودا طے ہو جائے گا لیکن اگر وہ کسی قدر ہوشیار ہے تو ۳ یا ۳ کے دام مل سکتے ہیں۔

۴۔ چونکہ آڑھتی اور دلال دونوں اس حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں کہ زمیندار کی جیب میں ایک پیسہ نہیں ہے اور وہ اس بات کا انتہائی خواہشمند ہے کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے اپنے گھر واپس چلا جائے اس لئے وہ اس کی ان دونوں کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۵۔ القصہ اب وہ جگہ صاف کی گئی جہاں گاڑیاں اُلٹی جائیں گی۔ صفائی اور پانی چھڑکنے کا خرچ بھی بذمہ زمیندار۔

۶۔ جب گیہوں کا ڈھیر زمین پر لگ گیا تو "رولا" آیا وہ اناج میں سے مٹی نکالے گا اُس کی اُجرت بھی بذمہ زمیندار۔

۷۔ رملا کے بعد تولا آتا ہے جو تولنے کے فن میں ماہر ہوتا ہے۔ بُتانِ مشرقی کے اشارے تو ختم ہو چکے، لیکن تولا، اب بھی ایک اشارہ سے کچھ کا کچھ کر سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈنڈی مارنا بھی ایک فن ہے۔ اور ہر فن کار اپنے فن کی اُجرت لیتا ہے۔ فنی خوبیوں کے علاوہ تولا کے باٹ بھی عموماً کھوٹے ہوتے ہیں۔ اور مَیں نے کسی جگہ پڑھا تھا کہ پنجاب کے دیہات میں ۵ فی صدی باٹ کم وزن کے ہوتے ہیں۔ یعنی ترازو اور باٹ دونوں زمیندار کے دشمن ہوتے ہیں، اور تولا تو خاص کاشتکار کا دوست ہوتا ہے۔ اس کی مزدوری بھی بذمہ کاشتکار یا زمیندار۔

۸۔ جب آدھی گاڑی، آڑھتی کی منشا کے مطابق تُل چکتی ہے تو آڑھتی کا پڑھایا ہوا (جسے سنپولا کہہ لیجئے)، یہ نکتہ پیدا کرتا ہے کہ یہ نیچے کا مال "نوانیس" ہے۔ اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا کہ تولا کا ہاتھ خود بخود رُک جاتا ہے، اور دلال سنجیدگی کے ساتھ، مال پر نگاہ کر کے، زمیندار کو مشورہ دیتا ہے کہ چودھری مال واقعی ہلکا نظر آتا ہے (حالانکہ کوئی فرق نہیں ہوتا) اس لئے بقیہ کو دو پیسے کم پر فروخت کر دو۔ فوراً معترض اس پر صاد کرتا ہے اور تولا، حسبِ سابق، اپنی کلائی کی صفائی دکھانے میں مصروف ہو جاتا ہے اور زمیندار خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے (گو بظاہر حقہ پیتا نظر آتا ہے)

۹۔ اب گاڑیاں تُل چکیں تو مزدور آئے اور اُنہوں نے جنس کو بوریوں میں بھرا، اور اٹھا کر گودام میں رکھ دیا، ان لوگوں کی اُجرت بھی وسیع القلب زمیندار ہی کے ذمہ ہوتی ہے۔

۱۰۔ مذکورہ بالا اُجرتوں کے ساتھ منڈی کے جھیلئے (پانی والا) اور شاہ جی کے رسوتے کا حصہ بھی وضع کر لیا جاتا ہے۔

۱۱۔ اب ٹیکسوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے:-

(ا) دھرم ارتھ یعنی تصدقات

(ب) گئو شالا: یعنی اگر زمیندار (جو نوے فی صدی مسلمان ہیں)، اپنی جنس فروخت کرنا چاہتا ہے تو اُسے گئو رکھشا بھی کرنی پڑے گی۔

(ج) دھرم شالا، ؎ ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

اور ان تینوں مدات کے لئے اُسی وقت مقررہ شرح کے مطابق نقد رقم وضع کر لی جاتی ہے۔

حکومتِ پنجاب نے آڑھتیوں پر جائز ٹیکس لگائے تو ایک شور برپا ہو رہا ہے۔ اور معصوم زمیندار صدیوں سے ناجائز ٹیکس دے رہا ہے اور اُف نہیں کر سکتا۔

۱۲۔ عموماً آڑھتی لوگ کپڑے اور برتن کی دکان بھی ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔ اس لئے اب زمیندار کو ان اشیاء کی

نمبرداری پر نائل کیا جاتا ہے چودھری اکی کپڑا جھاڑنا نہیں لینا؛ اگر خوش قسمتی سے، چلتے وقت چودھری کی زینۂ حیات نے اس قسم کی کوئی فرمائش کر دی تو حجامت کے بعد کھونٹی بھی نکل جائے گی۔

۱۳۔ اگر چودھری "سابقہ سزایافتہ" یعنی مقروض ہے تو، سابقہ قرضہ بھی اسی وقت وضع ہو جائے گا۔ نیز واضح ہو کہ مقروض زمیندار اپنا مال، کسی دوسرے آڑھتی کے پاس فروخت نہیں کر سکتا۔

۱۴۔ القصہ جب زمیندار منڈی سے رخصت ہوتا ہے تو عرمیں سے صرف آٹھ آنے یا زیادہ سے زیادہ دس آنے اُس کے پلے پڑتے ہیں۔

غالباً اب ناظرین کو معلوم ہو سکے گا کہ حکومتِ پنجاب نے مارکیٹنگ ایکٹ نافذ کر کے زمیندار طبقہ کی کس قدر دادرسی کی ہے۔ اور اس ایکٹ کے خلاف جو طوفان برپا ہے وہ کس لئے ہے!

حکومت یہ چاہتی ہے کہ زمیندار، منڈیوں کی لوٹ مار سے محفوظ ہو سکے اور چونکہ یہ مقصد نہایت پاکیزہ ہے اس لئے ہر دیانت پسند انسان کا فرض ہے کہ اس قانون کی حمایت کرے۔

عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس تجارتی تعطل کا؛ سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن جو لوگ ہندو سرمایہ داروں کی سرگرمیوں کا شروع سے مطالعہ کر رہے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکومت کے نافذ کردہ زرعی قوانین کی مخالفت اس لئے کی جارہی ہے کہ ان سے پنجاب کے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے (زمینداروں کی اکثریت مسلمان ہے) اور اسکے علاوہ پوشیدہ آرزو یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح اتحادی منارت کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ اور ایسی صورت پیدا کی جائے جس سے آئندہ "یونینسٹ پارٹی" برسرِ اقتدار نہ آسکے۔ تاکہ کوئی قانون ایسا نہ بن سکے جس سے اس صوبہ کی اکثریت کو کسی قسم کا فائدہ پہنچ سکے۔

اندریں حالات مسلمانوں کا فرض بالکل واضح ہے؛ انہیں پوری قوت کے ساتھ آئندہ خطرات کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

آئندہ خطرات کا مقابلہ کرنے کی ایک مفید صورت یہ ہے کہ مسلمان، تجارت کی طرف مائل ہوں، اور ہر قصبہ میں اپنی آڑھت قائم کریں، تجارت کے لئے پہلی شرط سرمایہ ہے اور سرمایہ کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ کفایت شعاری کو اصولِ زندگی بنایا جائے۔ اور کفایت شعاری کے لئے، فضول خرچی سے اجتناب کرنا لازمی ہے۔

تجارت میں کامیابی تین باتوں پر منحصر ہے:۔

اولاً محنت جفاکشی اور تندہی۔

ثانیاً دیانت داری اور قول کی پابندی۔

ثالثاً بک کیپنگ (حساب کتاب) سے واقفیت۔

جو تاجر ان صفات سے معرا ہوگا وہ کبھی سرسبز اور کامیاب نہیں ہو سکتا اس لئے مسلمانوں کا دوسرا فرض یہ ہے۔ کہ وہ حساب کتاب (اکاؤنٹس) سے واقفیت حاصل کریں۔

یورپ کی موجودہ سربلندی کا راز تجارت اور حساب کتاب میں مضمر ہے اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نے مسلمانوں کو تجارت اور اس میں کامیابی کیلئے علم تجارت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "الکاسب حبیب اللہ" یعنی تجارت اور ہنر سے روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ اس نکتہ سے باخبر تھے اسی لئے وہ تجارت کرتے تھے اور فارغ البالی اُن کے قدم چومتی تھی لیکن افسوس کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان، تجارت اور صنعت وحرفت دونوں سے بیگانہ نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ بحیثیت قوم مفلس ہیں۔

مسلمانوں کو یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ملازمت سے چند افراد تو مرفہ الحال ہو سکتے ہیں لیکن قومی ترقی محض تجارت اور صنعت وحرفت سے وابستہ ہے۔ برادرانِ وطن کی زندہ مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ وہ اور ہم دونوں محکوم ہیں، لیکن وہ دولتمند اور مرفہ الحال ہیں، اور ہم انگریزوں کے بھی غلام ہیں اور ان کے بھی غلام ہیں۔

پس اُن کی قومی سربلندی اور خوشحالی کے لئے ہم حسب ذیل پروگرام اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۱) جہالت کو دُور کیا جائے، اور دیہات کے زمینداروں کو مدارس قائم کرنے کی ترغیب دی جائے (۲) قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھا جائے تاکہ تجارت کے فوائد خود بخود ذہن نشین ہو سکیں (۳) تمام غیر اسلامی رسوم سے اجتناب کیا جائے (۴) فضول خرچی کی عادت کو ترک کیا جائے (۵) تھوڑے سرمایہ سے تجارت شروع کی جائے (۶) تجارت کے اصولوں سے اور حساب کے طریقوں سے آگاہی حاصل کی جائے (۷) ہر قصبہ میں انجمن امداد باہمی قائم کی جائے

پچھلے رسالہ میں تبلیغی پوسٹر روانہ کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اور اس قسم کے پوسٹر شائع بھی کئے گئے تھے لیکن ڈاک خانہ والوں نے "رجسٹرڈ ایل نمبر" کے تحت، ایک پیسہ کے ٹکٹ میں رسالہ روانہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ بلکہ چار پیسے کے ٹکٹ لگانے کا حکم دیا۔ اس لئے مجبوراً رسالہ میں سے پوسٹر خارج کرنے پڑے۔ اس دفعہ اُن کو ڈاک خانہ کی شرائط کے ماتحت ارسال کیا جا رہا ہے۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر قارئین کرام اپنے شہر میں چسپاں کروانے کا انتظام کرکے اس کارِ خیر میں حصہ لینے کے لئے تیار ہوں، تو ان پوسٹروں سے ملتِ اسلامیہ کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ "تعاونوا علی البر والتقویٰ" پر عامل ہو کر ثوابِ دارین حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

خوشامد بُری شے ہے

خوشامد کسی کے مُنہ پر اُس کی جھُوٹی تعریف کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ روح کی ایک بیماری ہے۔ جو عموماً اخلاق کی پستی، طبیعت کی رذالت اور کبھی کبھی افلاس سے پیدا ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو عزتِ نفس کا پاس نہیں ہوتا یا جو لوگ نامناسب حالات میں گھِر جاتے ہیں۔ وہ خوشامد کے ذریعے لوگوں سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس حریت کش مرض کے جراثیم عموماً اُن لوگوں میں پھیلتے ہیں جو شخصی حکومت کے ماتحت ہوں۔ یا انکا نظامِ حکومت اتنا بوسیدہ ہو چکا ہو کہ حکومت کے ہر شعبہ میں بعض بڑے افسر اجارہ دار بن بیٹھے ہوں۔ اور وہ صرف اپنے ہوا خواہوں اور درباریوں کی سفارش پر کسی کو ملازمت، جاگیر، خطاب یا کوئی خاص رعایت دیتے ہوں۔ ایسی حکومت میں جب قابل لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ حکام سفلہ نواز ہو گئے ہیں۔ تو وہ مجبور ہو کر اپنی عزتِ نفس کا پاس چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور حکامِ بالا کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شخصی، یا شخصی جیسی حکومتوں کے زیرِ سایہ رہنے والے اکثر فضلاء، ادباء اور شعراء بھی اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔

خوشامد کی بُرائیاں خوشامد جھوٹی تعریف کو کہتے ہیں۔ اور جھُوٹ بہت بڑا اخلاقی، مذہبی اور قانونی جُرم ہے۔ نیز ہر خوشامد گر زبان سے جو کچھ کہتا ہے۔ دل سے اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ جو کھُلی منافقت ہے۔ اور منافق آدمی نہ تو اللہ کو پسند ہے اور نہ ہی مخلوقِ خدا کے دلوں میں اس کا کوئی وقار باقی رہتا ہے۔ دوسری طرف اس کا ممدوح اس غلط فہمی میں پڑ جاتا ہے کہ میں واقعی عیوب سے پاک اور خوبیوں سے بھرا ہُوا ہوں۔ اس سے وہ برخود غلط ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہر شخص سے یہی توقع رکھتا ہے۔ کہ وہ ہر موقع پر اس کی جا و بیجا تعریف کیا کرے۔ اکثر امراء، حکام اور سلاطین خود بُرے نہیں ہوتے لیکن جھُوٹی خوشامد ان کی عادت بگاڑ دیتی ہے۔ پھر وہ جتنی بُرائیاں کرتے ہیں ان میں درباریوں کی واہ واہ کے ساتھ عام لوگوں سے بھی تحسین و آفرین کے نعرے سُننا چاہتے ہیں۔

قرآن اور بیجا تعریف کی مذمت یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید نے غیر مسلموں کے حق میں کہا ہے:۔

يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا — وہ چاہتے ہیں کہ جو کام اُنھوں نے نہیں کیا اس پر بھی اُنکی تعریف کیجائے

آنحضرتؐ اور خوشامد | ایک دفعہ ایک صحابی نے کسی شخص کی زیادہ تعریف کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔

وَیْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِیْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا الخ

افسوس تم نے اپنے ساتھی کی گردن ماری (تین دفعہ فرمایا) اگر تم کو لامحالہ کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں کہو کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے الخ

صحابہ کرامؓ و خوشامد | ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عثمانؓ کے منہ پر ان کی تعریف کی تو حضرت مقدادؓ نے اُن کے منہ پر خاک جھونک دی۔ اور فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

اِذَا رَأَیْتُمُ الْمَدَّاحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ

جب مدح کرنیوالوں کو دیکھو۔ تو اُن کے منہ پر خاک جھونک دو۔

خوشامد کا علاج | خوشامد بند کرنے کا بہترین علاج تو یہ ہے۔ کہ جس کی تعریف اس کے منہ پر کی جائے۔ وہ تعریف کرنے والے کو پہلا جملہ ختم کرنے کے ساتھ ہی روک دے۔ اس سے نہ صرف وہ خود آئندہ کے لئے خوشامد سے رُک جائے گا بلکہ دوسرے حاضرین بھی اس سے عبرت حاصل کرلیں گے۔ مگر یہ کام ہر شخص نہیں کرسکتا۔ اس لئے مَیں ممدوحوں کو چھوڑ کر مدح کرنے والوں کو یہ مشورہ دوں گا۔ کہ جب ان کا دل یا خارجی حالات ان کو خوشامد کرنے پر مجبور کرنے لگیں تو اس وقت وہ اپنی عزت نفس یعنی اپنی بیش بہا دولت پر ایک نظر ڈالیں۔ اور اس شعر کا مضمون یاد کریں ۔

شیر نر کے می شود روباہ مزاج ۔۔۔ می زند بر کفش خود صد احتیاج

اس کا اثر یہ ہوگا۔ کہ ایک اندرونی طاقت ان کو غیر ذمہ دارانہ حرکات سے روک دے گی۔ اور ان کی زبان سے صرف ایسے تعریفی جملے نکلیں گے جو ان کو جھوٹ، نفاق اور ذلت سے اور ان کے ممدوح کو غرور، نخوت اور رعونت سے بچالیں گے۔

حافظ محمد ادریس (فاضل جامعہ ڈابھیل)

ضروری اطلاع

ہماری مطبوعات براہ راست کمپنی سے منگوانے کے علاوہ مندرجہ ذیل پتہ سے بھی مل سکتی ہیں

۱۔ مولانا محمد ثناء اللہ خانصاحب سیورام بلڈنگ مونتل بائی روڈ۔ کراچی شہر
۲۔ ماسٹر عبدالحکیم صادق سرحد بک ایجنسی قصہ خوانی بازار۔ پشاور شہر
۳۔ دی سٹنڈرڈ ایجنسی۔ چوک تیلی گھر۔ امرتسر
۴۔ فضل برادرس اینڈ کو۔ بیتیا۔ ضلع چمپارن
۵۔ ایم ابوالحسن قادری اینڈ سنز۔ بک سیلر۔ بدایون۔ یو۔ پی
۶۔ قومی کتب خانہ۔ بریلی
۷۔ مسلم بک ڈپو۔ مشن روڈ۔ کوئٹہ
۸۔ ایم بشیر احمد صاحب تاجر کتب کتبخانہ بشیریہ شیرانوالہ گیٹ۔ پٹیالہ
۹۔ بہاؤالدین ۳۳ اجنی۔ ناگپور۔ سی پی۔
۱۰۔ ایم حبیب اللہ خانصاحب ۲/۱۳ اپر چیت پور روڈ۔ کلکتہ ،
۱۱۔ ایم محمد امیر اینڈ سنز جنرل مرچنٹس۔ کوہاٹ

پسنکیا پھر جو بھوک سے بیقرار ہو جائے اور گناہ کی طرف اسکا میلان نہ ہو (اور حرام چیز کھالے) تو اللہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے ③ (اے پیغمبر اسلام) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا چیزیں ان کیلئے حلال ہیں کہہ دیجئے پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں اور شکاری جانور جن کو تم نے سدھا رکھا ہو اور انکو شکار کیلئے دوڑاتے ہو جیسا کچھ اللہ نے تمکو سکھا دیا ہے ویسا ہی انہیں سکھا دو پس وہ جو کچھ تمہارے لئے پکڑ رکھیں (وہ حلال ہے) اسی کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور یاد رکھو اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ④ آج تمام پاکیزہ چیزیں تم پر حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے اور پاکباز مسلمان عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاکباز عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہو (تمہارے لئے) حلال ہیں جب کہ تم انکے مہر انکے حوالے کر دو اور تمہارا ارادہ انہیں نکاح میں لانے کا ہو نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنائی کا اور جو ایمان (کی ان باتوں) سے انکار کرے تو بیشک اسکا کیا دھرا اکارت گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ⑤ اے مسلمانو! تم جب نماز کو اٹھو۔ تو اپنے منہ دھو لیا کرو، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ اور سر کا مسح کرلو، اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو اور اگر تمہیں

ہیں وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس دین کے ہوتے ہوئے کوئی دو دین یا کوئی اور ضابطہ اصول کسی طرح فنا نہیں دنیا میں سرفراز کر سکتا ہے۔ اور منافقوں کی زندگی کی خوشیوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ یہی اے مسلمانو! تمہارا انعام ہے کہ غیر مسلموں سے مت ڈرو تمہارے دل میں اگر ایمان موجود ہے۔ تو تمام دنیا تمہاری تابع رہے گی۔ تمہارے لئے دین کو ہم نے ہر طرح مکمل کر دیا ہے اور طرح کی سچائیاں تمام طرح طرح کے انعامات اور سب طرح کی نعمتیں تمہیں بخش دی ہیں۔ ہم خوش ہوں کہ تمہارے لئے ہم نے دین اسلام کو منتخب کیا ہے جو تمہیں تمام امور میں زیادہ بہتر اور عبادت گذار بناتا ہے پس تمہیں چاہیئے کہ فرمانبرداری اور عبادت گذاری کو اپنا شعار بنالو۔

پھر اسی حلت و حرمت کے سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ کہ قرآن اور پیغمبر اسلام کے ذریعے سے تمہیں حلال و حرام تو معلوم ہو گیا۔ مگر تم پر کوئی ناقابل برداشت پابندی عائد نہیں اگر بھوک اور پیاس کے مارے تمہاری جان جانیکا اندیشہ ہو تو تمہیں اجازت ہے کہ حرام چیز اس قدر کھالو کہ زندگی بچ جائے۔ خدا تمہارے حال کو دیکھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی ایسی تکلیف ڈال جائے جو تمہاری طاقت سے باہر ہو۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو مسلمان اور خصوصاً جو یہود و نصاریٰ میں سے اسلام لائے تھے سخت متعجب ہوئے کہ اس قدر آزادی چنانچہ انہوں نے حضور رسالت مآب سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں چیزوں کے متعلق بتائیں جو حلال ہیں حکم ہوا کہ مسلمانو! تم پر گذشتہ امتوں کی سی سختیاں اور پابندیاں نہیں ہیں۔ تم پر ہر وہ چیز حلال ہے جو تمہارے لئے نفع رساں ہے صرف وہی چیزیں حرام ٹھیرائی گئی ہیں جو مضر ہیں یا طبائع سلیمہ جن سے متنفر ہیں فرمایا اگر تمہیں شکاری کتوں کے ذریعے شکار کا شوق ہو تو انہیں سدھا لو کہ وہ شکار پکڑیں تو اسے خود نہ کھائیں بلکہ پکڑ کر تمہارے پاس لے آئیں نیز اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے روا اور جائز ہے تمدن و معاشرت اور مرد و عورت کے باہمی تعلقات کی نسبت پوچھو۔ تو تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ نکاح صرف پاکباز عورتوں سے کرنا چاہیئے خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ اہل کتاب کی ہوں عورتیں جو پاکبازی کی زندگی بسر کریں مگر یہ زندگی کیلئے مرد بھی نہیں

٨٦ اس رکوع میں ذہنی صفائی، قلبی طہارت اور قیام حق و عدل

إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ
مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ
أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا
طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ
اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ
وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾ وَاذْكُرُوا
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۙ
إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ
لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ
عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا
اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٩﴾

نہانے کی حاجت ہو تو (نہا دھو کر) کسی بھی طرح پاک صاف ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے (ہو کر) آیا ہو یا تم نے عورت سے صحبت کی ہو اور تم کو پانی میسر نہ آئے تو پاک صاف مٹی کا قصد کرو۔ پھر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک و صاف رکھے۔ اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کرے۔ تاکہ تم اُس کا شکر کرو ⑥ اور اللہ نے تم پر جو احسان کئے ہیں انہیں یاد کرو۔ اور اُس عہد و پیمان کو بھی (یاد کرو) جو اُس نے تم سے لیا جب تم نے کہا تھا کہ (خدایا دعوتِ اسلام کو) ہم نے سُنا اور قبول کیا۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دِل کی باتوں کو بھی جانتا ہے ⑦ اے مسلمانو! خدا کے حقوق کو قائم رکھنے والے (اور) انصاف کیساتھ گواہی دینے والے رہو اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ عدل نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو کیونکہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے آگاہ ہے ⑧ اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کر رکھا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے کہ ان کیلئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے ⑨

کی تعلیم ہے۔ فرمایا کہ تمہارا طہارت کی پابندی کرنے کی تعلیم نماز کے لئے ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے یہ لازمی ہے کہ تم اپنا جسم بھی صاف ستھرا رکھو۔ نماز پڑھنے لگو۔ تو پہلے وضو کرو۔ اگر غسل کی ضرورت ہو تو پہلے غسل کر کے پوری طرح پاک صاف ہو جاؤ۔

ہاں اگر بیماری کی حالت میں پانی نقصان دے یا سفر ہو اور تم وضو کرنے سے معذور ہو۔ تو پاک و صاف مٹی سے تیمم کر لو۔ یا سفر کی حالت میں پانی نہ ملے۔ تو بھی تیمم کر کے نماز ادا کر سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان آسانیوں سے خود سمجھ گئے ہو گے کہ ہمارا مقصد تمہیں آزمائش میں ڈالنا نہیں ہے ہم تو صرف اس قدر چاہتے ہیں۔ کہ تم ظاہر و باطن اور جسم و قلب کی طہارت حاصل کر کے ہماری نعمتیں سمیٹو اور ہماری شکر گزاری ادا کر سکو۔ فرماتا ہے کہ مسلمانو! تمہاری آنے والی نسلیں یاد رکھیں اور تم اس عہد و پیمان کو یاد رکھو جو تم نے پیغمبر اسلام کے ساتھ بیعت کے وقت باندھا تھا۔ تمہیں یاد ہے کہ تم نے آپ کے ارشادات سن کر یہ کہا تھا کہ اے پیغمبر! ہم نے سب باتیں سُن لیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ حرف بحرف ان باتوں پر قائم رہیں گے۔" دیکھو۔ اللہ دل کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہے۔ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں اب حق و انصاف پر قائم رہتے ہوئے اور اس واقعہ کی صحیح صحیح شہادت دیتے ہوئے تمہارا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر قائم رہو جو تم نے بخوشی و رغبت قبول کی تھیں۔ اب خواہ کوئی سبب ہو تم انصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ دو۔ نہ کسی کی دشمنی میں خدا کے کسی فرمان کی خلاف ورزی کرو اور نہ دوستی میں۔ اگر تم ان باتوں پر قائم رہے تو مومن ہو۔ اور تمہارے اعمال صالح ہیں تمہارے لئے کرم و بخشش اور اجر و ثواب ہوگا۔ اور اگر تم نے ان احکام کے ماننے سے انکار کر دیا تو دوزخ میں جاؤ گے۔ مسلمانو! تم اور تمہاری نسلیں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر اسلام کے ابتدائی دور میں لوگوں کے ہاتھ تم پر اٹھنے سے ہم روک نہ دیتے۔ تو آج کہیں تمہارا نام

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَحِيْمِ ﴿١٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ
فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١١﴾ ع وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ
وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ
لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ
بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ
لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ
عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا

اور جو لوگ جنہوں نے ان باتوں کے ماننے سے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہ لوگ

دوزخی ہیں ⑩ اے مسلمانو! اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے۔ اُسے یاد کرو۔ کہ

جب کچھ لوگوں نے تم پر دست درازی کرنے کا ارادہ کیا۔ تو ان کے ہاتھ تم پر سے

اس نے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ہی پر

بھروسہ رکھیں ⑪ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اُن میں ہم نے

بارہ سردار مقرر کئے۔ اور اللہ نے کہا کہ (اے بنی اسرائیل!) میں تمہارے

ساتھ ہوں اگر تم نے نماز قائم رکھی (زکوٰۃ ادا کرتے رہے) میرے تمام رسولوں پر

ایمان لائے اور اُن کی مدد کرتے رہے اور اللہ کی راہ میں خوش دلی سے خرچ کرتے رہے

تو ہم یقیناً تمہارے گناہ تم پر سے دُور کر دیں گے۔ اور یقیناً تمہیں ایسے باغوں میں

داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پھر اسکے بعد بھی تم میں سے جسنے راہ کفر اختیار کی

بیشک وہ راہ راست سے بھٹک گیا ⑫ پس اُن کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے اُن پر

لعنت کر دی اور اُنکے دلوں کو سخت کر دیا (چنانچہ) یہ لوگ کلام کو اپنی اصلی جگہ پر سے

پھیر دیتے ہیں اور انہیں جو نصیحتیں کی گئی تھیں اُن میں سے وہ ایک بڑا حصہ بھول گئے

دشمنان نہ ہوتا۔ یہ بھی ہماری عنایت تھی جو ہم تم قلیل تعداد میں تھے۔ اور تمام دنیا تمہاری مخالف اور جانی دشمن تھی۔ تو ہم نے تمہیں غلبہ عطا کیا اور ہر طرح کی فراوانی بخشی۔ پس ان احسانات کو یاد کرو۔ ہم سے ڈرو۔ اور مجھ پر ہی توکل کرو۔

۱۳-۱۲ اس رکوع میں اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے سامنے یہود کی مثال پیش کی ہے کہ جس طرح ہم نے آج تمہیں اپنی تمام نعمتیں دے رکھی ہیں ایک زمانہ تھا کہ اسی طرح ہماری تمام نعمتیں یہود کو حاصل تھیں۔ انہیں بھی کم و بیش یہی احکامات دیئے گئے تھے۔ جو آج تمہیں دیئے جا رہے ہیں۔ مگر انہوں نے متعدد نافرمانیاں کیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آج مقہور و مغضوب ہیں۔ اور ان کی بجائے تمہیں مخاطب کیا ہے۔ اگر تم نے بھی ان کی طرح نافرمانیاں کیں۔ قرآن کے احکام نہ مانے۔ رسول کی پیروی نہ کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے زریں اصولوں پر کاربند نہ رہے۔ اور تفرقہ بازی میں پڑ کر ایک دوسرے کی مخالفت میں زور شور دکھایا۔ تو یاد رکھو کہ تم بھی یہود کی طرح مقہور و مغضوب قرار پاؤ گے ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ ہمارے فرمانبردار اور اطاعت گذار رہیں گے پھر ہم نے انہیں ایک منظم جماعت بنایا۔ اور انہیں یقین دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم ہمیشہ غالب رہو گے۔ مگر اس میں تمہیں ان شرائط کا پابند رہنا پڑے گا۔ ایک یہ کہ تم کبھی نماز نہ چھوڑو گے۔ دوسرے زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے تیسرے ہمارے رسولوں کی پیروی کرو گے۔ اور اشاعت حق میں ہمیشہ اُن کی امداد کرتے رہو گے چوتھے دین حق کے پھیلانے اور بے بس اور نادار لوگوں کی امداد کرنے کے واسطے اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرتے رہو گے۔ ہمارا وعدہ تھا۔ کہ اگر وہ ان باتوں پر قائم رہے تو اُن کی لغزشوں سے درگذر کیا جائے گا۔ اور دونوں جہانوں میں انہیں راحت و آرام کی زندگیاں عطا کی جائیں گی۔ مگر

تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ
الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا
حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ
الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا
كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ
يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ
السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ
يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ
قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ
يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ

تو آپ کو ان میں سے چند لوگوں کے سوا کسی نہ کسی کی خیانت کی اطلاع ہوتی ہی رہیگی پس انکو
معاف کیجئے اور اس سے درگزر کیجئے۔ اللہ نیک کام کرنیوالوں کو یقیناً محبوب رکھتا ہے ⑬ اور
جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا۔ پس وہ بھی ان نصیحتوں کا بڑا
حصہ بھول گئے جو انہیں کیگئی تھیں تو ہمنے قیامت تک عداوت و بغض کو
ان کے درمیان ڈال دیا اور عنقریب اللہ ان کو بتادیگا جو کچھ کہ وہ کیا کرتے
تھے ⑭ اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا ہے۔ کتاب میں سے
جو کچھ تم چھپاتے تھے اس کا اکثر حصہ وہ صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ اور بہت
سی باتوں سے درگذر کرجاتا ہے۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کا نور اور ایک واضح کتاب
آچکی ہے ⑮ جس کے ذریعہ اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو
اس کی خوشنودی کے طالب ہیں اور اپنے حکم سے انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کیطرف
لاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ دکھاتا ہے ⑯ بے شک وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے
کہا کہ یقیناً خدا وہی مسیح ابن مریم ہے۔ کہدیجئے تو پھر کسی کا کیا اختیار ہے
جو اللہ کو ذرا بھی روک سکے، اگر وہ مسیح ابن مریم اور اُن کی ماں

انہوں نے اپنے عہد کو توڑا۔ اور کسی ایک بات پر بھی قائم نہ رہے۔ الا تھوڑے ایک مختصر جماعت کے۔ اُن کی نافرمانیاں دیکھنے کے بعد ہم نے ان کو ملعون ٹھہرایا اور ان کے دلوں کو قسی یعنی پتھر بنا دیا کہ وہ کوئی بات کہہ ہی سکیں چنانچہ ان بدبختوں کو دیکھئے کہ کلام الٰہی میں تحریف کرنے سے باز نہیں آتے۔ اصل میں وہ مواعظ حسنہ بالکل بھول گئے ہیں جن پر اُن کے دین کی بنا تھی۔ اور وہ کچھ اس قسم کے بد از حد کام کر رہے ہیں۔ کہ ہر شخص اُن کی خیانت سے بآسانی مطلع ہو رہا ہے۔ فرماتا ہے۔ یہی حالت ہو بہو نصاریٰ کی ہے۔ انہوں نے بھی اپنے عہد و اقرار کو توڑا۔ اور مواعظ حسنہ کو بھول گئے۔ اور آپس میں یکدیگر سے اس طرح لڑنے جھگڑنے لگے کہ قیامت تک یہ لڑائی فساد جانے والا نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اہل کتاب کو سنا دو۔ کہ اب بھی موقع ہے چاہیئے کہ جلد از جلد محمد مصطفیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئیں جن کی زبان سے وہ اپنے دین میں پیدا کردہ افراط و تفریط سے واقف ہو چکے ہیں۔ فرمایا! لوگو۔ ہم اس شخص کو سیدھی اور سلامتی کی راہ دکھاتے ہیں۔ جو اللہ کی مرضی پر چلے۔ اور اس کے احکام مانے۔ ایسے لوگوں کو جہالت و ظلمت کی شقاوتوں سے نکال کر علم و بصیرت کی روشنی عطا کی جاتی ہے اور ہمیشہ سیدھی راہ دکھائی جاتی ہے لیکن جو لوگ عیسائیوں کی طرح مسیح ابن مریم ہی کو خدا ماننے لگیں ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مسیح ابن مریم اُن کی ماں یا دُنیا میں کوئی اور ہستی خواہ وہ کیسی قدر جلیل القدر ہو۔ اگر ہم اُسے ہلاک کرنا چاہیں۔ تو پھر کون ہے جو ہمارے ارادوں میں مزاحم ہو سکے۔ اور اُس کو بچا سکے۔ فرماتا ہے ہم نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ ہم سب کے مالک ہیں۔ اور ہمیں ہر بات پر قدرت تامہ حاصل ہے۔ ہم جس کو چاہیں ہلاک کر دیں جسے چاہیں زندہ رکھیں۔ پھر اے مسلمانو! یہود و نصاریٰ کی سب سے بڑی شقاوت یہ تھی۔ کہ اُن میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو خدا

ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلَّهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ
وَاللَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى
نَحْنُ أَبْنٰٓؤُا اللَّهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ
بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓأَهْلَ
الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ
مِّنَ الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَّلَا
نَذِيرٍ ۖ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيرٌ وَّنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۹﴾ ع وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ اذْكُرُوا
نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ
مُّلُوكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۲۰﴾

اسلامی زندگی

از جناب کوکب جوالاپوری

(گزشتہ سے پیوستہ)

گستاخی کی سزا تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّامْرَأَتُهٗ ۚ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (لہب ۱۱)

ٹوٹ گئے ہاتھ ابولہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ، نہ مال اُس کے کام آیا، نہ کمائی، اب لپٹوں والی آگ میں گرے گا اور اُس کی جورو بھی، سر پر ایندھن ہے، گردن میں مونج کی رسّی۔

پیغمبر کا حقیقی چچا، عبدالعزیٰ نام، سُرخ و سپید، دہکتے ہوئے انگارے جیسے چہرے کا آدمی۔ اسی مناسبت سے ابولہب کنیت، پیغمبر کا دُشمن، اور اوّل دن سے، باتیں کرتا، ہاتوں کو بڑھا بڑھا کر اور جھٹک جھٹک کر۔

خدا نے پیغمبر کو خبر دی، خبر ہے بددعا کے پیرائے میں۔ مگر دعا ہو یا بددعا، کام بندے کا، قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہات، لیکن الٰہی ارشاد ہو، اور دعا یا بددعا کا طرزِ بیان، سمجھ لو کہ ایسا ہو کر رہے گا —— فرمایا۔

ابولہب کے دونوں ہات ٹوٹ جائیں، تباہ ہو، اور برباد، نہ مال کام آئے نہ اولاد،

مَاکَسَبَ، عرب کا محاورہ ہے مراد اولاد، پیغمبر کے لٹانے کی تدبیریں، مال پر گھمنڈ، اولاد پر ناز، دونوں کام نہ آئے اُس کی تدبیریں اُسی پر اُلٹ گئیں، مرا اور ذلت کی موت۔

ابولہب کی جورو تھی، امِ جمیل، پیغمبر کی دُشمن، اور شوہر کے قدم بقدم، خدا نے اُس کو بھی ساتھ لیا، اور فرمایا:-

دنیا میں تباہ و برباد، آخرت میں واصلِ جہنم، جہنم کی شعلہ زن آگ ہوگی، اور یہ اُس میں پڑا ہوگا، نہ صرف یہ، اس کی بیوی بھی، جنگل جانے والی، گلے میں مونج کی رسّی، لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لانے والی، تمام، سخن چیں اور بیزبر کش، لگائی بجھائی کرنے والی، اِدھر لگائی، اُدھر لگائی، اس کو لڑایا، اُس کو بھڑایا، نفس میں خباثت شیطنت اور بہیمیت کی رسّی گلے میں، دنیا میں اس کا خبثِ نفس اس کو راہِ حق سے کھینچے پھرتا ہے، آخرت میں عذاب کے فرشتے گھسیٹیں گے۔

قریش کی مخالفت نبوت کے چہرے سے پردہ اٹھا، مکّے کا گلی کوچہ تبلیغ کا میدان، اور مخالفت کا بازار گرم پیغمبر اُمّی، قریش اوہام پرست، ایک اَن پڑھ کی زبان، اُس پر قرآن، فصیح و بلیغ کلام، معجز بیان، غلطی نکالنے کی مجال، نہ پائی، مخالفت کی کوئی صورت بات نہ آئی، نفس میں خباثت، شیطان کے مرید، اُن کے شیطان نے اُن کے نفس میں یہ بات ڈال دی:-

"ہو نہ ہو، محمّد کے قبضے میں کوئی جن ہے، یا شیطان، آتا ہے، قلب میں القا کر جاتا ہے۔"

کفار کی تردید اور ہدایات پیغمبر کا ابتدائی دور، قوم نے استقبال کیا، خلاف و نزاع کی باتوں، اور تبّاً لّکَ ما ابوالیدٖ و لہ جیسے کلمات سے اِس پر اُن کہنیاں، ناگفتنی فقرے، مجنون، مسحور، کاہن، ساحر اور شاعر پیغمبر اس کا کیا جواب دیتے، نگاہیں آسمان پر، وحی کا انتظار، آخر وحی آئی، اعتراضوں کا جواب دیا، مدلل، فلسفیانہ الجھاؤ سے الگ، سیدھا سادہ، اور تسلّی بخش، فرمایا:-

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝

اور اس قرآن کو شیطان لے کر نہیں اُترے اور نہ اُن سے بن آئے، اور نہ وہ کر سکیں، وہ تو سننے کے مقام سے الگ کر دئے گئے، سو تم دلے پیغمبرا، اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارنا۔ پھر تم عذاب میں پڑ جاؤ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور جھکائے رکھو اپنے بازو اُن کے لئے جو ایمان والے تمہارے ساتھ ہیں، پھر اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو، میں تمہاری کرتوتوں سے بیزار ہوں اور بھروسا رکھو اُس ذات پر جو زبردست ہے، رحم والا ہے، وہ تمہارے رات کے اُٹھنے کو بھی دیکھتا ہے اور سجدہ کرنیوالوں کے درمیان تمہارے

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ (شعراء: ۲۱۱) پھر نے گرجی بیشک وہی سننے والا وہی جاننے والا ہے ۔

قرآنی آیات، کلماتِ وحی، اور ان میں چھ باتوں کا بیان :-

ا ـ مشرکین کے قول کی تردید :-

قرآن، کلامِ خدا، لانے والے جبرئیل، نہ کہ شیاطین، نہ اُن کے بس کی بات، کیونکہ توحید و معرفت کا کلام، رُشد و صلاح کی تعلیم، ہدایت و سعادت کا نور، اور شیاطین، مجسمۂ شرارت، خباثت، گمراہ، اور مفسدہ پرداز، ظلمت پھیلانا اُن کا کام ۔

اُن کو، اور قرآن سے واسطہ، نسبت، لگاؤ، اور تعلق؟ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہ اُن سے بن آئے، نہ ایسا کر سکیں ۔

دوسرے :-

وہ آسمان پر گئے ہوں، کچھ سُن گُن پاتے ہوں، ایسا بھی نہیں، پیغمبر کی ولادت ہوئی، قرآن کی حفاظت استلام، اور آسمانوں پر غیبی پہرے ۔

اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ وَ اِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۝ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۝ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝

وہ سننے کی جگہ سے الگ کر دئے گئے، اور ہم نے ٹٹول، دیکھا آسمانوں کو تو پایا ہم نے اس کو بھرے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے، اور ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے لئے پس جو کوئی اب سنا چاہے وہ پائے اپنے لئے ایک انگارا گھات میں ۔

۲ ـ توحید :-

قرآن کلامِ خدا ہے، ثابت، زندگی کا دستور اس کی تعلیم، اور تعلیم کا اصل اصول توحید، فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ، خدا ایک ہے، اُس کے ساتھ دوسرے کو نہ پکارو، ایسا کرو گے فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ سزا پانے والوں میں شمار ہو گے ۔

۳ ـ اِنذار

پیغمبر ہو، توحید پر قائم رہو، شرک سے بچو، دوسروں کو بچاؤ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ اور سب سے پہلے، قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ ۔

حکم ملا، اور اقارب کو ڈرانے کا، اِدھر نعل، اُدھر ہجوم بجوم، اُٹھے، قریش کو پکارا، ایک ایک کا نام لیا اور فرمایا :۔

اے قریش! اپنا حق کرلو، خُدا کا عذاب آیا! میں اُسے دور نہ کرسکوں گا۔

اے عبدِ مناف! نہ خدا کے آگے میری کچھ چلے گی، نہ تمہارے کام آسکوں گا۔

اے عباس بن عبد المطلب! خدا کا سامنا ہو، اور تمہارے کام آسکوں! ہرگز نہیں۔

اے میری پھوپھی صفیہ! میں تمہارے کام بھی نہ آسکوں گا۔

اے فاطمہ بنت محمدؐ! مال چاہو لے لو، دولت چاہو، مانگ لو، دے سکتا ہوں، نہیں کام آسکتا، تو خدا کے آگے۔

اسی پر بس نہیں کی تبلیغ کا حق، ادا کیا، اور پورا پورا، ڈرایا، اور بُلا بُلا کر۔ پیغمبرؐ نے حکم دیا، علیؓ نے ضیافت کا انتظام کیا۔ قریب و بعید رشتے دار، کنبے قبیلے کے لوگ، اور چالیس کے قریب مدعو، حمزہؓ بھی تھے ابو طالب بھی، اور عباسؓ بھی، کھایا، فراغت پائی، پیغمبر کھڑے ہوئے۔ کہنے نہ پائے کہ ابولہب نے الابلا بکنا شروع کر دیا۔ بولنے کا موقع نہ دیا، لوگ اُٹھے، اور منتشر۔

دوسرا دن ہوا، ضیافت کا دوبارہ انتظام، کھا چکے، تو فرمایا :۔

"ایک چیز لے کر آیا ہوں، اچھی اور عمدہ چیز، ایسی اچھی کہ کوئی سردار اپنے قبیلے کی طرف نہیں لایا، دین دنیا کی کفیل ہے، اس لئے بار ہے، بارِ گراں، کوئی ہے؟ جو اس کے اٹھانے میں میرا ساتھ دے"۔

سکوت، خاموشی، اور سناٹا، کوئی جواب نہ دے سکا، اٹھا تو ایک لڑکا، نوخیز، نحیف الساق، ضعیف الجثہ، اٹھا، اور رؤسائے قریش کی بھری محفل میں پکارا :۔

"آشوب چشم ہے، بدن لاغر، ٹانگیں تپلی، اور عمر میں سب سے چھوٹا تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا"۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ — یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے دے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حیرت، اور استعجاب، دو آدمی، ایک ۴۳، ۴۴ سال کا انسان، دوسرا سیزدہ[13] سالہ نوجوان[1]، وہ فیصلہ کر رہے ہیں، اور دنیا کی قسمت کا، لوگوں کو ہنسی آگئی، ہنسے، اور بے ساختہ، مذاق اڑایا اور چل کھڑے ہوئے۔

---

[1] یہ نوجوان ابو طالب کے ہونہار فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے۔

۴۔ ایمان والوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ۔

انذار و تبلیغ کا فریضہ، تعمیل و عدم تعمیل کے دو نتائج:۔

۱۔ ڈریں، اور ایمان لائیں (۲) سرتابی کریں اور ماننے سے انکار

پہلی صورت میں مومن، دوسری میں منکر۔

مومنوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، اور نرم برتاؤ کی تعلیم فرمایا:۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

ایمان والے، جو تمہارے ساتھ ہیں، اپنے بیوں یا بیگانے، اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو، اخلاق اور محبت کا سلوک، مبادا، دل برداشتہ ہو جائیں، اور ایمان و اسلام سے متنفر۔

۵۔ منکروں اور نافرمانوں سے اظہار بیزاری

وَاِنْ عَصَوْكَ اور اگر وہ ایمان نہ لائیں، نافرمانی کریں، اور سرکشی۔

فَقُلْ ـــــــ ان سے کہہ دو

اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۚ

تمہارے کام، کفر و شرک، تردید و تکذیب کی کرتوتیں، میں ان سے بیزار۔

۶۔ توکل بر خدا:

بیزاری کا اظہار کرو، نڈر ہو کر وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اور بھروسا رکھو اُس ذات پر جو زبردست ہے، اور ہر وقت مہربان۔ رات کا وقت، تہجد کی نماز، اور تم تبیس داتوں میں ایک زبان، اٹھتے ہو متوسلین کو دیکھتے پھرتے ہو۔ کون سویا ہوا ہے کون بیدار، کون غافل؛ اور کون شب زندہ دار؛ اُس وقت تمہارا نگران کون ہے!

الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۔

وہ، وہ جو اُٹھنے کے وقت تم کو دیکھ رہا ہے، اور سجدہ کرنیوالوں یعنی نماز پڑھنے والوں میں تمہارے پھرنے کو دیکھ رہا ہے۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

وہ، وہ سنتا ہے اونچی آوازوں کو، پوشیدہ باتوں کو، ظاہر و باطن سے آگاہ، دل کی گہرائیوں سے باخبر۔

سب قدرتیں کی ایسی ذات، قوت والی رحمت والی تم پر مہربان، ہر وقت کی نگران، پھر تم کو کس کا ڈر؟ کس کا خوف؟ کوئی تمہارا بال بھی بیکا کر سکے کس کی مجال؛ جو حکم دیا جائے سنادو، ایک ایک کو سنادو، اور کھول کھول کر مصلحتوں کو درمیان میں نہ لاؤ، تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے، تم پر مہربان، وہ تم کو ناکام و نامراد کا منہ نہ دکھائے گا۔

(باقی آئندہ)

معجزاتِ نبویؐ

از جناب سید محمد ادریس (طوردی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

معجزہ ۱۶۰

جب مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کی تعمیر ہو چکی۔ تو شروع شروع میں وہاں کوئی منبر نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے وقت ایک کھجور کی خشک لکڑی کے ساتھ سہارا لیتے تھے۔ کچھ عرصے کے بعد تمیم داری نے ایک بڑھئی سے جس کا نام باقوم تھا منبر بنوایا۔ اس منبر کے تین زینے تھے جس طرح مسجدوں کے ممبروں کے عام طور پر ہوتے ہیں جب پہلی مرتبہ آنحضرتؐ نے ممبر پر چڑھ کر خطبہ دینا شروع کیا۔ اور کھجور کا تنہ آپؐ کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم ہوگیا۔ تو اس سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنی شروع ہوئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ منبر سے اُتر کر آئے۔ اور ستون پر تسکین کے لئے ہاتھ رکھا۔ اور اس کو سینہ سے لگایا تو آواز بند ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تنہ اس لئے روتا تھا کہ پہلے خدا کا ذکر سنا کرتا تھا۔ اور اب اس سے محروم ہوگیا۔ (بخاری مسلم۔ نسائی۔ مسند احمد۔ بزار۔ ابونعیم ابن ماجہ۔ ترمذی۔ ابن سعد وغیرہ)

یہ واقعہ جتنا عجیب دکھائی دیتا ہے۔ اسی کثرت سے صحابہ کرامؓ نے اس کی روایت کی ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت جابرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عباس حضرت ابوسعید خدری، حضرت سھل بن سعد ساعدی، حضرت بریدہ اسلمی اور حضرت ام سلمہ وغیرہ صحابیوں نے اس کی روایت کی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قاضی عیاض وغیرہ نے اس حدیث کو خبر متواتر کہا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے۔ کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منبر کے متصل دفن کر دیا۔

معجزہ ۱۶۱

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت کی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ان کافروں نے خدا کی ایسی قدر نہ کی جیسی کہ کرنی چاہئیے۔

پھر آپ نے جلالِ خداوندی کا بیان شروع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی بڑائی بیان کرتا ہے۔

اَنَا الْجَبَّارُ ۔ اَنَا الْجَبَّارُ ۔ اَنَا الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں بڑا اور بلند ہوں

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اس کلام کے سنتے ہی منبر تھرتھرانے لگا۔ ہم لوگوں کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں منبر آپ کو لے کر گر نہ پڑے۔ (مسلم۔ نسائی۔ مسند احمد)

(فائدہ) علماء نے اس روایت کو معجزات کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ اور ان کا یہ خیال ہے۔ کہ منبر کی خشک لکڑی اس وقت جلال وجبروتِ خداوندی سے متاثر ہوکر تھرائی تھی لیکن ہوسکتا ہے۔ کہ آنحضرت خطبہ دیتے وقت جوش میں آئے ہوں۔ اور منبر ہلنے لگا ہو۔ کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ خطبہ دیتے وقت جوش میں آیا کرتے تھے مسلم شریف کی ایک حدیث ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرِنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز بلند ہو جاتی۔ اور آپ جوش میں آجاتے۔ گویا آپ ایک فوج کو دشمن سے باخبر کرتے۔ فرماتے۔ کہ دشمن صبح یا شام کو حملہ کرنیوالا ہے۔ اور فرماتے میں اور قیامت ایسے قریب ہیں۔ جیسے یہ دو انگلیاں اسوقت آپ سبابہ اور بڑی انگلی کو ملاکر دکھاتے۔

معجزہ ۱۶۲

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ رات کو حضرت اُسید بن حُضیر اور حضرت عبّاد بن بشر آنحضرتؐ کی مجلس سے جا رہے تھے۔ رات اندھیری تھی۔ اور دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک چھوٹی لکڑی تھی۔ سو ان میں سے ایک لکڑی روشن ہوگئی۔ اور دونوں اس کی روشنی میں چلے۔ جب ان کا رستہ الگ ہوگیا تو دوسرے کے

ہاتھ کی لکڑی بھی روشن ہوگئی۔ اور وہ دونوں ان کی روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بخاری)

معجزہ ۱۶۳

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ اور اپنے پیچھے بھاری قرض چھوڑ گئے تھے۔ میں نے قرضخواہوں سے کہا۔ کہ جتنے چھوہارے ہمارے نخلستان میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ لے لو۔ اور باقی قرضہ آئندہ پر اٹھا رکھو۔ مگر وہ نہ مانے۔ اور تمام قرضے کا تقاضا کرنے لگے۔ میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ آپؐ ذرا باغ تک چلے چلئے۔ تاکہ قرضخواہ آپؐ کو دیکھ کر میرے ساتھ کچھ رعایت کریں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم جاکر کھجوروں کی ہر قسم کی ڈھیریاں الگ الگ لگادو۔ میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ اتنے میں آپؐ نخلستان میں تشریف لائے۔ اور بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے۔ پھر فرمایا۔ اب قرضخواہوں کو بلالاؤ۔ وہ آگئے۔ تو آپؐ نے ان کو چھوہارے دینے شروع کئے۔ یہاں تک کہ سب قرضخواہ اسی ایک ڈھیر سے نپٹ گئے۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس میں سے کھجور کا ایک دانہ بھی کم نہیں ہوا ہے۔ حالانکہ میں اس پر بھی خوش تھا کہ ان ساری کھجوروں سے قرضہ ادا ہو جائے۔ اور مجھے گھر لے جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے۔ جب سب قرضخواہ اپنا اپنا حق وصول کر چکے تو ایک یہودی آگیا جس کا قرض تیسؐ وسق کھجور کا تھا (ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک صاع ۲ سیر ۲ چھٹانک کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے یہودی کا قرضہ ۱۲۳ من اور ۳۰ سیر کا تھا) آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا۔ کہ جو ڈھیریاں باقی ہیں۔ وہ تم لے جاؤ۔ لیکن یہودی اس پر رضامند نہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ یہ ڈھیریاں میرے حق سے کم ہیں۔ یہ سن کر آپؐ ان ڈھیریوں کے پاس سے گزرے۔ پھر حکم دیا کہ تول کر یہودی کو دینا شروع کر دو۔ چنانچہ اس کا سارا قرضہ ان ڈھیریوں میں سے ادا کر دیا گیا۔ اور ۱۷ وسق کھجور (۶۲ من سے کچھ زیادہ) باقی رہ گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہؐ! جب آپؐ ان ڈھیریوں کے پاس سے گذر گئے تھے۔ میں تب ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈال دے گا۔ (بخاری، مسلم)

معجزہ ۱۶۴

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ مسلمان ہونے کے بعد مجھ پر تین مصیبتیں سب سے سخت پڑی ہیں۔ پہلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات۔ دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت۔ تیسری میرے توشہ دان کا گم ہو جانا۔ کسی نے تعجب کے

ساتھ پوچھا۔ کیسا توشہ دان؟ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا۔ ایک دفعہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ کہ خوراک ختم ہوگئی۔ آنحضرت نے مجھ سے دریافت فرمایا۔ کہ ابوہریرہؓ۔ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے اکیس کھجوریں لاکر پیش کر دیں۔ آپؐ نے ان کو دسترخوان پر پھیلا دیا۔ اور ایک ایک دانہ پر خدا کا نام پڑھ دیا۔ پھر ان سب کو ملاکر حکم دیا۔ کہ سپاہیوں میں سے دس دس آدمی آکر کھجور کھانے میں شریک ہوں۔ اس طرح ساری فوج سیر ہوگئی۔ اور کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ ان پر میرے لئے برکت کی دعا کر لیجئے۔ آپؐ نے دعا کی تو میں نے انہیں اپنے توشہ دان میں ڈال لیا۔ ان میں اتنی برکت ہوئی کہ جب میں توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا۔ تو اس میں سے کھجوریں نکل آتی تھیں۔ اور تقریباً دوسو من کھجوریں تو میں نے اس میں سے خدا کے نام پر خیرات کیں۔ یہ توشہ دان میں ہمیشہ اپنی کمر سے باندھے رکھتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن میری کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔ (ترمذی۔ ابن سعد۔ مسند احمد۔ بیہقی)

فائدہ:۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ جب کسی قوم کے اعمال خراب ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کے مال و اسباب سے برکت اٹھا لیتا ہے۔ ان کے پاس بظاہر سامان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور دور سے ان کو دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں۔ کہ یہ لوگ نہایت آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ محتاج اور مفلس ہوتے ہیں۔ باوجود ثروت کے ان کے دل غنی نہیں ہوتے۔ باوجود کثرت اموال کے ان کے دل مطمئن نہیں ہوتے۔ اور جوں جوں ان کا سرمایہ بڑھتا ہے "فضول ضروریات" ان پر عرصۂ حیات تنگ کرتی ہیں حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جبکہ نومسلموں نے اپنی طرف سے اسلام میں نئے نئے مسئلے پیدا کرنے شروع کئے اور اپنے اعمال کو معیار قرار دے کر صحابۂ کرامؓ پر نکتہ چینیاں کرنی شروع کیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان میں سے بہت ساری برکتیں اٹھا لیں۔ جن میں سے ایک حضرت ابوہریرہؓ کی زنبیل بھی ہے۔ اس زنبیل کے گم ہو جانے کے بارہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک شعر بھی نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِيَ فِي الْيَوْمِ هَمَّانِ ۔۔۔ فَقْدُ الْجِرَابِ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُثْمَانِ

لوگوں کو ایک رنج ہے۔ اور مجھے آج دو رنج ہیں۔ ایک توشہ دان کے کھوئے جانے کا۔ اور دوسرا حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کا۔

معجزہ ۱۶۵

حضرت دکینؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ قبیلۂ احمس کے چار سو سوار آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا۔ کہ ان کو زادِ راہ دے دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ یا رسول اللہؐ جن کھجوروں سے آپ زادِ راہ دینے کو فرماتے ہیں۔ وہ صرف چار صاع (تقریباً دس سیر) ہیں۔ ان سے ان سب کا زادِ راہ کیسے پورا ہو سکے گا؟ آپؐ نے فرمایا۔ تم جاؤ تو سہی۔ حضرت عمرؓ نے جاکر انہی کھجوروں میں سے ان کو دینا شروع کیا۔ تو سب کو بقدرِ کفایت دے دیا۔ اور تقریباً اسی قدر کھجوریں باقی رہ گئیں۔ (ابوداؤد)

معجزہ ۱۶۶

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ غزوۂ تبوک میں صحابہؓ کے پاس زادِ راہ کم ہو گیا۔ اور ان کو بھوک کی تکلیف نے آلیا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کی۔ کہ جو توشہ لوگوں کے پاس باقی ہے۔ اسے جمع کرا کے آپؐ دعائے برکت کر لیجئے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ جس کے پاس جو توشہ ہے لے آئے۔ لوگوں نے لانا شروع کیا۔ آپؐ نے ایک چرمی دستر خوان بچھوا دیا۔ اور لوگ بچی کھچی چیزیں لا لا کر اس پر ڈالنے لگے۔ جب سب خوراک آچکی۔ تو آپؐ نے دعا کی۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اپنے اپنے برتن بھر لو۔ سب سپاہیوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے۔ اور خوب سیر ہو کر کھایا۔ اور سب کے پاس کھانا بچ رہا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ" میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں اس کا پیغمبر ہوں۔

جو شخص اس کلمے کو یقین کے ساتھ پڑھے گا۔ وہ بہشت میں داخل ہو گا۔" (مسلم)

معجزہ ۱۶۷

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابوطلحہؓ نے اپنی بیوی اُمِ سلیم سے کہا کہ میں نے آنحضرتؐ کی آواز سے معلوم کیا ہے۔ کہ آپؐ کو بھوک لگی ہے۔ اس لئے تھوڑا سا کھانا آپؐ کی خدمت میں بھیج دینا۔ انہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکال کر ایک اوڑھنی میں لپیٹ کر مجھے دیں۔ کہ ان کو آنحضرتؐ کے پاس پہنچا دو۔ میں وہ روٹیاں لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ چند آدمیوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میں سامنے جاکر کھڑا ہوا۔ تو آپؐ نے پوچھا۔ کیا ابوطلحہؓ نے تمہارے ہاتھ کھانا بھیجا ہے؟ میں نے کہا۔ "ہاں" آپؐ نے مجھے واپس کر دیا اور تمام صحابہؓ کو لے کر حضرت ابوطلحہؓ کے گھر کی طرف چلے۔ میں نے جاکر ابوطلحہؓ کو خبر کر دی۔ وہ یہ سُن کر حیران سے

ہوئے۔ اور بیوی سے کہا۔ کہ آنحضرتؐ ایک جماعت کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ اور ہمارے پاس کھلانے کا کوئی سامان نہیں۔ انہوں نے کہا۔ خدا اور خدا کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اتنے میں آنحضرت تشریف لائے۔ اور ام سلیم سے کہا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہو لے آؤ۔ انہوں نے وہی روٹیاں پیش کیں۔ جو ... ہاتھ بھیجی تھیں۔ آنحضرتؐ نے ان کو چورا کرایا۔ اور ان پر گھی کی کپی انڈیل دی۔ پھر آپؐ نے دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا۔ ستر اسّی آدمی تھے۔ ان سبھوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ (بخاری مسلم)

(باقی آئندہ)

انتخاب صحاح ستہ مرتبہ مولوی نیاز علی صاحب مرحوم۔ یہ کتاب حدیث کی چھ صحیح ترین کتابوں کی اُن احادیث کا مجموعہ ہے جو تمام مذہبوں کے پیرؤوں کے لئے مفید اور مؤثر ہیں اس کتاب کے ایک حصے میں اردو ترجمہ دیا گیا ہے اور دوسرے حصے میں عربی۔ کتاب کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سوانحعمری بھی دی گئی ہے قیمت عہ بے جلد ۱۲/ مجلد و مطلا

رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کو ہندوستان اور بیرونِ ہند میں وہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے کہ اور کسی کتاب کو نہیں ہوئی۔ یہ کتاب ہر اسلامی یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت جلد اول ۶/ر۔ جلد دوم للعہ۔ جلد سوم ۳/ر

شرحِ اسماء اللہ الحسنیٰ یہ کتاب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان مرحوم کی آخری تصنیف ہے۔ اس کتاب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں کی تشریح و تفصیل علمی و لغوی اور تاریخی حیثیت کمال خوبی سے بیان کی ہے کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کے اکثر مضامین اور نکات قاضی صاحب مرحوم کو عالمِ مراقبہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ تلقین فرمائے تھے۔ حجم ۲۰۴ صفحات قیمت عہ

تفسیرِ حقانی اردو اُن اردو دان مسلمانوں کے لئے جو دل سے کلام الٰہی معانی و مطالب، حقائق و رموز سمجھنے کے لئے بے تاب و مشتاق ہیں۔ اُن مسلم بہنوں کے لئے جو اللہ اور رسولؐ کے پاک کلام سننے کی شیدا ہیں۔ مولانا محمد عبد الحق صاحب دہلوی کی اس تصنیف سے بڑھ کر اور کوئی تفسیر اردو میں نہیں مل سکتی۔ پچاس سال سے قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں مکمل ہے۔ ہر جلد کے ساتھ مضامینِ تفسیر کی مفصل فہرست لگائی گئی ہے۔ یہ کامل آٹھ جلد انیس ۱۹ روپے خوشنما جلد

عقائدِ اسلام اسلام میں جو عقائد کو اہمیت حاصل ہے وہ قرآن کریم اور احادیث نبوی کے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ اعمال اُسی وقت صالح کہلا سکتے ہیں جب کہ عمل کرنے والے کے عقائد درست ہوں۔ اس کتاب میں مولانا عبد الحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی نے عقائدِ اسلامیہ کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں بہترین طریق پر بیان کیا ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے قیمت بے جلد ۲/ مجلد ۳/ر

پیغمبرِ صحرا یہ کتاب نو مسلم علامہ خالد لطیف گابا کی مشہور عالم انگریزی کتاب (دی پرافٹ آف دی ڈیزرٹ) کا سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس سے والہانہ محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اُن کے زریں کارناموں کو بیان کیا ہے۔ قیمت دو روپے

مسلمانوں کی ترقی اور تنظیم کا سرچشمہ

از جناب سید نذیر الحق قادری

محبت و اطاعتِ رسولؐ آج جبکہ مسلمان اپنی ترقی و تنظیم کے لئے اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں، اپنی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنے اور تلاش کرنے کے لئے تاریکیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں، کبھی روس کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی یورپ کی ناری روشنی پر فریفتہ ہوتے ہیں کبھی کاسۂ گدائی لئے لندن کا طواف کرتے ہیں اور کبھی کانگرس کی چوکھٹ پر ناک رگڑتے ہیں اور موت و حیات کی آخری کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ان کے سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جب ہم اپنی فلاح و بہبود کے لئے انتہائی جد و جہد کر رہے ہیں اور حتی الامکان ہاتھ پیر مار رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہماری سب دوڑ دھوپ اور چیخ و پکار بیکار ہے ہم جتنا زیادہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں اتنا ہی پیچھے ہٹتے ہیں اور جہاں تھے وہیں کے وہیں ہیں۔ گویا "گل محمد" بنے ہوئے اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے کوئی ایسی چیز جاتی رہی ہے جس کے فقدان سے وہ ذلیل ناکام و نامراد اور خائب و خاسر ہیں پس اس چیز کی تلاش مسلمانوں کا مقدم فرض ہے جس کے حصول کے بغیر ان کی زندگی کی کل سیدھی نہ ہوگی۔ آیئے اس چیز کی تلاش ہم قرآن میں کریں جو ہماری دین اور دنیا کی ہر ضرورت کا مرجع و مآب ہے۔

قرآن مجید نے ہمیں فلاح و نجات کا کونسا راستہ بتایا ہے؟ قرآنِ حکیم میں جہاں اخروی نجات کا بلند تصور پیش کیا گیا ہے اور اُس کے حصول کے تمام ذرائع بتلا دئے گئے ہیں وہاں اُس نے دنیوی نجات کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب مقدس مسلمانوں کی دینی و دنیوی ترقی و برتری کی کفیل و ضامن ہے، اس کا مسلمانوں سے مطالبہ ہے کہ ایمان اور عملِ صالح کی صحیح روح اپنے اندر پیدا کرو اور تخت و تاج کے مالک بن جاؤ۔ غرض یہ کہ قرآنِ پاک میں نجات کا لفظ دنیوی و اُخروی دونوں حالتوں کے لئے مستعمل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ الخ — اور جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو تم کو بڑا عذاب پہنچاتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں نجات کا لفظ بیود کو آلِ فرعون کی بدترین غلامی سے رہائی دلانے پر استعمال کیا گیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ہے:۔

مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔ — خشکی اور تری کے اندھیرے سے کون تمہیں رہائی عطا کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا:۔

اَللّٰہُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْہَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ — اللہ ہی تم کو ان سے اور تمام تکالیف سے نجات دیتا ہے۔

ان آیاتِ بینات سے ثابت ہوا کہ ہر قسم کے مصائب و مہالک سے بچانے اور خلاصی دینے کا نام دنیوی نجات ہے اور اسلام نے دنیوی نجات دینے کا بھی ذمہ لیا ہے۔

ہماری ترقی کا اسلامی مفہوم | ہم ترقی ترقی کا شور و غل تو بہت مچاتے ہیں اور ترقی کا اسلامی مفہوم ہمارے سامنے آج تک نہیں آیا۔ اس لئے یہاں ترقی کے اسلامی مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔ قرآنِ حکیم میں نجات کے ہم معنی ایک لفظ فلاح بھی بار بار اور کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ جو صراطِ مستقیم کی جانب رہنمائی کر رہا ہے۔ اور ہمیں عروج اور ارتقاء کی بلندیوں پر پہنچا دینے کا ذمہ دار ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ہم قرآن کریم کے علم و عمل کی دولت سے محروم ہو گئے۔ اور اس طرح اپنے ہاتھوں خود ذلیل و خوار اور غلام و محکوم ہوئے۔

قرآن پاک نے متعدد مقامات پر "فلاح" کا لفظ انسانی جد و جہد کے منتہائے مقصود اور زندگی کے نصب العین کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور لفظ فلاح نجات کے عام مفہوم یعنی دکھوں اور مصائب سے چھٹکارا پانے، روح کی ودیعت شدہ مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے، تقوے اور طہارت کی زندگی اختیار کرنے اور اس لفظ کے اسلامی مفہوم یعنی ترقی کرنے کو شامل ہے۔ چنانچہ حکمائے اسلام نے دنیوی نجات و ترقی کی یوں تعریف کی ہے:۔

اَلظَّفَرُ بِالسَّعَادَاتِ الَّتِیْ تَطِیْبُ بِہَا حَیٰوۃٌ دُنْیَوِیَّۃٌ مِّنَ الْعِلْمِ وَالْعِزِّ وَالْغِنَاءِ وَالصِّحَّۃِ وَالْحُکُوْمَۃِ وَالْاَوْلَادِ — ترقی و ظفرمندی ان برکات کو حاصل کرنے کا نام ہے جن کی بدولت انسان کی دنیوی زندگی علم، عزت، دولت، صحت، حکومت اور اولاد کے اعتبار سے پاکیزہ اور خوشگوار ہو جائے۔

غرض فلاح کا لفظ انسانی جد و جہد کے منتہائے مقصود اور زندگی کے نصب العین کو ظاہر کرتا ہے۔ اور فلاح ہی دین و دنیا کی ایک بہترین اور برترین چیز ہے، فلاح ہی مذہب اسلام کی روح رواں ہے، اس کی غرض و غایت ہے اور جد و جہد انسانی کا منتہیٰ ہے پس ایسے اہم مسئلہ پر غور کرنا یقیناً ہر اس شخص کے لئے ازبس ضروری ہے جو دینی و دنیوی نجات و ترقی کا متمنی ہو آؤ اس کے حصول کا طریقہ بھی قرآنِ حکیم ہی سے معلوم کریں۔

فلاح ونجات حاصل کرنے کا طریقہ | اسلام نے مسلمانوں کے سامنے جو نصب العین رکھا ہے وہ فلاح ہے۔ نیز قرآن مجید نے عروج و فروغ اور کامیابی و فائز المرامی کو لازمۂ ایمانداری قرار دیا ہے اور ایمانداری کے جو لوازم ہیں اُن کو حاصل کر لینے یا یوں سمجھئے کہ ایمان اور عملِ صالح کی صحیح روح حاصل کر لینے کا نام اصطلاحِ شریعت میں "تقویٰ" ہے جو سیرتِ انسانی کا بہترین پہلو ہے۔ ارشادِ باری ہے:۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ — حقیقت میں انہیں لوگوں نے فلاح پائی جو ایمان دار ہیں

سورۂ شمس میں ارشاد ہے:۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا — ہم نے نفسِ انسانی کو نیکی اور بدی دونوں کا علم عطا کر دیا ہے پس جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا وہ فلاح پا گیا اور جس نے اپنے نفس کو بگاڑ لیا وہ ناکام و نامراد رہا۔

اِن دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ فلاح یابی کا ذریعہ تزکیۂ نفس ہے۔ اب دریافت طلب بات یہ رہ گئی ہے کہ تزکیۂ نفس کس طریقہ سے ہوتا ہے سو معلوم کر لیجئے کہ:۔

تزکیۂ نفس اتباعِ رسولؐ سے ہوتا ہے | رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی تزکیۂ نفس ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ کا ارشادِ گرامی ہے:۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذاتِ اقدس ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں اُن ہی کی قوم میں سے یعنی عرب میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو عقائدِ باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کرتے ہیں۔ اور ان کو کتاب اور دانشمندی کی باتیں سکھاتے ہیں پس تزکیۂ نفس کا دارومدار اتباعِ رسولؐ پر ہوا۔ اس سے اتباعِ رسولؐ کی اہمیت و عظمت خوب اچھی طرح ظاہر ہو گئی۔ علاوہ ازیں اتباعِ رسولؐ کی اہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہو گی کہ فلاح پانے اور منزلِ مقصود کو پہنچنے کی پہلی شرط قرآنِ پاک نے اتباعِ رسولؐ کو ہی ٹھہرایا ہے۔ دیکھئے ارشاد ہوتا ہے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ — اے رسول! تم نہ پاؤ گے کسی قوم کو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے ہوں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور ایسے شخص کے ساتھ بھی دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرے۔ خواہ وہ اُن کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی

كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ہوں یا رشتہ دار ہوں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ثبت فرما دیا ہے اور اپنی پاک روح سے ان کی تائید کی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ خدا کی جماعت ہے اور خبردار ہو جاؤ۔ یہ اللہ کی جماعت ہی وہ گروہ ہے جو فلاح پائے گا۔

یعنی متقی بننے اور فلاح پانے کی پہلی شرط یہ ہے کہ ایک مسلمان اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت پر ایمان لائے پھر اتباعِ رسول میں اتنا مضبوط و مستحکم ہو جائے کہ کسی رشتہ دار کی پرواہ نہ کرے۔ اگر اس کا باپ، بھائی اور پیارا دوست خدا اور رسولؐ کا مخالف و نافرمان ہو تو وہ اُس سے بھی قطع تعلق کر لے یہی لوگ اللہ کی جماعت اور فلاح پانے والے ہیں تو جب تک خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت سب تعلقات اور تمام محبتوں سے بالاتر نہ ہو جائے ایک مسلمان کو خدا اور اس کے رسول کی محبت کا دعوےٰ کرنے کا ہرگز ہرگز حق حاصل نہیں۔

رسول اللہؐ کی محبت و طاعت ہر مسلمان پر واجب ہے مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہؤا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، جمیع امورِ دین میں حضورؐ کی تصدیق کرنا اور آپ کی رسالت کا زبان و دل سے اقرار کرنا ہر مسلمان پر واجب و لازم ہے۔ اور نجات کی بنیادی شرط ہے اسی طرح آپؐ کی طاعت بھی واجب و لازم ہے۔

واضح رہے کہ قرآنِ پاک میں جہاں جہاں ایمان باللہ کا مطالبہ اور ذکر ہے۔ وہاں کہیں معناً اور کہیں لفظاً ایمان بالرسول کا بھی مطالبہ اور ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایمان اور اعمالِ صالحہ وہی قبول کئے جانے کے مستحق ہیں جو اس کے نازل کردہ اور نافذ کردہ دستور قرآن مجید کی اتباع میں کئے جائیں۔ اور قرآن کی اتباع رسولؐ کی اتباع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو وہی حکم دیتے ہیں جو قرآن کہتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ارشادِ باری ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی ہمارا رسولؐ اگر تمہیں حکم دیتا ہے تو وہ اپنی طرف سے نہیں دیتا۔ وہ تو وہی کہتا ہے جو ہم اُس پر وحی کے ذریعہ نازل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا:۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ — جس نے رسولؐ کی تابعداری کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی

یعنی رسولؐ کی تابعداری اللہ کی اطاعت ہے۔ جس نے اللہ کی اطاعت کی اس نے راہِ ہدایت وسعادت اور فلاح و نجات حاصل کی۔ الغرض محبت و طاعتِ رسولؐ دین کی روح ہے جس نے اتباعِ سنتِ سنیہ کو لازم سمجھا اس کی سیرتِ طیبہ

کا مظاہرہ کیا، آپ کے اسوۂ حسنہ کو تمام اعمال و افعال اور اخلاق میں کسوٹی بنایا، تمام اعمال میں آپ کی طاعت و انقیاد کا جمیع اوامر میں ثبوت دیا۔ آپ کی تابعداری و رضا کو اپنا مقصدِ حیات سمجھا، آپ کی شریعت کی نشر و اشاعت میں سعی کی اور اس کے قیام و استحکام کا فرض ادا کیا وہ دین و دنیا میں منصور ہوا۔ دنیا کے مصائب و مہالک اور عذاب و عذاب سے نجات پائی، اس کا ابرار کے ساتھ حشر ہوگا۔ نیز جس نے فتنہ و فساد کے زمانہ میں آپ کی سنت سے تمسک کیا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے اور جس نے آپ کی سنت کے خلاف کیا اور مومنوں کے راستہ کے سوا اور کوئی راستہ ڈھونڈا وہ ہلاک ہوا۔

تاجدارِ مدینہؐ کی محبت و طاعت کیوں لازمی ہے؟ اس لئے کہ آپ کی رحمت و رأفت نے ہمیں راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم پر ڈالا، بنی نوعِ انسان پر دینی و دنیوی ترقی و سعادت کی راہیں کھولیں، کتاب و حکمت کی تعلیم دے کر عقول و افہام کو جہالت و گمراہی کی تاریکی سے مجلّٰے و مصفّا کیا، خدا کی رحمت و مغفرت کی بشارت دی، اس کے عذاب و عتاب سے ڈرایا دین کی تمام سختیوں کو دور کر کے دینِ الٰہی میں آسانی کی فلاح و نجات کی طرف بلایا۔

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں راہِ خدا بتائی، خدا پرستی سکھائی، توحیدِ ربانی کی روح دی۔ اس ذات کو فاعلِ مطلق اور لاشریک سمجھنا تعلیم فرمایا، خدا پر توکل کرنا اور ذاتِ حق پر بھروسہ کرنا سکھایا، خود بھوکے رہ کر ہمارے سروں پر تاجِ شاہی رکھا، ساری عمر ہمارا ہی غم کھایا، ہمیں دنیا میں آتے وقت، دنیا سے جاتے وقت اور دنیا میں رہتے ہوئے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی نہیں بھلایا اور ہماری فلاح و بہبود اور عزت و کامرانی کے تمام راستے کھول دئے اور ہمیں دینی و دنیوی ترقی کے تمام گر بتلا دئے۔

دین و دنیا کی کونسی ایسی نعمت ہے جو آپ کے طفیل و تصدق سے ہمیں نہیں ملی، کونسا کرم ہے جو آپ نے ہم پر نہیں فرمایا، کونسا احسان ہے جو آپ نے ہم پر نہیں رکھا؟ اور سب احسانوں کو جانے دیجئے صرف یہی احسان کیا کم ہے کہ آپ نے ہمیں سعادت و ہدایت کا راستہ بتلایا اور ایمان و عملِ صالح کی لازوال دولت بخشی۔ صرف یہی احسان اتنا بڑا ہے کہ ہم قیامت تک بھی اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے پس کیا ایسے مہربان اور شفیق آقا کی محبت و طاعت ہم پر فرض نہیں جبکہ آپ میں تمام وجوہِ محبت و طاعت بدرجۂ اتم و اکمل پائے جاتے ہیں۔ کیوں نہیں۔ اگر ہماری ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں جانیں بھی آپ پر قربان ہو جائیں تو آپ کی محبت و طاعت کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور اگر ہم ہفت اقلیم کی بادشاہی بھی آپ کے قدموں میں نثار کر دیں تو آپ کا حق ادا نہیں ہو سکتا پس آپ کی محبت و عقیدت قلب کی قوت ہے، غذائے ارواح ہے

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور دین و دنیا کی زندگی ہے۔ جو اس چیز سے محروم ہے وہ مردہ ہے یا چلتا پھرتا پتھر ہے۔

آپؐ کی محبت و عقیدت ایک نور ہے جو اس نور سے مستفید نہیں وہ میدانِ ضلالت و گمراہی میں ٹھوکریں کھاتا ہے۔ آپؐ کی محبت و عقیدت ایک شفا ہے جس کا فقدان کروڑوں امراض و اسقام کا آماجگاہ بنا دیتا ہے۔ وہ جس نے ہمیں نارِ جہل اور عذابِ دوزخ سے نکال کر جنات عرفان و ایقان میں پہنچایا ہمارے لئے بقاء ابدی او نعیم مردود کا ہے حیلہ ہے۔ ایسے کی محبت و طاعت سے منہ موڑنا کفرانِ نعمت اور خود کو گمراہی کے جہنم میں جھونکنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ — یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسکے نزدیک اُسکے باپ اور لڑکے سے زیادہ محبوب ہو جاؤں

حلاوتِ ایمان کی علامت حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ... یعنی جس شخص میں تین چیزیں ہوں اُس نے ایمان کی لذت پالی۔ اوّل یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اُسے [illegible] جو کچھ ہے سب سے زیادہ پیارے ہوں۔

اس حدیث پر غور کرنے سے ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے کیونکہ اس میں حلاوتِ ایمان کا ذکر ہے اور یہ صرف ایک روحانی کیفیت ہے جس سے صرف وہی دل آشنا ہو سکتا ہے جو اس مقام تک پہنچ سکے یا جس کی روحانی آنکھیں اس کی تجلی دیکھ چکی ہوں۔ الفاظ میں اس کیفیت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی شراب ہے جس کے نشہ سے صرف صحابۂ کرامؓ ہی آشنا تھے یہی وہ مقام ہے جس پر صحابہؓ پہنچے ہوئے تھے۔ اور ان کی روحوں نے وہ لذت و سرور حاصل کیا جس کی ہمیں ہوا بھی نہیں لگی۔ اس کیفیت اور مقام کا اندازہ صحابہ کرام کے ان چند اقوال سے لگایئے۔

عاشقِ رسول حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ کے تمام اہلِ خانہ کہتے تھے وَاكَرْبَاهُ یعنی کیسی مصیبت ہے اور حضرت بلالؓ فرماتے تھے وَاطَرَبَاهُ یعنی کیسی خوشی ہے کہ میں کل اپنے محبوب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں گا۔ دیکھا آپ نے یہ ہے حلاوتِ ایمان کا درجہ حضرت عمرو بن العاصؓ فرمایا کرتے تھے۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبَّ اِلَيْنَا مِنْ اَمْوَالِنَا وَاَوْلَادِنَا وَاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہمارے اموال، اولاد، آباء اور امہات سے زیادہ محبوب تھے۔

رسول اللہؐ کی محبت اس کو کہتے ہیں | حقیقت یہ ہے کہ حلاوتِ ایمان کے درجہ پر صحابہؓ ہی فائز تھے اور اُنہیں کو محبتِ رسولؐ کا دعوے کرنا زیب دیتا تھا ہمارا ادعائے محبت تو ایک فریبِ نفس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ ذرا غور کرو۔ ثوبانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ان کو حضورؐ سے اسقدر شدید اور مستحکم محبت تھی کہ ایک لمحہ آپؐ سے جُدا رہنا اُن کو گوارا نہ تھا۔ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ چہرہ کا رنگ متغیر تھا اور چہرہ پر حزن و ملال کے آثار ظاہر تھے۔ حضورؐ نے یہ کیفیت ملاحظہ فرما کر پُوچھا۔ ثوبانؓ! یہ کیا حال ہے؟ فقال یا رسول اللہ ما بی من وجع عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی بھی درد تکلیف نہیں۔ سوائے اس کے کہ مجھے اس خیال نے سراپا حزن وملال بنا دیا ہے کہ جب میں اس دنیا میں آپؐ کی مفارقت گوارا نہیں کرسکتا تو آخرت میں کیا حال ہوگا۔ اگر میں جنت میں داخل ہُوا تو آپؐ درجات النبیین میں ہوں گے میں آپ کو کہاں دیکھ سکوں گا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ	جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو وہ اُن مقبول بندوں میں سے ہوگا جو قیامت میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے اپنی نعمت اُتاری ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ بہت اچھے رفیق ہیں۔

دیکھا آپ نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا ثمرہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمراہی قیامت کے دن نصیب ہوگی زہے قسمت۔

اس آیت مبارک سے مراد یہ نہیں کہ یہ تمام لوگ ایک درجہ میں ہوں گے کیونکہ اللہ تعالےٰ فاضل ومفضول میں برابری نہیں کرتے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ سب جنت میں متمکن ہوں گے مگر اُن کی رویتہ ومشاہدہ میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔ اور جب حجاب زائل ہوگیا تو ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

ایک انصاری عورت کا عشقِ رسولؐ | ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت تھی۔ جنگِ اُحد میں اس عورت کے خاوند، باپ اور بھائی نے شہادت پائی۔ باقی قصہ علامہ شبلیؒ نے یوں نظم کیا ہے جس کو سُن کر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے۔

موقعہ جنگ پہ پہنچی تو یہ لوگوں نے کہا	کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی	تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دو دم
سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہُوا تیرا شہید	گھر کا گھر صاف ہُوا ٹوٹ پڑا کوہِ الم
اُس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا	یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم

سب نے دی اُس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ ‏ ‏ گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و بازو و شکم

بڑھ کے اُس نے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا ‏ ‏ تُو سلامت ہے تو سب ہیچ ہیں یہ رنج و الم

مَیں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا ‏ ‏ اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

زید بن الاثنہؓ کو جب کفار قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لے گئے تو ابوسفیان بن حرب نے کہا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتا اور اس کی گردن ماری جاتی۔ حضرت زیدؓ نے یہ ناگوار بات سُن کر کہا کہ مَیں یہ بھی نہیں چاہتا کہ حضورؐ کے پیر میں کانٹا بھی لگے۔

دیکھا آپ نے یہ ہے محمد رسول اللہؐ کی محبت و عقیدت کا بلند و بالا مقام جس کے سامنے تمام درجے اور مراتب ہیچ ہیں۔ دراصل اللہ اور رسول کی سچی محبت کا تقاضا یہ ہونا چاہیئے کہ تمام خواہشات و مقاصد خدا اور اس کے رسولؐ کے خواہشات و مقاصد پر قربان کر دئے جائیں۔ خدا اور اس کے رسول کی عملی محبت یہی ہے جس کا ثبوت صحابہ کرامؓ نے دیا اور اپنے علم و عمل سے ہم بد نام کنندگانِ اسلام کے سامنے روحانی قوتوں کا سرچشمہ کھول دیا۔

محبتِ رسولؐ کے معنے | محبتِ رسولؐ کے یہ معنے نہیں کہ صرف زبان سے آپؐ کی محبت کا دعوے کیا جائے اور کوئی عملی ثبوت نہ دیا جائے۔ ایسی محبت جو اپنے ساتھ عملی ثبوت نہ رکھتی ہو، ایک دھوکہ اور فریب ہے، حضورؐ کی محبت جتنی زیادہ ہوگی اسی قدر اتباعِ رسول کا جذبہ زیادہ اور مستحکم ہوگا یا یوں سمجھ لو کہ اتباعِ رسول ہی کا نام رسول اللہؐ کی محبت و عقیدت ہے۔ پس محبِ رسولؐ کے فرائض حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ دینِ حق کے قیام و استحکام میں ہر وقت کوشاں و ساعی رہے

۲۔ دینِ محمدیؐ کی قول و فعل سے تائید و نصرت کرے۔ تحفظ ناموسِ شریعت کرے۔ حضورؐ کے اخلاق جود و کرم، ایثار، حلم، صبر اور تواضع وغیرہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اور آپؐ کے قول و فعل کو اپنے ہر دینی و دنیاوی امر میں رہنما بنائے۔

۳۔ اُمتِ محمدیؐ پر لطف و احسان کرے۔ حُسنِ اخلاق اور محبت و شفقت سے پیش آئے۔ تمام مسلمانوں کو نیکی کی نصیحت کرے اور برائی سے باز رکھے۔

۴۔ صلحاء اور نیک بندوں کی صحبت اختیار کرے اور اُن سے محبت و عقیدت رکھے۔

۵۔ آپؐ کے دین کی نشر و اشاعت میں اپنی انتہائی کوششیں صرف کرے۔ آپؐ کے آداب و احکام سے اپنے آپ کو مؤدب بنائے۔ احکامِ شریعت کی دل و جان سے پابندی کرے۔ شریعت نے جس چیز سے باز رہنے کی تاکید کی

ہو اُس سے باز رہے۔ اور شرک و بدعت سے کلی طور پر مجتنب رہے۔

۶۔ آپ کی حد سے زیادہ تعظیم و توقیر کرے۔

صحابہؓ کی محبت رسولؐ چونکہ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ تعظیم و توقیر بھی آپ کی حد سے زیادہ کرتے تھے۔

۷۔ آپ کی آلِ اطہار، امہات المومنین، مہاجرین و انصار اور تمام صحابہؓ سے محبت رکھے۔ اور آپ پر ہر حال میں درود و سلام بھیجے۔

جب تک ایک مسلمان ان تمام باتوں پر عمل پیرا نہ ہو اُس وقت تک اُس کا دعوئے محبت رسول متحقق نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت رسولؐ سے شریعت کے احکام شاقہ آسان ہو جاتے ہیں۔ اور ایک مسلمان کلی طور پر خدا کا ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ میں چونکہ محبت رسولؐ کا سچا جذبہ تھا اس لئے انہوں نے اسلام کی پہلی ہی آواز پر اپنا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا تھا۔ اور وہ اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کر کے کیتے تھے۔

جان دی، دی ہوئی خدا کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج مسلمان کیوں حقیقی اور عملی مسلمان نہیں رہے، کیوں انہوں نے شریعت مطہرہ کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور وہ کیوں احکامِ الٰہیہ کی نافرمانی کر رہے ہیں؟ اس لئے کہ ان کے سینے محبت رسولؐ سے خالی ہیں اور ان کی روح حلاوتِ ایمان سے ناآشنا ہے۔

یاد رکھو حضورؐ کا نام مبارک سُنتے ہی صرف انگوٹھے چوم لینا، محافلِ میلاد میں درود شریف کی کثرت کرنا، اس کی حمد کے لمبے لمبے ترانے الاپنا اور نعت خوانی کرنا ہی اصل محبت نہیں۔ اس رسمی محبت اور سطحی تعظیم نے مسلمانوں کو اسلام سے بہت دور جا پھینکا ہے۔ اس محبت نے انہیں شرک و بدعت کے کیچڑ میں دھنسایا ہے اور اسی محبت نے ان سے نورِ ایمان اور ذوقِ اطاعت کو سلب کر لیا ہے۔ اگر اس رسمی محبت میں حقیقت کا شائبہ ہوتا تو وہ احکامِ الٰہیہ کی نافرمانی نہ کرتے۔ مگر یہ اچھی محبت ہے کہ ذکرِ رسولؐ مزے لے لے کر کیا جا رہا ہے، محبت رسول کا دم بھرا جا رہا ہے اور جھوم جھوم کر نعت خوانی ہو رہی ہے۔ مگر دل کھول کر قوانینِ شریعت کی بھی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ کاش ہمارے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عقیدت پیدا ہو اور ہم صحیح معنوں میں متبع رسولؐ بنیں۔

مسلمانو!

آؤ سب مل کر ایک مُردہ سُنت کو زندہ کریں

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ قرآنِ کریم کی تلاوت روزانہ اپنی زبان میں کیا کرتے تھے۔ نیز اُس کی آیات پر غور و فکر کر کے اُن پر عمل کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرونِ اُولٰی کے مسلمانوں کی فوری اور بے مثال کامیابی کا راز یہی تھا۔

آؤ۔ آج سے ہم پھر وہی طریق اختیار کریں اور قرآنِ کریم کو خوب سوچ سمجھ کر بلاناغہ پڑھنا شروع کریں۔ اُس کے مضمون سے واقف ہوں اور اُس پر عمل کریں۔ تاکہ ہمیں بھی وہی کامیابی اور کامرانی نصیب ہو

قرآنِ کریم کے ترجمے کو بار بار پڑھنے سے اُس کے مطالب خود بخود ذہن نشین ہو جاتے ہیں صحیح اور غلط، سچ اور جھوٹ، حلال و حرام اور نیکی بدی ہر بات میں تمیز ہونے لگتی ہے۔ اور انسان فرقہ بندی کی لعنت سے بچ کر بڑی آسانی سے صحیح راہِ عمل اختیار کر سکتا ہے۔

پیکو کے سلیس بامحاورہ اور عام فہم اُردو ترجمہ کا مطالعہ یقیناً آپ کو اس بھولی ہوئی سُنت کے تازہ کرنے میں بڑی حد تک مدد دے گا۔ اور روزانہ صرف چند منٹ کی توجہ آپ کے مستقبل کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگی۔

الداعی الی الخیر

محمد احسان عفی عنہ

کوائف و لطائف

از جناب مرزا عزیز فیضانی

اسلامی خدمت

کہنے والے کہتے جائیں کہ مذہب کی طرف سے لوگ غافل ہو رہے ہیں۔ اسلام کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اور قوم لاوارث ہو چکی ہے۔ مگر اتنی بھی تو ناشکری اچھی نہیں۔ ذرا سوچئے تو اسلامی خدمت اور قومی خدمت کا جو گلی گلی کوچے کوچے چرچا ہو رہا ہے۔ وہ کچھ یونہی تو نہیں، کہیں قومی حقوق اور ملازمتوں کے تناسب کا غل بپا ہے تو کہیں تبلیغ کا شور بلند ہے۔

حلال حرام کی تمیز کا جھگڑا نہ لے بیٹھیئے، آخر جو کچھ کسی کے پاس ہوتا ہے حسب توفیق اسلامی خدمت کے لئے اُس میں سے خرچ کرتا ہے۔ بھلا ایک شراب فروش یا قمار باز کے دل میں قومی خدمت کا ولولہ اٹھے گا تو کیا وہ کسی پڑوسی مُلا سے چندہ کے لئے پیسے مانگنے جائے گا کہ اُس کا پیسہ حلال ذریعہ سے کمایا ہوا ہے؟ حالانکہ مسجد کا مُلا بھی انہی لوگوں سے لے کر کھاتا ہے۔

خوب یاد آیا۔ ایک گاؤں میں ایک مولوی صاحب جا پہنچے مسجد میں اذان دی۔ نماز پڑھائی اور وعظ فرمایا۔ لوگوں کو پسند آیا۔ اب ان کی شب باشی اور طعام کی فکر ہوئی۔ تجویزیں ہونے لگیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا اتنی کد و کاوش کی ضرورت کیا ہے۔ جواب ملا کہ آپ نیک آدمی ہیں۔ اور یہاں گاؤں کا گاؤں چوری کے معاش پر زندہ ہے۔ اس لئے کسی حلال آمدنی والے گھر کی تلاش ہے۔ آخر انہوں نے مسجد کے مُلا کے گھر مولوی صاحب کو بھیج دیا۔ وہاں جب کھانا لایا گیا تو مولوی صاحب نے پوچھا جب سارا گاؤں ہی ایسا ہے تو آپ کے ہاں حلال کی روزی کہاں سے آگئی؟ فرمایا یہ لوگ جب چوری کرنے جاتے ہیں تو نذر مانتے ہیں کہ دس گائیں ہاتھ آئیں تو ایک گائے مسجد کو دیں گے اور ایسی ہی نذروں کا مال میرے ہاتھ آ جاتا ہے۔

غرض اسلامی خدمت کا بازار گرم ہے۔ "مسلمان" قمار باز۔ "مسلمان" سُود خوار۔ "مسلمان" چور اور "مسلمان" کوئی اور تو رہے ایک طرف "مسلمان طوائفیں" تک تو خدمتِ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہیں پس کیا کیا خوبیاں آپ خدمتِ اسلام کی جھٹلائیں گے۔

سر سید مرحوم نے جب علیگڑھ میں قومی کالج کی بنیاد رکھی تو آپ یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ طوائفوں نے اسی جذبہ سے مجبور ہو کر چندہ دیا تھا۔ لوگوں نے اس چندے کی مخالفت کی۔ اس پر سر سید نے جواب دیا کہ میں ان کے چندہ سے کالج کی ٹٹیاں بنوالوں گا۔

سُود کی رقم بھی اسی طرح قومی خدمت میں کام آیا کرتی ہے یعنی فتوے دیا کرتے ہیں کہ سُود لے ضرور لو مگر خود خرچ نہ کرو۔ غریبوں کو دے دو۔ گویا دوہرا عجب۔ ایک سُود لینے کا دوسرا حرام چیز خیرات کرنے کا۔ حالانکہ نیکی حاصل ہی نہیں ہو سکتی جب تک وہ مال نہ خرچ کرو جسے خود پسند کرتے ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ خُدا طیب ہے اور طیب مال ہی قبول فرماتا ہے۔

مگر خیر۔ یہ مُلّاؤں کی باتیں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ طوائفیں تک مذہبی خدمت کرتی ہیں پھر بھلا کوئی یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ مذہب کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ دیکھئے بکثرت طوائفیں کئی ایک نقلی پیروں کی مریدنیاں ہوتی ہیں۔ شیعہ حضرات بُرا نہ مانیں تو ملتان کے ایک آدھ تعزیئے کی رونق بھی طوائفیں بڑھانے آتی تھیں۔ اب کا حال معلوم نہیں۔ پھر عُرسوں کے موقع پر وہ عارفانہ کلام اور نعت تک سُناتی ہیں کہ سُننے والوں کا ایمانی جذبہ اور عرفانی ولولہ بھڑک ہی تو اُٹھتا ہے۔ پھر اب تو ریڈیو کی مہربانی سے گانے والیوں کی مذہبی خدمت دُنیا میں گھر گھر جلوہ دکھا رہی ہے۔ عید میلاد تھی ریڈیو پر ایک نعت سُن کر ایک دوست پکار اُٹھے، بس ..... نے وہ خدمتِ اسلام کی ہے کہ واعظین اور رہنما سب مل کر بھی کیا برابری کریں گے سبحان اللہ۔ واعظین اور رہنماؤں کو غور کرنا چاہیئے۔ اور ع

چیست یارانِ شریعت بعد ازیں تدبیرِ ما

پھر اسی قسم کی خدمات ہی کا تو ایک مشہور قومی خیر خواہ کے دل پر ایسا اثر ہُوا کہ وہ ایک نہایت قیمتی تجویز قوم کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔ اور وہ یہ کہ طوائفوں کو اُن غیر مسلم لوگوں کے سامنے تبلیغِ اسلام کرنی چاہیئے۔ جو اُنکے ہاں جاتے ہیں۔ اب آپ نعوذ باللہ کہیں، لاحول پڑھیں یا جوش میں آکر یہ کہہ دیں کہ یہ تو "پاخانہ سے بھوک دُور کرنے والی بات" ہوئی مگر آپ کی ایسی باتوں کو سُن کر کیا کوئی خدمتِ اسلام کا جذبہ چھوڑ دے گا! یہاں تو قلب خدمت کے جذبہ سے معمور ہیں۔ آپ کی ملامت کا کسے خوف!

اِدھر آپ کا ایک خشک فتوے اور اُدھر طوائفوں کی اس قدر رنگین خدمات۔ اسی لئے تو شکر گزاری کے خیال سے

اور مسلمان طوائفوں کے طبقہ کے حقوق کی حفاظت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، بقول رسالہ ترجمان القرآن "ایک بڑے ممتاز لیڈر کو ایک مرتبہ اس امر کی شکایت کرتے ہوئے سُنا گیا تھا کہ بمبئی اور کلکتہ کے دولت مند مسلمان اینگلو انڈین فاحشات کے ہاں جاتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان طوائفیں ان کی سرپرستی کی زیادہ مستحق ہیں"۔

اس سلسلہ میں ایک دوست کا واقعہ یاد آگیا۔ وہ بھی سنتے جائیے۔ ایک قدیم دینی درسگاہ اتفاق سے طوائفوں کے بازار کے قریب و جوار میں واقع ہے۔ یار لوگ اس "اتفاق" کو بھی خدمتِ اسلام کی لے میں لے اُڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدارگنہ طوائفوں کے بازار نے اپنے سر لے رکھا ہے۔ تاکہ مدرسہ پاک و محفوظ رہے۔ طلبہ کے حجروں کے پہلو قحبہ خانوں کی دیواروں کی وجہ سے گرم رکھے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے اور طلبہ کے حجرے رہبانوں کی خانقاہیں بن کر نہ رہ جائیں۔ مگر ان طعنۂ کو چھوڑیئے اور دوست کا حادثہ سُنیئے۔ فرماتے ہیں کہ اُن کی شامت جو آئی تو اُس درسگاہ کے سالانہ جلسۂ مواعظ کا اشتہار پڑھ کر چلے آئے۔ قریب چلے آئے مگر جلسہ گاہ کا پتہ نہ چلا۔ دریافت کرنے پر ایک ستم ظریف نے مدرسہ کے پڑوس کے ایک چوک یا احاطہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور کہا کہ یہاں دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں۔ دوست وہاں گئے تو دیکھا کہ علما کی بجائے طوائفیں جمع ہیں اور باہم لڑ رہی ہیں۔ مسجع طعنے، مقفیٰ گالیاں۔ فصیح نوکیں، بلیغ چوٹیں۔ غرض ایک اچھا خاصہ جلسہ تھا۔ ایک بڑی بی تو کافی اُونچی سٹیج یعنی بالاخانہ سے ایک جنگی تقریر جھاڑ رہی تھیں۔ دوست مذکور لاحول پڑھتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔ اور ایسے سیر ہوئے کہ پھر درسگاہ یا جلسہ گاہ کا پتہ بھی نہ پوچھا۔ اور گھر ہی میں آکر دم لیا۔

پیکو کا تبلیغی پوسٹر

ظ

ظ

(ظ - ا)

(ل) ظالم - دیکھئے ظلم -

(ہ) ظاہر و باطن کا گناہ ۲/۱۱۲ ۶/۱۵۲ ۶/۲۳

(ظ - ل)

(م) ظلم کیا کیا ہوتا ہے :-

(ا) ظلم اللہ کی آیات سے اعراض

" " " " کی تکذیب ۶/۲۴

" اللہ کی راہ سے روکنا ۶/۴۴-۴۵

" آخرت کا انکار ۶/۴۴-۴۵

" الوہیت کا دعوے کرنا ۲۱/۲۹

" انشاءاللہ نہ کہنا دولت کی حرص میں خدا اور خیرات کو بھول جانا (باغ والوں کی مثال) } ۲۸/۱۸-۳۶

" کجی تلاش کرنا اللہ کے دین میں ۶/۴۴-۴۵

" اللہ کے کلام سے منہ پھیرنا ۱۸/۵۷

" " " میں تحریف کرنا (بنی اسرائیل کا حطہ کو حنطہ کہنا) } ۶/۱۶۲

(م) ظلم کیا کیا ہوتا ہے :-

" اللہ پر افترا باندھنا } ۳/۹۴ ۶/۲۱ ۱۰/۱۷ ۱۸/۱۵ ۲۹/۳۲ ۹/۶

(چ) ظلم - چوری کرنا ۱۲/۷۵

(ح) " حدود اللہ سے آگے بڑھنا ۲/۲۲۹ ۶۵/۱

(ر) " رسولوں کا انکار ۱۱/۱۰۱

" " کی تکذیب ۱۶/۱۱۳ ۲۹/۱۲

" " پر افترا ۶/۲۱

(ز) " زنا . . . ۱۲/۲۳

(ش) " شرک ۱۱/۱۰۱ ۵/۱۸ ۳۱/۱۳ ۳۶/۳۰ (ظلم عظیم)

" شکر نہ کرنا ۱۶/۴۹

" شہادت کا کتمان ۲/۱۴۰

(ض) " ضعفا کو حقیر جاننا ۱۱/۳۱

(ع) " عورتوں کو معلقہ رکھنا اپنے آپ پر ظلم ہے ۲/۲۳۱

(ک) " کفر ۲/۲۵۴ ۳/۱۱۷

" کافروں سے دوستی کرنا ۹/۲۳

(م) " مال کی کثرت پر گھمنڈ کرنا ۱۸/۳۵

(ہ) ظلم کیا کیا ہے :-

(ن) ظلم مساجد سے روکنا ۲/۱۱۴

(و) „ کفر دوست والدین سے محبت کرنا ۹/۲۳

(ہ) „ ظالموں کی بستی سے ہجرت نہ کرنا ۹۷/۴

ظلم کرنے والے ۳۰/۵۷ ۵۹

(ب) ظلم کا بدلہ گناہ نہیں ظلم گناہ ہے ۴۰-۴۲/۴۲

(ج) ظلم کرنیوالے کے آگے نہ جھکو ۱۱/۱۱۳

„ „ „ لئے جہنم میں زقوم ۳۷/۶۲-۶۶

(ش) ظلم کرنیوالوں کی قابلِ قبول شفاعت کوئی نہ کریگا ۱۸/۴۰

(ع) „ „ „ کے لئے عذاب الیم ۱۴/۲۲ ۴۲/۲۱ ۴۳/۶۵

„ „ „ „ عذاب مقیم ۴۲/۴۵

„ „ „ پر عذاب ہلکا نہ ہوگا ۱۶/۸۵

„ کرنیوالے عذاب دیکھ کر پچھتائیں گے ۱۰/۵۴ ۱۴/۴۴

„ کرنیوالوں کیلئے عذاب سخت ہے (اگر خدا گرفت کرنا چاہے تو ایک متنفس زندہ نہ رہے) ۱۶/۶۱

(غ) ظلم جس پر کیا گیا ہو وہ ظالم کی غیبت کر سکتا ہے ۴/۱۴۸

(ف) „ کرنیوالے کیلئے فلاح نہیں ۱۲/۲۳

ظلم کرنے والے ۔

(ت) ظلم کرنیوالے سے فدیہ قبول نہ کیا جائے گا ۱۰/۵۴

„ کرنیوالوں پر لعنت ۷/۴۴ ۴۰/۵۲

(ظ) „ „ „ کا کوئی مددگار نہ ہوگا ۲/۲۷۰ ۵/۷۲ ۲۲/۷۱ ۳۵/۳۷

ظلم کے باوجود خدا مغفرت کر دیتا ہے ۱۳/۶

„ کرنیوالے موت کے وقت پچھتاتے ہیں ۱۶/۲۸

„ کرنیوالوں سے خدا غافل نہیں انکو مہلت دے رکھی ہے ۱۴/۴۲

„ کرنیوالوں کو مہلت ۱۶/۶۱

(ط) „ „ „ کی بستی سے ہجرت نہ کرنا ظلم ہے ۹۷/۴

„ „ „ کو ہدایت نہیں ملتی ۲/۲۵۸

(ی) ظلم یہودیوں کی خاص صفتوں میں سے ہے ۴/۱۶۰

(ظ ـ ن)

ظنِّ سُوء کی ممانعت (بعض ظن اثم ہوتا ہے) ۴۹/۱۲

ظنَّ السَّوءِ علیٰ اللہ پر عذاب ۴۸/۶

(ظ ـ ہ)

ظہار (بیوی کو ماں کہہ بیٹھنا) ۳۳/۴

„ „ „ اور اسکا کفارہ ۵۸/۲-۴

ع

ع

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ

جلد ۱۸ نمبر

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر، پبلشر نے اتحاد پریس نیلی روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام [illegible] سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

بقلم پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں سے زندگی کے سپاہیانہ اوصاف تو مدتیں گزریں ختم ہو چکے تھے، لے دے کے سرحدی مسلمانوں کے اندر اسلاف کا یہ جوہر کسی نہ کسی حد تک ضرور باقی رہ گیا تھا لیکن بُرا ہو چشم فلک کا، کہ اُسے یہ بھی گوارا نہ ہو سکا، چنانچہ ایک ساعتِ سعید دیکھ کر "منشیٔ فلک" نے حاکمِ زحل کی طرف سے یہ خط "ساحرِ وردھا" کو لکھا کہ۔

سرحد کا فاقہ کش، کہ ہے تلوار کا دھنی "روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو"

اس کے عوض، روح مہابیر سوامی اس کے بدن میں پیوست کر دو تاکہ وہ قرآنی فلسفہ "لکم فی القصاص الحیوٰۃ" کے بجائے جینی فلسفہ "اہنسا پرمو دھرم" پر عامل ہو جائے۔

ہرگاہ کہ گاندھی جی کو مسلمانوں کی بہتری اپنی جانِ ناتوان سے بھی زیادہ عزیز ہے اس لئے اُنہوں نے اپنی ساری توجہ، سرحد کے مسلمان کو اسلامیت سے بیگانہ وشی اختیار کرنے پر مبذول کر دی، چونکہ نیت نیک تھی اس لئے کامیابی بھی یقینی تھی۔

"الحمد للسیاست" کہ اب سرحد کا غیور نوجوان، روز بروز اسلام سے دُور، اور گاندھی جی سے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا ثبوت درکار ہو تو ۲۰ مئی کا "ٹریبیون" پڑھ لیجئے۔ اس میں صلا پر ایک پشتو نظم کا انگریزی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ ساری نظم کا اردو ترجمہ کرنا تو میرے بس کا روگ نہیں۔ صرف پہلا مصرع ہی، بے خود بنانے کے لئے کافی ہے۔

اے ماں! میرا چرخا مجھے دے ....

(ساری نظم چرخے کی چوں چوں سے لبریز ہے)

یہ اُس قوم کا فرد ہے جس کے نوجوان فتنۂ گاندھویت سے پہلے، اپنی ماں سے تلوار آبدار طلب کیا کرتے تھے۔ لیکن اب گاندھی جی کی نگاہِ کیمیا اثر کے فیض سے تلوار سے بے تعلق ہو کر، چرخا طلب کر رہا ہے تاکہ کسی گوشۂ عافیت میں دن بسر کر سکے۔ رہ گئی رات، سو وہ کروٹیں بدلتے بدلتے بسر ہو ہی جائے گی!

بیچ ہے قرآن اور تلوار ۔ اُپنسا اور چرخا!
اِن دونوں میں ایک قسم کا منطقی لزوم ہے!
اُپنسا کے ساتھ تلوار کا کیا جوڑ؟

ساتھ سارنگی کا بُلبل کے لئے دشوار ہے

آپ حیران نہ ہوں، جب خودی ملائم ہو جاتی ہے تو، اُستاد جدھر چاہتا ہے، بیک جنبشِ ابرو، موڑ سکتا ہے اگر آپ اُپنسا کے اصول کو تسلیم کرلیں اور اس کے ساتھ آپ کو یہ بھی وشواش ہو کہ جس شخص نے یہ اصول پیش کیا ہے، وہ "اندرونی روشنی" والا ہے تو پھر قدرتی طور پر، آپ تلوار کے بجائے چرخا ہی طلب فرمائیں گے ۔ زبان اور خیالات دونوں دماغ کے تابع ہیں

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اسکی خودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اُدھر پھیر (اقبال)

گاندھی جی نے ، ۷ اپریل ۱۹۴۰ء کو ایک بیان میں فرمایا تھا "میں بیس سال سے مسلمانوں کو جانتا ہوں اور ان کا سچا دوست ہوں"۔ مجھے پار سال اس قول کی صداقت میں شک تھا۔ لیکن چرخے والی نظم پڑھ کر تمام شبہات دُور ہو گئے اور بے اختیار پکار اٹھا ۔

ہوئے تُم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو

سرحدی مسلمان! جس کے افسانوں سے "بوئے خوں" آیا کرتی تھی، جو مقاتلہ کو شغلِ زندگی سمجھتا تھا! وہ سرحدی مسلمان اگر چرخے پر عامل ہو جائے تو لاریب کہ "جاتی" کی تمام مشکلات حل ہو جائیں گی، اور پھر "باپو" اور ان کے پجاری کھٹکے ہندوستان پر حکومت کر سکیں گے!

پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے

یہ تو سب کچھ سمجھ میں آگیا، ایک بات ابھی تک معما بنی ہوئی ہے وہ یہ کہ جب گاندھی جی سرحدی مسلمانوں کو اُپنسا کا پجاری بنا کر، تلوار کی جگہ چرخا عطا فرما رہے ہیں، تو یہ ڈاکٹر مونجے، پونا میں ملٹری سکول قائم کر کے، ہندوؤں کے ہاتھ میں بندوق کیوں دے رہے ہیں؟

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دونوں بزرگ تقسیمِ کار کے اصول پر عمل کر رہے ہیں! ڈاکٹر مونجے کا یہ فرض قرار دیا گیا ہو کہ وہ ہندوؤں کو سپہ گری کے رموز سمجھائیں اور گاندھی جی، مسلمانوں کو چرخے کے کرتب سکھائیں، "تاکہ "فتنہ"

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری (اقبالؒ)

---

۱۱ اپریل سے ۱۳ اپریل تک جامعہ نگر (جامعہ ملیہ اسلامیہ) قریب دہلی میں بنیادی تعلیم کی دوسری کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں سے، سرکاری اور غیر سرکاری معلمین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا افتتاح ملتِ اسلامیہ کے مشہور خیر خواہ "راجن بابو" نے کیا، اور ان کے خطبہ صدارت سے پہلے شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان نے خطبہ استقبالیہ میں اس کانفرنس کی غرض وغایت بیان کی اور آخر میں صدر جلسہ بابو راجندر پرشاد عرف راجن بابو سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ میری طرف سے اس ملک کے سیاسی رہنماؤں کی خدمت میں یہ التجا پیش کر دیں کہ

"خدا کے لئے اس ملک کی ریاست کو سدھاریئے اور جلد سے جلد ایسی ریاست کی بنیاد ڈالئے جس میں قوم قوم پہ بھروسہ کر سکے۔ کمزور کو زور آور کا ڈر نہ ہو، غریب، امیر کی ٹھوکر سے بچا رہے جس میں تمدن تمدن، امن کے ساتھ پہلو بہ پہلو پھول پھل سکیں اور ہر ایک سے دوسرے کی خوبیاں اجاگر ہوں۔ جہاں ہر ایک وہ بن سکے، جس کے بننے کی اس میں صلاحیت ہو، اور وہ بن کر اپنی ساری قوت کو، اپنے سماج کا چاکر جانے۔ میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کا کہدینا سہل ہے اور کرنا کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ آج یہ بات ہمارے سیاسی رہنماؤں کے ہاتھ میں اتنی ہے جتنی کہ پہلے کبھی نہ تھی، کہ کچھ سمجھ کر، کچھ سمجھا کر، کچھ مان کر کچھ منوا کر، ایسی ریاست کی بنیاد رکھ دیں۔ جب تک یہ نہیں ہوتا ہم تعلیمی کام کرنے والوں کا حال قابلِ رحم ہے۔ ہم کب تک اس سیاسی ریگستان میں ہل چلائیں؟ کب تک شبہ اور بدگمانی کے دھوئیں میں تعلیم کا دم گھٹ گھٹ کر سسکتے دیکھیں؟ کب تک ہم اس ڈر سے کانپتے رہیں کہ ہماری عمر بھر کی محنت اور عمر بھر کی محبت کو، کوئی ایک سیاسی حماقت، اور سیاسی ضد مٹا دے گی تو ہم کہاں سہارا ڈھونڈیں؟ کیا اس سماج میں، جس میں بھائی بھائی ایک دل نظر نہیں آتے؟ کوئی قدر، آخری قدر معلوم نہیں ہوئی؟ جس میں کوئی گیت نہیں جو سب مل کر گا سکیں؛ کوئی تیوہار نہیں جو سب مل کر منائیں؛ کوئی شادی نہیں جسے سب مل کر رچائیں؛ کوئی غم نہیں جسے سب مل کر بٹائیں؟ ہماری یہ مشکل دور کیجئے اور جلد کیجئے، اب بھی بہت دیر ہو چکی ہے اور یہ دیر نہ جانے کیا دن دکھائے۔"

میں نے یہ طویل اقتباس اس لئے پیش کیا کہ اس کے ہر لفظ سے مجھے خلوص اور نیک نیتی کی بو آتی ہے۔ یہ الفاظ اس

دل کی گہرائی سے نکلے ہیں جو پاکیزہ ہے اور پاکیزہ ماحول میں رہنے کا آرزومند ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے سیاسی معتقدات سے مجھے اختلاف ہے لیکن جن بلند مقاصد اور شریفانہ جذبات کا اظہار انہوں نے اپنے مذکورہ بالا خطبہ میں کیا ہے میں بھی سچے دل سے ان کی تائید کرتا ہوں۔

بیشک آج، راجندر بابو سے یہ کہنے کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اپنے دوستوں (ارباب کانگرس) سے کہیں کہ ایسی ریاست کی بنیاد ڈالیں جس میں ایک قوم، دوسری قوم پہ بھروسہ کر سکے یعنی ایسی ریاست جس میں کسی "یوسف شریف" کو محض اس بنا پر وزارت سے محروم نہ کر دیا جائے کہ وہ گاندھویت اور گاندھی پرستی کے باوجود "ہریجن داس" کیوں نہیں ہے! کاش ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں بالفاظِ واضح تر حضرات گاندھی، نہرو، پٹیل، شرت بوس (حاضر، وسبھاش بوس (غائب) پنت، سنہا، منشی، اچاریہ، سیتا رامیہ، جیکار، کالیکار، شکلا کے اندر کچھ فراخدلی کچھ وسعت قلب اور کچھ رواداری پیدا ہو سکے۔

راقم الحروف کا خیال اگرچہ یہ ہے کہ یہ آرزو ایسی ہی ہے جیسے ریت میں سے تیل نکالنے کی کوشش لیکن شیخ الجامعہ کی ہمنوائی کا شرف حاصل کرنے کے لئے، اس کے اظہار میں کوئی تامل نہیں ہے۔

بیشک آج راجندر بابو سے کہنے کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اور ان کے دوست ایسی ریاست کی بنیاد ڈالیں جس میں مختلف تمدن تمدن امن کے ساتھ پھل پھول سکیں اور ہر ایک سے دوسرے کی خوبیاں اجاگر ہوں۔ بالفاظِ واضح تر ایسی ریاست کی بنیاد ڈالیں جس میں ہندو تہذیب اور مسلم تہذیب دونوں نشوونما پا سکیں بیشک نہایت مبارک آرزو ہے۔ اور میں بھی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہمنوا ہوں لیکن اگر وہ ناراض نہ ہوں تو ایک بات دریافت کر دوں۔

ہندوستان کے نو کروڑ مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ یہ ہے اور جمعیتہ العلماء کے تمام ارکان بھی عامتہ المسلمین کے ہمنوا ہیں کہ واردھا سکیم اور ودیا مندر سکیم دونوں مسلمانانِ ہند کے تمدن اور ثقافت پر بالواسطہ حملہ (ATTACK) ہیں۔ ان سکیموں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو رفتہ رفتہ "نامسلمان" بنا دیا جائے۔ بالفاظِ واضح تر ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے۔ کہ سو سال کے بعد، پھر مسلمانوں میں، کوئی ذاکر حسین پیدا نہ ہو سکے۔ یہ سکیم مشہور محبِ اسلام مسٹر گاندھی کے نہاں خانہ دماغ سے عالمِ وجود میں آئی تھی اور اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا، تو شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب نے خود اس کو مرتب فرما کر، بڑے ادب کے ساتھ، مسٹر موصوف کی خدمت میں پیش کیا تھا

چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

پس سب سے پہلے اس سکیم کو "نرمدا برد" کرائیے اور اس کے بعد مسلم لیگ کے ساتھ مل کر اس ذہنیت کا خاتمہ کیجئے جو اس قسم کی سکیموں (تجاویز) کی تولید کی ذمہ دار ہے۔ اور اگر آپ کو لیگ سے کوئی کد ہو تو جداگانہ کہ اس کام کو

انجام دیجیے۔ اتنا عرض کر دینا خلاف محل نہ ہوگا کہ "پاکستان سکیم" در اصل "ودیا مندر سکیم" کا منطقی نتیجہ یا ردِ عمل ہے۔ کاش راجن بابو بھی حقائق کا مقابلہ کرنا سیکھ جائیں۔

اب رہی مشترکہ گیت والی آرزو، اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ایسا گیت تو موجود ہے

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ہم بلبلیں ہیں اس کی وہ گلستاں ہمارا

اور میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ "قوم پرستوں" کے لئے اس سے بہتر گیت، اس ملک کی مشترکہ یا قومی زبان (اردو) میں موجود نہیں ہے لیکن آپ کے سیاسی رہنماؤں کی غیر مصفّی ذہنیت کا علاج تو شاید لقمان اور جالینوس کے پاس بھی نہ ہو۔ اس نظم میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو مذہب وطنیت کے خلاف ہو، لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ

(۱) اس نظم کا مصنف ایک مسلمان ہے اور

(۲) یہ نظم جناتی بولی میں نہیں بلکہ انسانی زبان میں ہے۔ اور سب سے بڑا نقص اس نظم میں یہ ہے کہ اس میں شرک اور بت پرستی کی تلقین نہیں کی گئی۔

کیا آپ اپنے سیاسی رہنماؤں کو اس بات پر آمادہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس گیت کو اختیار کرلیں (شدھی نہیں کر سکتے) مجھے تو کوئی آشا نہیں۔ میں ۲۲ سال سے اس قوم کی ذہنیت کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ وہاں اسلام دشمنی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے تمام رہنماؤں اور پیشواؤں نے متفقہ طور پر تعلیم و تربیت کو مسلمانوں کی ترقی کی پہلی شرط قرار دیا ہے ؎

چو شمع از پئے علم باید گداخت کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

قرآن مجید تمام علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے سب سے پہلے مسلمانوں کو قرآن مجید سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ دل اور دماغ دونوں منور ہو جائیں۔ اس لئے میں قوم کے افراد سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں، بڑی بڑی مساجد میں اور اگر ممکن ہو سکے تو اپنے اپنے گھروں میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیں۔ یاد رکھیئے یہ بنیادی کام ہے جب تک نہ ہوگا تمام بوالہبی ہے"

پیکو لمیٹڈ نے قرآن پاک کا جو سلیس، عام فہم اور بامحاورہ ترجمہ مع حواشی شائع کیا ہے اُس سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ یہ ترجمہ عربی متن کے ساتھ بلاکوں کے ذریعہ سے طبع کیا گیا ہے، ارزاں ایڈیشن کی پہلی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ہدیہ فی جلد عمر ہے شائقین سے درخواست ہے کہ وہ اپنا نام خریداروں کے رجسٹر میں درج کرالیں تاکہ ہر جلد شائع ہوتے ہی بذریعہ وی۔ پی ارسال کی جاسکے مفصل حالات اور نمونہ کے صفحات ایک خط لکھ کر منگوائیں۔ یہ سودا ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔

اختلافاتِ فقہاء

(ملخص از حجۃ اللہ البالغہ)

از جناب سید محمد ادریس طوروی

فقہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں:-

جاننا چاہیئے ۔ کہ علمِ فقہ کی تدوین آنحضرتؐ کے مبارک زمانہ میں نہیں ہوئی تھی ۔ اور نہ ہی اس زمانہ میں احکامِ شرعیہ سے اس طرح بحث کی جاتی تھی جس طرح آجکل فقہاء کرتے ہیں ۔ اس زمانہ میں تو یہ حالت تھی کہ آنحضرتؐ وضو کرتے صحابہؓ آپؐ کو دیکھ کر خود بھی اس طریق پر وضو کرنے لگتے ۔ آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھتے اور ٹھیک اسی طرح خود پڑھتے ۔ آپؐ نے حج کیا ۔ لوگوں نے دیکھا ۔ اور اسی طرح حج کرنے لگے ۔ نہ کسی نے عبادات کے ارکان معلوم کئے ۔ اور نہ آداب ۔

آنحضرتؐ کے زمانہ میں اکثر حالات میں شرعی امور پر اسی طرح عمل درآمد ہوتا رہا ۔ نہ تو آپؐ نے یہ بتایا کہ وضو کے فرض چار ہیں ۔ یا چھ ۔ اور نہ فرضی صورت پیدا کر کے یہ بتایا کہ اگر کوئی شخص وضو میں اعضاء کو ترتیب کے ساتھ نہ دھوئے تو اُس کا کیا حکم ہے ۔ اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے اس کی بابت دریافت کیا ۔ کیونکہ وہ لوگ آپؐ سے بہت کم اور صرف ضروری مسائل ہی پوچھتے تھے ۔

فہمِ مسائل کا طریقہ:-

جب صحابہؓ کو کوئی اہم مسئلہ پیش آتا ۔ تو وہ آپؐ سے دریافت کرتے ۔ آپؐ ان کو حکم بتا دیتے ۔ اگر کوئی مقدمہ آتا تو آپ اس کا فیصلہ کرتے ۔ کسی کو اچھا کام کرتے دیکھ پاتے ۔ تو اس کی تعریف کرتے ۔ بُرا کام کرتے دیکھتے تو اس کو منع فرماتے اور یہ سارے فتوے فیصلے اور احکام صحابہؓ کے سامنے ہوتے ۔ اس طرح اُنھوں نے مختلف اوقات میں آپؐ سے بہت سارے مسائل سیکھ لئے ۔ اور ہر ایک امر کے متعلق قرائن اور علامات سے بلا تکلف یہ معلوم کر لیا ۔ کہ ان میں سے کونسی چیز ضروری ہے ۔ اور کونسی غیر ضروری ۔ کونسا حکم ثابت ہے ۔ اور کونسا منسوخ ہو چکا ۔ اس بارے میں وہ منطقی دلائل کے محتاج نہیں تھے ۔ کیونکہ ان کے نزدیک سب سے بڑی دلیل اطمینانِ قلب تھا ۔ جس کے لئے منطقی دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ۔

اختلافات صحابہؓ کے اسباب :-

آپؐ کے بعد صحابہ کرامؓ مختلف ممالک میں پھیل گئے اور جس نے جہاں قیام کیا وہاں کے نومسلموں نے ان کو اپنا پیشوا بنا لیا ۔ وہ لوگ ان کے سامنے مختلف مسائل پیش کرتے اور صحابہؓ قرآن و حدیث سے ان کا جواب دیتے ۔ اگر کوئی مسئلہ قرآن میں صراحتاً مذکور نہ ہوتا ۔ اور اس بارے میں اُن کو حدیث بھی یاد نہ ہوتی ۔ تو وہ آنحضرتؐ کے ارشاد کی علت و غائت کو اپنی سمجھ کے مطابق متعین کر کے اسے اصول ٹھہراتے ۔ اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرتے اور دست بھر آنحضرتؐ کی غرض و غایت سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ۔ اس طرح ان میں بوجوہ ذیل اختلافات پیدا ہو گئے ۔

ا ۔ ایک صحابی نے ایک مقدمے کا فیصلہ آنحضرتؐ سے سُنا تھا ۔ دوسرے نے نہیں سنا ۔ پہلے نے تو حدیث کے مطابق فیصلہ کر دیا ۔ دوسرے نے اجتہاد کیا ۔ اب اگر اس کا فیصلہ حدیث کے مطابق نکلا ۔ تو فبہا ۔ ورنہ پھر یا تو کسی نے اس کی مخالفت کی ۔ اور اس کو اس حدیث کی خبر کر دی ۔ جسے سُن کر اس نے اپنے فیصلے سے رجوع کیا ۔ یا خبر پانے پر اس کو اس بات کا یقین نہیں آیا ۔ کہ یہ حدیث صحیح ہوگی ۔ اس لئے اس نے اپنے اجتہاد پر اصرار کیا ۔ یا سرے سے اس تک متعلقہ حدیث پہنچی ہی نہیں اور اس طرح صحابہؓ کے زمانہ میں بعض مسائل میں اختلافات پیدا ہوئے ۔

۲ ۔ چند صحابہؓ نے آنحضرتؐ کو ایک کام کرتے دیکھا بعض نے تو اس کام کو عبادت پر محمول کیا ۔ اور بعض نے اسے مباح ٹھہرایا ۔ اس سے اختلاف پیدا ہو گیا ۔

۳ ۔ گروہ صحابہؓ نے حدیث سُنی ۔ اکثروں کو یاد رہی ۔ اور بعض کے ذہن سے اُتر گئی ۔

۴ ۔ حدیث تو سب کو یاد رہی لیکن بعض حضرات اس کے متعلقات کو بھول گئے ۔

۵ ۔ حدیث کے متعلقات بھی یاد رہے ۔ مگر آنحضرتؐ کی غرض و غایت متعین کرنے میں الگ الگ رستوں پر پڑ گئے ۔

۶ ۔ آنحضرتؐ نے مختلف اوقات میں جداگانہ شرعی مصلحتوں کی بناء پر مختلف حکم صادر کئے ۔ اور ان کو باہم ملا دینے میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔

(تابعین کے اختلافات)

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین کا زمانہ آیا ۔ اُنھوں نے صحابہ کرامؓ سے آنحضرتؐ کی حدیثیں اور ان کے اپنے فیصلے حسب توفیق سیکھ لئے ۔ اور ان میں سے متضاد امور کے درمیان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق تطبیق دینے لگے ۔ بعض اقوال کو ترجیح دی اور بعض کو مرجوح ٹھہرایا ۔

صحابہ کرام کی طرح یہ لوگ بھی اپنے اپنے شہر کے پیشوا بنے ۔ اور ہر ایک کا جداگانہ مسلک رہا ۔ مثلاً

مدینہ میں سعید بن مسیبؒ اور سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ۔ مکہ میں عطاء بن ابی رباحؒ ۔ کوفہ میں ابراہیم نخعیؒ اور شعبیؒ ، بصرہ میں حسن بصریؒ، یمن میں طاؤس بن کیسانؒ اور شام میں مکحول وغیرہ درس و فتوے کے مرجع تھے۔ دور دور سے لوگ ان کی درسگاہوں میں آتے۔ اور حدیث، فتاوے صحابہؓ اور ان حضرات کے اپنے اجتہادات کی دولت سے مالا مال ہوتے رہے۔

(فقہ کی دو درسگاہیں)

ان میں سے خاص کر سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی تقریباً فقہ کے ہر باب میں سلف صالحین یعنی صحابہ کرامؓ سے اصول حاصل کر چکے تھے۔ اور ہر ایک کا طریق اجتہاد مخصوص ماحول کی وجہ سے دوسرے سے الگ تھا۔

درسگاہِ مدینہ:۔

سعید بن مسیب اور ان کے رفقاء کا بنیادی اصول یہ تھا کہ مکہ اور مدینہ کے لوگوں کے اقوال و اعمال فقہی مسائل کے بارے میں زیادہ مستند ہیں۔ خاص کر ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور قضاۃ مدینہ کے فیصلوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اگر کسی مسئلے پر ان سب کا اتفاق ہو چکا ہوتا تو یہ لوگ اسے بے چون وچرا تسلیم کر لیتے۔ ورنہ کثرتِ آراء، موافقتِ قیاس، یا مطابقتِ کتاب و سنت کی وجہ سے ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے دیتے۔ اور اگر کسی مسئلے میں اکابر اہلِ حرمین کا کوئی فیصلہ نہ پاتے۔ تو ان کے دوسرے فیصلوں کے مقتضا کے مطابق اجتہاد کرتے۔ اس طرح ان کے پاس علومِ فقہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔

کوفہ کی درسگاہ:۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے رفقاء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود فقہ کے بڑے عالم تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی فقہ کی بنیاد حضرت ابن مسعود، حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ وغیرہ مقامی بزرگوں کے فتووں اور فیصلوں پر رکھی۔ اور ان کے کئے ہوئے فیصلوں کی روشنی میں اجتہاد کرتے رہے۔ اس طرح انہوں نے بھی فقہ کے تقریباً تمام ابواب کے مسائل بکثرت مستنبط کر لئے۔

تابعین کے زمانہ میں حضرت سعید اہلِ مدینہ کے اور ابراہیم نخعی اہلِ کوفہ کے امام تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے جتنے مسئلے بیان کئے ہیں۔ وہ صراحتہً یا اشارۃً سلف سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ ان دونوں سے اپنے اپنے علاقوں کے لوگوں نے مسائل سیکھے۔ اور طالب علموں نے ان سے علوم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حاصل کر لیا۔ واللہ اعلم

(باقی آئندہ)

قرآنی تعلیمات کی خوبیوں پر غیر مسلموں کی گواہی

"والفضلُ ماشهدت بها الاعداء"

پروفیسر یوسف سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید ایک ایسی بے نظیر اور دلکش کتاب ہے کہ جو شخص بھی اوّل سے آخر تک اس کا مطالعہ کر لیتا ہے وہ خواہ ہندو ہو یا پارسی، عیسائی ہو یا یہودی، مورخ ہو یا فلسفی، شاعر ہو یا ادیب، مدبر ہو یا سائنسدان، بشرطیکہ تعصب نے اس کی قوتِ امتیاز کو باطل نہ کر دیا ہو، اس کی خوبیوں کا معترف ہو جاتا ہے، اور کلماتِ حق بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان جب اس قسم کے لوگوں کے خیالات سے آگاہ ہوتا ہے تو اس عربی مقولہ کی صداقت، مجسم ہو کر اس کے سامنے آجاتی ہے جس کو میں نے زیب عنوان بنایا ہے، سچ ہے کہ بزرگی اور فضیلت دراصل وہی ہے جس کی گواہی دشمن بھی دے۔ اور اسی لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ اس مضمون میں دنیا کے ان مشہور محققین اور اہلِ علم حضرات کی آراء و افکار جمع کر دوں، جو انہوں نے قرآن مجید کے متعلق ظاہر کی ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ یہ کتاب اپنے اندر ایسی دلکشی اور جاذبیت رکھتی ہے کہ جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے وہ بھی اس کی عظمت اور بزرگی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

واضح ہو کہ جن لوگوں کی آراء و افکار ذیل میں درج کی جائیں گی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کتاب کا مطالعہ عقیدت اور ارادت کی راہ سے نہیں کیا بلکہ تنقیدی رنگ میں کیا ہے، اور ان لوگوں کو وہ مواقع اور ذرائع بھی میسر نہیں آسکے، جو اس کتاب کو کماحقہٗ سمجھنے کے لئے ضروری ہیں، اس کے باوجود یہ لوگ اس کی بے نظیر اخلاقی اور روحانی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

۱۔ جارج سیل، انگلستان کا مشہور مستشرق گزرا ہے جس نے، قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا، وہ اپنے ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے:۔

"یہ بات مسلم ہے کہ قرآن (مجید) قریش کی زبان میں لکھا گیا ہے جو جملہ اقوامِ عرب میں شریف ترین قوم تھی، اور ان کی زبان بہت لطیف اور پاکیزہ تھی۔ بلاشبہ وہ عربی زبان کا ایک بے نظیر نمونہ ہے۔ چنانچہ پیغمبرِ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود اِس کتاب کو اپنی رسالت کے ثبوت میں بطور معجزہ پیش کیا۔ اور تمام فصحائے عرب کو جو اس زمانہ میں موجود تھے علانیہ چیلنج دیا کہ اس کے مثل زیادہ نہیں تو ایک چھوٹی سی سورت بنا کر دکھائیں۔ اس بات کے ثبوت میں کہ کوئی شخص اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا میں صرف ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ لبید بن ربیعہ عامری نے (جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں مشہور شاعر اور انشا پرداز تھا) ایک قصیدہ لکھ کر خانہ کعبہ کے دروازہ پر آویزاں کر دیا تھا اور تمام شعرائے عرب کو اس کی نظیر لانے کا چیلنج دیا تھا۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد، مسلمانوں نے سورۂ بقر کی چند آیات اس کے مقابلہ میں آویزاں کر دیں تو لبید نے ان کو پڑھ کر اپنا قصیدہ چاک کر ڈالا اور قرآن پر ایمان لے آیا۔ جب لوگوں نے اس سے قبولِ اسلام کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ ایسی عبارت تصنیف کرنا انسان کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہے۔

۲۔ طامس کارلائل مشہور انگریز مصنف اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں یوں رقمطراز ہیں:۔

"عربوں کے حق میں اسلام کا آنا گویا تاریکی میں روشنی کا ظہور تھا جس کی بدولت سارا ملک زندہ ہو گیا۔ اسلام سے پہلے عربوں کی کوئی حیثیت نہ تھی اور نہ ان کا شمار دنیا کی متمدن اقوام میں کیا جاتا تھا لیکن جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن مجید کی تعلیم اس جاہل قوم کے سامنے پیش کی تو دفعتاً نقشہ ہی بدل گیا، وہ قوم جس کو کوئی خاطر میں نہیں لاتا تھا تمام دنیا میں مشہور ہو گئی، اور ایک صدی نہیں گزرنے پائی تھی کہ عربوں کی حکومت غرناطہ سے لے کر دہلی تک وسیع ہو گئی۔"

۳۔ گوئٹے مشہور جرمن شاعر اور ادیب نے قرآن مجید کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے" جس قدر ہم اس کتاب کے قریب ہوتے جاتے ہیں (اس میں غور کرتے ہیں) اسی قدر وہ ہم سے دور ہوتی جاتی ہے (اس کے پڑھنے کی آرزو زیادہ ہوتی ہے) اور آہستہ آہستہ ہمیں اپنا فریفتہ بنا لیتی ہے اور انجام کار ہم اس کی خوبیوں سے مسحور ہو جاتے ہیں۔"

۴۔ باسورتھ سمتھ مشہور انگریز فاضل اپنی کتاب محمد اور اسلام صفحہ ۳۴۰ پر لکھتے ہیں "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تین چیزوں کے بانی گزرے ہیں۔ ایک تو وہ قوم کے بانی تھے دوسرے سلطنت کے اور تیسرے مذہب کے۔ وہ خود امی تھے لیکن وہ ایسی کتاب کے مصنف ہیں جو عناصرِ اربعہ سے مرکب ہے۔ یہ کتاب سراپا شعر ہے، ضابطۂ قوانین ہے، مذہبی رہنما ہے اور دعاؤں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کو دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ، اپنی نجاتِ اخروی کا ذریعہ یقین کرتا ہے اور اس کے پاکیزہ اندازِ بیان اور اس کی ہدایت اور صداقت کے لحاظ سے اس کو معجزہ قرار دیتا ہے۔"

۵۔ سر ولیم میور مشہور انگریز فاضل، اپنی کتاب لائف آف محمد میں لکھتے ہیں" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم نے ایک

تعجب انگیز اور عظیم الشان کام سرانجام دیا۔۔۔۔ ہجرت سے تیرہ سال پہلے مکہ میں کسی قسم کی زندگی نہ تھی لیکن اس مختصر اور قلیل مدت میں وہاں ایک زبردست انقلاب پیدا ہوگیا۔ ہزاروں آدمیوں نے بُت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کرلی۔۔۔۔ ہجرت کے بعد مدینہ میں اسی کتاب کی جادو بھری تاثیر نے ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو نبی کی حمایت میں جان دینے کے لئے مستعد ہوگئی۔

ہم اس بات کو بلاتامل تسلیم کر سکتے ہیں کہ اسلام نے اکثر توہمات باطلہ کا جو عرب پر مسلط تھے، ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ خدا کی توحید اور اس کے غیر محدود کمالات اور ہمہ گیر قدرت کا عقیدہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروؤں کی زندگی میں بھی ایسا ہی زندہ اصول بن گیا جیسا کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔۔۔۔ معاشرت کے لحاظ سے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ مثلاً قرآن کی تعلیم ہے کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یتامٰے کے ساتھ حسنِ سلوک اور غلاموں پر شفقت کرنے کا حکم ہے۔ اور نشہ آور چیزوں کے استعمال کی سخت ممانعت ہے۔ اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایسا مرتبہ پایا جاتا ہے جو کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتا"

۶۔ ایڈورڈ گبن مشہور مورخ اپنی کتاب "زوالِ سلطنتِ روما" میں لکھتا ہے "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب جو قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی ہے، شکوک اور شبہات سے بالاتر ہے' اور یہ کتاب خدا کی وحدانیت پر ایک روشن اور دلپذیر شہادت ہے۔ پیغمبرِ اسلام نے اس کتاب کی مدد سے، بُت پرستی، کواکب پرستی، انسان پرستی اور عناصر پرستی چاروں کا ابطال کر دیا' اور نہایت معقول انداز میں۔ وہ کہتا ہے کہ جو شے طلوع ہوتی ہے وہ غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابلِ زوال ہے وہ انجام کار معدوم ہو جاتی ہے۔ قرآن نے کائنات کے بانی کو اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ وہ ایسی ذاتِ مطلق ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا' نہ وہ کسی مکان میں ہے اور نہ کسی جسم میں' نہ کوئی اس کا ثانی ہے نہ ہمسر' اور نہ اُسے کسی چیز سے تشبیہ دے سکتے ہیں وہ ہمارے خفیہ رازوں سے بھی واقف ہے"۔

" اسلام نے کسی مذہب کے مسائل میں دست اندازی نہیں کی' کسی جماعت کو ایذا نہیں پہنچائی اور نہ کوئی مذہبی عدالت، اپنے مخالفین کو سزا دینے کے لئے قائم کی (جس طرح مسیحی کلیسا نے قائم کی تھی) اسلام نے کبھی لوگوں کو زبردستی تبدیلِ مذہب کے لئے مجبور نہیں کیا۔

اُس نے اپنے مسائل اور عقائد کی علانیہ اشاعت کی لیکن کسی کو مجبور نہیں کیا کہ اپنی مرضی کے خلاف انہیں قبول کرے"۔

۷۔ جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب ' اپالوجی فار محمد اینڈ دی قرآن' میں لکھتے ہیں "ایسا خیال کرنا بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن نے اپنے عقائد کی ترویج میں جبر کے اصول کو اختیار کیا' تمام غیر متعصب لوگ اس بات کو تسلیم کریں گے کہ محمد کا

مذہب، جس کے ذریعہ سے انسانی قربانی کی جگہ نماز زکوٰۃ اور خیرات قائم ہوئی، جس نے عداوت کی جگہ حسنِ سلوک کی روح لوگوں میں پھونک دی، مشرقی دُنیا کے لئے ایک نعمت تھا اسی لئے اسلام کو اپنی اشاعت میں ان خونریزیوں کی حاجت نہ ہوئی، جن کا نمونہ، موسیٰ کی تبلیغی زندگی میں نظر آتا ہے"۔

"قرآن کی بدولت اندلس کے مسلمانوں نے علوم و فنون کو دوبارہ زندہ کیا، جبکہ یورپ پر جہالت مسلط تھی عربوں پر فلسفہ اور حکمت کے چشمے جاری تھے۔ تمام علوم و فنون یورپ نے مسلمانوں ہی سے سیکھے"۔

"منجملہ ان خوبیوں کے، جو قرآن کے لئے موجبِ فخر و مباہات ہو سکتی ہیں۔ دو خوبیاں نہایت واضح ہیں ایک تو اس کا ہیبت اور رعب سے لبریز طرزِ بیان، جو ہر اس مقام پر اختیار کیا گیا ہے جہاں خدا تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے، دوسرے اس کا ان تمام خیالات اور الفاظ اور قصوں سے مبرا ہونا جو فحش اور خلافِ تہذیب ہوں۔ اور ہمیں افسوس اور ندامت کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ عیب توریت اور یہود کی دوسری کُتب مقدسہ میں بکثرت پایا جاتا ہے ...... قرآن مجید میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کو زبان سے ادا کرتے وقت انسان کو شرم محسوس ہو۔ قرآن مجید نے ذاتِ باری کا بیان نہایت مشرح اور واضح انداز میں کیا ہے۔ وہ ہمارے دل میں توحیدِ الٰہی کا نہایت پختہ یقین پیدا کرتا ہے۔ اُس نے خُدا کو ایسے فلسفیانہ انداز میں پیش نہیں کیا جو اس عالم کو پیدا کرکے، اب اُس سے بے تعلق ہو گیا ہو۔ بلکہ قرآنی تعلیمات کی رو سے خدا تعالےٰ ہر جا حاضر و ناظر اور علی کل شیءٍ شھید ہے۔ اور اس کی قدرتِ کاملہ ہر وقت اس کائنات میں متصرف ہے"۔

"اسلام ایسا مذہب ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں، اس کے اصولوں میں کوئی ابہام نہیں، اس کی تعلیمات میں کوئی راز یا بھید نہیں جو عقلِ انسانی میں نہ آسکے اور انسان بلا سمجھے، انہیں قبول کرنے پر مجبور ہو۔ اسلام اولیا پرستی، شہدا پرستی، آثار پرستی اور تبرکات پرستی سے بالکل منزہ ہے"۔

۸۔ گاڈفرے ہگنس اپنی کتاب 'اپالوجی فار محمدؐ' میں رقمطراز ہیں "انجیل کی طرح قرآن مجید بھی غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ دولتمندوں کی بیجا ستم رانی کی ہر جگہ مذمت کی گئی ہے ..... قرآن مجید کسی کی توقیر شخصیت کے لحاظ سے نہیں کرتا ..... قرآن میں ایک حکم بھی ایسا موجود نہیں جو سیاسی خوشامد سکھاتا ہو ..... یہ خیال ایک زبردست غلطی ہے کہ قرآن کا مذہب تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ اسلام ان قوموں نے بھی اختیار کیا ہے جن کو مسلمانوں کی تلوار سے کبھی واسطہ نہیں پڑا بلکہ اکثر ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا جنہوں نے خود مسلمانوں کو مغلوب کرکے ان پر حکومت کی مثلاً مغل اور ترک"۔

۹۔ پادری جے ایم راڈویل اپنے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "قرآن کی بدولت عرب کے خانہ بدوش صحرائی ایسے بدل گئے جیسے کسی نے ان پر جادو کر دیا ہو ...... بت پرستی کے مٹانے، شرک کی جگہ توحید قائم کرنے میں، توہمات و

رسومات باطلہ کے دُور کرنے میں، اور کثرتِ ازدواج کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن مجید بلاشبہ عربوں کے لئے رحمت اور برکت تھا۔

۱۰۔ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا میں، اسلام کے متعلق حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔

"قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم مذہب اسلام کا نہایت کامل اور روشن حصہ ہے ظلم، جھوٹ، فریب، افتراء، استہزاء، غیبت، غرور، تکبر، طمع، حسد، فضول خرچی، عیاشی، خیانت اور بدگمانی یہ سب باتیں حد درجہ قابل نفرت قرار دی گئی ہیں۔ اور ان کو بے دینی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کے مقابلہ میں صبر و تحمل، تسلیم و رضا، پاکدامنی، فیض رسانی، حیاء، کفایت شعاری، صداقت اور راست بازی، علو ہمت اور صلح جوئی اور اعتماد علی اللہ کو ایمان کی بنیاد اور مسلمان کی شناخت قرار دیا گیا ہے"۔

۱۱۔ پادری آئزک ٹیلر نے ۱۸۸۷ء میں ہمپٹن چرچ کانگرس کے سامنے ایک مضمون پڑھا تھا جو اسی زمانہ میں لندن ٹائمز میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعض اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"افریقہ کی جو وحشی قوم ایک دفعہ اسلام قبول کر لیتی ہے پھر کبھی بت پرستی کی لعنت میں گرفتار نہیں ہوتی۔۔۔ اسلام نے تہذیب و شائستگی کی ترویج و اشاعت میں مسیحیت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ جب حبشیوں کی کوئی قوم اسلام قبول کر لیتی ہے تو ارواح پرستی، توہمات باطلہ، مردم خوری، انسانی قربانی، اطفال کشی، اور دیگر معائب ان سے یک لخت دُور ہو جاتے ہیں، وہ لوگ لباس پہننے لگتے ہیں اور طہارت کے اصول اختیار کر لیتے ہیں، ان میں حمیت اور خودداری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ شراب نوشی میں کمی ہو جاتی ہے، رقص برہنہ اور دوسری بے حیائی کی باتیں بالکل کافور ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کی عصمت کی قدر ہونے لگتی ہے۔ اور ان میں امن پسندی کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن انہیں خونریزی، بے رحمی، اور بدکاری سے باز رکھتا ہے۔ انسانی ہمدردی، فیاضی اور اخوت کا سبق پڑھاتا ہے۔۔۔۔۔ اسلام جن باتوں کی تعلیم دیتا ہے ادنیٰ سے ادنیٰ طبقہ کی اقوام ان کو بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ثابت قدم رہنے کے لحاظ سے، مسلمان ہمارے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔۔۔۔ قرآن نے اسلامی ممالک کو ان تینوں لعنتوں سے پاک کر دیا ہے جو ہمارے مغربی ممالک پر مسلط ہیں۔ شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری۔۔۔۔۔ قرآن حقیقی اخوت اور مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ ایک غیر مسلم کلمہ پڑھتے ہی ۱۵ کروڑ افراد کی برادری کا رکن بن جاتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی ترغیب ہے جو قرآن نے غیر مسلموں کے سامنے پیش کی ہے۔

۱۲۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان، مشہور فرنچ مستشرق کا قول ہے کہ قرآن قلوب انسانی میں ایسا ایمانی جوش اور رنگ یقین پیدا کرتا ہے کہ اس کو غور سے پڑھ لینے کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

۱۳۔ ڈاکٹر براؤن مشہور انگریز مستشرق اور فاضل عربی کا قول ہے "جسقدر قرآن پر غور کرتا ہوں، اور اس کے مفہوم اور معانی کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں اُسی قدر میرے دل میں اس کی قدرو منزلت زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کے برعکس ژندا وستا کا مطالعہ بجز اُن حالتوں کے کہ اُسے علم الادیان یا تحقیق لسانی کے لئے پڑھا جائے، طبیعت میں تکان پیدا کرتا ہے اور بار خاطر ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ ڈاکٹر نکلسن، مشہور انگریز مستشرق اور فاضل عربی کا قول ہے "جو انقلاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی قوم میں پیدا کر دیا، وہ کسی انسان نے آج تک دنیا میں، اپنی قوم کے اندر پیدا کر کے نہیں دکھایا" (اور ظاہر ہے کہ یہ انقلاب آپ نے قرآن مجید ہی کی بدولت پیدا کیا تھا) "قرآن کے متن کی صحت، شک اور شبہ سے بالاتر ہے"۔

۱۵۔ ڈاکٹر جانسن کا قول ہے کہ "قرآن کے مطالب اسقدر سلیس اور عام فہم ہیں کہ لوگ آسانی کے ساتھ انہیں قبول کر سکتے ہیں"۔

۱۶۔ ڈین سٹینلی کا قول ہے "قرآن مجید کا ضابطۂ معاشرت بائبل کے ضابطہ سے بلا شبہ زیادہ موثر ثابت ہوا ہے"۔

۱۷۔ سر ڈینی سن راس کا قول ہے "قرآن مجید بیشک اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کی تمام اقوام اس کا مطالعہ کریں"۔

۱۸۔ میجر لیونارڈ کا قول ہے "قرآن مجید کی تعلیم ایسی دلکش ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا مطالعہ کرے تو بآسانی دل پر نقش ہو جاتی ہے"

۱۹۔ ہنری ڈی کیسٹری کا قول ہے "قرآن مجید کو دیکھ کر مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ اس قسم کا کلام اُس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو اُمّی محض تھا"۔

۲۰۔ موسیو سیدیو کا قول ہے "اسلام کو وہی لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں جنہوں نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا، جس نے عربوں کی حالت میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا۔

۲۱۔ مسٹر ٹیلٹ کرل لکھتے ہیں "قرآن مجید میں عقائد اور اخلاق کا مکمل دستور العمل موجود ہے۔ جو جمہوریت، ہدایت، عدالت، فوجی تنظیم، سیاست، غرباء کی حمایت اور انسانی ترقی کے اعلیٰ قوانین پر مشتمل ہے اور ان تمام باتوں کی بنیاد، خدا کے عقیدہ پر رکھی گئی ہے"۔

۲۲۔ پروفیسر لیمبز لکھتا ہے "قرآن مجید جیسا کہ وہ آج ہمارے سامنے موجود ہے بلا شبہ بانی اسلام کی ذاتی تصنیف ہے جسکی صحت متن میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اسلام میں اگرچہ مختلف فرقے نمودار ہوئے لیکن سب نے ایک ہی متن پر اتفاق کیا"۔

"مسلمانوں کی ذہنیت کی تشکیل میں قرآن نے جس قدر حصہ لیا ہے ایک غیر مسلم کیلئے اس کا اندازہ لگانا بہت دشوار ہے قرآن ایک مسلمان کو راضی برضائے الٰہی رہنے کی تلقین کرتا ہے اور مصیبت کے موقعوں پر اس کی ڈھارس بندھاتا ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کیلئے بیک وقت ایک ضابطۂ اخلاق بھی ہے اور ضابطۂ سیاست بھی، عبادت اور پرہیزگاری کی تعلیم بھی دیتی ہے اور معاشرت کے اصول

بھی سکھاتی ہے اور ایسے اصولوں کا مجموعہ ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں مفید بھی ہیں اور قابلِ عمل بھی۔"

۲۳۔ مسٹر کرافورڈ اپنے مضمون (اسلام اور مسیحیت کی زندہ طاقت) میں لکھتے ہیں "اسلام ایسا مذہب ہے جو اپنے پیروؤں کی تمام مذہبی ضروریات کو بدرجۂ اتم پورا کرتا ہے اور اگر وہ انسانوں کی روحانی ضروریات پوری کرنے کا سامان اپنے اندر نہ رکھتا تو آج وہ کروڑوں انسانوں کی زندگی میں ایک طاقت نہیں بن سکتا تھا۔"

۲۴۔ مسٹر بیون جونز اپنی تصنیف (اہلِ مساجد) میں لکھتے ہیں "اسلام اپنے پیروؤں کے اندر توحیدِ الٰہی کا زبردست اعتقاد پیدا کرتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی سادگی میں اس مذہب کی طاقت کا راز مضمر ہے

اسلامی تعلیم، مسلمانوں کے اندر زبردست ملی احساس پیدا کرتی ہے، تمام مسلمان خواہ وہ کسی ملک میں رہتے ہوں، اپنے آپ کو ایک سلک میں منسلک یقین کرتے ہیں۔ اسلامی اخوت تمام نسلی، قومی، ملکی، لونی اور لسانی امتیازات سے بالاتر ہے اور اس کے علاوہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، نہ کوئی ادنٰی ہے نہ اعلیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ اور گدا مسجد میں دوش بدوش کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔"

۲۵۔ ڈاکٹر ہیوم اپنی تصنیف (مذاہبِ عالم) میں لکھتے ہیں کہ اسلام کی طاقت کا راز مندرجہ ذیل قرآنی تعلیمات میں مضمر ہے:-

(ا) خدا تعالٰی کی توحیدِ مطلق اور بُت پرستی کی مذمت۔
(ب) کائنات پر خدا کی حکومتِ کاملہ۔
(ج) خدا کی رحمانیت کا عقیدہ۔
(د) مشیتِ الٰہیہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا۔
(ہ) خدا کی عدالت کا عقیدہ۔
(و) عبادت اور یادِ الٰہی کی تاکید۔
(ز) نبی کی زندگی پیروؤں کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔
(ح) اس کی تعلیمات میں عالمگیریت کی شان پائی جاتی ہے۔
(ط) تبلیغ و اشاعت کا حکم دیا گیا ہے۔
(ی) اصولِ اخوت و مساوات کی تعلیم۔

تلك عشرة كاملة

میں نے اختصار کے ساتھ پچیس غیر مسلم علماء اور مصنفین کی گواہی قرآنی تعلیمات کے متعلق پیش کر دی ہے اس کو پڑھ کر میں یقین کرتا ہوں کہ ایک طالبِ حقیقت ضرور اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ قرآن مجید واقعی اپنے اندر کوئی غیر معمولی کشش رکھتا ہے۔

اور علامہ اقبال رح نے جو اس کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است ‏‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ این کتابے نیست چیزے دیگر است

یہ بلاشبہ حقیقت پر مبنی ہے۔

اور ان سب کو جو زمین میں ہیں ہلاک کر دینا چاہے اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے سب کی۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر بات پر قادر ہے (۱۸) اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں کہہ دیجئے (اگر ایسا ہی ہے) تو وہ تمہیں تمہاری بدعملیوں کی وجہ سے کیوں سزا دیتا ہے بلکہ اللہ نے جو اور بشر پیدا کئے ہیں انہیں میں سے تم بھی ہو جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان دونوں کے درمیان جو کچھ ہے اس کی اور اسی کی طرف (بالآخر) لوٹ کر جانا ہے (۱۹) اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو (خدا کے احکام) تم سے صاف صاف بیان کر رہا ہے، ایسے وقت میں جبکہ رسولوں کا آنا بند ہو چکا تھا تاکہ تم (کبھی) یہ کہو کہ ہمارے پاس تو نہ بشارت دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا پس تمہارے پاس ایک بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا اور اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے ع (۱۹) اور (وہ واقعہ یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اللہ کے ان احسانات کو یاد کرو جب اس نے تم میں سے پیغمبر پیدا کئے اور تمکو بادشاہ (بھی) بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو دنیا جہان میں کسی کو نہیں دیا (۲۰)

کی محبوب ترین امت سمجھا، اور فرض کر لیا کہ ہم بد عملیوں کے عذاب سے بچے رہیں گے۔ یہودیوں نے کہا کہ یہودیت کو قبول کر لینا جنت کی اجارہ داری ہے اور عیسائیوں نے کہا عیسائیت کا قبول کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ سب گناہ معاف ہو گئے۔ مسلمانو تم اس حماقت سے بچو۔ کل کلاں کو یہ سمجھ لینا کہ زبان سے اسلام کو قبول کر لینا جنت کا ٹھیکہ دار ہو جانا ہے نہیں۔ جنت صرف انہیں لوگوں کی جگہ ہے جو ایمان لانے کے بعد عمل بھی کریں اپنی کتاب کے پورے پابند ہوں رسول کی پیروی کرنیوالے ہوں اور ان میں وہ تمام اوصاف حمیدہ ہوں جو ایک مسلم قانت میں ہونے چاہئیں فرماتا ہے کہ لوگو ہم نے اب کی دفعہ ایک ایسا رسول دنیا میں بھیجا ہے جو تمام دنیا کو میری نافرمانی سے ڈراتے اور انعامات کی خوشخبری دے۔ اب آنے والی نسلیں کبھی نہ کہہ سکیں گی کہ ہمارے پاس کوئی بشیر یا نذیر نہیں آیا۔ ہم اس پیغمبر کی تعلیمات کو اس قدر عام کر دیں گے کہ ہر شخص کم از کم آپ کے نام سے ضرور واقف ہو جائے گا۔ پھر کسی شخص کیلئے کوئی عذر قابلِ سماعت نہ رہے گا۔

ف۹ اس رکوع میں اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کا ایک تفصیلی واقعہ بیان کر کے مسلمانوں کیلئے صد ہزاراں نشانِ عبرت و موعظت کو جمع کر دیا ہے واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل ایک مدت دراز تک مصر میں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ وہاں کے حکام کی دشمنی و عداوت سے وہ کچھ اس قدر ذلیل سمجھے جا رہے تھے کہ حیوانوں سے بھی زیادہ بدسلوکی ان سے روا رکھا جاتا تھا۔ اس پر غیرت الٰہی حرکت میں آئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا موسیٰ علیہ السلام نے جب قوم کی رہنمائی شروع کی تو ان کو بتایا کہ تم بزدلی کو دور کرو۔ اور رسوم و عادات قبیحہ کو ترک کر دو۔ خدا کے فرمانبردار بندے بن جاؤ۔ اگر اس طرح کی زندگی گزارنا تم نے اپنا مقصد بنایا تو یقیناً تمہارے لئے کامیابی ہے۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ
لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾
قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا
حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾
قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا
عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬
وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ
اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ
عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ

اے قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ۔ جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگ جانا، ورنہ نقصان اُٹھانے والے بن کر لوٹو گے (۲۱) وہ کہنے لگے۔ اے موسیٰ! وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے (۲۲) اس پر اہلِ تقویٰ میں سے دو آدمیوں نے کہا جن پر اللہ نے مہربانی کی تھی کہ دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ۔ پھر جب تم داخل ہو جاؤ گے تو بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو (۲۳) وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے۔ جب تک کہ وہ وہاں موجود ہیں ہاں آپ خود جایئے اور آپ کا خدا جائے، دونوں جنگ کیجئے۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں (۲۴) (موسیٰ نے) کہا۔ اے میرے رب! اپنے سوا اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر مجھے اختیار نہیں۔ پس ہم کو ان نافرمانوں سے جدا کر دے (۲۵) اللہ نے فرمایا تو وہ زمین ان پر چالیس سال تک کیلئے حرام ہے۔ یہ اسی جگہ سرگردان رہیں گے۔ پس آپ ان نافرمانوں پر افسوس نہ کیجئے (۲۶) ع اور (اے پیغمبر!) لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا سچا واقعہ ف۹۰

جناب موسیٰ بنی اسرائیل کو آخرکار مصر سے نکال لائے، اور دشتِ فاران میں تربیت کیلئے چھوڑ دیا، اور پھر اُن کو جرأت دلائی کہ تم عزیز قوم ہو، تم میں بڑے بڑے انبیاء پیدا ہوں گے۔ تم دنیا کے وارث ٹھہرو گے۔ اس لئے تم بلا خوف و خطر ارضِ فلسطین میں داخل ہو جاؤ۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے۔
آپ کی قوم نے جواب دیا۔ کہ اے موسیٰ! وہاں بڑے بڑے جبار لوگ بستے ہیں ہم ان کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ہمارے پاس سامانِ جنگ اور آلاتِ حرب نہیں صدیاں برس کی غلامانہ زندگی نے انہیں اس قدر پست ہمت کر دیا تھا۔ کہنے لگے۔ ہم تو کہیں نہیں جاتے۔ اور اگر بیت المقدس میں جانا ضروری ہو تو وہاں کے بسنے والوں کو کہو کہ شہر چھوڑ کر کہیں نکل جائیں اگر وہ نکل گئے۔ تو ہم پھر داخل ہو جائیں گے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ نے بہت سمجھایا بجھایا۔ مگر اُن کی آواز بالکل بے اثر رہی نہ کسی نے سُنا نہ کسی نے مانا۔ بلکہ اُلٹے طیش میں آ کر کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہمیں مت ستا۔ ہم ہرگز نہیں جائیں گے۔ اگر تجھے اتنا ہی شوق ہے۔ تو تُو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑتے پھرو۔ حضرت موسیٰ خدا کے خوف کے مارے کانپ رہے تھے۔ گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ بارِ خدایا! مجھے ان لوگوں پر قبضہ حاصل نہیں ہے نہ میں اُن کا ذمہ دار ہو سکتا ہوں۔ البتہ میں اور میرا بھائی تیرے ہر حکم کی فرمانبرداری کو حاضر ہیں۔ ہمیں نافرمانوں کی اس قوم سے نجات دلا۔ درگاہِ ربّ العزت سے حکم ہوا کہ اے موسیٰ! گھبرانے کی کوئی بات نہیں صدہا برس کی غلامانہ زندگی نے ان لوگوں کی ہمتیں ایسی پست کر دی ہیں۔ کہ اب ان سے آزادی و اقتدار کے لئے جدوجہد کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔ اِن کے لئے سزا یہ ہے کہ اسی جنگل میں چالیس سال تک بھٹکتے رہیں۔

ف۹۰ اس رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا قصہ بیان ہوا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ انسانی قتل کی کبھی جرأت نہ کریں۔ اس سلسلے میں یہ بھی بتلایا گیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو بھی اسی طرح

اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا
وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَؕ قَالَ اِنَّمَا
يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ
يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَۚ
اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ
تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ
اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ
غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ
سَوْءَةَ اَخِيْهِؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ
هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْۚ فَاَصْبَحَ مِنَ
النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ

وقف لازم
النصف
مع ٥
عند المتأخرين ١٢

سُنادیجئے جب اُن دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ان میں سے ایک کی نیاز قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی (اُس پر) دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا اُس نے جواب میں کہا کہ بیشک خدا تو پاکبازوں ہی کی نیاز قبول کرتا ہے ﴿۲۷﴾ تو اگر میری جانب اس نیت سے ہاتھ اٹھائے کہ مجھے قتل کر ڈالے تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اُٹھانے کا میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام کائنات کا رب ہے ﴿۲۸﴾ میں چاہتا ہوں کہ زیادتی میری طرف سے نہ ہو تو ہی میرا اور اپنے گناہ کو اپنے ذمہ لے پھر تو دوزخیوں میں سے ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے ﴿۲۹﴾ تو اسکے نفس نے اُسے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا سو اس نے اسے مار ڈالا پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا ﴿۳۰﴾ پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا۔ اور وہ زمین کریدنے لگا۔ تاکہ اُس کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے (چنانچہ) کہنے لگا۔ اے افسوس! کیا میں اس سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اس کوّے کی مانند ہوتا تو اپنے بھائی کی لاش کو تو چھپا دیتا۔ پس وہ ندامت اٹھانیوالوں میں سے ہو گیا ﴿۳۱﴾ اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ جو کسی شخص کو بغیر قصاص کے اور بغیر زمین میں فساد پھیلانے کے مار ڈالے تو گویا اس

قتل انسان سے روک دیا گیا تھا۔ مگر وہ باز نہ آئے۔ اب تم دیکھو کہ کیسے نافرمانوں کے نقش قدم پر نہ چلنے لگو۔ فرمایا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) کا ایک بیٹا متقی، عبادت گزار اور فرمانبردار تھا۔ دوسرا حاسد اور نافرمان۔ ایک دفعہ دونوں نے منت مانی اور قربانیاں دیں۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس دستور کے مطابق ایک کی قربانی تو قبول ہو گئی۔ اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ پھر جس کی قربانی قبول نہ ہوئی تھی۔ اُس نے طیش میں آ کر دوسرے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس بیچارے نے ہزار کہا۔ کہ بھائی آخر میرا کوئی قصور بھی تو بتاؤ۔ اور اگر بلاسبب میری جان لو گے تو سمجھ لینا کہ ظالموں میں تمہارا شمار ہوگا۔ اور دوزخیوں میں ٹھکانا۔ اُس نے ایک نہ مانی۔ اور حق و انصاف کا خون اپنے سر لیا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم نے ظلم و ستم کی اس خون ریزی کو روکنے کی خاطر حکم دیا کہ جو کسی انسان کو قتل کرے گا وہ مجرم ہے، اُسے بہت عذاب ہوگا۔ گویا اُس نے عالم بنی نوع انسان کو قتل کر دیا ہے۔ اور جو کسی شخص کو ہلاکت سے بچا لے گا۔ وہ بہت زیادہ ثواب کا مستحق ہے۔ گویا اس نے نوع انسان کو ہلاکت سے بچا لیا۔

اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ مسلمانو! تمہارے لئے بھی یہ قانون ہے۔ نیز یاد رکھو کہ اگر کوئی ڈاکو۔ رہزن یا فتنہ پرداز انسان ملک کے امن و امان میں خلل اندازی کرے اور اللہ اور اُس کے رسول کے احکام کی نافرمانی پر لوگوں کو اُبھارے۔ تو ایسے لوگوں کو یا تو جلا وطن کر دینا چاہیئے یا قتل کر دیا جائے، یا سولی پر چڑھائے جائیں یا آڑے ترچھے اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے چاہئیں۔ فرماتا ہے۔ کہ

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫
ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ
فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ
اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ
الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ
فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِيْلِهٖ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ
لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا

تمام لوگوں کو مار ڈالا۔ اور جو کسی شخص کو بچالے۔ اُس نے گویا تمام انسانوں کو بچالیا۔ اور یقیناً ہمارے رسُول اُن کے پاس واضح احکام لیکر آئے۔ پھر اسکے بعد بھی ان میں بہت سے آدمی ہیں جو ملک میں زیادتی کرنیوالے ہیں ﴿۳۲﴾ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسُول سے جنگ کرتے اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی سزا بلاشبہ یہی ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سُولی چڑھا دیئے جائیں یا انکے ہاتھ اور پاؤں آڑے ترچھے کاٹ دیئے جائیں یا اُنہیں جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ تو اُن کی رُسوائی دنیا میں ہو گی۔ اور آخرت میں بھی ان کیلئے بڑا عذاب ہے ﴿۳۳﴾ مگر ہاں، وہ لوگ جو اس سے پہلے کہ تم اُن پر قابو پاؤ۔ توبہ کر لیں (انہیں چھوڑ دو) جان لو کہ اللہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے ﴿۳۴﴾ ع اے مُسلمانو! [۹۱] اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈو۔ اور اُس کی راہ میں جان لڑا دو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿۳۵﴾ جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی۔ اگر انکے پاس تمام چیزیں ہوں جو زمین میں ہیں۔ اور اسی قدر اور بھی ہوں تاکہ وہ

یہ تو اُن لوگوں کے دُنیا میں ذلت و رسوائی کا سامان ہُوا۔ آخرت کی بے شمار و سخت سزائیں باقی ہیں۔ ارشاد ہُوا کہ مسلمانو! اگر ایسے لوگ قبضہ میں آنے سے پہلے تائب ہو جائیں اور تمہارے سامنے صدقِ دل سے اعتراف کر لیں۔ کہ آئندہ کبھی ایسی حرکات نہ کریں گے تو ان کو معاف کر دو۔ اور مطلق مزاحمت نہ کرو۔

ف ۹۱ گزشتہ رکوع میں رہزنوں، ڈاکوؤں اور باغیوں کی سزا کا حکم تھا۔ اس رکوع میں فرمایا ہے کہ مُسلمانو! رہزنوں کے انسداد اور مجرموں کو سزا دینے کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو کہ کہیں کوئی بیچارہ بے قصور نہ مارا جائے۔ اور کسی پر ناحق زیادتی نہ ہونے پائے۔ تقویٰ اور طہارت اختیار کرو۔ کہ اللہ تک پہنچنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے مگر اس تمام نرم دلی اور قیامِ حق و عدل کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کی طرف سے بے پروا نہ ہونا۔ کیونکہ اسکے بغیر انصاف کا قائم کرنا اور ملک میں امن و امان کا رواج دینا محض ناممکن ہے۔ مسلمانو! اس بات کو یاد رکھو کہ ایمان و اسلام ایک بڑی چیز ہے جس کی تمہیں قدر کرنی چاہیئے۔ اور خدا کا شکر بجا لانا چاہیئے۔ کہ اُس نے تمہیں یہ نعمت عطا فرمائی۔ ورنہ منکروں کی زبوں حالی کا کچھ نہ پوچھو۔ یہ لوگ اگر زمین و آسمان کے خزانوں سے دگنے خزانے اور ان کی نعمتوں سے دگنی نعمتیں بھی بطور فدیہ دے کر اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیں گے تو نہ اُن کا عوضانہ قبول کیا جائے گا اور نہ عذاب سے چھٹکارا حاصل ہو گا۔ یہ لوگ ہزار چاہیں گے۔ کہ کسی نہ کسی طرح عذابِ دوزخ سے نکل جائیں۔ مگر ان کو ہمیشہ قائم رہنے والے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا کہ جہاں سے نکلنا محض ناممکن ہے۔ اسی واسطے اے مُسلمانو! تمہیں چاہیئے کہ ہر ممکن طریقے سے منکروں کو ایمان و اسلام کی دعوت دو۔ اور جہاں تک تمہارا بس چلے نہ کسی کو ملحد نہ

بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ
وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٧﴾
وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا
كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ
تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ
عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ
اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ
فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ
تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ
لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ

معٓ عند المتقدمین ٧

معجزاتِ نبوی

از جناب سید محمد ادریس (طور و ی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

نواں باب

عام حیوانات سے متعلق معجزے

معجزہ ۱۶۸

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مدینہ میں دشمن کا خطرہ محسوس ہوا۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوطلحہؓ کے ایک سست رفتار اور تنگ قدم گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کا چکر لگایا۔ جب واپس آئے۔ تو حضرت ابوطلحہؓ سے فرمایا۔ کہ میں نے اس گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رفتار پایا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ (بخاری)

معجزہ ۱۶۹

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں ایک جہاد میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ میری سواری کا اونٹ ایسا تھک گیا تھا۔ کہ چل نہیں سکتا تھا۔ آپ مجھے ملے۔ اور فرمایا۔ کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! چلنے سے رہ گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو ڈانٹا۔ اور دعا بھی فرمائی۔ آپؐ کی دعا کی برکت سے وہ اونٹ آگے آگے چلنے لگا۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا۔ کہ اب تمہارے اونٹ کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا۔ بہت اچھا چلتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسے میرے ہاتھ چالیس روپیہ کو بیچ دو۔ میں نے بیچ دیا۔ اور مدینہ منورہ

تک سواری کی اجازت سے لی۔ جب ہم مدینہ پہنچے۔ تو میں نے اونٹ آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے اس کی قیمت بھی دے دی۔ اور اونٹ بھی مجھے واپس کر دیا۔ (بخاری مسلم)

(فائدہ ۹) کسی کی امداد کا یہ کتنا بہتر طریقہ ہے۔ اگر آنحضرت حضرت جابرؓ کو نقد روپے دیتے۔ تو ممکن تھا کہ وہ لینے میں پس وپیش کرتے۔ اس طرح ان کی مدد بھی ہو گئی۔ اور ان کی خودداری بھی قائم رہی۔

معجزہ ۱۷۰

حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی سے روایت ہے۔ کہ میں نے آنحضرتؐ سے تین معجزے دیکھے ہیں۔ پہلا یہ کہ میں ایک سفر میں آپؐ کے رکاب میں جا رہا تھا۔ کہ ہمارا گذر ایک آب کش اونٹ پر ہوا۔ اس اونٹ نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو بڑبڑانے لگا۔ اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ آپؐ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا۔ کہ یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ ڈالو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں یہ اونٹ مفت آپؐ کی نذر کرتا لیکن یہ ایک ایسے گھرانے کی ملکیت ہے۔ جس کی معاش کا مدار صرف اس پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو میں اسے نہیں لوں گا۔ لیکن اس نے مجھ سے شکایت کی ہے۔ کہ مجھ سے کام زیادہ لیا جاتا ہے اور چارہ کم ملتا ہے۔ سو تم اسے اچھی طرح رکھا کرو۔

دوسرا یہ کہ ہم ایک جگہ اترے۔ آنحضرتؐ استراحت فرمانے لگے۔ اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آیا آپؐ پر جھک پڑا۔ اور واپس چلا گیا۔ جب آپؐ جاگ اٹھے تو میں نے درخت کے آنے اور واپس جانے کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے اجازت حاصل کی تھی۔ کہ مجھے آکر سلام کرے۔

تیسرا یہ کہ ہم ایک ندی پر گزرے۔ وہاں ایک عورت اپنے مجنون بیٹے کو لائی۔ آپؐ نے اس کی نتھنی کو پکڑ کر فرمایا "نکل جا۔ میں اللہ کا رسول محمد ہوں"۔ پھر ہم آگے چلے گئے۔ واپسی میں اس عورت سے بچے کا حال دریافت کیا۔ اس نے قسم کھا کر کہا۔ کہ اس دن کے بعد سے بچہ میں اس مرض کا اثر دکھائی نہیں دیا۔ (شرح السنۃ)

معجزہ ۱۷۱

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور ایک انصاری آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہاں کچھ بکریاں تھیں۔ انہوں نے آپؐ کو سجدہ کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ۔ ہم پر آپؐ کی تعظیم زیادہ واجب ہے۔ ہم بھی آپؐ کو سجدہ کریں۔ آپؐ نے

فرمایا۔ خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (مسند احمد ۔ بزار)

معجزہ ۱۷۲

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرتؐ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مست اونٹ تھا۔ جو ہر کسی پر جھپٹتا۔ اور لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے۔ آپؐ نے اسے بلایا۔ وہ آیا۔ اور آپؐ کے قدموں پر سر رکھا۔ آپؐ نے اس کی ناک میں نکیل ڈال دی۔ اور فرمایا "نافرمان انس و جن کے علاوہ تمام مخلوق خدا جانتی ہے کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں"۔ (مسلم ۔ ابوداؤد ۔ مسند احمد ۔ دارمی)

معجزہ ۱۷۳

ایک دفعہ عید کے دن چند اونٹ آپؐ کی خدمت میں قربانی کے لئے پیش ہوئے۔ جب آپؐ نے ان کو قربانی کرنا چاہا۔ تو وہ سب کے سب آپؐ کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ اور ہر ایک یہ چاہتا تھا۔ کہ مجھے پہلے قربانی کر دیں۔ (حاکم ۔ طبرانی ۔ ابونعیم)

معجزہ ۱۷۴

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ میں بچپن میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں مکہ کی گھاٹیوں میں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ اس طرف سے گزرے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا "بیٹا۔ اگر تمہارے پاس تھوڑا سا دودھ ہو۔ تو ہمیں پلا دو"۔ میں نے کہا "یہ بکریاں میری نہیں ہیں۔ میں تو صرف امین ہوں۔ اس لئے میں آپؐ کو دودھ نہیں پلا سکتا"۔ آپؐ نے فرمایا "اچھا۔ بکری کا کوئی بچہ لے آؤ"۔ میں ایک پٹھہ لے آیا۔ آپؐ نے اس کے تھن میں ہاتھ لگایا۔ اور دعا کی۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ ایک گھڑا پتھر لے آئے۔ آپؐ نے اس میں دودھ دوہا۔ خود پیا۔ حضرت ابوبکرؓ اور مجھ کو پلایا۔ پھر فرمایا۔ اے تھن سمٹ جا۔ وہ سمٹ کر خشک ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ مجھے قرآن مجید سکھایئے۔ آپؐ نے فرمایا "تم واقعی سیکھنے والے لڑکے ہو"۔ پھر میں نے آنحضرتؐ سے قرآن مجید کی ستر سورتیں یاد کر لیں۔ جن میں کوئی شخص میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (ابن سعد ۔ بیہقی)

معجزہ ۱۷۵

سفرِ ہجرت میں جب آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ غارِ ثور میں چھپ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم دیا جنہوں نے جا کر اس غار کے دہانے پر گھونسلا بنایا۔ اور انڈے دیئے۔ نیز ایک مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا پور دیا۔ جب قریش کے آدمی آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس غار کے پاس پہنچے۔ تو کبوتروں کے گھونسلے اور مکڑی کے جالے کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے۔ کہ وہ اس غار میں نہیں ہیں۔ ورنہ یہاں کبوتر نہ ٹھہرتے۔ اور نہ مکڑی کا جالا باقی رہتا۔ گو وہ لوگ اتنے قریب آ گئے تھے۔ کہ آنحضرتؐ اچھی طرح ان کی باتیں سنتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے تو یہ بھی فرما دیا تھا۔ کہ اگر یہ لوگ اپنے پاؤں کی طرف دیکھ لیں۔ تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسے خوفناک موقعہ پر اپنے دوستوں کو ان بظاہر معمولی ذرائع سے دشمنوں کے شر سے بچا لیا۔ (طبرانی۔ بیہقی۔ ابونعیم۔ بزار۔ ابن سعد)

معجزہ ۱۷۶

سفرِ ہجرت میں آنحضرتؐ ام معبد عاتکہ بنت خالد بن خُلید خزاعیہ کے خیمہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ ان کے غلام عامر بن فہیرہؓ اور ابن اُریقط آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اس بڑھیا سے پوچھا۔ کہ کچھ کھانے کو مل جائے گا اُس نے کہا جناب۔ اگر کچھ ہوتا۔ تو میں خود ہی پیش کر دیتی۔ اس خیمہ میں ایک دبلی کمزور بکری کھڑی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے اس بکری کی بابت دریافت کیا۔ تو بڑھیا نے کہا۔ یہ بکری بہت کمزور ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی اس لئے یہاں رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اجازت ہو۔ تو میں اسے دودھ لوں۔ بڑھیا نے اجازت دے دی۔ تو آپ نے بسم اللہ کہہ کر اس بکری کو دوھنا شروع کیا۔ جب برتن بھر گیا۔ تو آپ نے سب کو پلایا۔ پھر دوبارہ آپ نے دودھ دوھ کر ان کو پلایا۔ پھر خود پیا۔ اور ایک برتن بھر کر گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا۔ (حاکم)

معجزہ ۱۷۷

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ ایک جنگل میں سے گذر رہے تھے۔ کہ ایک ہرنی نے آپ کو پکارا۔ آپ نے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ اور پاس ہی ایک بدو سو رہا تھا۔ اس ہرنی نے آپ سے کہا۔ کہ اس بدو نے مجھے شکار کر لیا ہے۔ اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ آپ مجھے چھوڑ دیجئے۔ کہ جا کر

ان کو دودھ دے آئں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم یقیناً واپس آجاؤ گی؟ اس نے وعدہ کیا۔ تو آپؐ نے اسے رہا کر دیا۔ وہ جا کر بچوں کو دودھ دے آئی۔ تو آپؐ نے اسے دوبارہ اسی طرح باندھ دیا۔ اور وہاں ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ وہ بدو جاگ پڑا۔ اس نے آپؐ کو دیکھ کر کہا۔ آپؐ یہاں کیسے ٹھہرے ہیں۔ کیا کوئی خاص بات کہنی ہے؟ آپؐ نے اس کو ہرنی کے جانے، بچوں کو دودھ پلانے اور واپس آنے کا واقعہ سنایا۔ اور فرمایا۔ کہ اسے رہا کر دو۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس بدو نے ہرنی کو چھوڑ دیا۔ وہ ہرنی وہاں سے یہ کہتی ہوئی چلی۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ۔ (طبرانی۔ بیہقی)

معجزہ ۱۷۸

حضرت ابوبکرؓ کے غلام حضرت سعدؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک سفر میں ہم چار سو آدمی آنحضرتؐ کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ اُترے۔ جہاں پانی نہ تھا۔ سب لوگ گھبرا گئے۔ اور آنحضرتؐ کو اس بات کی اطلاع دی۔ اتنے میں کہیں سے ایک چھوٹی سی سینگوں والی بکری آئی اور آنحضرتؐ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپؐ نے اس کا دودھ دوہا۔ خود پیا۔ اور ہم سب کو پلایا۔ پھر آپؐ نے وہ بکری حضرت رافعؓ کے حوالے کی۔ اور فرمایا۔ اسے رات بھر تھامے رکھو۔ اور خیال ہے۔ کہ یہ بکری تمہارے پاس رہے گی نہیں۔ حضرت رافعؓ اسے باندھ کر سو رہے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی دیکھا تو بکری غائب تھی۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو خبر کر دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو اس بکری کو لایا تھا۔ وہی اسے واپس بھی لے گیا۔ (بیہقی۔ ابن عدی)

معجزہ ۱۷۹

حضرت جعیلؓ سے روایت ہے۔ کہ میں ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔ میرے پاس ایک کمزور دُبلی سی گھوڑی تھی۔ اور میں سب ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آملے۔ اور فرمایا گھوڑی والے آگے بڑھو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ۔ یہ گھوڑی دبلی بھی ہے اور کمزور بھی۔ اس لئے میں قافلہ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ آپؐ نے اسے ایک چابک لگایا۔ اور فرمایا:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَہٗ فِیْھَا — الٰہی اس گھوڑی میں برکت ڈال دے

پھر وہ ایسی تیز ہو گئی۔ کہ مجھے اس کی لگام تھامنا مشکل ہو گیا۔ اور بعد میں اس کی نسل ایسی اچھی ہوئی۔ کہ میں نے اس کی نسل کی ایک گھوڑی بارہ ہزار درہم کو بیچی۔ (بیہقی)

(فائدہ) اس حدیث میں اور حضرت جابرؓ کی حدیث میں جو پہلے گزر چکی ہے، یہ نکتہ خاص طور سے یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرتؐ امیروں اور سرداروں کی طرح فوج کے درمیان میں نہیں رہتے تھے۔ بلکہ فوج کے آخری حصّہ میں اور کبھی کبھی سب سے پیچھے چلا کرتے تھے۔ تاکہ دوسرے لوگوں کی بے پروائی سے کسی غریب، کمزور اور ناواقف سپاہی کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے۔ اور دشمنوں کے ملک میں، خطرے کی حالت میں جنگل اور بیابان میں یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جو اَشجع الناس ہو۔

معجزہ ۱۸۰

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک بھیڑیا کسی گڈریے کی بکری اٹھا کر لے گیا۔ گڈریے نے جھپٹ کر اپنی بکری اس کے مُنہ سے چھڑا لی۔ وہ بھیڑیا نزدیک کے ایک ٹیلے پر چڑھ کر جا بیٹھا۔ اور چرواہے سے کہنے لگا۔ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے جو روزی دے دی تھی۔ وہ تو نے مجھ سے چھین لی۔ یہ سُن کر گڈریے نے کہا۔ تعجب ہے کہ بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اس نخلستان میں پتھریلی زمین کا ایک شخص تم کو اگلی پچھلی باتوں کی خبر دیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں۔ کہ وہ شخص یہودی تھا۔ اسی وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ ماجرا بیان کیا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ (شرح السنۃ)

معجزہ ۱۸۱

آنحضرتؐ کے ایک آزاد کردہ غلام سفینہؓ کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ مَیں سمندر میں سفر کر رہا تھا کشتی ٹوٹ گئی اور مَیں ایک تختہ پر بہتا ہوا ساحل پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک گھنا جنگل تھا جس میں خونخوار شیر رہتے تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا۔ تو مَیں نے اس سے کہا۔ او شیر! مَیں آنحضرتؐ کا غلام ہوں۔ یہ سُن کر وہ شیر دُم ہلانے لگا اور میرے برابر برابر چلتا ہوا مجھے راستہ پر ڈال گیا۔ پھر اس نے ایک طرح کی آواز نکالنی شروع کی۔ گویا مجھے رخصت کر رہا ہے۔ پھر مَیں صحیح سلامت واپس آیا۔ (ابن سعد۔ بزار۔ بیہقی۔ حاکم)

معجزہ ۱۸۲

حضرت خبابؓ کی صاحبزادی کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ میرے والد جہاد پر چلے گئے۔ ان کی غیر موجودگی میں آنحضرتؐ ہمارے گھر آتے۔ اور بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ ان دنوں بکری کے تھنوں سے اتنا دودھ نکلتا تھا۔ کہ

ہمارے گھر کا سب سے بڑا برتن اس سے بھر جایا کرتا تھا۔ جب والد صاحب واپس آگئے۔ اور انہوں نے خود بکری کو دوہنا شروع کیا۔ تو وہ برکت باقی نہ رہی۔ (مسند احمد۔ طبقات ابن سعد)

معجزہ ۱۸۳

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ کبھی کبھی مجھے اتنی سخت بھوک لگ جاتی کہ میرا سر چکرانے لگتا۔ اور کبھی غشی آجاتی ایک مرتبہ ایک ایسی حالت میں، مَیں سرِ راہ آبیٹھا۔ تاکہ کوئی گزرنے والا مجھے کچھ کھلا دے۔ اتفاق سے ادھر سے حضرت ابوبکرؓ گزرے۔ تو مَیں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کی بابت پوچھا۔ اور اصل مطلب یہ تھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوں۔ اور کچھ کھلا دیں۔ لیکن وہ میرا اصل مطلب حل کئے بغیر ہی چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آنکلے۔ مَیں نے ان سے بھی ایک آیت کی بابت دریافت کیا۔ لیکن میرا اصل مقصد حل نہ ہو سکا۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر اصل بات تاڑ گئے۔ فرمایا۔ ابوہریرہؓ۔ میرے ساتھ چلے آؤ۔ آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ وہاں کسی نے ایک پیالے میں کچھ دودھ بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ۔ جاؤ اہلِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ مَیں نے خیال کیا۔ کہ تمام اہلِ صُفّہ کے لئے اس دودھ کی حقیقت ہی کیا ہو گی۔ اگر مجھے مل جاتا۔ تو میرا کام ہو جاتا۔ بہرحال مَیں نے جا کر سب کو بُلایا۔ جب وہ آکر بیٹھ گئے۔ تو آنحضرتؐ نے مجھے ان کا ساقی بنا دیا۔ مَیں وہ پیالہ ایک ایک کے سامنے پیش کرتا۔ اور جب وہ پی لیتا۔ تو اسے دوسرے کے سامنے پیش کرتا۔ یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ تب مَیں نے پیالہ آنحضرتؐ کے دستِ مبارک میں دے دیا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا — ابوہریرہؓ اب صرف ہم دونوں رہ گئے۔ پھر پیالہ میری طرف بڑھایا۔ اور مَیں نے اچھی طرح دودھ پی لیا۔ آپ نے فرمایا۔ اور پی لے۔ مَیں نے اور پیا۔ آپ نے پھر اصرار فرمایا۔ یہاں تک کہ مَیں نے قسم کھا کر کہا کہ مزید گنجائش باقی نہیں رہی۔ پھر آنحضرتؐ نے پیالہ لے کر خدا کا شکر کیا۔ بسم اللہ پڑھی۔ اور باقی دودھ پی لیا۔ (بخاری)

(ختم)

اسلامی زندگی

از جناب کوکب جوالاپوری

(گذشتہ سے پیوستہ)

کفار کی جارحانہ روش کا آغاز | قریش مخالف تھے، اور اوّل دن سے، مگر پیغمبر اکیلے، اور اُن پر ایمان لانے والے، غریب، نادار، مفلس اور قلاش، نہ حیثیت کے مالک، نہ آدمیوں کا زور، محمد ہاشمی کی تحریک، قریش کی نگاہ میں غیر اہم، انہوں نے اب تک کوئی باقاعدہ مقابلہ نہیں کیا، پیغمبر کو دیوانہ سمجھا، اُن کی باتوں کو دیوانگی کی بڑ، ہنسی، مذاق، مخول، اور استہزاء سے آگے نہ بڑھے۔

• تبلیغ رازدارانہ تھی، اور خدائی احکام کی تعمیل، پوشیدہ، کسی کو کسی کی خبر نہ ہوئی، کون ایمان لایا، کون نہیں قریش کو اسلام کی وسعتِ حدود کا پتہ نہ لگ سکا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۔ کا نزول وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کا حکم، اور علانیہ انذار و تبلیغ کا باب وا، پیغمبر کھلے میدان میں، اور مومنین صادقین بے نقاب تین سال کا عرصہ، اور اسلام کے شیدائی چالیس، بلکہ چالیس سے کچھ زیادہ، یہ شمار نہ قابلِ توجہ ہے، نہ اہم، لیکن قریش کی نگاہیں خیرہ، انہوں نے دیکھا کہ مکے کا ہر قبیلہ جو قابلِ ذکر ہو، اور رد دار، اُس کا ایک ایک دو دو آدمی اسلام کے جھنڈے کے نیچے، تحریک کا اندازہ ہوا، اہمیت کا احساس، دبانے کی فکر، اُس دن سے دعوت و تبلیغ ہے، جارحانہ قوتیں، اور قدم قدم پر، تحریک بڑھتی گئی، اور قریش کی مخالفت شدت کی صورت اختیار کرتی گئی۔

پہلا شہید | کعبۃ اللہ، خلیلِ بت شکن کی یادگار، اور اُس میں تین سو ساٹھ بتوں کی ساکت و جامد دنیا آباد پیغمبر خدا حرم کعبہ میں تشریف لے گئے، توحید کا اعلان کیا، بہت سے خدا، اور اُن کے بیچ میں ایک خدا کا نعرہ، قریش کو کیونکر گوارا، ٹوٹ پڑے، حارث بن ابی ہالہ، پیغمبر کے ربیب، اُن کو خبر ہوئی، دوڑے آئے، پیغمبر کو بچانا چاہا، اشرار کا ہجوم تھا، پیغمبر کو چھوڑا، حارث پر پل پڑے، تلواروں کے وار، اور ہر طرف سے، حارث شہید۔

حارثؓ اسلام کے سب سے پہلے شہید، اور راہِ خدا میں پہلا خون، بہا، اور پہلی مرتبہ زمین خونِ شہادت سے لالہ زار۔

ابوجہل کی گستاخی | خفیہ پوشی ٹوٹی، دعوت وتبلیغ کے چہرے سے نقاب اُٹھا، عبادت بھی غاروں سے نکل آئی، پوشیدگیوں سے باہر آگئی، پیغمبر حرمِ اقدس میں تشریف لے جاتے، نماز ادا کرتے، ابوجہل پیغمبر کا چچا، مزاج میں سرکشی، اور تمرد، ٹرکتا، رکتا، چڑھ آتا، اور دھمکاتا۔

ایک مرتبہ آیا، آیا اور پیچھے کی جانب سے، پیغمبر کے گلے میں چادر کا پھندا ڈالا، کھینچا، اور اس زور سے، کہ آنکھیں حلقوں سے باہر، اس پر بس نہیں کی، بولا، اور تحکمانہ لہجے میں:۔

"اب کعبے میں دیکھا تو گردن توڑ ڈالوں گا"۔

پیغمبر نے فرمایا:۔

"خدا سے ڈر، خدا کے قہر سے ڈر، وہ چاہے تو تیری گردن توڑ ڈالے"۔

بولا:۔

میری گردن، کوئی ہے! میری گردن کو توڑنے والا، مکے میں میری مجلس سب سے بڑی ہے، اعوان وانصار سب سے الگ مجلس کے بیٹھنے والوں ہی کو بلالوں، آدمیوں سے جنگل بھر دوں۔

تنبیہ | پیغمبر کی شان، ابوجہل کی گستاخی، تنبیہ ہوئی، نصیحت آمیز اور ان آیات کا نزول:۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰٓ ۝ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰٓ ۝ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ ۝ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ ۝ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ ۝ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰٓ ۝ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب ۝ (علق)

کوئی نہیں، انسان سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ اُس نے اپنے کو مستغنی سمجھ لیا ہے بیشک اُسے تیرے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تم نے دیکھا؟ اُسکو جو ایک بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے بھلا دیکھو تو اگر وہ راہ پر ہوتا، یا خدا سے ڈرنے کا حکم کرتا بھلا دیکھو! اگر اُس نے جھٹلایا، اور منہ موڑ لیا، اُس نے یہ نہ جانا کہ اللہ یقیناً دیکھتا ہے نہیں نہیں اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے جھوٹی، گنہگار چوٹی، اب اپنی مجلس والوں کو بلالے ہم بھی اپنے پیادے جلاد بلا لیتے ہیں، خبردار! اس کا کہنا نہ ماننا اور سجدہ کرتے رہنا اور قربِ الٰہی حاصل کرتے رہنا۔

دولت پر ناز، طاقت پر غرور، مستغنی اور بے نیاز، نتیجہ سرکشی، مگر اُسے پتا ہے اور تمہارے پروردگار ہی کے پاس جانا ہے، جانا ہے، اور ضرور۔ جانے دو، وہاں پتہ لگ جائیگا، تکبّر ہے، خود پسندی، اور خود فراموشی، وہاں ان سب کی حقیقت کھل جائے گی۔

پیغمبرؐ! تم نے دیکھا؟ ہمارا ایک بندہ ہے نماز پڑھتا ہے، اور نماز ہماری پرستش ہے، اور ہماری یاد، وہ روکتا ہے، خود کو توفیق نہیں، دوسروں کو سجود دیکھ نہیں سکتا، یہ تمرّد ہے، اور یہ سرکشی، کوئی ٹھکانا ہے!

بھلا دیکھو! سیدھی راہ پر ہوتا، یا کم از کم لوگوں کو تقویٰ و پرہیزگاری ہی سکھاتا، کیا اچھا آدمی ہوتا، مگر نہیں بدنصیب ہے، اور عاقبت نیندیش، وہ اور اس راہ پر آتا، بھلائی کے کام کرتا؟ مشکل، بلکہ ناممکن۔

دیکھو جی! اُس نے جھٹلایا، اور ارشادِ الٰہی کو، منہ موڑا، اور راہِ سعادت سے، ہمارا کیا بگاڑا، نقصان کیا تو کس کا، اور کھویا تو کس کا!

اُسے خبر نہیں، خدا علیم ہے، اور خبیر، جوہر ہو یا عرض، اُس کے علم سے باہر نہیں، اُس کو خبر ہے، ذرّے ذرّے کی، نیک و بد اُس کی نگاہ میں، وہ اپنے بندے کے خضوع و خشوع کو دیکھتا ہے، اور اس ملعون کی شرارت کو بھی، عادل ہے، جزاء و سزا کے دن کا مالک، نیک اور بد کو ایک درجے میں نہیں رکھ سکتا، نیکی کا صلہ دے گا، بدی کا بدلہ۔

سزائے آخرت | سُن لے، اور کان کھول کر سُن لے، باز نہ آیا، قیامت کا میدان ہوگا، اور اس کی پیشانی، جھوٹی اور خطاکار پیشانی، ہم اُس کو گھسیٹیں گے، اور چوٹی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے گھسیٹیں گے، جانوروں، اور ذلیل قیدیوں کی طرح،

اُسے ہم نشینوں پر ناز ہے، مجلس کے بیٹھنے والوں پر گھمنڈ، جا بُلالے، اور ایک ایک کو بُلالے، ہم بھی اپنے جلّادوں کو بُلائے لیتے ہیں، پھر دیکھنا، کون غالب ہے، اور کون مغلوب!

عبادت کو تقربِ الٰہی لازم | پیغمبرؐ! بےخبر دل کے ہیں نہ کہا تیرہ، نہ اُس کی بات پر کان دھرلو، عبادت کرو، جہاں چاہو، سجدے کرو، جس جگہ چاہو، کسی کی پرواہ نہ کرو، ربِّ قدیر کی نزدیکی حاصل کرتے ہو، اور بیش از بیش قرب۔

آگ کی خندق | ایک اور واقعہ ہے، اور خانۂ کعبہ کا، پیغمبرؐ نماز میں مصروف، گستاخی کرنا چاہی اور بے ادبی، آگے بڑھا، قریب پہنچنے نہ پایا تھا، کہ گھبرایا، پیچھے ہٹا اور ایک دم سے، لوگوں نے پوچھا۔

کیوں؟ ابوجہل کیا ہوا!

بولا، اور گھبراہٹ کی زبان سے۔

مَیں نے دیکھا، ایک خندق ہے، آگ کی خندق میرے اور محمدؐ کے درمیان، کوئی پروں والی مخلوق ہے اور پروں کی آواز میں گھبرا کر واپس آگیا۔

پیغمبرؐ نے فرمایا۔

آگے بڑھتا، فرشتے اُچک لیتے، اور بوٹی بوٹی کر ڈالتے۔

جامِ کوثر

از جناب مرزا عزیز فیضانی (دار اپوری)

نہ اہلِ زر کی چوکھٹ سے، نہ اہلِ زور کے در سے
اگر مانگو تو مانگو حاجتیں خلاقِ اکبر سے

جو مر جاتے ہوں قبلِ موت اُدنیٰ موت کے ڈر سے
نہ کیوں بھاگیں گے میدانِ غزا کی موتِ احمر سے

شکایت ہے زمانے کی، نہ شکوہ ہے مقدر سے
ہے جو کچھ ہم سے ہے یا آجکل کے اپنے رہبر سے

بلا اک مردِ حق آگاہ سے یہ نکتہ دُنیا کو
سرِ سجدہ ہے کمتر جنگ کے پائے مغتبر سے

وہ مسجد میں نہیں آتے تو کیا میداں میں نکلیں گے
جو اکثر صبح پورے نو بجے اُٹھتے ہوں بستر سے

شرابِ عشق تھوڑی ہے نہ دل ہے تنگ ساقی کا
شکایت ہے تو ظرفِ دل سے خطرہ ہے تو ساغر سے

زباں سے اللہ اللہ کہتے رہنے سے نہ کچھ ہوگا
جہاں کے کام ہوں گے قوتِ بازوئے حیدرؓ سے

کئی عصیاں ہیں جن پر بعدِ توبہ ہے عمل لازم
وہ عصیاں دُھل نہیں سکتے جو خالی دیدۂ تر سے

عجب کیا گر غزل میں ہے مزا تسنیم و کوثر کا
کہ رنگِ شعرِ فیضانی ہے فیضِ میرِ کوثرؓ سے

شراب کے نقصانات اور حکومت کا فرض

از جناب پروفیسر سید محمد ادریس طوسی

شراب ایک قسم کا زہر ہے۔ جو انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر کے اس کی صحت، جوانی اور عقل و ہوش کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بہت سارے ناتجربہ کار انسان اس کے عادی بن گئے ہیں۔ اور اپنی خداداد قوتوں اور باپ دادا کی جائدادوں کو اس کے بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔ اس لئے ہم ذیل میں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ شراب، جسمانی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور مذہبی نقطۂ نظر سے انسان کے لئے کس قدر مضر ہے۔ اور اس کی تباہ کاریوں کی روک تھام کے لئے کونسی مفید تدبیر اختیار کی جا سکتی ہے۔

شراب کا اثر جسم پر :-

اس بات پر طبیبوں اور ڈاکٹروں کا اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ الکحل، جو شراب کا جزو اعظم ہے کسی آدمی کے لئے کسی حالت میں بھی مفید نہیں۔ اس کی تھوڑی سی مقدار بھی نظام جسم کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کے مسلسل استعمال سے اعضاء رئیسہ خراب ہو جاتے ہیں۔ اور عقل و ہوش کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اس کے استعمال سے انسان عمر طبعی تک نہیں پہنچتا۔ اس کے جسم کی مشینری بہت جلد جواب دے جاتی ہے۔ اور شرابی کو یا تو ایسی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے جو موت سے بدتر ہوتی ہے۔ یا وہ بہت جلد پیوند خاک ہو جاتا ہے۔ سکندر اعظم، بائرن، ولیم پٹ دی ینگ وغیرہ والا اشخاص اسی دشمن کا شکار ہو کر جوانی میں ہی انتقال کر گئے۔

دنیا کی ہیلتھ رپورٹ اس کی شاہد ہے۔ کہ اس قدر آدمی دریاؤں میں نہیں ڈوبے (جنگ کا زمانہ مستثنیٰ ہے) ملیریا اور تپ دق سے نہیں مرے۔ وحشی جانوروں کا شکار نہیں ہوئے جس قدر شراب پینے سے ہلاک ہو گئے ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب :-

بعض ناتجربہ کار اور عاقبت نااندیش لوگ یہ کہتے ہیں کہ شراب سے جسم طاقتور ہو جاتا ہے۔ اور خاص کر برانڈی کو بہت ہی مقوی بتاتے ہیں۔ حالانکہ ڈاکٹروں نے برانڈی کا تجزیہ کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ ایک بوتل شراب میں ...

کا وزن ۱ چھٹانک ہو۔ ۱ چھٹانک خالص پانی ہوتا ہے۔ باقی حاشیہ میں ۲ تولہ گوند کی طرح کی کوئی لیسدار چیز ہوتی ہے جو طاقت دیتی ہے ۵ تولہ زہر ہوتا ہے اور ۵ تولہ فضول اجزا پس وہ کونسا عقلمند ہوگا۔ جو ایسی بوتل کو جس میں صرف ۲ تولے طاقت دینے والی چیز ہو۔ آٹھ دس روپے میں خریدے گا۔ کیا وہ اس رقم سے دودھ، گھی، گوشت اور پھل وغیرہ خرید کر نہیں کھا سکتا۔ جن میں ضرر کوئی نہیں اور فائدہ اور لطف اس سے کہیں زیادہ ہے۔

شراب کا اثر روح پر:۔

شراب کا بُرا اثر جسم پر اتنا نہیں پڑتا جتنا روح پر پڑتا ہے۔ اس کے پینے کے تھوڑی دیر بعد خون کا دوران غیر معمولی طور پر تیز ہو جاتا ہے جس سے اعصاب میں ایک غیر فطری کھچاوٹ سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عقل پر بیہوشی کا پردہ چھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ متوالا شخص اخلاقِ حسنہ سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور اس کی بہیمی طاقتیں جیسا چاہتی ہیں اس سے کام لینے لگتی ہیں۔ بیہوشی کی حالت میں وہ کونسا گناہ ہے جس کی توقع ایک شرابی سے نہیں کی جا سکتی۔ زنا، قتل، مارپیٹ، یاوہ گوئی، گالی گلوچ تو ان کا روزمرہ کا معمول ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو مجمع الاثم (گناہوں کی جامع) اور ام الخبائث (برائیوں کی ماں) بتایا ہے۔

شراب کا اثر اخلاق پر:۔

چونکہ شراب کا اثر اعصاب پر پڑتا ہے جن کے ساتھ اخلاق کا گہرا تعلق ہے۔ اس لئے شراب کا بُرا اثر اخلاق پر بہت زیادہ پڑ جاتا ہے۔ شرابی کی قوتِ ارادی چند دنوں میں کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ جام مے کا ایسا غلام بن جاتا ہے کہ ہزار ارادہ کرے کہ اس سے چھوٹ جائے۔ مگر وقت آنے پر اس کے سارے عزائم دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور وہ سیدھا شراب خانے پہنچ جاتا ہے۔

نیز جوں جوں اس کے اعضائے رئیسہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ اس کا تحمل، ذکاوت، حافظہ، بلکہ دیانت وغیرہ خوبیاں فنا ہوتی جاتی ہیں۔ اسی لئے شرابی کے ساتھ بیوپار کرنے کا کوئی بھی روادار نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کا تنہا دوست شراب فروش بھی اس کو قرض کی کبھی نہیں پلاتا۔ اور اس کے جاننے پہچاننے والے بھی اس سے دور ہی رہنے میں عافیت پاتے ہیں۔

شراب کا اثر معاشرت پر:۔

شرابی سے لوگ اتنے دور رہتے ہیں۔ گویا اسے سماج کا رکن ہی نہیں سمجھتے۔ اور واقعی ایسے لوگوں کو سماج میں شامل [illegible] جن پر اگر اڑے وقت میں کوئی کام پڑ جائے تو وہ اس وقت مدہوش ہوں۔ اگر ان کو کسی

ضروری کام کے لئے پیسے دے دئے جائیں تو انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے سیدھے شراب خانے پہنچ جائیں اور ان کی طرف سے عزت و آبرو کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہر وقت لگا ہوا ہو۔ اور اگر ان کا بس چلے تو کسی شریف آدمی کی آبرو اور مال پر ہاتھ صاف نہ کریں۔

شراب اور اقتصادیات :-

ہم کہتے ہیں کہ ہندوستان غریب ملک ہے لیکن غربت میں بھی ہمارا یہ حال ہے۔ کہ ہمارے ملک میں سالانہ ایک عرب اَسّی ایک کروڑ روپیہ کی شراب اوسطاً پی جاتی ہے۔ صوبہ پنجاب میں، جس کی آب و ہوا شراب کے لئے نسبتاً ناساز گار ہے۔ تقریباً چھ کروڑ روپیہ کی شراب سالانہ پی جاتی ہے۔ اس فضول خرچی کے ہوتے اگر کسی ملک کے پاس ہمالہ کے برابر سونا ہو۔ تو وہ بھی چند سالوں میں ختم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر شرابی باپ دادا کی جائداد شراب میں اڑا کر یا تو در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں یا خودکشی کر کے دفع ہو جاتے ہیں۔

شراب اور ملکی سیاست :-

سیاسی طاقت کسی مستقل قوت کا نام نہیں۔ اخلاقی قوتوں اور معاشرتی صلاحیتوں پر اس کا مدار ہے۔ جب کسی قوم کے افراد میں اخلاقی اور جسمانی طاقت نہ ہو۔ اور ان کی سماجی حالت ناگفتہ بہ ہو تو وہ سیاسی میدان میں بازی نہیں لے جا سکتے۔

گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں لندن کے جنگی سامان بنانے والے مزدوروں کو زیادہ کام کرنا پڑتا تھا اس لئے وہ تکان دور کرنے کے لئے شراب پی لیا کرتے تھے۔ ایک دن شاہ جارج پنجم آنجہانی کو معلوم ہوا کہ ایک جنگی جہاز پر ایک خاص ضروری کام اس وجہ سے سرانجام نہ پا سکا کہ چند مزدوروں نے شراب پی رکھی تھی۔ اس بات کا ان کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ جنگ کے اختتام تک بکنگھم پیلس میں ہر قسم کی شراب کا داخلہ بند کر دیا۔ اور انگلینڈ میں شراب پر پابندیاں عائد کر دیں۔ اور چونکہ سب سے پہلے خود بادشاہ نے قربانی دی تھی۔ اس لئے انگلینڈ میں کافی حد تک شراب نوشی کم ہو گئی۔

بادشاہ کو شراب بند کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ صرف اس لئے کہ افراد کی مدہوشی ملک کی سیاسی طاقت کو تباہ کر رہی تھی۔

شراب اور مذہب :-

شراب کی برائی اتنی کھلی ہوئی ہے۔ کہ دنیا کے تمام اصلاحی مذاہب نے اس کی مذمت کی ہے خاص کر اسلام

نے اس کا استعمال قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ اور اسلامی حکومت کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ شراب پینے سے لوگوں کو روکنے کے لئے ہر مؤثر تدبیر اختیار کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔

مسلمانو! شراب، جؤا، بت اور پانسے، یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو۔ تاکہ تم کو فلاح ہو۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ۔

اور آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے شراب پی۔ اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نمازیں قبول نہیں فرمائے گا ہاں اگر وہ ہمیشہ کے لئے سچے دل سے توبہ کر لے۔ تو خدا اُسے معاف کر دے گا۔ (ترمذی۔ نسائی)

اور اسلام نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ شریعت نے شرابی کے لئے یہ سزا مقرر کی ہے کہ اسے کم از کم چالیس اور زیادہ سے زیادہ اسی کوڑے مارے جائیں۔ جب کبھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی شرابی لایا جاتا۔ تو آپ حاضرین کو اس کے مارنے کا حکم دیتے۔ لوگ جوتیوں، چادروں، ہاتھوں اور لاٹھیوں سے اس کو پیٹنا شروع کر دیتے۔ جب چالیس ضربیں پڑ چکتیں۔ تو آپ ان کو حکم دیتے۔ کہ اس کو لعنت ملامت کرو۔ چنانچہ لوگ اُسے ملامت کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے مٹی اٹھا کر شرابی کے مُنہ پر پھینکی تھی۔ (ابوداؤد)

یاد رہے۔ کہ جس طرح شراب پینا حرام ہے۔ اسی طرح شراب پلانا، بنانا، بیچنا، خریدنا، لینا، دینا، رکھنا سب حرام ہیں۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اس بارے میں ایک دوسرے کی اعانت کرنے والوں پر خدا نے لعنت فرمائی ہے۔

طریق اصلاح :-

عوام کو شراب سے روکنے کیلئے بہت سے طریقے مؤثر ہو سکتے ہیں لیکن وہ جو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ کہ لوگ آسمانی کتابوں کے ذریعہ گناہوں سے اتنا نہیں بچتے جتنا حاکمِ وقت کے ڈر سے۔ تو ہمارے نزدیک سب سے زیادہ مؤثر تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ حکومت اس کام پر توجہ کرے۔ اگر وہ شراب خانے بند کرا دے اور ناجائز کشید کی کڑی نگرانی رکھے۔ اور مجرموں کے لئے سخت سے سخت سزائیں مقرر کرے۔ اور کسی بااثر مجرم کو سفارش بہم پہنچانے کا موقع نہ دے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ چند سالوں میں شراب پینے سے پُرانے پاپی بھی مجبور ہو کر توبہ نہ کرلیں۔ کیا ہم امید رکھیں کہ پنجاب کی قومی حکومت اس بارہ میں عنقریب کوئی مؤثر قدم اٹھائے گی؟ اگر نہیں تو عذاب خداوندی کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں۔ کیونکہ راعی کو رعایا سے متعلق ضرور بازپُرس ہوگی۔

اسلام میں دین اور دُنیا الگ الگ نہیں

پیدائش سے موت تک اللہ تعالٰی کے احکام کی فرمانبرداری میں زندگی گزارنے کا نام دین ہے۔ اور وہی زندگی اللہ تعالٰی کی یاد سے غافل رہ کر اپنی ذاتی اغراض کی خاطر گزاری جائے تو وہ بے دینی ہے جسے اسلام دُنیا کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔

دونوں صورتوں میں کام ایک ہی کرنے پڑتے ہیں یعنی کھانا، پینا، پہننا، اولاد حاصل کرنا اور اس کی پرورش کر کے اپنی جگہ پر چھوڑ جانا۔ یہ سب کام احکامِ خداوندی کی فرمانبرداری میں بھی ہو سکتے ہیں اور اُس کی نافرمانی میں بھی۔ حلال کے ذریعے بھی ہو سکتے ہیں اور حرام طریق سے بھی۔ ہر دو صورتوں میں تمام اعضاء کو ایک ہی جتنا کام کرنا پڑتا ہے صرف ایمان اور نیت کا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ اعمال کی جزا سزا ایمان اور نیت پر موقوف ہے۔

انسان کو دُنیا کی اس امتحان گاہ میں بھیجنے کی غرض و غایت صرف یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کا فرمانبردار بندہ بننے کا عادی بنا لے۔ تاکہ آخرت کی خوشگوار زندگی حاصل کر سکے۔ یاد رکھو کہ جنت نافرمانوں کی جگہ نہیں ہے حضرت آدمؑ اور ابلیس کو صرف ایک ایک نافرمانی کی وجہ سے وہاں سے نکالا گیا تھا۔ اگر آپ اپنے اصلی مقام میں جانا چاہتے ہوں تو اس دنیاوی زندگی کے دوران میں نافرمانی ترک کر کے فرمانبردار بننے کی عادت ڈالو۔ ورنہ جہنم کی سخت ترین سزا بھگتنے کیلئے تیار رہنا چاہئے جہنم سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کی جائے۔ اور توبہ یہ ہے کہ آئندہ کبھی وہ گناہ دوبارہ نہ ہو۔ زبانی توبہ کوئی توبہ نہیں جب تک دل سے نہ کی جائے۔ چونکہ دل تمام اعضاء کا حاکم ہے اور جو کچھ دل چاہتا ہے باقی تمام اعضاء وہی کام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ دل نادم ہو۔ وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور آئندہ دیئے تمام اعضاء میں کسی سے وہ گناہ سرزد نہ ہونے دے۔ یہ بات بھی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک اللہ کا فضل شاملِ حال ر لہٰذا توبہ کرتے وقت اللہ تعالٰی سے دُعا مانگنی چاہئیے کہ وہ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دین پر قائم رہنے کیلئے ایک لمحہ بھی یادِ خداوندی سے غفلت میں نہ گزرنا چاہئیے۔ ورنہ شیطان دُنیا میں اس طرح پھنسا دیگا کہ انسان کو جس غرض کیلئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسے وہ غرض و غایت یاد ہی نہ رہے گی۔ چنانچہ آجکل ہمارا یہی حال ہے۔ جاگو کہ ابھی وقت ہے۔ موت سے پہلے ہر وقت توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ غلام سلطان عفی عنہ

عذاب: (ن) — النار۔ فاسقین کے لئے ۳۲/۲۰

(ق) قیامت سے پہلے بستی پر آئیگا خواہ ہلاکت خواہ کچھ اور ۱۷/۵۸

— قیامت کا مبہم بجم عمی ہونا ۱۵/۹۷

اس سے دنیا کے خزانے خرچ کرنے پر بھی نجات نہیں ۳۹/۴۷

اس کا وقوع اور اس کیلئے قسمیں ۵۲/۱-۹

— الخلد۔ قیامت کے منکرین پر ۳۲/۱۴

— قرآن پر ایمان جو نہ لائے اس پر ۱۶/۱۰۴

— قارون پر ۲۹/۳۹

— قحط اہل مکہ پر رسولؐ کے وقت ۲۳/۷۵-۷۶

قوموں پر:۔

— جو قوموں پر آیا وہ انکا اپنا ظلم تھا خدا کا نہ تھا ۹/۷۰

(ا) اصحاب ایکہ پر ۲۶/۱۷۶-۱۹۱

اصحاب حجر " ۱۵/۸۰-۸۴

اصحاب الرس " ۲۵/۳۸

(ب) بنی اسرائیل پر۔ بندر بننے کا ۲/۶۵-۶۶ ۴/۱۵۴

(ث) ثمود پر ۷/۷۳-۸۴ ۲۵/۳۸ ۲۶/۱۴۱-۱۵۹ ۲۷/۴۵-۵۳
۲۹/۳۸ ۴۱/۱۳-۱۷ (عاد ثمود) ۵۱/۴۳
۵۴/۱۸-۲۱ (عاد ثمود) ۵۴/۲۳-۳۲ (ناقہ)
۶۹/۴-۸ (ٹھنڈی سناٹے کی ہوا کئی دن رات)

(د) داؤدؑ کے عہد میں لبِ دریا ایک بستی پر بندر بننے کا ۷/۱۶۳-۱۶۶

قوموں کو (ہ) قوم عاد پر ۷/۶۵-۷۲ ۱۱/۵۰-۶۰ ۲۵/۳۸ ۲۶/۱۲۳-۱۴۰ ۲۹/۳۸
۴۱/۱۳-۱۸ ۴۶/۲۱-۲۶ ۵۱/۴۱-۴۲ (ریح)
۵۴/۱۸-۲۱ ۶۹/۴-۸

عذاب: (ق)

(ز) غرقابی، فرعون کی قوم پر ۴۳/۴۶-۵۶

مسلسل " " " ۴۳/۴۶-۵۶

(ل) — لوطؑ کی قوم پر ۱۱/۸۲ ۲۶/۱۶۰-۱۷۵ ۲۷/۵۸ ۲۹/۳۱-۳۵
(عذابی فرشتے ابراہیمؑ کے ۵۱/۲۴-۳۷
مہمان سے) ۵۴/۳۳-۴۰

(ہ) مدین والوں پر ۷/۹۱-۹۲ ۱۱/۹۴ ۲۹/۳۶-۳۷

قوموں پر (ر) قوم نوحؑ پر ۷/۶۴ ۱۱/۳۹ ۲۵/۳۷ ۲۶/۱۰۵-۱۲۲
۵۴/۹-۱۶ ۷۱/۱

(ک) کفار کو تضرع کے لئے دیا جاتا ہے ۶/۴۲-۴۳

— کے منتظر رہتے ہیں کفار ۶/۵۸

— آنے کے بعد کفار کہتے ہیں رسول کیوں نہ آیا ۲۰/۱۳۴

— کے متعلق کفار کا کہنا رسول کو کہ عذاب لے آ اگر تو سچا ہے ۷/۷۰

— الیم، کفار مکذبین کے لئے ۳۴/۵-۶

— جہنم، کفار پر ہلکا نہ ہوگا ۳۵/۳۶

— روسیاہی کفار کے لئے ۳۹/۶۰

— شدید، " " " ۳۵/۷ ۴۲/۲۶

— غلیظ، " " " ۳۱/۲۴

— مقیم و رسوائی، کفار مکہ کے لئے (دنیوی و اخروی) ۳۹/۳۹-۴۰

— مصائب کفار کے لئے ۹/۴۹

— مصائب کفار کے لئے جہاد کی شکل میں ۸/۱۲-۱۴

— ہلاکت، کفار قرون اولیٰ کے لئے ۴۴/۱۲

عذاب۔ (ک) الممتون، کفار کے لئے ۲۹/۴

(ل)۔ لوط کی قوم پر دیکھیے صفحہ ۵۳۴ متعلقہ عذاب (ل)

(م) ماکرین کے لئے ۱۶/۲۶

۔شدید ماکرین السیئات پر ۳۵/۱۰

۔مومن سے ٹلتا نہیں ۶/۱۴۸ ۱۲/۱۱۰

۔مرتد پر وجہ خوف غیر اللہ سے مرتد ہو جائے، ۱۶/۱۰۶

۔مسجد سے روکنے والے کے لئے ۲/۱۱۴

۔الیم، مسجد الحرام سے روکنے والے کے لئے ۲۲/۲۵

۔مصلحین کی موجودگی میں نہیں آتا ۱۱/۱۱۷

۔منافقین کیلئے (خصوصاً وہ جو بہت سازباز کریں) ۵۸/۱۴-۱۶

۔منافقین کے لئے ۹/۶۸ ۳۳/۷۳ ۴۸/۶

۔مقیم، منافقوں کے لئے ۹/۶۸

۔الیم دنیوی و اخروی۔ منافق کے لئے ۴/۱۳۸ ۹/۱۰۱

۔دو دفعہ۔ دنیوی، اخروی (عظیم) منافقوں کے لئے ۹/۱۰۱

۔محکومی ۹/۳۹ ۴۴/۳۰-۳۱ ۴۷/۳۶-۳۸ ۵۹/۲-۳

۔مشرکین کے لئے ۴۸/۶ ۵۰/۲۴-۲۶

۔مدین والوں کیلئے۔ دیکھیے صفحہ ۵۳۴ قوموں کی عذاب (م)

(ن) عذاب کی نوعیت:۔

کیا کیا عذاب ہو سکتے ہیں ۱۷/۹۸-۹۹ ۲۹/۴۰

(ا) آسمان سے فوج نہیں اتری عذاب کرنے کیلئے ۳۶/۲۸

(ب) بارش پتھروں کی ۶۷/۱۶-۱۷

عذاب۔ (ن) عذاب کی نوعیت:۔

کنکر پتھروں کی بارش ۱۱/۸۲-۸۳

(د) دھنسا دینا ۶۷/۱۶-۱۷

آسمانی دھواں جو لوگوں کو گھیر لے گا ۴۴/۱۰-۱۱

(ک) کی کیفیت۔

عذاب الٰہی بڑا سخت ہے ۲/۱۶۵

" دردناک ہے ۱۱/۱۰۲

" " سا کوئی عذاب نہیں ۸۹/۲۵

۔ کڑک کا ۱۱/۹۴

(م)۔ مال کی بربادی کی صورت میں (باغ والوں کی مثال) ۶۸/۱۷-۳۳

۔محکومی۔ جہاد نہ کرنے پر ۹/۳۹

۔ " " میں مال نہ خرچ کرنے پر ۴۷/۳۶-۳۸

۔المہین (بصورت محکومی) (فرعون و موسیٰ) ۴۴/۳۰-۳۱

۔دنیوی بصورت محکومی جلاوطنی شکست بابیئے وطن ۵۹/۲-۳

۔ناشکرے کے لئے ۵۰/۲۴-۲۶

۔نیکی سے روکنے والے کے لئے ۵۰/۲۴-۲۶

۔الٰہی کا نتیجہ

عذاب شدہ بستیوں والے، پس نہیں آتے ۲۱/۹۵-۹۶

۔نوح کی قوم پر۔ دیکھیے صفحہ ۵۳۵ قوموں کی عذاب (ن)

(د)۔ کا وقت۔ اکثر رات کو یا دوپہر کو سوتے ہوئے آگیا ۷/۴

۔ " " ۔ عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے ۱۷/۱۵

۔ " کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے ۱۵/۴

عذاب (ی) ۔ آگر صرف قوم یونس پر سے ٹلا ۱۰/۹۸

(ع ۔ ر)

(ب) عرب کی ضلالت قبل از رسالت محمدیہ ۶۲/۲

(ش) عرش عظیم ۲۳/۸۶

کریم . . ۲۳/۱۱۶

پر استوا ۷/۵۴ ۱۰/۳ ۱۳/۲ ۲۰/۵ ۲۵/۵۹ ۳۲/۴ ۵۷/۴

پانی پر ہے ۱۱/۷

کو اٹھانے والے فرشتے ۴۰/۷

کے ادگرد رہنے والے فرشتے تسبیح پڑھتے
اور مومنوں کے حق میں دعا کرتے ہیں ۴۰/۷ ۹

کو قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے ۶۹/۱۷

(ف) عرفات ۲/۱۹۸

(و) عروۃ الوثقےٰ ۲/۲۵۶ ۳۱/۲۲

(ع ۔ ز)

(ت) عزت ۔ اللہ کے لئے ہے ۴/۱۳۹ ۱۰/۶۵ ۳۵/۱۰ ۶۳/۸

۔ اللہ، رسول اور مومنین کے لئے ہے ۶۳/۸

{ (یعنی دنیوی غلبہ) ۶۳/۸

۔ جس کو چاہے اللہ دے ۳/۲۶

۔ ذات و قوم پر نہیں بلکہ تقوے پر منحصر ہے
(یعنی عزت عند اللہ) ۴۹/۱۳

۔ کفار سے ڈھونڈنا ۴/۱۳۹

۔ یعنی رزق حلال ۳۵/۱۰

(ت) عزت ۔ یعنی فضل خدا ۳/۷۲-۷۳

(م) عزم کے ساتھ صبر کرنا رسولوں کا کام ہے ۴۶/۳۵

عزم الامور، (عفو و صبر) ۴۲/۴۳

(ی) عزیٰ . . . ۵۳/۱۹

عزیر (کی وفات اور دوبارہ زندگی کا قصہ) ۲/۲۵۹

(کو یہودیوں کا ابن اللہ کہنا) ۹/۳۰

(ع ۔ س)

(ر) عسر کے ساتھ یسر ہے (مشکل کیساتھ ہی آسانی ہے) ۹۴/۵-۶

متقی سخی کو یسر اور اس کے برعکس عسر دی جاتی ہے ۹۲/۵-۱۰

(ق) عسق ۴۲/۲

(ع ۔ ف)

(و) عفو ۲/۱۰۹

۔ (ولیعفوا ولیصفحوا) ۲۴/۲۲

۔ کرنیوالے (عافین عن الناس) ۳/۱۳۴

۔ ازواج و اولاد میں . . ۶۴/۱۴-۱۸

۔ جروح وغیرہ ۵/۴۵

۔ سیئات (عفو گناہ) . . ۴۲/۲۵

۔ وصلح اور بدلہ . . . ۴۲/۴۰

۔ اور صبر عزم الامور میں . ۴۲/۴۳

۔ کا حکم رسول کو . . . ۳/۱۵۹

۔ کرو تاکہ خدا تم پر مغفرت کرے ۲۴/۲۲

(ع ۔ ق)

(ب) عقبہ (مشکل گھاٹی ۔ گردن چھڑانا اور اطعام مساکین) ۹۰/۱۱-۱۶

(ب) عقبیٰ - و دنیا کا مقابلہ [illegible] (نیز دیکھئے "دنیا")

- کی زندگی زندگی ہے اور دنیوی زندگی لہو و لعب (یعنی بمقابلہ عقبیٰ) ۲۹/۶۴

- منزلِ دوام ہے ۲۸/۴۰

- میں دنیا طلب کا کوئی حصہ نہیں ۴۲/۲۰

- میں کامیابی کے لئے ایمان شرط ہے ۱۶/۱۹

- متقیوں کے لئے بہتر ہے ۶/۱۶۹

- کی ضرورت (امتیاز خبیث و طیب کے لئے) ۸/۳۷

(نوٹ) عقبیٰ کے مضامین "قیامت" کے باب میں بھی دیکھئے

(ل) عقل، کی دعوت (اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ؟) ۳۶/۶۸

والے ہی سوچتے ہیں ۳۹/۹

(ع - ل)

(م) علم (۱) آیات (رسولوں کے سوا کسی اور کو بھی ملا مثلاً خضر درویش موسیٰ) ۶/۱۶۶-۱۶۵ ، ۱۸/۸۲-۶۰

- اشیا ۲/۳۱

- کے بعد اختلاف ۴۲/۱۴

- انسان کو دیا جو وہ نہ جانتا تھا ۹۶/۶-۴

- سیکھ کر انسان آزادی کیلئے سرکشی کرنے لگتا ہے ۹۶/۶-۴

- انسان کو تھوڑا دیا گیا ہے ۱۷/۸۵

(ب) - بیان خدا نے انسان کو دیا ۵۵/۴-۱

(ت) - کی تحصیل فرض کفایہ ہے ۹/۱۲۲

(خ) - خرقِ عادت (تخت بلقیس) ۲۷/۴۰-۳۸

- خشیۃ اللہ پیدا کرتا ہے ۵۸/۱۱

(م) علم (د) - کے بغیر دعوے کرنا ۱۶/۳۹

- درجہ بڑھاتا ہے ۵۸/۱۱

(ر) - رشل علم خضر، رحمت ہے ۱۸/۶۵

- میں راسخ لوگ (اور ان کی دعا) ۳/۷

(س) - ساعت خدا کے پاس ہے ۳۱/۳۴

(ش) - کی شان: خشیۃ اللہ پیدا کرتا ہے ۳۵/۲۸

درجہ بڑھاتا ہے ۵۸/۱۱

فضیلت کا باعث ہے ۲۷/۱۶-۱۵

(غ) - غیب خداوندی کی دلیل (وہ خالق ہو) ۶۷/۱۴

- غیب کی خبریں رسول کو پہونچ سکتی ہیں ۷۲/۲۸-۲۶

(ف) فضیلت کا باعث ہے ۲۷/۱۶-۱۵

(ق) - قرآن خدا نے دیا ۵۵/۴-۱

- قلم کے ذریعہ عطا ہوا ۹۶/۶-۴

(م) محسنین کی جزا ہے ۱۲/۲۲

(و) - والے ہی خدا سے ڈرتے ہیں ۳۵/۲۸

- والے ہی حق کو سمجھ سکتے ہیں ۳۴/۶

- والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے ۳۹/۹

- والے سے بلند تر ایک علیم ہے (فوق ذی علم علیم) ۱۲/۷۶

(ی) الیقین (وعین الیقین) قیامت کا ۱۰۲/۸-۱

(و) علو فی الارض ۲۸/۸۳

(ی) علیین (اعمالنامۂ نیکاں) ۸۳/۲۱-۱۸

(ع - م)

(س) عمر رضؓ - کو فاروق کا خطاب کس واقعہ پر عطا ہوا ۴/۶۰

(س) عُمر — کی منازل (بچپن سے جوانی سے بڑھاپا سے اجل ہے) ۵۴/۳۰

— کا بدترین حصہ (ارذل العمر یعنی بڑھاپا) ۵/۲۲

عمران کی آل کا اصطفےٰ علی العالمین ۳۳/۳

کی زوجہ کی نذر (قبولیت (جو بچی ہوگی وہ نذر اللہ) ۳۵–۳۶/۳

عمرہ اور حج کا ملا لینا . . ۱۹۶/۲

(ل) عمل (ا) کے ساتھ ایمان لازمی ہے ۲۴۹–۲۵۰/۲ ۱۱–۱۲/۹

— بغیر ایمان اسلامی قبول نہیں ۱۳۴–۱۳۵/۲ ۴۶/۳۳
(بغیر اطاعتِ رسولؐ)

— صالح کے لئے ایمان شرط ہے ۱۱۲/۲۰ ۹۴/۲۱

— کا امتحان کرتے رہنا چاہیئے (موازنہ) ۱۸/۵۹

— سب اللہ نے گن رکھے ہیں ۶/۵۸

— کا ہر شخص مرہون ہے إلّا اصحاب الیمین ۳۸–۳۹/۷۴

(ب) نیک کا بدلہ زیادہ بھی ملے گا ۱۶۴/۶

(ت) — کا تلنا . . . ۹–۱۱/۱۰۱

(ج) — پر جنت . . . ۷۴/۳۹

(د) — کے درجے . . . ۱۹/۴۶

(س) — سوء کی بُری جزا . . ۱۲۲/۴

(ص) — صالح کے لئے ایمان شرط ہے ۱۱۲/۲۰ ۹۴/۲۱

— ، کی جزا کے لئے ایمان شرط ہے ۹۷/۱۶

— صالح مع ایمان کفارۂ گناہ ہے
اور درستئ احوال کا باعث ۲/۴۷

— صالح عمل بد کا کفارہ ہے ۹/۶۴

— صالح کی مقدار مقررہ پر کامیابی ۱۰/۳۵

(ل) عمل (ص) — صالح بغیر اطاعتِ رسولؐ، باطل ہے ۳۳/۴۷

— صالح (اطعام مساکین وغیرہ) کی شرط ایمان ہے
اور تلقین صبر و رحم ۔ ۱۱–۱۷/۹۰

(ض) — صالح، ضائع نہ ہوگا ۱۹۵/۳

— صالح رائی برابر بھی ضائع نہ ہوگا ۷/۹۹

— ، ضائع ہوتا ہے رسولؐ کی آواز سے
اپنی آواز بلند کرنے پر ۲/۴۹

— . . . ، شرک سے ۶۵/۳۹

(ق) — کی قبولیت، خلوص اور للّٰہیت پر منحصر ہے
(عمل وہ مقبول ہے جو خدا کی رضا کیلئے کیا جائے) ۱۹–۲۱/۹۲

— کی قبولیت کی شرط — دعائے توفیق خیر و رضائے خدا ۱۵–۱۶/۴۶

— قیامت کو دکھائے جائیں گے ۶/۵۸

— قیامت کے دن ذرہ بھر بھی ضرور دکھایا جائیگا ۸/۹۹

(ک) — کی کتابت ہوتی ہے ۹۴/۲۱

(م) — کیوجہ سے مصائب آتی ہیں عفو بھی ہوجاتی ہے ۳۰/۴۲

(ع — ن)

(ک) عنکبوت . . . ۴۱/۲۹

(ع — و)

(س) عورت پر مرد کو فضیلت (درجہ) ہے ۲۲۸/۲ (نیز دیکھئے ن میں نساء)

(ع — ہ)

(د) عہد (ا) — الست . . . ۱۷۲–۱۷۴/۷

— ازل (میثاق) ۸/۵۷

— اللہ کا مسلمانوں سے ۵/۷

(د) عہد (۱) ۔ اللہ کا ۱۳/۲۰ ۱۶/۹۱ ۱۶/۹۵

۔ اللہ کو توڑنے پر لعنت اور دوزخ ۱۳/۲۵

۔ کا ایفا ۲/۱۷۷ ۵/۱ ۱۶/۳۴

۔ ۔ ۔ کرو جب تک معاہد قائم رکھیں ۹/۷

(پ) ۔ کی پاسداری ۱۶/۳۴

(ت) ۔ توڑنا :۔

خدا کے عہد کو توڑنے پر لعنت اور دوزخ ۱۳/۲۵

شر الدواب کا کام ہے ۸/۵۵-۵۶

کفار کا کام ہے ۸/۵۵-۵۶

فاسقوں کا کام ہے ۷/۱۰۲

جائز ہے اگر کسی قوم سے عہد ہو اور اس کی خیانت کا خوف ہو ۸/۵۸

جائز ہے جب معاہد توڑ دیں ۹/۷

توڑنے والی قوم سے جہاد کرو ۹/۱۲-۱۵

(ک) ۔ والی کافر قوم ۸/۵۶

(م) ۔ منافقوں سے ۔ ۔ ۴/۹۰

۔ مشرکین عرب سے مشکل ہوتا ہے ۹/۷

(ع ۔ ی)

(۱) عیال کو نماز کا حکم کرو ۲۰/۱۳۲

(۲) عیسیٰ ۲/۸۷ ۲/۲۵۳ ۴/۱۷۲ ۶/۸۶ ۳/۳۷ ۴/۱۴ ۳۳/۷ ۵/۷۶

(۱) ۔ ابن مریم ۴۳/۵۷

۔ لوگوں کیلئے آیت (نشانی) تھے یعنی بذات مبارک خود معجزہ تھے ۱۹/۲۱

(س) عیسیٰ (۱) ۔ کے انصاری اور اُن کا مکر ۳/۵۲ ۶۱/۱۴

۔ کو انجیل اور توراۃ سکھائی گئی ۵

۔ اللہ کا کلام، رسول اور روح تھے ۴/۱۷۱

۔ کی دوبارہ آمد اور آنکے اہل کتاب کا ایمان لانا ۴/۱۵۹

۔ کو اللہ کہنا کفر ہے ۵/۱۷ ۵/۷۲

۔ کو اللہ کا بیٹا کہنا کافروں کی بات ہے ۹/۳۰

۔ کی الوہیت :۔

۔ عیسیٰ کو الٰہ ماننا کفر ہے ۵/۷۲

۔ کو ابن اللہ کہنا کفر ہے ۹/۳۰

۔ بُرے بھلے کا مالک نہیں ۵/۷۶

۔ رسول تھے پہلوں کی طرح کھانا کھاتے تھے ۵/۷۵

۔ اور اُن کی والدہ کو خدا ہلاک کر دے تو کون روک سکتا ہے (یعنی جو ہلاک کئے جا سکیں وہ خدا کب ہو سکتے ہیں) ۵/۱۷

۔ کو بندہ کہلانے سے عار نہیں ۴/۱۷۲

۔ بندہ ہیں خدا نہیں، مثال فرشتوں کی سی ہے ۴۳/۵۷-۶۰

۔ کا رسالت احمدیہ محمدیہ کی بشارت دینا ۶۱/۶

(ب) ۔ کو بندہ ہونے سے عار نہیں ۴/۱۷۲

۔ بندہ ہیں۔ مثال اُن کی فرشتوں کی سی ہے ۴۳/۵۷-۶۰

۔ کے بن باپ ہونے کی مثال (آدمؑ) ۳/۵۹

۔ کا بشارت رسالت احمدیہ محمدیہ دینا ۶۱/۶

۔ بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے ۳/۴۹ ۶۱/۶

۔ کا بنی اسرائیل کو شرک سے منع کرنا ۵/۷۲

(س) عیسیٰ (ت) کو توراۃ وانجیل سکھائی گئیں ۵/۱۱۰
— توراۃ کے مصدق تھے ۶۱/۶
— کے تابعداروں کی فوقیت قیامت کے دن ۳/۵۵
(م) — کے حواری (انصار اللہ) کی نصرت اور غلبہ بر اعدا ۶۱/۱۴
(ن) — رسول تھے پہلے رسولوں کی طرح ۵/۷۵
— رسول، روح اور کلام اللہ تھے ۴/۱۷۱
— خدا کی رحمت تھے ۱۹
— اور روح القدس ۲/۸۷ ۵/۱۱۰
— کا رفع الی السماء ۳/۵۵ ۴/۱۵۷-۱۵۸
(س) ساعت کا نشان ہیں (یعنی قیامت کے قریب تشریف لائیں گے) ۴۳/۶۱
(ق) (قریب قیامت تشریف لائیں گے) وہ ساعت کا نشان ہیں ۴۳/۱۱
— سے قیامت کے دن سوال ہوگا کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے معبود بنالو؟ ۵/۱۱۶-۱۲۰
(ک) — کا کام تعلیم کتاب و حکمت ۳/۴۸ ۵/۱۱۰

(س) عیسیٰ (ک) — کا گود میں کلام کرنا (معجزہ) ۳/۴۶ ۵/۱۱۰ ۱۹/۲۸-۳۳
— کو کفار سے پاک رکھا گیا ۳/۵۵ ۵/۱۱۱
— کے متعلق کفار کا کہنا کہ وہ بھی نصاریٰ کے معبود ہیں۔ انہیں اچھا کہتے ہو ہمارے معبودوں کو برا کیوں کہتے ہو ۴۳/۵۷-۶۰
(ھ) — کے معجزات :—
گود میں بولنا ۳/۴۶ ۵/۱۱۰ ۱۹/۳۰-۳۳
مائدہ کا اترنا ۵/۱۱۲-۱۱۵
گارے سے پرندے بنانا۔ اندھے کوڑھی کو تندرست کرنا۔ مردے زندہ کرنا۔ کھایا پیا بتانا ۳/۴۹ ۵/۱۱۰
— موسیٰ کے نقش قدم پر تھے ۵/۴۶
(ن) — کو نصاریٰ نے خدا بنا لیا ۵/۱۷
(و) — کی ولادت ۱۹/۲۲-۳۰
— کی والدہ ماجدہ (مریمؑ) صدیقہ تھیں ۵/۷۵
— اور ان کی والدہ کو اچھا ٹھکانا ۲۳/۵۰

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ

جلد ۱۹ نمبر ۳

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

حال و قال

اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ملک میں ہندو اور مسلمان اسوقت دونوں غلام ہیں۔ اور ایک عرصہ سے غلامی اور محکومی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ جملہ عیوب، جو غلامی اور محکومی کا منطقی نتیجہ ہیں، کم و بیش دونوں قوموں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر ان دونوں قوموں کی ذہنیت کا مطالعہ بنظرِ غائر کیا جائے تو سب سے نمایاں فرق یہ نظر آئے گا کہ مسلمان "تن بہ تقدیر" کی جیتی جاگتی تصویر نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو ایسے مذہب کا پیرو تصور کرتا ہے، جو سراسر دعوتِ عمل اور پیغامِ جہاد ہے۔ گزشتہ بیس سال کے مشاہدہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ہندی مسلمان، اپنی خودی، اپنے ماحول اور اپنے مستقبل تینوں حقائقِ زندگی سے غافل ہے اور اس لئے سراسر جامد، ساکن اور بے حس ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ اپنی "قسمت" پر صابر و شاکر ہے۔

تن بہ تقدیر ہے آج اُن کے عمل کا انداز ‏ ‏ تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

لیکن ہندو، زندگی کے ہر شعبہ میں جد و جہد کر رہا ہے۔ اور تنازع للبقاء کے میدان میں اپنی طاقت کا ثبوت دے رہا ہے۔ علمی، اقتصادی، تجارتی، تمدنی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی غرضکہ اُس کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں حرکت اور ترقی کے آثار نمایاں نہ ہوں۔ ساری قوم ترقی کرنے کے جذبہ سے سرشار ہے اور آگے بڑھ رہی ہے۔ تعلیم اور عصرِ حاضر کے تقاضوں سے واقفیت کی بنا پر، ان کا ذہن، غلط تصورات سے پاک ہوتا جا رہا ہے۔ اور اپنے نصب العین کے حصول میں اس قوم کا ہر فرد ساعی اور داعی نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کے یہاں ایک جماعت دوسری جماعت سے برسرِ پیکار ہے۔ ایک فرد دوسرے فرد کا مخالف ہے لیکن ہندو قوم میں سراپا یک جہتی اور اتحاد ہے۔ اور تقسیمِ کار کے اصول پر عمل ہو رہا ہے۔ اگرچہ طریقِ کار مختلف ہے لیکن منزلِ مقصود سب کی ایک ہی ہے۔ وہ آروبندو گھوش جو برطانی ہندوستان پر لات مار کر مدت دراز سے پانڈیچری دفرانسیسی ہند) میں بیٹھا ہوا، ہندوؤں میں روحانیت پیدا کر رہا ہے۔ وہ گاندھی جو وارد ہا میں بیٹھا ہوا اکثر

سے مراسلت کر رہا ہے۔ وہ مالویہ جو بنارس میں بیٹھا ہوا ہندو یونیورسٹی چلا رہا ہے۔ وہ نہرو جو ڈیرہ دون جیل میں اپنی کوٹھڑی کے اندر کتابیں لکھ رہا ہے۔ وہ مونجے جو پونا میں ملٹری سکول قائم کر رہا ہے، وہ ساورکر جو تمام ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ پرمانند جو بظاہر کانگرس سے اُلجھا ہوا ہے۔ وہ رادھا کرشن جو ہندو فلسفہ کو از سر نو زندہ کر رہا ہے۔ اور وہ ٹیگور جو شانتی نکیتن میں بیٹھا ہوا پریت کے گیت سُنا رہا ہے۔ یہ سب کے سب ایک ہی شمع کے پروانے اور ایک ہی لیلےٰ کے شیدائی ہیں۔ یعنی ہندو قوم کا عروج' اور ہندو قوم کا اقتدار۔

ہمارا حال کیا ہے؟ ناگفتہ بہ! آج مسلم لیگ کو دشمنوں سے اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر زمزم اور مسلمانوں سے! پاکستان کی مخالفت میں گاندھی اور منشی اس قدر شدید نہیں جس قدر فارقلیط اور روح القدس! ہندو مہاسبھا نے ہمیں اسقدر نقصان نہیں پہنچایا جس قدر مجلس احرار نے! پرتاپ اور تیج نے مسلمانوں کو اس قدر مطعون نہیں کیا جس قدر مکہ اور مدینہ نے! مختصر یہ کہ

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ بامن انچہ کرد آں آشنا کرد

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ مسلمان خفتہ ہے اور ہندو بیدار ہے۔ اس بیداری کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ ہندو اپنی دولت کا صحیح استعمال کر رہا ہے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ جب تک قوم کے دولت مند افراد، اپنی دولت کو اپنی قوم کی بہبود کے لئے صرف نہ کریں گے قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ اور یہ اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ اس قوم کے دولتمند افراد، آئے دن اپنی دولت کا معتد بہ حصہ، اپنی قوم کو بام ترقی پر پہنچانے کے لئے وقف کرتے رہتے ہیں۔ پنجاب کے مختلف اضلاع کو جانے دیجئے۔ صرف لاہور شہر میں آپ کو اس قوم کے دولتمند افراد کی قومی فراخدلی کی متعدد مثالیں نظر آسکتی ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں، رائے بہادر سر گنگا رام آنجہانی کا نام لینا کافی ہوگا، جن کی زندگی ہماری قوم کے اُن دولتمند افراد کے لئے، جو دن رات ذاتی عیش و عشرت میں مشغول رہتے ہیں مشعل ہدایت کا کام دے سکتی ہے۔ کیا انقلاب روزگار ہے! جس قوم کے مذہب نے اُسے یہ تعلیم دی ہو کہ دولت انسان کو اس لئے ملتی ہے کہ وہ اُسے خدا کی راہ میں خرچ کرے۔ یعنی مسلمان دولت کا مالک نہیں بلکہ صرف امین ہے۔ اُسے آج سبق سیکھنے کے لئے، اُس قوم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنا پڑتا ہے جس کے یہاں لکشمی بھی ایک دیوی ہے!

سر گنگا رام ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے، ۱۸۶۹ء میں رڑکی گئے اور ۱۸۷۳ء میں بحیثیت انجینیر سرکاری ملازمت شروع کی۔ ۱۹۰۳ء میں پنشن پائی۔ ۱۹۰۴ء میں سی آئی ای۔ اور ۱۹۱۲ء میں ایم۔ وی۔ او کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۳ء

ہیں نائٹ بنائے گئے اور ۱۹۲۷ء میں وفات پائی۔ اُنھوں نے اپنی ذاتی قابلیت اور محنت سے بہت دولت اور ثروت حاصل کی، لیکن میری نگاہ میں ان کی عزت اس لئے نہیں کہ وہ خطاب یافتہ یا دولتمند انسان تھے، بلکہ اس لئے کہ اُن کے دل میں اپنی قوم کا درد تھا۔ اور اس جذبہ کی بنا پر اُنھوں نے اپنی دولت کا صحیح استعمال کیا۔ انھوں نے اپنی زندگی میں، جس قدر روپیہ اپنی قوم کے ناداروں کی امداد میں صرف کیا، اس کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ صرف ۲۳ لاکھ روپیہ اُن اداروں کے قیام پر صرف کیا جو آج ان کی قوم کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ ان اداروں کی تفصیل ذیل میں درج کرتا ہوں۔

۱۔ سر گنگارام فری ہاسپٹل
۲۔ سر گنگارام اپاہج آشرم
۳۔ سر گنگارام بیت الیتامیٰ و بیت الایامےٰ
۴۔ سر گنگارام دارالمبروحین
۵۔ سر گنگارام جمعیتہ نکاح بیوگاں
۶۔ سر گنگارام جمعیتہ فلاح و بہبود ہندو طلبہ
۷۔ سر گنگارام ہندو گرلز ہائی سکول
۸۔ سر گنگارام ٹریننگ کالج برائے ہندو مستورات
۹۔ سر گنگارام انڈسٹریل سکول برائے ہندو و سکھ بیوگاں
۱۰۔ سر گنگارام انڈسٹریل سکول برائے ہندو و سکھ مستورات
۱۱۔ اِن مفید اداروں کے علاوہ، اُنھوں نے پنجاب نیشنل بنک اور سنٹرل بنک آف انڈیا میں ۶½ لاکھ روپے کے حصص خرید کر ان کی آمدنی مفلس ہندو طلبہ کو وظائف دینے کے لئے وقف کر دی ہے۔

اِن مستقل اداروں کے علاوہ، وہ ساری عمر اپنی قوم کے محتاجوں اور ناداروں کی مالی امداد کرتے رہے۔

یہ ایک ہندو فرد کی فیاضی اور قوم پروری، یعنی فرض شناسی کی داستان ہے۔ لیکن یقین کیجئے کہ پنجاب کے ہر شہر میں "سر گنگارام" موجود ہیں اور خاموشی کے ساتھ قومی خدمت میں مصروف ہیں۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب ایک دولت مند مسلمان مرتا ہے۔ تو اُس کی اولاد، مفت ہاتھ آئی ہوئی جائداد کو نہایت مستقل مزاجی کے ساتھ غیروں کے ہاتھ فروخت کرتی رہتی ہے لیکن سر گنگارام کی اولاد، قومی خدمت کے معاملہ میں، اپنے نامور باپ کے

نقش قدم پر چل رہی ہے۔ چنانچہ اُن کے بڑے بیٹے رائے بہادر لالہ سیوک رام صاحب نے اپنی ذاتی دولت کا معتد بہ حصہ "سیوک رام ٹرسٹ" کی شکل میں وقف کر دیا ہے۔ اور اُنہوں نے میکلوڈ روڈ لاہور پر ایک عالی شان بلڈنگ تعمیر کرائی ہے جس میں "گیتا ہال" ان کی مذہب دوستی اور قومی خدمت پر شہادت دے رہا ہے۔ اس ہال میں روزانہ "بھگوت گیتا" کا درس ہوتا ہے۔ اور آئے دن ہندو مذہب اور فلسفہ پر لیکچر دیے جاتے ہیں، تاکہ ہندو قوم کے اندر عمل کا جذبہ پیدا ہو۔ اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ ویدوں کی جگہ گیتا کے پیغام کی اشاعت اس وقت ہندو قوم کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اسی طرح رائے بہادر لالہ رام سرن داس صاحب نے گزشتہ ۳۰۔۴۰ سال میں اپنی دولت کو جس طرح اپنی قوم کی بہبودی میں صرف کیا ہے۔ اس کی تفصیل کے لئے ایک جُدا گانہ دفتر درکار ہے۔

عرصہ ہوا مولانا ظفر علی خانصاحب نے ایک نظم لکھی تھی جس میں اُنہوں نے مسلمان نوجوانوں سے یہ دریافت فرمایا تھا ع

کہ تم میں آج تک کتنے بھگت سنگھ اور دت نکلے؟

میں اگرچہ بھگت سنگھ اور دت کے طرزِ عمل اور طریق کار سے متفق نہیں ہوں۔ اور اپنی قوم کے لئے اُن کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور اِسی لئے میں اپنی قوم کے نوجوانوں کو بھگت سنگھ اور دت کی پیروی کا مشورہ بھی نہیں دیا، لیکن اگر ان افراد سے مولانا کی مراد وہ نوجوان لئے جائیں، جو صحیح طریق پر خدمت کرنے کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر سکیں تو میں مولانا کی خدمت میں عرض کروں گا کہ پہلے وہ اپنی قوم کے دولتمند افراد سے یہ سوال کریں کہ

"تم میں آج تک کتنے "گنگا رام" پیدا ہوئے؟

مولانا قلاش مسلمان نوجوانوں سے ایثار کے طالب ہیں، ہاں ٹھیک ہے نوجوانوں کو ایثار کرنا چاہیئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ان کی قوم کے دولتمند افراد نے کوئی ایسا فنڈ قائم کر دیا ہے کہ جب وہ نوجوان تیر تعزیرات کا شکار ہوں تو اُن کے لواحقین کی قوتِ لایموت کا انتظام ہو سکے؟

میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ ہماری قوم کے دولتمند افراد کس قانون کی بدولت، ایثار سے مستثنےٰ قرار دئے گئے ہیں؟ جب قوم کے دولتمند افراد، قربانی سے کوسوں دور بھاگتے ہوں تو نوجوان کو اس کام کے لئے کس طرح مائل کیا جاسکتا ہے؟

اِسی لاہور میں سینکڑوں مسلمان، گنگا رام سے زیادہ دولتمند ہیں لیکن سوال دولت کا نہیں بلکہ دل کا ہے۔

دلِ مُردہ دل نہیں ہے اِسے زندہ کر دوبارہ — کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

میں بڑے ادب اور خلوص کے ساتھ اپنی قوم کے دولتمند افراد سے درخواست کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق اپنی دولت کا صحیح استعمال کریں یعنی اُسے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی خوشنودی کے لئے خرچ کریں واضح ہو کہ

قومی ترقی، بقول مسٹر جناح، منحصر ہے تعلیم اور صنعت و حرفت پر۔ اور ان دونوں باتوں کیلئے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اور روپے کا کام باتوں، لکچروں، جلسوں یا تجاویز سے کبھی نہیں نکل سکتا۔ مسلم لیگ اور ایجوکیشنل کانفرنس ہر سال مفید تجاویز منظور کرتی ہیں لیکن اُن کو عملی جامہ پہنانے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور عامۃ المسلمین سر تو دے سکتے ہیں لیکن روپیہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ چیز اُن کے پاس ہے نہیں۔

دولت مند افراد کا یہ فرض ہے کہ پنجاب کے ہر قریہ میں اسلامی مدارس قائم کریں اور ہر شہر میں صنعتی ادارے اور کارخانے نیز بنک جاری کریں۔ تاکہ قوم کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکے اور وہ ہندوؤں کی اقتصادی غلامی سے نجات پا سکے۔

اجتماعی رنگ میں کام کرنے کے لئے پنجاب کے مسلمانوں کیلئے انجمن حمایت اسلام لاہور سے بہتر کوئی قومی ادارہ نہیں ہے جو ۱۸۸۴ء سے مسلسل مسلمانوں کی خدمت میں مصروف ہے

نئے ادارے قائم کرنے کی ضرورت نہیں، انجمن کی دل کھول کر امداد کیجئے۔ تاکہ یہ انجمن

۱۔ اسلامیہ کالج کے ساتھ فوجی تربیت کا شعبہ قائم کر سکے۔ ۲۔ کالج کے ہونہار طلبہ کو تعلیمی وظائف دے سکے۔

۳۔ ایک عظیم الشان صنعتی ادارہ جاری کر سکے۔ ۴۔ دار الایامیٰ کی بنیاد ڈال سکے۔

۵۔ نو مسلموں کی تربیت کے لئے شعبۂ تالیفِ قلوب قائم کر سکے۔

۶۔ اشاعت اسلام کالج کو مزید ترقی دے سکے۔ تاکہ یہاں سے ہر سال زیادہ سے زیادہ تعداد میں مبلغین تیار ہو سکیں۔

جو دولت مند مسلمان، مسلم لیگ کے حامی ہیں ان کی خدمت میں مخلصانہ گزارش یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کی مذہبی حالت درست نہ ہوگی یعنی جب تک اُن کے اندر مذہبی شعور پیدا نہ ہوگا "لاہور ریزلیوشن" کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ "اے مسلمانو! تم ہرگز نیک نہیں بن سکتے جب تک اپنی دولت کو جسے تم محبوب رکھتے ہو، خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (۳/۹۲)

آخر میں ایک اور ضروری بات کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ پنجاب میں مسلمانوں کا کوئی انگریزی روزنامہ نہیں ہے۔ اور اس زمانہ میں، اس چیز کی جسقدر ضرورت ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ پس قوم کے دولتمند افراد کو لازم ہے کہ وہ اوّلین فرصت میں اس اہم قومی ضرورت کو پوری کرنے کی کوشش کریں۔

دولتمند افراد کو یہ بات سوچنی چاہیئے۔ کہ اگر اُن کی دولت سے ان کی قوم کو فائدہ نہ پہنچا تو قوم کے زاویۂ نگاہ سے ان کا عدم اور وجود دونوں برابر ہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

رمضان المبارک

رمضان کا ماہِ مبارک اپنی آغوش میں برکات و حسنات کی بے پایاں متاع لئے ہوئے آگیا۔ آج سے دوزخ کے دروازے بند ہو گئے۔ اور جنت کے در کھول دئے گئے۔ شیطان کے پاؤں میں وزنی زنجیریں ڈال دی گئیں۔ لہٰذا ابنِ آدم کے لئے گناہوں کے امکانات کم کر دئے گئے۔ اس حقیقت کا اندازہ عالمِ اسلام کی زندگی کے شب و روز کے پروگرام سے لگ سکتا ہے۔ خُدا کی مخلوق کے وہ ستر کروڑ باشندے جو پیرِ وانِ اسلام کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ایک ماہ کیلئے نئے دورِ حیات میں داخل ہو گئے۔ اُنہوں نے زندگی کے بہترین لذائذ کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیا۔ حرام و ممنوع کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اس ایک ماہ کے لئے اُنہوں نے ہمہ گیر طور پر حلال و طیب کو بھی اپنے لئے محض خدا کے احکام اور پروردگارِ عالم کی رضا کے حصول کے لئے مخصوص اوقات میں ناجائز قرار دے دیا۔ دُنیا کی کوئی احتسابی نگاہ ان کے اعمال کی نگرانی نہیں کر رہی ہے۔ کھانے پینے اور دوسرے حظوظِ نفس سے لذت اندوز ہونے سے انہیں کوئی دنیوی طاقت باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ مسلمان کھا پی کر بھی صائم معلوم ہو سکتا تھا لیکن اس نے خُدا کی چشمِ نگران کو اپنے لئے کافی سمجھا اور اس نے حاضر و غائب ظاہر و مخفی خورد و نوش سے اجتناب کر لیا۔ یہ عمل خالصاً اللہ کے لئے ہے۔ اور وہی اس کا اجر دے سکتا ہے۔ بغیر روزے کے بھی انسان روزہ دار کہلا سکتا ہے لیکن مسلمان ریا کے لئے نہیں بلکہ خُدا کے لئے تکلیف اٹھاتا ہے۔ وہ خدا کو اپنا خُدا۔ خُدا کو اپنا نگران۔ اور خدا کے سامنے خود کو جواب دِہ سمجھتا ہے۔ اور یہی خداپرستی کا سچا اور بلند ترین مقام ہے۔ اور جو شخص اس نیت کے ساتھ روزہ رکھتا ہے۔ وہی سچا خُداپرست ہے۔

لیکن یہ روزے کا صرف ظاہری پہلو ہے۔ اس کا باطن بھی زیادہ بلند اور پاکیزہ ہے۔ روزہ صرف اعضاء و جوارح کا روزہ نہیں بلکہ روح دل اور حواس کا بھی روزہ ہے۔ روزے سے مقصود صرف بھوکا پیاسا رہنا ہی نہیں ہے۔ صرف پیٹ کی اصلاح اور قوتِ برداشت کی تربیت ہی نہیں بلکہ اخلاق کی اصلاح اور روح کی پاکیزگی بھی ہے۔ آنکھ زبان اور دل کی تربیت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص آنکھ کو ممنوعات کے دیکھنے سے زبان کو جھوٹ، چغلی، غیبت اور بیہودگی سے

اور دست و پا کو ناجائز اعمال سے نہیں بچاتا اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی خدا کو کوئی پروا نہیں دادکما قال) ایسے شخص کا روزہ محض ایک برت ہے محض فاقہ کشی ہے ممکن ہے اس سے جسم کو فائدہ پہنچے لیکن روح اس سے بالکل مستفید نہیں ہو سکتی۔ مادیت ترقی کر لیتی ہے۔ روحانیت ایسی کی ویسی رہتی ہے۔ وہ رسم ادا کر لیتا ہے لیکن خدا پرستی سے محروم رہتا ہے۔ وہ دنیا کی نگاہوں میں روزہ دار بن جاتا ہے لیکن خدا کی نگاہ میں نہیں بن سکتا۔

روزہ حقیقت میں اسلامی زندگی کا ایک نہایت مفید پروگرام ہے جس پر حقیقی معنوں میں عمل کرنے سے نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی اور قومی مفاسد دور ہوتے اور نہ صرف فرد بلکہ قوم فوائد حاصل کر رہی ہے۔ رمضان میں روزہ کی روحانی مشق ہے ایک مہینے کا طویل دور جس میں ہلال بدر بن کر پھر ہلال بن جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں انقلاب برپا کرنے کیلئے بالکل کافی ہے ایک ماہ انسان زندگی کے جس شکنجے میں چاہے خود کو کس لے۔ ایک مہینے تک روح پر جو رنگ بار بار اور روزانہ چڑھایا جائیگا سال بھر کے لئے پائدار ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنگ پختہ اور خالص ہو

آج مسلمانوں میں مذہبی معاشرتی تمدنی عملی اور اجتماعی جتنی خرابیاں ہیں سب کا علاج رمضان کے پاس ہے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس کے بتائے ہوئے نسخے پر صحیح طریقے سے عمل کریں۔ اگر مسلمان اس ایک مہینے میں ایک دوسرے کی غیبت کرنا ایک دوسرے کا تمسخر اڑانا ایک دوسرے کو گالی دینا اور بدنام کرنا خواہ وہ قلم کے ذریعہ ہو یا زبان کے ذریعہ۔ اور کوئی ایسا فعل کرنا جس سے اسلام اور ملت کو نقصان پہنچے۔ بند کر دیں تو ان کے ہزاروں اختلافات خود بخود دور ہو جائیں انکا آپس کا تصادم خود بخود دور ہو جائے انکی کوششیں رائگاں ہونے سے بچ جائیں انکے درجات بلند ہو جائیں۔ اور انفرادی اور قومی اعتبار سے وہ اتنے قوی ہو جائیں کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو نقصان نہ پہنچا سکے بات بہت معمولی ہے۔ مگر یہی معمولی بات مسلمانوں کی آنکھ سے اوجھل ہے۔ دنیا کی مختلف قوموں نے مختلف طریقوں سے ترقی کی ہے۔ ان میں مسلمانوں کی وہ نسل بھی شامل ہے جس سے بہتر انسان پھر چشم روزگار نے نہیں دیکھے یعنی سلف صالحین۔ دوسری قوموں نے علم و فن کی ترقی۔ اسلحہ جنگ کی کثرت۔ ایجاد و اختراع اور جنگ و پیکار کی مشق سے ترقی حاصل کی۔ وہ اپنے خونی اسلحہ اور خونخوار فوجیں لے کر ملکوں پر چڑھ دوڑیں۔ اور بام عروج پر پہنچ گئیں لیکن صحابہ کرامؓ نے نہ اسلحہ جنگ ایجاد کئے۔ نہ فوجی مشقیں کیں۔ نہ سپاہیوں کے بے شمار لشکر بنائے۔ اس کے برعکس ان کے پاس ہتھیار دوسری قوموں سے کم اور معمولی تھے انکا شب و روز پریڈ کی بجائے یاد خدا میں بسر ہوتا تھا۔ اور ان کی تعداد بالعموم کم تھی۔ اسکے باوجود وہ جس میدان میں گئے فتح نے انکے قدم چومے۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟

صرف اس لئے کہ مسلمانوں کا ایمان مضبوط تھا۔ ان کا ہتھیار توکل علی اللہ، موت سے بیخوفی اور جہاد و شہادت کا شوق تھا۔ انکا نصب العین رضائے الٰہی تھا۔ اور انکی فوجی قوت خدا تعالیٰ کی نصرت۔ اگر آج بھی مسلمان اس راہ چلیں تو ان کی تقدیر پھر بدل سکتی ہے رمضان ہمیں اسی چیز کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس مبارک ماہ میں قرآن مجید نازل ہوا تھا جس نے فتح و نصرت کا حقیقی راز آشکارا کیا۔

ماخوذ از زمیندار

اپنا دوست نہ بناؤ - وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہے - یقین کرو اللہ ان لوگوں کو کبھی ہدایت کی توفیق نہیں دیتا جو ظالم ہیں (۵۱) پھر اے پیغمبر! جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے آپ دیکھیں گے کہ وہ انہیں لوگوں میں تیزی سے گھسے جا رہے ہیں - کہتے ہیں "ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں کسی مصیبت کے پھیر میں نہ آ جائیں" سو قریب ہے (وہ وقت) کہ اللہ فتح کا سامان کر دے یا اپنی طرف سے کسی اور بات کا - پھر یہ لوگ ان باتوں پر نادم ہوں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں (۵۲) اور ایمان والے کہیں گے کہ کیا یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی مضبوط قسمیں کھائی تھیں کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں ان لوگوں کے (تمام) اعمال اکارت گئے - اور بالآخر وہ خائب و خاسر ہو کر رہ گئے (۵۳) مسلمانو! تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لا موجود کرے گا جن کو وہ چاہتا ہو اور وہ اسے چاہتے ہوں جو مسلمانوں کے لئے مہربان ہوں گے اور کافروں کیلئے سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے - اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے - یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے،

اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ دشمنانِ دین ہیں۔ اگر تم ان کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم کرو گے تو تمہارا نام بھی انہیں میں لکھ دیا جائے گا۔ وہ ظالم و کافر لوگ ہیں اور خدا ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ ارشاد ہوتا ہے مسلمانو! نہ تو کافروں سے میل جول رکھو۔ نہ دلوں میں منافقت ہو۔ بلکہ تمہیں چاہیئے کہ دینِ اسلام کے ساتھ دل سے پختہ قائم رہو۔ دیکھو خدا کو نفاق پسند نہیں ہے۔ اگر تم خدا سے محبت کرو گے۔ تو خدا تم سے محبت کرے گا ورنہ تمہارے نیک عمل بھی ضائع اور اکارت جائیں گے۔

فرماتا ہے مسلمانو! تمہاری شان یہ نہیں ہے کہ "نیم دروں نیم بروں" رہو۔ بلکہ تمہاری شان یہ ہے کہ تم خاص و مخلص مسلمان بن کر رہو۔ تمہیں چاہیئے کہ مسلمانوں کے ساتھ کمال ہمدردی، کمال ملاطفت اور بھائی چارہ برتو۔ اور منکرینِ دین کے ساتھ سخت گیر قوی اور غالب ہو کر رہو۔ خدا کے دین کی خاطر جہاد کرو۔ اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرو۔ ڈرو اس خدائے قدوس سے جو برائی کی سزا دینے اور نیکی کا اجر عطا کرنے والا ہے۔ دیکھو مسلمانو! یہ تم پر بڑا ہی فضل ہے کہ تمہیں ایک غازی اور نڈر قوم بننے کا حکم دیا گیا ہے۔ دیکھو! تمہارا دوست اللہ ہے۔ اللہ کا رسول ہے۔ اور وہ مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے، زکوٰۃ ادا کرتے، اور خدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یاد رکھو، جو اللہ کو، اللہ کے رسول کو اور سچے مسلمانوں کو دوست بنا لے تو وہ اللہ کے گروہ میں سے ہو گیا۔ جو کبھی مغلوب ہونے والا نہیں۔ مسلمان اس آیۂ مبارکہ پر توجہ کریں اور دیکھ لیں کہ وہ تب ہی مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ جب شریعتِ اسلامی کے تمام ارکان

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ
الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا
الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ
اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ
تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا
وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾
قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

ع ٨ / ٩ ١٢

اور اللہ بڑی وسعت اور بڑے علم والا ہے ﴿۵۴﴾ مسلمانو! تمہارا رفیق تو صرف اللہ اور اُس کا رسول ہے۔ اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم رکھتے، زکوٰۃ دیتے اور (خدا کے حضور) جھکنے والے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو اللہ کو، اور اللہ کے رسول کو اور ایمان والوں کو دوست رکھے گا تو یاد رکھو کہ (یہ اللہ کا گروہ ہے اور) اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے ﴿۵۶﴾ ع ۹۴ اے ایمان والو! ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی اور کافروں میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے انہیں اپنا رفیق نہ بناؤ۔ اور اللہ ہی سے ڈرو۔ اگر (فی الحقیقت) مومن ہو ﴿۵۷﴾ اور جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو۔ تو یہ لوگ اسے ہنسی اور کھیل سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل عقل نہیں رکھتے ﴿۵۸﴾ کہہ دیجئے۔ اے اہلِ کتاب! تم ہم میں اسکے سوا کونسی بات معیوب سمجھتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی اور ان پر جو پہلے نازل کی گئیں اور یہ کہ تم میں سے اکثر نافرمان ہیں ﴿۵۹﴾ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کیا میں تمہیں ان لوگوں کے متعلق بتاؤں جو اللہ کی نظر میں ان کے لحاظ سے کہیں بُرے

کا احترام کریں نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں زکوٰۃ دیں حج کریں جہاد کے لئے تیار رہیں۔ اپنے فیصلے شریعت الٰہی کے مطابق کریں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے پابند ہوں۔ اگر یہ باتیں نہیں تو اسلامی نام رکھ لینے یا مسلمان گھرانے میں پیدا ہو جانے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ مسلمانو! تمہاری قوم اسی وقت تک زندہ رہ سکتی ہے جب تک تم آپس میں رحم دل ہو گے اور ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاؤ گے منکرینِ حق کے مقابلہ میں نرم دلائم نہیں بلکہ بالکل بلند ہمت۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی جمعیت بناؤ اور منکرانِ دین کی جمعیتوں کو منتشر کر دو۔ اگر یہ نہیں تو پھر ایک دن آئے گا۔ جب تمہارا نام و نشان تک مٹ جائیگا

ف ۹۴ اس رکوع میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ شریعت کا احترام کریں اور دوسروں کو اس پر مجبور کریں۔ اور اگر وہ دیکھیں کہ ان کے سامنے شریعت کی بے حرمتی ہو رہی ہے اور ان کا اُن پر بس نہیں چل سکتا تو چاہیئے کہ وہ جگہ چھوڑ جائیں۔ اس سلسلے میں یہود و نصاریٰ کی شقاوت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! جو لوگ تمہارے دین کی کسی بات پر ہنسی اڑائیں خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی یا کسی اور مشرکانہ گروہ سے متعلق ہوں تمہارا فرض ہے۔ کہ تم ان کے ساتھ میل جول نہ رکھو۔ نہ ان کو رفیق و مددگار بناؤ۔ تمہیں خدا سے ڈرنا چاہیئے اور ایسے لوگوں کی باتیں سننے کے لئے بے حس نہ ہو جانا چاہیئے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا نام مومنوں میں لکھا جائے تو پھر تمہیں دینی حمیت کا ثبوت دینا پڑیگا۔ دیکھو بعض دفعہ ایسا ہو گا کہ بعض لوگ محض اس واسطے تمہارے ساتھ عداوت رکھیں گے کہ تم مسلمان ہو۔ حالانکہ وہ خود بڑے ہی فاسق اور بدکار ہیں۔ اے مسلمانو! ایسے بدکار اور نافرمان لوگوں کو سنا دو کہ اس سے پہلے بھی دنیا میں بعض لوگ اس طرح کے گذر چکے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی شریعتوں کے احکام کی پیروی نہیں کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خدا نے ان پر لعنت کر دی۔ اور بعض کو بندر اور بعض کو سؤر بنا دیا۔ اور بعض شیطانی قوتوں کے پجاری

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ
وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا
وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ
قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا
بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا
مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ
الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ
السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ
الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا
بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ
يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ

وقف لازم

ہیں؟ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور اُن پر غضب نازل کیا اور ان میں بعض کو بندر اور سؤر بنا دیا اور وہ جو شیطان کو پُوجنے لگے۔ یہی لوگ درجے کے لحاظ سے بدترین ہیں اور سیدھی راہ سے بھی بہت بھٹکے ہوئے ہیں ⑥⓪ اور جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ کفر ہی لے کر آئے تھے اور اسی کو ساتھ لے کر چلے گئے اور جو کچھ وہ (دلوں میں) چھپاتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے ⑥① اور آپ ان میں سے بہتوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ، سرکشی اور حرام مال کھانے میں بہت جلدی کرتے ہیں یقیناً انکے یہ کام بُرے ہیں ⑥② ان کے مشایخ اور علماء انہیں گناہ کی باتیں کرنے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کے یہ افعال بُرے ہیں ⑥③ اور یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے) انہیں کے ہاتھ بندھے رہیں اور یہ کہنے پر وہ ملعون ٹھہرائے گئے ہیں، بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور ان میں سے بہتوں کو وہ (کتاب) جو آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے۔ سرکشی اور انکار میں بڑھا دیگی اور ہم نے ان کے

بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلنے والے بھی اسی طرح شر پسند بن گئے ہیں۔ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم دل وجان سے مسلمان ہو گئے ہیں حالانکہ دل میں کفر پوشیدہ ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کے مخالفوں سے ساز باز کرتے ہیں۔ فرماتا ہے مسلمانو! تم ان کی پہچان کرو۔ اگر تم شریعت کا احترام کرتے رہے تو بہت جلد ان لوگوں کے راز فاش ہو جائیں گے۔ پھر فرماتا ہے مسلمانو! یہود کی مشتاقی دیکھو کہ وہ تورات کے حکموں کو توڑ رہے ہیں ملک میں بدامنی پھیلاتے۔ گنہگاری کو رائج کرتے اور حرام کھانے میں بے باکی کا اظہار کرتے ہیں مگر ان کے مشائخ وعلماء کو دیکھو کہ خاموش بیٹھے ہیں اور انہیں منع تک نہیں کرتے۔ یہ وہ شقاوت ہے جس کی بنا پر قوموں کو سزا ملا کرتی ہے۔ دیکھنا کہیں تم بھی ایسے نہ ہو جانا۔ پھر یہود کی دیدہ دلیری اور بدظنی کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے گستاخانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ بستہ ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ گستاخی، سرکشی اور کفر کے کلمات ہیں۔ ان لوگوں میں حمیت دینی باقی نہیں رہی۔ اس واسطے ایسی ایسی واہی تباہی باتیں قرآن کی مخالفت کے سلسلے میں کہہ جاتے ہیں۔ اس کی سزا ان کو یہ مل رہی ہے کہ خود ان کے اندر پھوٹ پڑگئی ہے۔ جو قیامت تک جانے والی نہیں۔ اور اے مسلمانو! اگر تم مسلمان رہے تو یہ لوگ فتنہ وفساد کی جو آگ بھڑکائیں گے۔ ہم اُسے بجھا دیں گے۔ اور انہیں ان کے ارادوں میں ناکام رکھیں گے۔ مسلمانو! یہودی احکام تورات کی مخالفت کرکے دنیا میں فساد پھیلا رہے ہیں تم ایسا نہ کرنا۔ ہمیں فتنہ وفساد پھیلانے والے لوگ پسند نہیں۔ مسلمانو! اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور خدا سے ڈرتے۔ تو ہم ان کے گناہ معاف کر دیتے اور باغاتِ جنت میں داخل کرتے۔ مگر انہوں نے ایسا

وَالْبَغْضَاءَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ

درمیان قیامت تک کیلئے عداوت و بغض ڈال رکھا ہے جب کبھی وہ جنگ کی آگ
بھڑکاتے ہیں اللہ اُسے بجھا دیتا ہے اور ملک میں فساد کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور اللہ
فساد کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا (۶۴) اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور
خدا سے ڈرتے تو ہم یقیناً اُن کے گناہ معاف کر دیتے۔ اور انہیں
نعمتوں والے باغوں میں داخل کرتے (۶۵) اور اگر یہ تورات، انجیل اور
جو اِن کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل ہوا۔ اُسے قائم رکھتے تو
البتہ وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی (یعنی بہت سی فراخی حاصل
ہوتی) انہیں ایک گروہ میانہ رو بھی ہے اور اُن میں سے اکثر تو جو کر رہے ہیں بُرا کر رہے ہیں (۶۶) ع
۹۵ اے رسول آپ کے رب کی جانب سے آپ پر جو کچھ نازل ہوا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر
آپ نے ایسا نہ کیا تو (یاد رہے کہ) آپ نے خدا کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے
حفاظت میں رکھے گا یقین جانو کہ اللہ راہِ کفر اختیار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا (۶۷)
کہہ دیجئے اے اہلِ کتاب تمہارا کوئی دین نہیں جب تک تم تورات انجیل اور قرآن (کتابوں)
کو قائم نہ کرو۔ جو تم پر تمہارے رب کی جانب سے نازل ہوئیں۔ اور اُن میں سے

نہیں کیا۔ اگر وہ تورات اور انجیل پر چلتے اور اگر وہ ان احکام پر عمل کرتے جو انہیں دیئے گئے تھے۔ تو انہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔ انہیں تمام آسائشیں عطا کر دی جاتیں گویا سے ان پر برکات سماوی نازل ہوتیں اور ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین خزانے اگل اگل کر ان کے سامنے رکھ دیتی۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ مسلمانو! یاد رکھو۔ اگر تم بھی قرآن پر نہ چلو گے اور ان احکام پر عمل نہ کرو گے۔ جو تمہیں دیئے گئے ہیں تو مسکنت و افلاس اور ذلت و ادبار کی مار تم پر پڑے گی۔ اور اگر فرمانبردار رہو گے تو زمین و آسمان کی اس قدر نعمتیں تمہیں میسر آئیں گی کہ تم سمیٹ نہ سکو گے۔ دیکھو مسلمانو! اگر یہود کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے سزا دی گئی۔ تو یہ نہ سمجھو کہ اُن میں کوئی بھی حق و عدل پر قائم نہیں۔ اور سب کے سب جادۂ مستقیم سے دور ہیں۔ نہیں نیک لوگ بھی ہیں۔ مگر اکثریت بُروں کی ہے۔

ف ۹۵۔ اس رکوع میں حضورؐ کی وساطت سے مسلمانوں کو فریضۂ تبلیغ کے کماحقہٗ ادا کرنے کا حکم ہے۔ اور تبلیغ کا طریقہ بتایا گیا ہے اور اس بات کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو شخص محض دینِ الٰہی کی تبلیغ اخلاص سے کرے۔ اس کو اللہ عزوجل تمام قسم کے خدشات سے محفوظ و مصئون رکھے گا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اے پیغمبر اسلام! جو احکام آپ کو دیئے گئے ہیں۔ یہ تمام احکام دنیا کے لوگوں کو سنا دیجئے اور کسی سے خوف نہ کھایئے۔ کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اگر آپ ظاہری مشکلات سے گھبرا کر ان احکام کو پوری طرح بیان نہ کریں گے تو گویا آپ فرائض تبلیغ سے عہدہ برآہ نہ ہوں گے۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کو بلاخوف کہہ دیجئے۔ کہ جب تک وہ اپنی اپنی کتابوں کے احکام کو اور قرآن کو نہیں مانتے۔ انہیں نہ یہودی بننے کا فائدہ

كَثِيرًا مِّنْهُم مَّآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ
كُفْرًا ج فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ
اٰمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصّٰبِئُونَ وَالنَّصٰرٰى
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا
مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ وَأَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ رُسُلًا ط كُلَّمَا
جَآءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى أَنْفُسُهُمْ لا فَرِيقًا كَذَّبُوا
وَفَرِيقًا يَّقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوٓا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ
فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا
وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ط وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ
مَرْيَمَ ط وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا
اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ط إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ

از جناب سید محمد ادریس (طور دی)

بعض اشخاص میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو ان کے دل میں ایک خاص قسم کی برقی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کیفیت کا اثر اس چیز کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اس اثر کو عرف عام میں "نظر لگ جانا" کہتے ہیں۔

گو انسان کو اپنی بہت ساری پوشیدہ قوتوں کا صحیح علم اب تک حاصل نہیں ہو سکا لیکن اقوام عالم کی نفسیاتی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں۔ کہ انسان نے اب سے ہزارہا سال پہلے اس قوت کو دریافت کیا تھا۔ اور تقریباً تمام قدیم اقوام اور ملل اس بات کے قائل تھے۔ کہ نظر حق ہے۔ اور اس کے اثرات یقینی ہیں۔

چونکہ آج کل ہم میں سے بعض ناتجربہ کار تعلیم یافتہ نظر وغیرہ کے قائل نہیں۔ اور بغیر کسی دلیل کے ایک ایسی اہم روحانی طاقت کا انکار کرتے ہیں جس کے وقوع پر تقریباً تمام ملل اور اقوام کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں اُن کو سمجھانے اور آزمائش کی ترغیب دینے کے لئے اس مسئلے پر کسی قدر تشریحی بحث کرتے ہیں۔

روح کا اثر دوسرے جسم پر | یہ امر مسلم ہے کہ انسانی روح اپنے جسم کے علاوہ دوسرے جسموں پر بھی اثر ڈالتی ہے ہمارا مشاہدہ ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا شخص ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے جس سے ہم مرعوب ہوتے یا شرماتے ہوں۔ تو ہمارا چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہمارا کوئی دشمن ہماری طرف تیز نظروں سے گھورنے لگتا ہے۔ تو ہماری رنگت ڈر کے مارے زرد پڑ جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نفسِ انسانی کو اللہ تعالےٰ نے ایسی طاقت بخشی ہے۔ کہ وہ کسی جسم کو چھوئے بغیر متاثر کر سکے۔

اثر ڈالنے کے ذرائع | عام طور پر یہ گمان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک چیز دوسری چیز میں تب اثر کر سکتی ہے۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے کو چھو جائیں۔ اور نظر میں چونکہ یہ بات موجود نہیں اس لئے اس کے اثر کا قائل ہونا ایک بے حقیقت چیز پر یقین کرنا ہے۔ ہمارے ان دوستوں کو یہ معلوم نہیں کہ اثر ڈالنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی چیز کو چھو لیا جائے چھو لینا

اثر ڈالنے کے متعدد ذرائع میں سے صرف ایک ذریعہ ہے۔ اور وہ بھی معمولی۔ اس کے علاوہ حسب ذیل طریقوں سے اشیاء پر اثر ڈالا جاسکتا ہے۔

(۱) ایک چیز دوسری چیز کے مقابل لائی جائے۔ جیسے مقناطیس جب لوہے کے سامنے لایا جاتا ہے۔ تو اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

(۲) کسی چیز کی طرف آنکھیں اٹھائی جائیں۔ جیسے مسمریزم کا عامل اپنے معمول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہی اسے بے ہوش کر دیتا ہے۔

(۳) کسی اوجھل چیز پر روحانی توجہ دی جائے۔ جیسے یونان کے اشراقین، ہندوستان کے جوگیوں اور مسلمان صوفیوں کا دستور تھا۔

(۴) باری تعالےٰ سے دعا مانگی جائے۔ اور عالم ملکوت کو دعائیہ الفاظ کے ذریعہ اس چیز کی طرف متوجہ کیا جائے جیسے کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔

(۵) جھاڑ پھونک کی جائے۔ جیسے بعض لوگ سانپ، بچھو اور باؤلے کتے وغیرہ کے کاٹے کا زہر اتارتے ہیں۔

(۶) قوتِ واہمہ غالب آجائے اور اس سے جسم متاثر ہو جائے۔ جیسے اونچے اور تنگ پل پر۔ یا ہوا میں لٹکی ہوئی رسی پر چلتے وقت جسم میں لرزہ پڑ جاتا ہے۔ اور آدمی گرنے لگتا ہے۔

(۷) قوتِ متخیلہ کسی سنسان جنگل میں فرضی موذیں آنکھوں کے سامنے لاکھڑی کر دے۔ جیسے ڈرپوک آدمیوں کے ساتھ عموماً پیش آتا ہے۔

اسباب مذکورہ یعنی مقابلہ، نظر، توجہ، دعا، جھاڑ پھونک، وہم، اور تخیل کے اثرات عام طور پر مشاہدہ میں آتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کوئی چیز بھی متاثر ہونے والی چیز سے جسمانی اتصال پیدا نہیں کرتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اثر و تاثر کے لئے جسمانی اتصال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح نظر بد میں بھی باوجودیکہ دو چیزوں کا بظاہر اتصال نہیں ہوتا لیکن ایک کی روح کا پرتو دوسرے پر پڑ کر اس کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔

نظر کس طرح لگ جاتی ہے بعض علماء کا خیال ہے۔ کہ نظر لگانے والے شخص کے دل پر جب ایک بری کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ تو اس کی آنکھوں سے زہریلی شعاعیں نکلنے لگتی ہیں۔ جو متاثر ہونے والی چیز میں پیوست ہو کر اس کو نقصان پہنچا دیتی ہیں۔ جیسے بعض اژدھا کسی جاندار کی طرف دیکھتے ہی اس کو اپنے زہر کے اثر سے ہلاک کر دیتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ نظرباز اشخاص کی آنکھوں سے ایسے باریک شرارے چھوٹتے ہیں۔ جو دکھائی نہیں دیتے یہ شرارے

اس چیز کے جسم میں پیوست ہو کر اس کو بیمار یا ہلاک کر دیتے ہیں۔

بعض لوگ جو اسباب، قویٰ اور تاثیر اشیاء کے منکر ہیں۔ وہ بھی بے شمار تجربات کی بناء پر نظر کے قائل ہیں۔ اور اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں۔ کہ جب نظر باز کسی چیز کی طرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اسی وقت اس چیز کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ خود نظر کرنے والا نہ اس نقصان کا ارادہ کرتا ہے نہ وہ اس کا سبب بنتا ہے۔ اور نہ اس کی ذات میں کسی چیز کو نقصان پہنچانے کی مخفی طاقت ہوتی ہے (یہ مسلک ان لوگوں نے اختیار کیا ہے جو ہر چیز کو خدا پر سونپتے ہیں اور عالم اسباب کے قطعاً منکر ہیں)

نظر کے متعلق حافظ ابنِ قیم کی رائے | علامہ ابن القیم نظر بد کی بنیاد حسد پر قائم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

" یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ حاسد کی حسد سے محسود کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اسی لئے اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے (وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ) اور یہی حسد نظر بد کی اصل ہے کیونکہ حاسد کی روح جب ایک بری کیفیت سے اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ تو محسود پر برا اثر ڈال کر اس کو نقصان پہنچا دیتی ہے حاسد کی مثال اس اژدہا کی ہے۔ جو اپنے دشمن سے آنکھیں ملاتے ہی اس کو گرا چھوڑتا ہے۔ اور یاد رہے کہ بعض سانپ اتنے زہریلے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ سامنا ہوتے ہی عورتوں کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے ساتھ آنکھیں چار ہوتے ہی آدمی بینائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے سانپوں کی دو قسموں ــــ اَبْتَر اور ذُوالطُّفْيَتَيْن کے بارے میں فرمایا ہے :-

اِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ — یہ دونوں بینائی کو ضائع اور حمل کو ساقط کرتے ہیں

پس اسی طرح بعض لوگوں کی روح ان بری کیفیتوں سے اتنی جلد اور اس شدت سے اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ کہ وہ جس چیز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر اس پر حسد کرتے ہیں وہ چیز عموماً نقصان اٹھاتی ہے۔

بعض لوگوں کی روحیں اتنی شدت کے ساتھ بری کیفیتوں سے اثر پذیر ہوتی ہیں۔ کہ ان کو نظر لگانے کے لئے، آنکھوں کے روزن کے سہارے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ چنانچہ مادر زاد اندھے اور پس پردہ بیٹھے ہوئے اشخاص بھی اسی طرح نظر لگا سکتے ہیں۔ جس طرح آنکھوں والے اور حاضر لگا سکتے ہیں۔ کیونکہ نظر دراصل ان تیروں سے لگتی ہے جو روح کے کمان سے نکل کر کسی چیز پر پڑتے ہیں۔ اگر وہ چیز ہتھیار بند نہ ہو تو وہ تیر اس کو فوراً گھائل کر دیتے ہیں۔ اور اگر ہتھیار بند ہو۔ تو اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بلکہ پلٹ کر اسی حاسد پر آن پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس کی نظر زیادہ لگتی ہے۔ اس کی اپنی حالت بھی چنداں اچھی نہیں ہوتی۔

اسلام اور نظر بد آج کل مسمریزم کے عجیب وغریب طلسمات کو دیکھ کر ہم آنکھوں کے جادو کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور مانتے ہیں۔ کہ انسانی ارادہ آنکھ کی راہ سے کسی شخص کو بے ہوش کر کے اس کو اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہے۔ کسی بیماری کو پیدا اور سلب کر سکتا ہے کسی دل کو مطمئن اور بے چین کر سکتا ہے کسی طاقت کو بڑھا یا گھٹا سکتا ہے۔ اور اگر اس کی زیادہ مشق کی جائے۔ تو پھر دیوار کے پیچھے سے بھی انسان کسی چیز پر اثر ڈال سکتا ہے۔ لیکن اب سے چودہ سو سال پیشتر جبکہ دنیا مسمریزم اور اس کے سائنٹیفک طریقوں سے ناواقف تھی۔ آنحضرت نے مسلمانوں کو اس امر کی طرف متنبہ کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ہے:۔

اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْئٌ سَابِقُ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (مسلم) — نظر حق ہے۔ اور اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو وہ نظر ہوتی۔

نیز حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ وَالْعَيْنِ وَالنَّمْلَةِ (مسلم) — آنحضرتؐ نے بچھو کے ڈنگ، نظر بد، اور بغلی پھنسیوں پر پڑھ کر پھونکنے کی اجازت دی ہے۔

نیز حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ بنی جعفر کو عموماً نظر لگتی ہے۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں۔ کہ میں ان کے لئے جھاڑ پھونک کیا کروں؟ آپؐ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھتی تو وہ نظر ہوتی۔ (ترمذی)

صحابی کو نظر لگی حضرت سہل بن حنیفؓ گورے چٹے آدمی تھے۔ ایک دفعہ نہر میں نہا رہے تھے۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ ادھر سے گزرے۔ تو کہنے لگے۔ واہ۔ کیا گورا چٹا اور گداز جسم ہے۔ یہ کہنا تھا۔ کہ حضرت سہلؓ کو بخار چڑھا۔ اور گھر آ کر لیٹ رہے۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی۔ تو آپؐ عامر کے پاس تشریف لے گئے۔ اور غصے سے کہا۔ تم لوگ کیوں اپنے بھائیوں کو قتل کیا کرتے ہو؟ تم کو چاہیئے تھا کہ ان کے لئے برکت کی دعا مانگتے نہ کہ الٹا اسے نقصان پہنچاتے۔ پھر آپؐ نے حکم دیا۔ کہ عامر ایک ٹب میں اپنے بعض اعضاء دھولے۔ اور وہ پانی سہل پر لے جا کر ڈال دیا جائے۔ اس تدبیر سے ان کا بخار اتر گیا۔

نیز حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الْعَيْنَ لَتُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقِدْرَ — نظر آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں پہنچا دیتی ہے۔

آنحضرتؐ اور نظر عرب میں بنو اسد کا قبیلہ نظر لگانے کے لئے مشہور تھا۔ ان کا ایک آدمی تین دن تک بھوکا رہتا۔ پھر خلوت گاہ سے نکل کر جس چیز کی تعریف کر دیتا۔ اس کو اسی وقت نظر لگ جاتی۔ کفار مکہ نے ایک دفعہ مشورہ کیا۔ کہ ان میں

سے کسی شخص کو اُجرت دے کر اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ آنحضرتؐ کو نظر لگا دے۔ قرآن پاک نے آنحضرتؐ کو ان کے مشورہ سے یوں مطلع کیا ہے۔

وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝ قریب ہے کہ کافر اللہ کا ذکر سن کر آپ کو اپنی آنکھوں سے نقصان پہنچائیں۔ اور کہیں کہ یہ مجنون ہیں

نظر سے بچنے کا طریقہ | جس چیز کو نظر لگنے کا اندیشہ ہو۔ اس کے محاسن کو عام لوگوں سے اور خاص کر نظر بازوں سے بچائے رکھنا چاہیئے۔ یا اس میں ایک ایسا عارضی نقص پیدا کر دینا چاہیئے جس کی وجہ سے وہ نظر بد سے محفوظ رہ سکے امام البغوی نے شرح السنتہ میں روایت کی ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا جس کو کئی دفعہ نظر لگ چکی تھی۔ تو اس کے رشتہ داروں کو مشورہ دیا۔ کہ اس لڑکے کی ٹھوڑی کو سیاہ کر دو۔ تاکہ اس کو نظر نہ لگ سکے۔ اسی واسطے شاعر نے کہا ہے ؎

مَا کَانَ اَحْوَجَ ذَا الْکَمَالِ اِلٰی عَیْبٍ یُوَقِّیْهِ مِنَ الْعَیْنِ

ترجمہ:- ہر با کمال میں نظر بد سے بچنے کے لئے ایک نہ ایک عیب ضرور ہونا چاہیئے۔
متنبی نے کہا ہے ؎

کَاَنَّ الرَّدٰی عَادٍ عَلٰی کُلِّ مَاجِدٍ اِذَا لَمْ یُعَوِّذْ مَجْدَهٗ بِعُیُوْبِ

گویا تباہی ہر اس بزرگ پر عادی ہوتی ہے۔ جو اپنی بزرگی کے لئے عیوب کا تعویذ نہ رکھتا ہو۔

نظر کا علاج | اگر کسی شخص کو نظر لگ جائے۔ اور نظر لگانے والا معلوم ہو۔ تو اس کو کہا جائے۔ کہ وہ ایک برتن میں ہاتھ پاؤں اور ران وغیرہ دھو لے۔ پھر اس پانی کو مریض کے سر پر اچانک ڈال دیا جائے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے حضرت سہلؓ کے ساتھ کیا تھا۔

یہ علاج گو طبیبوں کے مروج طریق علاج سے الگ ہے۔ اور اسی لئے اکثر ناواقف اور ناتجربہ کار اشخاص اس کے عجیب و غریب معجز نما اثرات پر یقین نہیں کریں گے۔ لیکن ان کی خدمت میں ہم یہ عرض کریں گے۔ کہ یہ کوئی ایسا الیباتی مسئلہ نہیں ہے۔ جس کو عمل کے ذریعہ آزمایا نہ جا سکے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آزما کر دیکھ لیں کہ دنیا کے سب سے بڑے روحانی طبیب نے جو انوکھا علاج بتایا ہے۔ وہ مفید ہے یا نہیں۔ علاج کے سلسلہ میں سینکڑوں فلسفیانہ دلائل اتنے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جتنا ایک تجربہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

طبِ نبوی | اگر ناظرین خلوص نیت سے اس علاج کو برتیں گے۔ تو ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ بڑے بڑے

ڈاکٹروں کی طب آنحضرتؐ کے طریقِ علاج کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے عورتوں کا طریقِ علاج ڈاکٹروں کے مقابلے میں۔ بلکہ اس سے بھی کم ہے۔ کیونکہ ڈاکٹروں کے بعض علاج قیاسی ہوتے ہیں۔ بعض تجربہ، خیال، خواب یا الہام پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور بعض حیوانات اور پرندوں کی دیکھا دیکھی ان کو سوجھتے ہیں۔ تو اس ناقص اور متضاد طب کو اس طب سے کیا نسبت ہو سکتی ہے جس کی تعلیم خالقِ کون ومکان نے آنحضرتؐ کو اور آنحضرتؐ نے اپنے سچے متبعین کو دی ہے۔

نظر کا دوسرا علاج | نیز نظرِ بد کے اثرات کو دُور کرنے کے لئے مریض پر معوذتین (فلق ۔ النّاس)، الحمد شریف اور آیۃ الکرسی پڑھ کر پھونک لینی چاہیئے۔

نیز اس مرض میں یہ دعا بھی مفید ثابت ہوئی ہے:۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ
مَیں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ساتھ ہر شیطان، زہریلے جانور اور حواس کو نقصان پہنچانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔

یہ دُعا آنحضرتؐ امام حسنؓ اور امام حسینؓ پر پڑھ کر پھونکتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میرے دادا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے صاحبزادوں ۔ اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ پر یہ دُعا پڑھ کر پھونکتے تھے۔

نیز یہ دُعا بھی نظرِ بد کے لئے بہت مفید ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ دَآءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ ۔ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ
مَیں خدا کا نام لے کر تم کو دم کرتا ہوں کہ ہر تکلیف دینے والی بیماری، ہر حاسد دل اور حاسد آنکھ سے بچے رہو۔ اللہ تعالیٰ تم کو شفا دے مَیں خدا کا نام لے کر تم پر پھونکتا ہوں۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ بیمار ہوئے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے یہی دُعا آپ پر پھونکی تھی۔

نظر باز کو ہدایت | جس شخص کی نظر زیادہ لگتی ہو۔ اس کو چاہیئے۔ کہ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر اس پر تعجب نہ کرے۔ بلکہ یوں کہے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْہِ یا یوں کہے مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ اس طرح اس کی نظر کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اور وہ دُنیا کی بدنامی اور آخرت کے عذاب سے بچ جائے گا۔

دیہاتی واصلاحی افسانے

ناتے کا سودا

ازجناب مرزا عزیز فیضانی

لاہنا گوندل اپنے گاؤں میں ایک چھوٹا سا زمیندار اور معمولی سا نمبردار بھی ہے۔ خدا نے مدت کے بعد ایک ہی بیٹا دیا جسے شاہنا کہہ کر پکارتے ہیں۔ نام تو امام مسجد نے شاہ محمد رکھا ہوگا مگر جیسا کہ گاؤں کا دستور ہے وہ شاہنا ہوگیا۔ پھر لاہنا کا قافیہ بھی تو درکار تھا۔

بیٹا پروان چڑھا۔ اپنی عمر سے بڑھ چڑھ کر دلیر اور سیانا بھی تھا۔ ماں باپ تو پڑھانا نہیں چاہتے تھے، کہ پڑھ کر زمینداری کے کام کا نہ رہے گا۔ مگر شاہنا ایک پڑوسی دوست سے چوری چھپے لکھنا پڑھنا سیکھتا رہا تھا۔

اب اس کی شادی کی فکر ہوئی۔ لاہنا یوں تو زمیندار بلکہ نمبردار تھا۔ مگر طبیعت کا غریب اور دل کا کمزور۔ اس لئے رشتہ داروں میں سے کوئی اسے ناتہ دینے پر آمادہ نہ تھا۔ بہت کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ سب سے بڑی رکاوٹ یہ پیش آرہی تھی کہ شاہنا کچھ پڑھ لکھ کر روشن خیال ہوتا جارہا تھا۔ وہ فضول وبیہودہ رسموں اور بدعات سے متنفر تھا۔

لاہنا نمبردار نے تنگ آکر ایک دن اپنے خلیفہ یعنی حجام سے مشورہ کیا۔ اسکے کہنے کے مطابق امام مسجد کو بھی بلوالیا گیا اور کسی وکیل کے ایک منشی کو بھی جو امام صاحب کے قریبیوں میں سے تھا اور انہی کے ہاں مہمان تھا۔

کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا۔ کہ حکمت عملی سے ناتہ حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ گاؤں ہی کے ایک زمیندار کی لڑکی تجویز ہوئی۔ جس کی شادی کسی اور گاؤں میں ہوچکی تھی۔ مگر وہ خاوند سے روٹھ کر میکے آئی ہوئی تھی۔ امام اور حجام نے لڑکی کے والدین کو ورغلا کر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ پانچسو روپیہ نقد لے کر نکاح پڑھادیں۔ اور پہلے نکاح کو غلط ثابت کرادیں۔

دوبارہ کانفرنس ہوئی جس میں مذکورہ لڑکی کا والد بھی بلایا گیا۔ ریزولیوشن پاس ہوگیا۔ اور مجلس برخاست ہوئی۔

لاہنا اور حجام نے مل کر سکیم تیار کی خرچ کا بجٹ تجویز ہوا۔ گاؤں کے زمیندار آمد سے بے نیاز ہوکر صرف اخراجات کا اندازہ لگانا جانتے ہیں۔ اس بات میں حجام اور اسی قسم کے آدمی اُن کے ممد ہوتے ہیں۔

موٹے موٹے اخراجات کی تفصیل یہ قرار پائی:-

لڑکی کے والد کو	۵۰۰ روپیہ	وکیل کے منشی کو	۵۰ روپیہ
امام صاحب کو	۲۰۰ روپیہ	پہلے نکاح کے گواہوں کو	۵۰ روپیہ
حجام کو	۱۰۰ روپیہ	میزان	۹۰۰ روپیہ

یہ صرف پہلے مورچے کا خرچ تھا۔ شادی، پھر دیہات کے زمینداروں کی شادی کا خرچ ابھی آگے ہے۔

لاہنا کے گھر صرف دوسو روپیہ نقد نکلا۔ وہ بھی سرکاری مالیہ۔ باقی کیلئے ساہو کار سے قرض کی ٹھہری۔ مگر مشکل یہ آپڑی کہ سات سو اب قرض لیا تو شادی کیلئے اور لینا پڑیگا جو بہرحال اس سے بھی زیادہ ہوگا، آخر اکلوتا لڑکا ہے اور نمبرداری ہے کہیں ناک کٹ جائے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ سرکاری مالیہ کا دوسو بھی عنقریب ہی خزانے میں داخل کرانا ہے اتنی ساکھ نہیں قرضہ کہاں سے آئیگا نمبردارانی نے ایثار دکھایا۔ کہا " زیور بیچ دو...... مگر کل ہی تو بہو کے لئے بنوانے پڑیں گے" نمبردار نے کہا خدا مالک ہے۔ کچھ زمین بیچ کر بنوالیں گے۔ اب تو بوجھ ہلکا ہو۔ چنانچہ اونے پونے زیور بیچا گیا تین سو کا بکا۔

اسی اثنا میں یہ بھی ضروری تھا کہ شاہنا سے ذکر کیا جائے۔ کہ اکلوتا ہے لاڈلا ہے۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ سیانا بھی ہے اور رہائی سا بھی کہیں انکار ہی نہ کردے۔ مگر آخر ہوا وہی جس کا کھٹکا تھا یعنی جب شاہنا سے اس تجویز سے شادی کرنے کا ذکر کیا گیا تو وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر نہایت ادب سے کہا۔ کہ یہ نہایت خطرناک کھیل ہے جس میں چاروں طرف سے خطرہ ہے۔

"چاروں طرف سے کیا مطلب" باپ نے پوچھا۔

بیٹے نے جواب دیا" ایک خدا کی گرفت۔ دوسرے عدالت میں گھسیٹے جانے کا ڈر تیسرے لوگوں کی طرف سے بدنامی کا خوف چوتھے خود اپنے ضمیر کی لعنت ملامت کا خدشہ جو لوگوں کو خبر نہ ہو جب بھی رہتا ہے اور کانٹے کی طرح دل میں چبھتا رہتا ہے۔ صاف لفظوں میں یہ کہ اگر ہمیں بدکاری ہی کرنا ہے تو اتنی رقم خرچ کر کے آخر قید خانے میں جانے کی بجائے کیوں نہ ہم طوائف ہی کے پاس جاکر دل بہلا آیا کریں"۔

باپ۔ توبہ توبہ!

بیٹا۔ گڑ کھانا اور گلگلوں سے پرہیز۔ اس سے اگر توبہ ہے تو نکاح پر نکاح پڑھانے کا فعل کونسا جائز یا کم برا ہے۔ پھر آپ نے اخراجات کے اندازے تو لگالئے مگر یہ بھی سوچا کہ اگر پہلے خاوند نے دعوے دائر کر دیا تو مقدمہ بازی کیلئے روپیہ کون دے گا۔ لڑکی کا والد، امام اور حجام تو بغیر ڈکار لئے ہضم کر چکے ہوں گے۔ اگر اس تجویز پر آپ کو عمل کرنا بھی ہو تو سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کافی رقم جمع کر لی جائے۔ تاکہ مقدمہ بازی کی صورت میں بھی بچاؤ ہو سکے۔ اور کامیابی ہوگی تو بدنامی سے بھی بچ جائیں گے۔ مجھے ایک نہایت اچھی تجویز سوجھی ہے۔ شہر میں ایک فقیر آئے ہوئے ہیں۔ جو روپیہ دگنا بلکہ تگنا چوگنا کر سکتے ہیں۔ ہزاروں آدمی فیضیاب بلکہ مالامال

ہو چکے ہیں بالیہ کا دو سو روپیہ تو آپ خزانے میں داخل کرائیں۔ باقی تین سو روپیہ جو زیور بیچ کر حاصل ہوئے ہیں وہ مجھے دیں کہ اُنھیں چوگنا کر لاؤں"۔

ماں باپ کو یہ تجویز پسند آئی چپکے سے تین سو روپیہ حوالے کر دیے۔ اور شاہنا لے کر شہر میں آیا۔

شہر میں ایک تاجر کا بیٹا اُس کا دوست تھا۔ شاہنا نے ایک مرتبہ اُسے ڈوبنے سے بچایا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی یہ اُس تاجر کے ہاں گیا۔ اور کہا کہ تین سو روپیہ تجارت میں لگانا چاہتا ہوں مشورہ دیجئے۔

تاجر نے اسی شہر میں ایک موزوں جگہ تلاش کر کے اپنی دکان کی گویا ایک شاخ ہی کھلوا دی تین سو کے علاوہ اپنی طرف سے بھی کئی سو کا مال اُدھار دیا۔ اپنے تجربہ کار بیٹے کو کچھ مہینے شاہنا کے ساتھ کر دیا کہ اُسے تجارت کے رموز بتائے اور حساب کتاب کا طریقہ سکھائے۔

ایک سال کے عرصہ ہی میں شاہنا کامیاب دکاندار ہو گیا۔ یہاں پہنچتے ہی اُس نے ماں باپ کو چٹھی لکھ کر یہ بتا دیا کہ چونکہ رقم چوگنی کی جانے والی ہے اس لئے فقیر صاحب کو عمل کے لئے کم از کم دو سال درکار ہوں گے۔

اب دوسرا سال کمائی کا تھا۔ خوب نفع ہوا۔ تاجر بھی بہت خوش ہوا۔ دکان کی ترقی کے وسائل بڑھائے۔ بلکہ اپنی جوان خوبصورت پڑھی لکھی اور سلیقہ مند لڑکی کا ناتہ بھی دے دیا۔

شاہنا نے دوسرے سال اتنا منافع حاصل کیا کہ واقعی تین سو کے چوگنے یعنی بارہ سو لے کر ماں باپ کے پاس جا پہنچا۔ ماں باپ روپیہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور اس نکاح پر نکاح پڑھانے کی سکیم پر عمل کرنے کے لئے دوبارہ کمربستہ ہونے لگے۔

مگر اب شاہنا اپنی حکمت عملی کو راز میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے بتا دیا کہ وہ فقیر جو مال کو چوگنا کرتا ہے تجارت ہے چنانچہ وہ فقیر اب اُس کی دکان میں کام کرتا ہے۔ بلکہ کہا کہ "اُسی فقیر نے مجھے ایک اعلیٰ ناتہ بھی دلوا دیا ہے۔ ہم غریب تھے تو ہمیں کوئی ناتہ نہ دیتا تھا۔ اور اگر نکاح پر نکاح پڑھا لیتے تو عزت اور سب مال و متاع یعنی اراضی بھی گنوا دیتے۔ جب دکان کامیابی سے چل پڑی۔ پاس بارہ سو روپیہ نقد جمع ہو گئے تو ایک امیر آدمی نے خود مجھے بلا کر ناتہ دے دیا......"

"غرض" شاہنا نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "قصہ مختصر۔ یہ رقم لیجئے۔ زمین خریدیئے۔ ضائع کرنے کے لئے خدا نے مال نہیں دیا۔ ہاں مناسب و ضروری حد تک کپڑے اور زیور بنوا لیجئے۔ اور میرے ساتھ چل کر منگنی کی رسم ادا کر لیجئے۔

شاہنا کی عقلمندی سے خدا نے عزت مال ایک طرف اور ایمان دوسری طرف صاف بچا لئے۔ شادی بھی ہو گئی اور بہتر ناتہ بھی ہاتھ آیا۔ دکان بھی قائم ہو گئی جو سونے کی کان تھی۔ بموجب حدیث رزق دنیا کا ۹/۱۰ حصہ تجارت میں ہے۔

اب شاہنا اصلاح دیہات کے لئے لکچر بھی کراتا رہتا ہے۔

کام اور وقت

از جناب خواجہ فیض لودھیانوی

اے کہ تُو غفلت میں ہے ڈُوبا ہُوا کام کرنا سیکھ تجھ کو کیا ہُوا

آدمی ڈٹ کر اگر محنت کرے پھر کما لے اپنا زر کھویا ہُوا

غور سے دوبارہ پڑھ لینے کے بعد یاد ہو جائے سبق بھُولا ہُوا

اور کمزوری میں ورزش کے طفیل خوب موٹا ہو بدن سُوکھا ہُوا

لیکن اس دُنیا میں ایسا کون ہے؟

وقت واپس لائے جو گزرا ہُوا

صنعت و تجارت پر ایک نظر

از جناب نسیم سکندر عثمانی

قومی پستی و بدحالی کی وجہ "ذمہ دار افرادِ ملت" کی بے حسی اور بدذوقی ہے۔ اس طبقہ میں چونکہ غور و فکر اور عمل کی صلاحیت باقی نہیں رہی۔ قومی درد مٹ گیا۔ اس کی جگہ خود غرضی اور خود پسندی نے لے لی۔ اس لئے اس نقصان میں نہ صرف خود ہی شریک ہیں بلکہ تمام قوم شاہراہ ترقی سے بے خبر اور حقیقی مفاد سے محروم ہے۔ یہی باعث ہے کہ ہماری قوم افلاس کی زد میں آئی ہوئی ہے۔ اور روز بروز ذلت و پستی کی عمیق گہرائیوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔

باریک بین طبیعتیں اس تہ کو پہنچ چکی ہیں کہ تعمیرِ ملی و اقتصادی طور پر خوشحالی کا انحصار تجارتی و صنعتی ترقی پر ہے اور تجارت ہی سب سے سہل اور مضبوط زینہ ہے جس کے ذریعہ انسان نہ صرف بامِ ترقی پر پہنچ سکتا ہے اور دولتمند ہی بن سکتا ہے۔ بلکہ اپنی آزادی و خود مختاری کو بھی برقرار رکھ سکتا ہے۔ اسی باعث کہ تجارت ہی کامیابی اور کامرانی کا زینہ ہے" ترقی پسند قومیں نہایت تیز گامی کے ساتھ تجارت کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اور اولوالعزمی و حوصلہ مندی کے ساتھ نمایاں حصہ لے رہی ہیں۔

تجارت کے لئے سرمایہ اوّل اور لازمی چیز ہے لیکن جبکہ یہ دیکھا جائے کہ سرمایہ دار جس پر "قومی و ملی ذمہ داریاں خصوصیت کے ساتھ عاید ہوتی ہیں" آنے والے واقعات سے بے خبر، اپنی دولت سمیٹے الگ تھلگ بیٹھا ہے تو انتہائی افسوس اور قلبی رنج ہوتا ہے۔ شاید اسے معلوم نہیں کہ اس کی بے حسی اور تجارتی بدذوقی "غیر سرمایہ دار افرادِ ملت" کیلئے ہی نہیں بلکہ خود اس کے لئے انتہائی مضر ہے۔ یاد رکھیئے! افراد، قوم کے اجزاء اور ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ اپنی ذات یا اپنے وجود کے لئے کوئی چیز پیدا کر کے آپ قابلِ توقیر یا قابلِ احترام نہیں ہو سکتے۔ البتہ آپ کی قوم اگر اچھی اور بہتر حالت میں ہو تو آپ کا ادنےٰ فرد بھی عزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ قوم کو آپ کی ذات یا آپ کے وجود سے اگر کچھ فائدہ نہیں تو آپ کا مالدار اور دولتمند ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

کاش آپ سمجھیں اور غور کریں کہ غیر مسلم سرمایہ دار نسبتاً کس درجہ حساس اور قوم پرور واقع ہوا ہے۔ اسے اپنا فائدہ

اور بہتری یقیناً منظور ہے لیکن قومی مفاد ذاتی مفاد سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا ہے۔ اسے شب و روز یہی خیال ستاتا ہے کہ بن سکے تو قومی وملی خدمت کر جاؤں۔ یہی باعث ہے کہ آج اس کی قوم کا ہر فرد با عزت اور خوشحال ہے ترقی اور کامیابی ان کے قدم چوم رہی ہے۔

لیکن افسوس کہ آپ کو احساس نہیں۔ آپ کے پیش نظر صرف ذاتی اغراض و مقاصد ہیں۔ آپ کیا جانیں! کہ قوم کیا ہے! مفلسی کسے کہتے ہیں!!! اور افلاس کس بلا کا نام ہے!!! ؎

آپ کیا جانیں کسی بے کس کا حال زندگی   آپ کی دُنیا مسرت اس کی دُنیا درد ہے

مفلس اور نادار کی ذات کو حقیر، اس کے دماغ کو نکما اور ہاتھ پاؤں کو آپ عضوِ معطل کی طرح بیکار اور ناکارہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ سرمایہ دار کی نسبت مفلس جفاکشی اور عقل و تجربہ میں زیادہ اور بیشتر ہوتا ہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ اس کی قابلیت سے فائدہ مشکل سے کوئی کوئی ہی اٹھاتا ہے۔ حالانکہ عقلاء یورپ کا یہ مفروضہ ہے کہ دولتمند اور مالدار بننے کیلئے دوسروں کی قابلیت سے فائدہ اٹھاؤ" مفہوم اس کا یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس دولت و سرمایہ نہیں لیکن لیاقت و عقل ہے تجربہ ہے۔ صاحب سرمایہ کو چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنا سرمایہ بڑھائے۔

یاد رکھیئے عیش و آرام میں وقت ضائع کرنا یا دولت کو بے فائدہ جمع رکھنا دانشمندی نہیں۔ وقت کا ایک ایک لمحہ بیش قیمت ہے۔ خوابِ غفلت سے اٹھیئے، اسلامی سیاست کا مطالعہ کیجیئے، اور "اسلامی ہند" (پاکستان) کی تشکیل سے پیشتر اجتماعی قوت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشش کیجیئے تجارتی مرکز و تجارتی منڈیاں بنائیے ملیں اور کارخانہ جات قائم کیجیئے۔ جدید اصولوں کے ماتحت دستکاری کے اسکول و کالج کھولئے۔ ان کے علاوہ اور بھی ایسے کام ہیں جن پر سرمایہ لگا کر خاطر خواہ طریق پر قومی و ذاتی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اس ہندوستان میں مسلم سوسائٹی نے بدقسمتی سے یہ بھی سمجھ لیا ہے کہ تجارت ایک حقیر اور ذلیل چیز ہے۔ سرمایہ دار و ذی علم طبقہ میں بالخصوص یہ جذبہ کار فرما ہے۔ کہ تجارت یا دکانداری محض اس لئے ہے کہ گورنمنٹ کے محکمہ جات سے ٹھکرائے ہوئے بدقسمت انسان بےبس اور بےکس ہو کر اس کو اپنا ذریعۂ معاش بنالیں اور رکھی پھیکی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں

عیش طلب سرمایہ دار اور ملازمت کی طلائی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ذی علم افراد تجارت اور صنعت و حرفت کو قوائے جسمانی کے لئے مضر، رعب و وقار کے منافی یا آرام و فرصت کے حق میں دشمن تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے تاجر جیسا بلند حوصلہ، مستقل مزاج، صاحب عزت، صاحب ثروت، خودداری و خودمختاری کا علمبردار دوسرا نہیں۔ بشرطیکہ صحیح معنوں میں سچا تاجر ہو۔ اگرچہ اس سے انکار نہیں کہ مذکورہ بالا صفات کے حامل تاجروں کی نسبت گندم نما جو فروش

تاجروں کی تعداد کہیں زیادہ ہے لیکن اس سے تجارت کے پاک اور صاف دامن پر کوئی دھبہ نہیں لگتا۔ تجارت براہ راست نیکی اور تمام خوبیوں کی تعلیم دیتی ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ قوموں میں زندگی اور تنظیم پیدا کر کے حکومت، دولت، اور شہرت تمام کا اہل بنانا صرف تجارت کا ہی خاصہ ہے۔

اس لئے نااہل تاجر جو چند روزہ منفعت کے لئے بددیانتی اور فریب کاری اختیار کرتے تجارت کی پائیدار برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے حقیقی معنوں میں سچا تاجر کہلائے جانے کا مستحق نہیں۔ کیونکہ نااہلی و ناتجربہ کاری اور علمی کمی کے باعث بدنظمی اور بداصولی اس کا طریقۂ زندگی ہو جانا کچھ عجب نہیں۔ یہی باعث ہے کہ تنزل کی خوفناک تاریکیاں ایسے تاجر کو جلد ہی اپنے دامن میں لے لیتی ہیں۔

لہٰذا بداعمال اور غیر تربیت یافتہ تاجر کی بداصولیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ تجارت قابلِ وقعت نہیں یا اس کو ممتاز درجہ حاصل نہیں تو یہ انتہائی ناسمجھی اور بدنصیبی کی دلیل ہے۔

تجارت کی حیثیت کیا ہے؟ زندہ قوموں سے پوچھئے! وہ جانتے ہیں کہ "قومی بقا کا راز تجارت میں مضمر ہے"۔

پس تجارت ہی آپ کی قومی تعمیر کو پایۂ تکمیل پر پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا تجارت کیجئے، صنعت و حرفت میں حصہ لیجئے۔ سچائی پر قائم رہیئے۔ اشتراکِ عمل کو شعار بنائیے لیکن اصول اور دیانتداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ کامیابی اسی میں ہے۔ پھر دیکھئے آپ کی مالی حالت بھی سنورتی ہے اور زندگی بھی بنتی ہے۔ انہی اعمال و صفات نے قرونِ اولیٰ کی بزرگ ترین ہستیوں کو دین و دنیا میں کامیاب و فائز المرام کیا تھا۔

چغلی

جناب سید محمد ادریس (طور رومی)

کسی شخص کی کہی ہوئی بات کو دوسروں تک اس لئے پہنچانا کہ وہ کہنے والے سے ناراض ہو جائیں چغلی کہلاتا ہے۔ یہ ایک بداخلاقی ہے۔ جو کمینہ اور پست ہمت لوگوں میں عموماً پائی جاتی ہے۔ وہ کسی شخص سے انتقام لینے کے لئے کسی امیر کے دربار میں رسوخ حاصل کرنے یا لوگوں میں محبوب بننے کے لئے ایک شخص سے سنی ہوئی باتیں خوب نمک مرچ لگا کر دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔

چغلخوری انسان کی ایک پرانی بیماری ہے۔ جو شہروں اور دیہات میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ اور اس کی قدامت اور عمومیت کی وجہ سے ہم اس کی تباہ کاریوں کو محسوس نہیں کرتے۔ ورنہ دنیا میں جتنی انفرادی لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اور رشتہ داروں اور دوستوں کے درمیان جتنی بدگمانیاں اور رنجشیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان سب میں سے اکثر کا سبب یہی چغلی ہوا کرتی ہے۔ جہاں کسی کمینہ آدمی کی نظر دو بھائیوں، دوستوں یا رشتہ داروں کے خوشگوار تعلقات پر پڑی اور اس کی شیطانی فطرت نے ان کے درمیان لگائی بجھائی کرنی شروع کی۔ اور چند دنوں میں ان مخلص دوستوں کو دشمن بنا لیا۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے اعلان کیا تھا۔ کہ "کوئی شخص میرے سامنے میرے صحابہؓ کی چغلی نہ کیا کرے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ کہ کھلے ہوئے دل کے ساتھ گھر سے نکل کر تم سے ملوں"۔ (ابوداؤد)

چغلخوری گناہوں کا مجموعہ ہے | چغلخوری کسی ایک گناہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ درحقیقت چند بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ جن کی تحلیل یوں کی جا سکتی ہے:۔

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے۔ کہ چغلی، بدنیتی پر مبنی ہوتی ہے۔ کیونکہ چغلخور دو آدمیوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کے لئے نہیں، بلکہ پھوٹ ڈالنے اور فتنہ برپا کرنے کے لئے چغلی کھاتا ہے۔ اور بدنیتی خود بیسیوں گناہوں کی جڑ ہے۔

(۲) جس کو چغلی کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ وہ ناپسندیدہ باتوں کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے۔ تاکہ ان کو پھیلا کر فتنہ برپا کرے۔ یہ جاسوسی ہے۔ جو (بلا کسی مذہبی یا ملکی ضرورت کے) جائز نہیں۔

(۳) اگر چغلخور کسی شخص سے سچی (مگر بدتر) باتیں نقل کرتا ہے۔ تو وہ غیبت کرتا ہے۔ جو قانونِ شریعت اور قانونِ اخلاق کے نزدیک ایک بہت بڑا جرم ہے۔

(۴) اگر سچ نہیں بلکہ جھوٹ کہتا ہے۔ تو ایک بے قصور اور بے خبر انسان پر تہمت باندھتا ہے۔ جو ہر آدمی کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے۔

(۵) سچ کہے یا جھوٹ۔ دونوں حالتوں میں وہ زبان سے تو اپنے مخاطب کا خیرخواہ بنتا ہے لیکن دل میں اس کا بدخواہ ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ناپاک کوششوں سے اس کو ایک ہمدرد دوست کی ہمدردی اور ایک قریبی رشتہ دار کے حسنِ سلوک سے محروم کرتا ہے۔ اور یہ کھلی ہوئی منافقت ہے۔

اس بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ چغلی بدبختی، فساد، جاسوسی، غیبت، بہتان، اور منافقت کا تقریباً مجموعہ ہے۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک بڑا گناہ ہے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ (مسلم) کوئی چغلخور جنّت میں داخل نہ ہوگا

چغلی اور غیبت میں فرق | چغلی اور غیبت میں یہ فرق ہے۔ کہ چغلی میں مخاطب کو ایسی باتیں سنائی جاتی ہیں۔ جن کا اس کی ذات سے تعلق ہو۔ اور اس غرض سے سنائی جاتی ہیں۔ کہ اس کو کہنے والے سے ناراض کیا جائے۔ اور غیبت میں ان دونوں باتوں کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ نیز چغلی کے لئے قصداً اور ارادتاً ایسے مواقع کی تلاش رہتی ہے کہ ایک شخص کی زبان سے نکلی ہوئی بات دوسرے تک پہنچا دی جائے۔ اور غیبت عموماً دوسری باتوں کے ضمن میں نادانستہ طور پر شروع ہوتی ہے۔ نیز ان دونوں میں یہ بھی فرق ہے کہ چغلی صرف نقل کرنے والا کرتا ہے۔ اور غیبت میں مخاطب اور متکلم دونوں کا ساجھا ہوتا ہے۔

چغلی اور شکایت کا فرق | چغلی صرف اس واسطے کی جاتی ہے۔ کہ سُننے والے کو کہنے والے سے ناراض کیا جائے اور شکایت اس غرض سے کی جاتی ہے۔ کہ مخاطب، شکایت کرنے والے کی مدد پر آمادہ ہو جائے۔ اور اس کے لئے ظالم سے انتقام لینے پر تل جائے۔ شریعت نے شکایت کی کھلم کھلی اجازت دی ہے۔ اور مظلوم کو یہ جتایا ہے۔ کہ تم اگر اور کچھ نہیں کر سکتے۔ تو فریاد ہی کر لیا کرو۔ خدا تمہاری آواز کو محبّت سے سُنے گا۔ اور تمہاری پوری پوری مدد کرے گا۔

چغلی کے مرض کا علاج | جو شخص اس بیماری کا علاج کرنا چاہے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ لوگوں سے بُری باتیں بالکل نہ سُنے۔ اور اگر اتفاق یا مجبوری سے سُن لے۔ تو ان کو یہ سمجھ کر بھول جائے۔ کہ اگر میں نے کسی ہوشیار آدمی کے سامنے ان کا ذکر کیا۔ تو خود ہی اس کی نظر میں ذلیل ہو جاؤں گا۔ کیونکہ چغلخور کو کوئی بھی معتمد اور باوقار نہیں سمجھتا۔

ایک دفعہ امیر معاویہ نے حضرت احنف بن قیس سے کہا۔ کہ مجھے تمہاری طرف سے فلاں فلاں بات پہنچی ہے۔ احنف نے انکار کیا۔ تو امیر معاویہ نے کہا۔ کہ مجھے ایک معتبر آدمی نے اطلاع دی ہے۔ احنف نے کہا معتبر آدمی چغلی نہیں کھایا کرتے۔

نیز ہر شخص کو چاہیئے۔ کہ بات کہنے سے پہلے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح محسوس کر لے کیونکہ ہر بات کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے۔ اور اگر کسی بات کا اثر بُرا ہے۔ تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کے بُرے اثرات کہاں تک پہنچیں گے۔ اور اس کے عمل نامہ میں گناہوں کا اضافہ کرتے رہیں گے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ انسان نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر بُری بات کہہ گزرتا ہے۔ مگر اللہ تعالے قیام قیامت تک اس پر ناراض رہتا ہے۔ (ترمذی)

اس ناراضگی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس بُری بات کے بُرے اثرات قیامت تک باقی رہتے ہیں۔ اور جب تک وہ پھیلتے اور شاخ در شاخ ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کا گناہ اس کے عمل نامے میں برابر درج کراتا ہے (سنت حسنہ اور سنت سیئہ کی ترویج پر بھی اسی لئے قیامت تک جزا و سزا مرتب ہوتے ہیں۔ کہ ان کے اچھے یا بُرے اثرات سبب اور مسبب کے چکر میں برابر ظاہر ہوتے رہتے ہیں)

دوسرا طریقہ | جس شخص کے پاس کوئی چغلخور آکر زہر اگل جائے اس کو چاہیئے کہ اس متہم آدمی سے مل کر اس بات کی پوری پوری تحقیق کر لے۔ اس طرح اسکو اصلیت کا پتہ چل جائے گا۔ اور وہ جو قدم اٹھائیگا سوچ سمجھ کر اٹھائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝	مسلمانو! اگر تمہارے پاس ایک فاسق آدمی کوئی خبر لے آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانستگی میں ایک قوم کو تکلیف پہنچاؤ پھر اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

تیسرا طریقہ | حکما لکھتے ہیں۔ کہ جس شخص کے پاس چغلخور آجائے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ اسے یہ کہہ کر دھتکار دے۔ کہ میری بُرائی اس کہنے والے نے نہیں، بلکہ تم نے کی ہے۔ کیونکہ اُس نے تو میرا اتنا لحاظ کیا کہ اگر بُرائی کی۔ تو پیٹھ پیچھے کی مگر تم نے تو میرے منہ پر کر دی

خلیفہ معتضد باللہ کے وزیر محمد بن فرات کا اصول تھا۔ کہ جو شخص کسی کی چغلی لکھ بھیجتا۔ وہ اس پر ایک سخت ریمارک لکھ کر حاجب کو دے دیتے۔ حاجب باہر نکل کر ملاقاتیوں کے بھرے مجمع میں اس شخص کا نام لے کر پکارتا۔ کہ وزیر صاحب نے تمہارے خط کا یہ جواب دیا ہے۔ اس طرح وہ شخص ملک کے بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں کے سامنے رسوا ہو جاتا۔ اور آئندہ کسی کی چغلی کھانے کی جرأت نہ کرتا۔ لکھتے ہیں۔ کہ اسی وجہ سے ابن فرات کے زمانے میں یہ مرض بڑی حد تک گھٹ گیا تھا۔

اگر ہم بھی اسی اصول پر عمل کریں۔ تو ممکن ہے۔ کہ ترش رو، تند خو اور خشک مزاج کہلائیں۔ مگر اس سے ایک طرف تو بہت سارے غیر ذمہ دار اور عقرب فطرت آدمیوں کی اصلاح ہو جائیگی اور دوسری طرف ہم بھی آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

غ

(غ - ا)

(ف) **غافل** (بمعنی بے خبر) ۱۲/۳

" (جو عبادت و یادِ خدا سے غافل ہو) ۲۰۵/۷

لا یبصرون بہا ۱۷۹/۷

(غ - د)

(ا) **غداری** نفاق ہے (کفار سے ساز باز کر لینا کہ جہاد ہوا تو ہم تم سے نہ لڑیں گے) ۴۷/۲۶

(غ - ر)

(ب) **غربا** (کمزور لوگ) ہی عام طور پر ایمان لاتے تھے۔ (قوم صالحؑ) ۷/۷۵

(غ - ز)

(و) **غزوہ** . . . ۳/۱۶۵-۱۶۲

(ا) - اُحد (آفات اور قتل) ۳/۱۴۴

- احزاب ۳۳/۹-۲۰

- احزاب - کفار کو اللہ نے ہٹا دیا . . . ۳۳/۲۵

(ب) - بدر میں ملائکہ کے ذریعہ مدد ۸/۹-۱۰ ۸/۱۲

میں اطمینان قلوب ۸/۱۰

میں اللہ کی مدد ۳/۱۳ ۳/۱۲۳-۱۲۷ (و انتم اذلة)

(اس میں خدا نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا) ۸/۱۲

(و) **غزوہ** - (ب) - بدر فرشتوں نے واقعی کفار کو قتل بھی کیا ۸/۱۲

تسکین کے لیے اونگھ اور غسل جنابت کے لئے بارانِ رحمت کا نزول ۸/۱۱

غنیمت پر جھگڑا ۸/۱-۶

قیدیوں کے قتل کا جھگڑا ۸/۶۷

یہ جھگڑا کہ قافلہ ملے یا جہاد کر کے مالِ غنیمت۔ بعض مسلمان قافلہ چاہتے تھے لڑنا نہ چاہتے تھے (غیر ذات الشوکة) ۸/۷-۸

بنی نضیر (یہودی قبیلہ) ۵۹/۱-۱۰

(ح) حنین - کثرت پر گھمنڈ ۹/۲۵-۲۷

قاعدین (بیٹھ رہنے والوں) جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کی مغفرت ہوگی شاذ بوجہ اضطرار ۹/۲۷

ف

(ف ۔ ا)

(ج) **فاجر** ۔ دوزخی ہیں ۸۲/۱۴

(س) **فاسق** ۳۲/۱۸ ۳۲/۲۰

کی تعریف :۔

اللہ کو بھلانے والے ۵۹/۱۹

منافق (فسق کا ایک پہلو منافقت) ۹/۶۷

عہد توڑنے والے ۷/۱۰۲ ۹/۸

سبیل اللہ سے روکنے والے ۹/۹

اقربا اور مال کی محبت کی وجہ سے جہاد کو چھوڑنا ۹/۲۴

جہاد سے کترانا ۹/۸۴

ایمان نہ لانا ۲۷/۱۲

کے لئے ہلاکت ۴۶/۳۵

کی لائی ہوئی خبر کی تحقیق لازمی ہے
یعنی اس کی شہادت قبول نہیں } ۴۹/۶

(ف ۔ ت)

(ح) **فتح** (۱) **نصرت** ۔ اللہ ہی دیتا ہے۔ ۸/۱۰ ۸/۱۷ ۹/۲۵-۲۷

(ح) فتح نصرت ۔ اللہ کے انعامات میں سے ہیں ۴۸/۱۸-۲۰

۔ اللہ کا احسان عظیم ہیں ۸/۱۷

(ب) کی پیشگوئی ۴/۱۰۲ ۶/۱۲۹ ۸/۳۶ (کفار مغلوب ہوں گے)

(ج) جسے بہت پسند کرتے ہو جہاد کے ذریعہ
ملتی ہے (یعنی گھر بیٹھے نہیں ملتی) } ۶۱/۱۰-۱۳

(ح) غلبہ حق کی علامت ہے ۹/۴۸

(خ) جو خیبر میں ملی و بیعت رضوان کا انعام تھی ۴۸/۱۸-۲۰

(ص) متعلقہ صلح حدیبیہ (فتح مبین) ۴۸/۱-۲

(غ) غلبہ حق کی علامت ہے ۹/۴۸

(ق) کا قانون :۔

نصرت کرنے سے نصرت ملتی ہے ۲۲/۴۰

فتح گھر بیٹھے نہیں ملتی ۵/۲۲

جہاد کرنے سے ملتی ہے ۶۱/۱۰-۱۳

(ک) کثرت پر منحصر نہیں ۲/۲۴۹ ۸/۹ ۸/۲۶ ۹/۲۵-۲۷

(ھ) ۔ مکہ ۴۸/۲۷

۔ مکہ کے پہلے کے مجاہدین (بالمال و بالسیف)
بعد والے مجاہدین سے افضل ہیں } ۵۷/۱۰

(ح) **فتح ونصرت** - کے بعد مفتوحین سے سلوک (چار ماہ ۹/۲-۴
کی مہلت مسلمان ہو جاؤ یا محکوم ہو کر جزیہ دو یا قتل) ۹/۲۹-۳۰
مستضعفین کو ملتی ہے ۴/۲۶

(ن) **فتنہ** - مال و اولاد ۶۴/۱۵-۱۶
- دین میں آنکھ دوڑانا ۱۵/۱۰-۱۴
- حق کی مخالفت ہے۔ ۹/۴۹

(ف - ج)

(ا) **فُجّار** - دوزخ میں ۸۲/۱۴
(س) **فجر** - کا وقت تلاوت کے لئے خاص ہے۔ ۱۷/۷۸

(ف - ح)

(ش) **فحشا** - و منکر ۱۶/۹۰

(ف - خ)

(د) **فخور** - (کی تعریف میں بخل شامل) کو خدا دوست نہیں رکھتا۔ ۵۷/۲۳-۲۴

(ف - د)

(ی) **فدیہ** - جہاد میں قیدیوں سے ۸/۶۷

(ف - ر)

(ا) **فرار الی اللہ** ۵۱/۵۰
(ش) **فرشتے** - (۱) - اللہ سے ڈرتے ہیں - وہ محض حکم کے بندے ہیں ۱۶/۴۹
- اور آدم کے متعلق ان کے مکالمہ ۲/۳۰-۳۳
- امر کی تدبیر کرنے والے ۷۹/۵
(پ) - کے پَر ۳۵/۱
- پیغام رساں ۲۲/۷۵ ۳۵/۱
(ت) - امر کی تدبیر کرنے والے ۷۹/۵
- رات دن تسبیح پڑھتے ہیں۔ ۴۱/۳۸ ۴۲/۵
- تکبر نہیں کرتے ۱۶/۴۹
- تیرنے والے ہوا میں ۷۹/۳
(ج) - تند خو جہنم پر مقرر ہیں ۶۶/۶
- گھسیٹ کر بھی اور آسانی سے بھی جان نکالنے والے ۷۹/۱-۲
(ح) - محض حکم کے بندے ہیں ۱۶/۴۹
- حکم لے کر سبقت کرنے والے ۷۹/۴
- حکم خدا صف باندھ کر سنتے ہیں ۳۷/۱-۳
(د) - رسول پر درود بھیجتے ہیں ۳۳/۵۶
- مومنوں پر " " " ۳۳/۴۳
(س) - رسول بھی کہلاتے ہیں ۷/۳۷ ۱۹/۱۹ ۳۵/۱ ۴۳/۸۰
- رسول پاک کے رفیق ہیں ۶۶/۴
- رسول پاک پر درود بھیجتے ہیں ۳۳/۵۶
(ش) - شیاطین کو جھڑکتے ہیں ۳۷/۱-۳
(ص) - صف باندھتے ہیں۔ ۳۷/۱-۳
(ع) - عباد الرحمٰن ہیں ۴۳/۱۹
- عرش کے گرد تسبیح و تحمید کرتے ہیں ۳۹/۷۵
- جو عرش کے ماحول میں رہتے ہیں - عرش کو اٹھاتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں - اور مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں ۴۰/۷-۹
(ف) - فرشتوں کے درمیان فیصلہ ۳۹/۷۵

(ق) **فرشتے** (ق) - قیامت کے دن عمل بتانے والے اور ہانکنے والے ۵۰/۲۱-۲۴

- قیامت کے دن خدا کی طرف چڑھینگے ۷۰/۴

قرآن لکھنے والے ۸۰/۱۵

(ر) - اور کفار -

کفار فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بناتے تھے۔ تو کیا فرشتوں کی پیدائش کفار نے دیکھی تھی؟ ۴۳/۱۹

کفار فرشتوں کے مونث نام رکھتے تھے۔ وہ آخرت کے منکر ہیں ۵۳/۲۷

"کرام بررۃ" (بزرگ نیکوکار فرشتے) ۸۰/۱۵-۱۶

"کراماً کاتبین" (عمل لکھنے والے) ۴۳/۸۰ ۵۰/۱۷-۱۸

(ل) - لیلۃ القدر کو نازل ہوتے ہیں ۹۷/۱-۵

(م) - موت کے ۶/۶۱ ۶/۹۳ ۷/۳۷ ۱۶/۳۲

- مومنوں پر اطمینان دلانے کیلئے اترتے ہیں (مستقیم رہنے والوں پر) ۴۱/۳۰-۳۲

- مومنوں پر درود بھیجتے ہیں ۳۳/۴۳

- زمین والوں کیلئے مغفرت مانگتے ہیں ۴۲/۵

- کے ذریعہ جہاں میں مدد خدا ۳/۱۲۴-۱۲۷

(ن) - نگہبانی کرنے والے ۶/۶۱

(ع) **فرعون** - (نوٹ نیز دیکھئے تم میں موسیٰ) ۱۰/۷۵ ۱۱/۹۶-۹۹ ۱۷/۱۰۲ ۲۳/۴۶ ۲۶/۴۲ ۵۰/۱۳ ۶۹/۹ ۷۳/۱۵-۱۶ ۸۵/۱۷-۱۹

(ا) - کا ایمان بوقت غرقابی ۱۰/۹۰-۹۱

(ع) **فرعون** - کی قوم پر آسمان و زمین نہ روتے ۴۴/۲۹

(ب) - کے بت (آلہ) ۷/۱۲۷

- کے بدن و لاش کا عبرت کیلئے محفوظ رہنا ۱۰/۹۲

- اور بنی اسرائیل -

بنی اسرائیل کے بیٹے قتل کرتا تھا اور بیٹیاں زندہ رکھتا تھا۔ ۴۰/۲۵

بنی اسرائیل کو پھاڑ کر رکھتا تھا ۲۸/۴

بنی اسرائیل کے حق میں فرعون کی حکومت عذاب مہین تھی۔ ۴۴/۳۰

بنی اسرائیل کو عطائے وراثت بعد ہلاکت فرعون ۷/۱۳۷ ۲۶/۵۷-۵۹

- کی بیوی (آسیہ) ۶۶/۱۱

(ج) - کے جادوگروں کا ایمان لانا۔ فرعون کی دھمکی اور ان کا جواب ۲۰/۷۰-۷۶

- نے جادوگروں سے جادو کا کھیل زبردستی کرایا تھا ۲۰/۷۳

(د) - کا دعوے خدائی اور عذاب ۷۹/۱۶-۲۶

(ش) - کی طرف شاہد موسیٰ ۷۳/۱۵

(ع) - پر دعوائے خدائی کی وجہ سے عذاب ۷۹/۱۶-۲۶

- کی قوم پر عذاب ۷/۱۳۰-۱۳۵ ۸ ۸

- اور اس کی آل آخری پر عذاب غرقابی ۷/۱۳۶ ۱۰/۸۸-۹۲ ۲۰/۷۸ ۲۶/۵۲-۶۸ ۴۰/۴۵-۴۶ ۵۱/۳۸-۴۰ ۴۴/۴۱-۴۲

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ئہ مطابق ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ

جلد ۱۹ نمبر ۵

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر، پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

ہمیں خوشی ہے کہ حکیم الامت علامہ اقبالؒ کا زندگی بخش پیغام آہستہ آہستہ ملک پنجاب سے نکل کر اِس برّاعظم کے مختلف گوشوں میں مقبول ہو رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے۔ اس کا تازہ ثبوت ہمیں رسالہ سوغات کلکتہ سے ملا۔

یہ رسالہ بنگال کے مسلمانوں کا سب سے پرانا رسالہ ہے۔ گزشتہ چوبیس سال سے نہایت خاموشی کے ساتھ مسلمانوں کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اور فی الحال مولوی محمد ناصرالدین صاحب کی ادارت میں ولزلی سٹریٹ کلکتہ سے شائع ہوتا ہے۔

اس میں سید عبدالمنان صاحب ایک پُرجوش بنگالی مسلمان ادیب، علامہؒ کی شہرہ آفاق مثنوی اسرارِ خودیؔ کا بنگلہ میں ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ ترجمہ بہت مقبول ہو رہا ہے۔ اڈیٹر صاحب کے خط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ترجمہ کی بدولت رسالہ کی اشاعت خاصی بڑھ گئی ہے۔

ہماری اللہ سے یہ دُعا ہے کہ ہندی مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ مثنوی اسرارِ خودی کا ترجمہ ہندی گجراتی، مرہٹی، ٹامل، ٹیلیگو اور پشتو میں کر کے مسلمانانِ ہند کو انقلاب کے لئے تیار کر سکیں۔

ہمعصر رسالہ البیان امرتسر اور طلوعِ اسلام دہلی بابت ماہ اگست ۱۹۴۱ء سے معلوم ہوا کہ حضرت سلطان العلوم شاہِ دکن نے، اپنے کسی فرمان میں حسبِ ذیل خیالات کا اظہار فرمایا:-

"مذہب اور سیاست دو جدا گانہ چیزیں ہیں۔ جن کو آپس میں ملایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ ان کی نوعیت ہی ایک دوسرے سے جداگانہ ہے۔ میرے ذاتی مذہبی عقائد کچھ بھی ہوں۔ لیکن سیاست کے معاملہ میں ایک اور مذہب کا بھی پیرو ہوں۔ اور وہ مذہب ہے ہر ایک کیلئے سلامتی۔"

چونکہ ہمارے سامنے خسرو دکن خلد اللہ تعالیٰ ملکہ وسلطانہ کے اصلی الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ہم کوئی فیصلہ کن تبصرہ نہیں کر سکتے۔ لیکن مذکورہ بالا الفاظ چونکہ روحِ اسلام و اصول اسلام کے سراسر خلاف ہیں۔ اس لئے فی الحال ہم حُسنِ ظن سے کام لے کر یہ کہتے ہیں کہ شاہِ دکن نے یہ الفاظ نہیں لکھے ہوں گے۔ کیونکہ اسلام میں مذہب اور سیاست دو جُداگانہ چیزیں نہیں ہیں۔ ان کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ دونوں باہم دِگر مخلوط ہیں۔ سیاست کی بنیادیں قرآنی اصولوں پر مبنی ہیں۔ اور ہم نے اس موضوع پر حال و قال میں اس قدر لکھ دیا ہے کہ اب مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے

جلالِ بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو   جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی   (اقبال)

اس عبارت کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نظامِ دکن سیاست میں ایک ایسے مذہب کے پیرو ہیں جو ہر ایک کے لئے سلامتی اور امن کا ضامن ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا میں ایسا سیاسی مذہب صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے   نے کوئی فغفور و خاقاں نے گدائے رہ نشیں

مسلمان وہ ہے جو خالقِ کائنات کے آئین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے۔ اور اس طرح آئینِ فطرت اور قوانینِ انسانیت دونوں کے ساتھ صُلح کر لے۔ اور جو شخص ان دونوں حقائقِ ثابتہ سے صلح کر لیتا ہے وہ دوسرے لفظوں میں ہر انسان اور ہر جماعت کے ساتھ صُلح کر لیتا ہے۔ اس کا وجود ساری دُنیا کے لئے صلح اور امن کا موجب بن جاتا ہے اسی لئے اسلام کے مفہوم میں یہ آئیڈیا بھی شامل ہے۔

اسی لئے اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل کا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے کیونکہ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی

ہمارا خیال ہے کہ حضور نظامِ دکن کی مراد بھی اسی پسندیدہ مذہب سے ہو گی جو سراپا دینِ فطرت ہے۔

ہمارے پاس عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کا سہ ماہی رسالہ موسومہ مجلہ عثمانیہ بغرضِ تبصرہ و تبادلہ آیا ہے ذیل میں اُس کے متعلق اظہارِ خیالات کیا جاتا ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی دراصل موجودہ شاہِ دکن کا سب سے بڑا علمی اور ثقافتی کارنامہ ہے۔ اور اسی لئے قوم نے اُن کو سلطان العلوم کا لقب دیا ہے۔ اور بلا شبہ وہ سلطان العلوم ہیں۔ اس یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم اردو ہے۔ ایم اے تک جملہ مضامین مثلاً فلسفہ، تاریخ، اقتصادیات، سائنس وغیرہ اُردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ اس کے لئے حیدرآباد

میں ایک مستقل ادارہ دارالترجمہ کے نام سے قائم ہے جس نے تمام متداولہ علوم کی انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ اردو زبان پر شاہ دکن کا یہ احسان اسقدر عظیم بالشان ہے کہ بلا مبالغہ حد توصیف سے باہر ہے۔ تمام مسلمانان ہند اس خدمت کو تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہم بھی ان سے متفق ہیں۔

مجلہ عثمانیہ یونیورسٹی کا آرگن ہے۔ اور نہایت اعلےٰ درجہ کے کاغذ پر بہترین کتابت وطباعت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ سالانہ چندہ چھ روپے ہے۔ یہ رسالہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ اس کے نگران اردو کے مشہور نقاد اور ادیب ڈاکٹر محی الدین صاحب قادری ہیں۔

رسالہ میں اگرچہ زیادہ تر مضامین طلبہ کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ان کا علمی اور ادبی معیار ہمیشہ بلند ہوتا ہے۔ اور جو مضامین اساتذہ کے قلم سے نکلتے ہیں وہ تو بلا شبہ نہایت اعلےٰ پایہ کے ہوتے ہیں۔ جن پر بہترین رسائل فخر کر سکتے ہیں۔ مثلاً زیر نظر شمارہ میں جو مضمون ڈاکٹر میر ولی الدین حسن صاحب نے تحریر کیا ہے وہ بہت غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔ ہم جملہ قدر دانان ادب سے سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اس رسالہ کی خریداری کر کے ارباب مجلہ عثمانیہ کی حوصلہ افزائی کریں۔

حقیقت اسلام کو جاری ہوئے دس سال ہو گئے۔ اس عرصہ میں اس پرچہ نے، اسلام اور مسلمانوں کی کس قدر خدمت کی، اس کا جواب دینا ہمارا کام نہیں، اس کا فیصلہ ناظرین ہم سے بہتر کر سکتے ہیں۔ اور انہی کا فیصلہ مستند بھی ہوگا ہم تو صرف یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم نے اس رسالہ کو کبھی جلب منفعت یا حصول شہرت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ بلکہ اپنے ذاتی خیالات کی اشاعت کے لئے بھی دوسرے وسائل استعمال کئے۔ اس رسالہ میں ہمیشہ ایسے مضامین شائع کئے جو مسلمانوں کو افراط اور تفریط دونوں سے بچا کر قرآن اور سنت رسولؐ کا متبع بنا سکیں۔ مثلاً نہ تو ہم نے دیوبندیت یا بریلویت کی حمایت کی نہ اہلحدیث سے الجھے نہ اہل قرآن سے دو دو ہاتھ کئے۔ نہ مسلمانوں کو باہمی مناقشوں میں مبتلا کیا۔

ہم نے کبھی شرک فی العبادت یا شرک فی الصفات کی حمایت نہیں کی لیکن اس کے باوجود تمام بزرگان دین کی عزت کرنا ہمارا شعار رہا ہے۔ ہم نے اگر ایک طرف مسلمانوں سے یہ کہا کہ قبروں کو سجدہ مت کرو یا صاحبان قبر کو معبود مت بناؤ تو دوسری طرف ہم نے حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ اور دوسرے بزرگان دین کی روحانی عظمت کا صدق دل سے اعتراف کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔

الغرض اتحادبین المسلمین اور اتباعِ سُنّت یہ دو پاکیزہ اصول ہروقت ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اور ہم نے اب تک جو کچھ لکھا ہے اس کی تہ میں یہی دو اصول کارفرما ہیں کہ

(۱) تمام مسلمان فقہی اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ دیں۔ اور اس وقت دشمن کے مقابلہ میں متحدہ محاذ قائم کرلیں یعنی دشمن کو وہی جواب دیں جو امیر معاویہ نے قیصرِ روم کو دیا تھا کہ اگرچہ میں حضرت علیؓ سے برسرِ پیکار ہوں لیکن اگر تو نے اُن پر حملہ کیا تو میں پہلا سپاہی ہوں گا جو علیؓ کے جھنڈے کے نیچے آکر تیرے خلاف صف آرا ہوگا۔

(۲) زندگی کے ہر شعبہ میں سرکارِ دوعالمؐ کی پیروی کریں۔ اس کے علاوہ ترقی، کامیابی اور سربلندی کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ‌ ‌ اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است ‌ ‌ (اقبالؒ)

اگر یہ دونوں مقاصد نیک اور مستحسن ہیں تو ہم تمام مسلمانوں سے اسلام کے نام پر درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ اور یہ تعاون عین منشائے ایزدی کے مطابق ہوگا۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اس جگہ اس حقیقت کا اظہار بھی لازمی ہے کہ ہم نے اس رسالہ میں کبھی "بھرتی" کے مضامین شائع نہیں کئے۔ زیادہ تر مضامین گرانقدر معاوضہ پر حاصل کئے گئے ہیں۔ اور ہمیں خوشی ہے کہ اس رسالہ کے اکثر مضامین کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور ان کو ملک کے مختلف رسائل نے شکریہ کے ساتھ اپنے صفحات کی زینت بنایا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ جنگ کی وجہ سے دوستوں نے اپنے ذاتی اخراجات میں کمی کردی ہے۔ اس کا اثر رسالہ کی اشاعت پر بھی پڑا ہے۔

بیشک کفایت شعاری ہمارا قومی شعار ہونا چاہیئے لیکن اخبارات اور رسائل ہماری قومی زندگی کا جزو ہیں۔ ان کو زندہ رکھنا ہمارا قومی فرض ہے۔ اور اس زمانہ میں تو جس قوم کا پریس مضبوط نہ ہو وہ قوم زندہ اقوام میں شمار نہیں ہوتی۔

جنگِ یورپ کی وجہ سے جو نقصان مالی اور اتلافِ جان ہو رہا ہے اس کا اندازہ ہم لوگ کیا لگا سکتے ہیں ع

رموزِ سلطنتِ خویش خسرواں دانند

ہم تو صرف اسقدر جانتے ہیں کہ اس ہولناک جنگ سے پہلے جو کاغذ ۲ روپے ریم فروخت ہوتا تھا وہ اب ۱۲ بارہ روپے کو ملتا ہے اور بڑی دشواری کے بعد۔ اندریں حالات ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حقیقت اسلام کے کارکنوں کو کس قدر

مالی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔ جبکہ رسالہ کے سالانہ چندہ میں نہ اضافہ ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

لہٰذا تعاون کی اشد ضرورت ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم اپنی طرف سے رسالہ کو زیادہ دلچسپ اور مفید بنانے کی کوشش کریں اور آپ اس کے خریداروں کی تعداد بڑھانے کی سعی فرمائیں۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ رسالہ میں

(۱) نامور صحابہؓ نامور صوفیاءؒ مثلاً حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت خالد سیف اللہؓ حضرت حسین ابن علیؓ اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ حضرت مخدوم صابر کلیریؒ حضرت محبوب الٰہی دہلویؒ حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے پاکیزہ اور سبق آموز حالاتِ زندگی شائع کئے جائیں۔

(ب) بہادرانِ اسلام مثلاً سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمد خان فاتح، سلطان محمود غزنوی، خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث اُندلسی، سلطان محمود بیگڑہ، اور سلطان ٹیپو شہید کے کارنامے بیان کئے جائیں۔

(ج) عورتوں کی ذہنی تربیت کے لئے ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا جائے۔ اور اُن کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جائے کہ جب تک وہ اسوۂ بتولؓ پر گامزن نہ ہوں گی، قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

اس ضمن میں ہم ناظرین سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی ہمیں اپنے مشورہ سے مستفید فرمائیں۔

اب اس رسالہ کے خریداروں اور قدر دانوں کا اخلاقی فرض یہ ہے کہ وہ

(۱) پیکو لمیٹڈ کے شائع کردہ قرآن مجید کی خریداری قبول کریں۔ اس قرآن مجید کی طباعت اور ظاہری خوبیوں کے متعلق کچھ لکھنا تو محض تحصیل حاصل ہے۔ ہاں ترجمہ اور حواشی کی معنوی خوبیوں کی طرف اشارہ کرنا خلافِ محل نہ ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا ہے اور ہر خیال کے مسلمانوں نے اسے پسند کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

۱۔ ترجمہ نہایت صاف سلیس آسان اور واضح ہے۔

۲۔ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ دونوں بزرگوں کے تراجم کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

۳۔ کسی فرقہ یا جماعت کی وکالت نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ خود قرآن مجید کے مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴۔ ترجمہ کے وقت سلفِ صالحین کے مسلک کی پیروی کی گئی ہے۔ ترجمہ یا تفسیر بالرائے سے بکلی اجتناب کیا گیا ہے۔

۵۔ حواشی (NOTES) عصرِ حاضر کی تحریکات کو مدِ نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ تاکہ اس دور کے مسلمانوں کی زیادہ سے زیادہ رہنمائی ہو سکے۔

مفصل معلومات کے لئے آپ براہِ راست منیجر صاحب کو لکھیں تاکہ نمونہ کے صفحات آپ کی خدمت میں روانہ کئے جا سکیں۔

(ب) ہر قسم کی اسلامی اور علمی کتب پیکو لمیٹڈ کی معرفت طلب فرمائیں۔

(ج) پیکو لمیٹڈ کے حصص کی خریداری قبول فرمائیں۔
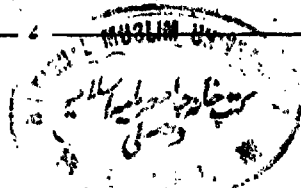
حضرت سلمان فارسی رضؓ

آپ کو نسبت علمِ باطن میں باوجود محبت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت امیر المومنین خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے۔

آپ اصل میں مجوسی تھے۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ علمار یہود و نصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں شدائد و تکالیف برداشت کیں۔ اور قریب قریب دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے۔ اور آخر کار جناب سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو ایک یہودی سے آزاد کرایا۔ جب سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں رہنے لگے۔ غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مابین مہاجرین و انصار تقسیم فرمائی تو سلمان فارسیؓ میں نزاع واقع ہوئی۔ مہاجرین کہتے تھے سلمانؓ ہمارے ساتھ ہیں۔ اور انصار کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ سَلْمَانُ مِنْ اَهْلِ الْبَیْتِ حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اصحاب صُفہ میں سے ہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہیں کہ بہشت ان کا مشتاق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو ایام خلافت میں حاکم مدائن مقرر کر دیا تھا۔ اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کر دئے تھے۔ آپ تمام روپیہ فقیروں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات کرتے تھے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹوں کے بالوں کی تھی۔ دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے تھے۔ اور وہی رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ بکری کے بالوں کی آپ رسیاں اور جھول بنایا کرتے۔ لڑائی کے موقعہ پر کسی کو رسی دیا کرتے۔ ایک دفعہ اپنے ایامِ حکومت میں آپ شہر مدائن کے بازار میں جا رہے تھے۔ اور وہاں کسی شخص کو اپنا اسباب لے جانے کو ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کملی پہنے ہوئے دیکھا۔ اور آپ پر اسباب اٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں کون ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور اس نے کہا اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا جب اس شخص کو یہ حال معلوم ہوا جس کا اسباب آپ نے اٹھایا ہوا تھا، فوراً اپنا سر قدموں پر رکھ دیا۔ اور بہت ہی معذرت کی۔ آپ نے فرمایا تو نے اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب وہاں پہنچ کر ہی واپس ہوں گا۔

جب آپ کا وقت اخیر ہوا۔ آپ بہت بیقرار ہوئے۔ اور زار زار رونے لگے۔ لوگ جو عیادت کو آئے تھے دریافت کرنے لگے کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ نہ مجھ کو موت کا خوف ہے۔ اور نہ دنیا کی خواہش۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتا ہے۔ تو دنیا جمع نہ کرنا۔ اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح کہ میں جاتا ہوں۔ اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے۔ ڈر لگتا ہے۔ کہ کہیں آپ کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں۔ اور اسباب میں آپ کے پاس فقط ایک لوٹا' ایک پالان' ایک پوستین اور ایک کمل تھا۔ آپ کی عمر بروایت ڈیڑھ سو برس کی ہوئی۔ ۳۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شب میں بکرامت مدینہ منورہ سے مدائن تشریف لے جا کر حضرت سلمان فارسی کو غسل دیا۔ اور اسی شب مدینہ منورہ واپس آ گئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ہم چار سابقین ہیں۔ میں سابقین عرب سے۔ بلالؓ حبش سے۔ صہیبؓ روم سے اور سلمانؓ فارس سے۔

نقل ہے حضرت سلمان کو ایک شخص نے گالیاں دیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گا تو جو کچھ تو کہتا ہے اس سے بھی میں بدتر ہوں۔ اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہو گا تو تیری بات سے مجھے کیا ڈر ہے۔

حضرت سلمان نے حضرت ابو داؤد کو ایک خط لکھا۔ کہ اے برادر اِتنی دُنیا مت جمع کرنا جس کا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے کہ مال دار نے اپنے مال کو خدا تعالےٰ کے فرمان کے موجب صرف کیا ہو گا تو وہ قیامت کو حاضر کیا جائے گا۔ اس کا مال سامنے ہو گا۔ جب پلصراط پر اِدھر اُدھر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا چلا کیوں نہیں جاتا تو مجھ میں سے اللہ کا حق دے چکا ہے۔ پھر ایسا مال دار آئے گا جس نے حکمِ خدا کے موافق صرف نہ کیا ہو گا۔ اس کا مال اس کے شانوں پر رکھا جائے گا۔ جب پلصراط پر جھکنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا کہ خرابی ہو تجھ کو تو نے مجھ میں سے خدا کا حق کیوں نہ دیا۔ اِسی طور پر اس کا حال رہے گا یہاں تک کہ دوہائی تہائی مچاتے گا۔

بہتوں کو جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یقیناً سرکشی اور انکار میں بڑھا دے گا پس ان لوگوں پر جو کافر ہیں افسوس نہ کیجئے (۶۸) بلاشبہ مسلمانوں یہودیوں صابیوں اور عیسائیوں میں سے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے، اور نیک عمل کرے۔ تو ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۶۹) اس میں شک نہیں کہ ہم بنی اسرائیل سے عہد لے چکے ہیں۔ اور ہم نے ان کی طرف کئی رسول بھیجے۔ جب کبھی ان کے پاس رسول ایسے احکام لے کر آئے جن کو انکے دل نہ چاہتے تھے۔ تو انہوں نے بعض کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کر ڈالتے تھے (۷۰) اور انہوں نے سمجھا کہ اسکی سزا کچھ نہ ہوگی اس لئے اندھے اور بہرے ہوگئے، پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کر لی پھر (دوبارہ) ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے، اور اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے (۷۱) اُن لوگوں نے یقیناً کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا حالانکہ مسیح نے خود کہا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو۔ جو تمہارا بھی رب ہے اور میرا بھی رب ہے۔ یقین جانو کہ جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اللہ

ہے نہ عیسائی بننے کا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ بات ایسی ہی بہت ناگوار ہے گی، اور وہ اور بھی سرکش و طاغی ہو جائیں گے۔ مگر ہونے ہی تو ہونے دیجئے۔ ان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کیجئے۔ اور یہی بات سلامتی کی نیت سے حکم ان کے کانوں تک پہنچتے رہیے۔ پھر اے پیغمبر سلام! یہ بات بھی بتا دیجئے کہ مختلف مذہب کا نام رکھ لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کامیاب و کامران وہ ہے جو اللہ کو مانے، اور روز آخرت پر ایمان رکھے اور نیک عمل کرے۔ محض اچھے اچھے نام رکھ لینا نجات کے لئے کافی نہیں۔ اے پیغمبر سلام! ہم نے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا۔ جس کی رو سے ان کا فرض تھا۔ کہ وہ ان تمام رسولوں کی تعلیمات کو قبول کرتے اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے جو ان کی طرف بھیجے جاتے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔ اور جب کبھی ہم نے کوئی رسول بھیجا تو انہوں نے اس کو جان ہی سے مار ڈالا۔ یا پھر اس کی تکذیب میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ وہ یہ سمجھتے رہے کہ یہ ہی صحیح طریق کار ہے۔ اب دنیا کو اس فعل مذموم سے اچھی طرح واقف کر دو۔ کہ وہ احکام خداوندی کی تبلیغ کرنے والوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کریں۔ ورنہ وہ بھی یہود ہی کی مانند ہوں گے۔ اے پیغمبر اسلام! ان لوگوں کے کفریہ عقیدہ کو درست کر دیجئے جو یہ کہتے ہیں۔ کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے ان کو بتائیے کہ اگر مسیح خدا ہوتا تو لوگوں کو یہ نہ کہتا کہ خدا کی عبادت کرو۔ جو تمہارا ہمارا سب کا رب ہے۔ بلکہ وہ کہتا میری عبادت کرو۔ ان لوگوں کو کہو کہ وہ خدا کو تین میں کا ایک

اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ
لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ
وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ
ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ
اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ
الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ

وقف لازم

اس پر جنت قطعی حرام کر چکا ہے اور اُس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا (۷۲) یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ ایک معبود کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے۔ تو اُن میں سے کافروں کو یقیناً دردناک عذاب ہوگا (۷۳) تو کیا وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۷۴) مریم کے بیٹے مسیح صرف اللہ کے ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اور اُن کی ماں بھی بہت راست باز تھی۔ دونوں (دوسرے آدمیوں کی طرح) کھانا کھاتے تھے، دیکھئے، کھول کھول کر ہم اُن کیلئے دلیلیں بیان کرتے ہیں پھر دیکھئے وہ کدھر اُلٹے بہکے جا رہے ہیں (۷۵) (اے پیغمبر اِن سے) کہدیجئے کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جن کے اختیار میں تمہارا نفع نقصان بالکل نہیں اللہ ہی سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے (۷۶) کہدیجئے، اے اہلِ کتاب تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ایسے لوگوں کی نفسانی خواہشوں پر چلو۔ جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں

ماننے سے باز آجائیں اور خدا سے گناہوں کی بخشش چاہیں۔ اے لوگو! مسیح ابن مریم رسولوں میں سے ایک رسول تھے خدا نہ تھے اور ان کی ماں ایک صفت شعار عورت تھی۔ اگر وہ خدا ہوتے تو تمہاری طرح دنیاوی چیزوں کے محتاج نہ ہوتے۔ مگر یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ وہ تمہاری طرح کھاتے پیتے تھے۔ تمہاری طرح رہتے سہتے تھے۔ اور تمام انسانی ضروریات سے متصف تھے۔ پھر خدا کیونکر ہو گئے۔ خدا تو صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو ان نقائص سے بالکل پاک ہو نہ کھانے کا محتاج ہو نہ پینے کا نہ ماں کی احتیاج رکھتا ہو نہ بیٹے کی۔ دیکھو یہ بالکل سیدھی سیدھی باتیں ہیں۔ پھر تم اُلٹے راستے پر کیوں جا رہے ہو؟ ارشاد ہوتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہستی ہے جو کسی کو نفع پہنچا سکے یا نقصان دے سکے۔ اور سوائے خدا کے کسی کے قبضۂ قدرت میں یہ چیز نہیں حقیقی اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ یہ بات کسی کے شایانِ شان نہیں کہ حقیقی اختیارات رکھنے والے کو چھوڑ کر مجازی اختیار والے کی عبادت کرے۔ اور اُسی کو قبلۂ حاجات تصور کرے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ غلو کی باتیں میں تم ہرگز ہرگز کسی شخصیت کی عبادت نہ کرو۔ کیونکہ کوئی تمہارے نفع و نقصان پر قادر نہیں عبادت کے

وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝۷۷ لُعِنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ
دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ
اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰
وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا
اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱
لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ
وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ
قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۸۲

اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں، اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں ﴿۷۷﴾ ع

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے راہِ کفر اختیار کی ان کو داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی

زبان سے ملعون قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ، وہ نافرمانی کرتے تھے، اور حد سے زیادہ

بڑھ چلے تھے ﴿۷۸﴾ وہ جو بُرے کام کر بیٹھتے تھے اُن سے ایک دوسرے کو نہ روکتے

تھے، واقعی ان کا یہ فعل بہت بُرا تھا ﴿۷۹﴾ ان میں سے آپ اکثر کو دیکھیں گے کہ وہ

کافروں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں یقیناً وہ چیز جو انہوں نے اپنے لئے آگے

بھیجی ہے بہت بُری ہے کہ اُن پر خدا کا غضب ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے ﴿۸۰﴾

اور اگر وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہوتے، اور نبی پر، اور جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا

اُس پر، تو وہ کافروں کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر نافرمان ہیں ﴿۸۱﴾

(اے پیغمبر!) ایمان والوں کے ساتھ عداوت رکھنے میں سب سے زیادہ آپ

یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے اور ایمان والوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں

سب سے زیادہ قریب ان کو پائیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، اسلئے کہ اُن

میں عالم اور گوشہ نشین ہیں اور اس لئے کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے ﴿۸۲﴾

لائق خدا ہی کی ذات یگانہ ہے۔ باقی باطل پرستی ہے۔ من مانی باتیں نہ کرو اور حرص و ہوا کے پیچھے نہ چلو۔ سچا علم وُہی ہے جو خدا کی مرضی کے موافق ہو فرمایا۔ اہل کتاب کو یہی مرض لاحق ہوا تھا کہ وہ حرص و ہوا کے تابع تھے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود گمراہ ہوئے۔ اور دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے۔

ف ۹۶ گذشتہ چند رکوعات میں یہود اور نصاریٰ کا مُسلمانوں کے مقابلے پر متحد ہو جانا بتایا گیا تھا۔ دونوں کے وہ عقائد باطلہ بیان کئے گئے تھے۔ جو تعلیم ربانی کے بالکل منافی ہیں۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ یہود نے صدیوں تک اپنی جبلی بُغض سرکشی اور گھمنڈ ری پر اصرار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام نے اُن پر لعنت کی۔ اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انہیں ملعون ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یہود کی گھٹی میں یہ چیز رچ گئی ہے۔ کہ وہ راہِ کفر اختیار کرنے والوں کو اپنا دوست بنائیں۔ اور اس طرح عذاب دائمی کے مستحق ہوں۔ فرماتا ہے یہود اور نصاریٰ میں سے نصاریٰ اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ نصاریٰ میں جو لوگ تارکِ دنیا، اور زاہد اور عالم ہیں۔ ان میں نخوت و کبر نہیں۔ اور جہاں نخوت و کبر نہ ہو وہاں سچائی جلد کامیاب ہو سکتی ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ
رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا
رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ
جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ
حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

ع ۱۱

اور جب وہ کلام پاک سنتے ہیں جو اللہ کے رسول پر بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہیں کہ ان سے آنسو بہہ رہے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کلام پاک پر ایمان لے آئے پس ہمیں بھی حق کی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے ﴿۸۳﴾ اور ہمارے پاس کیا عذر ہے کہ ہم اللہ اور اس صداقت پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں اور امید رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کی معیت میں داخل کریگا ﴿۸۴﴾ تو اللہ نے انکو ان کے اس کہنے کے صلے میں جنتیں عطا فرمائیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور نیک کرداروں کا یہی بدلہ ہے ﴿۸۵﴾ اور جن لوگوں نے راہ کفر اختیار کی اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں ﴿۸۶﴾ ع اے ایمان والو تم ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں اور حد سے نہ بڑھو یاد رکھو کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۸۷﴾ اور اللہ نے تمہیں جو روزی دی ہے اس میں سے حلال ستھری چیزیں کھاؤ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر تمہارا ایمان ہے ﴿۸۸﴾ تمہاری لغو قسموں پر اللہ تم سے کوئی مواخذہ نہیں کریگا لیکن جن قسموں کو تم نے پختہ کر لیا اور توڑ دیا ان پر تم سے مواخذہ کریگا سو اس قسم توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے

کو ستانے میں جب کفار قریش کی سختی حد سے گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مسلمانوں کو جو تعداد میں اسی کے قریب تھے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تو حضرت نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ جو مخالفین کی ایذا رسانی کو برداشت نہ کر سکیں وہ حبشہ کو چلے جائیں کہ وہاں کا بادشاہ نجاشی عادل ہے چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ اور ان کے شوہر عثمان بن عفان اور آنحضرت کے چچا زاد بھائی [illegible] ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی جعفر طیار بن ابی طالب کی سرکردگی میں بہت سے مسلمان [illegible] حبشہ میں جا شامل ہوئے۔ دشمن وہاں بھی پہنچے۔ اور بادشاہ حبش کے دربار میں [illegible] مسلمان مہاجروں کے خلاف [illegible] کیا لیکن عادل بادشاہ نے شورش و فساد سے خائف ہو کر مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تم [illegible] یہاں کیوں [illegible] اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ اس پر حضرت جعفر طیار بن ابی طالب نے سب کی وکالت کرتے ہوئے سورہ مریم پڑھ کر اپنے عقائد پیش کئے [illegible] سورہ مریم کی [illegible] اور پر تاثیر آیات سن کر نجاشی [illegible] حق شناس [illegible] اور بلا خوف نصرانیت کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کر لیا۔ ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ حق سن لینے کے بعد اسی طرح ایمان لے آئیں تو وہ اجر و ثواب پائیں گے مگر جو انکار کریں اور عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوں [illegible] میں ڈالا جائیگا۔

ف۹۵ گذشتہ رکوع میں یہود کے ملعون ٹھہرنے اور ان کے نافرمان ہونے کا ذکر تھا اور بتایا گیا تھا کہ اگر یہود و نصاریٰ کتاب ہی پر عمل کرتے تو [illegible] اور [illegible] مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمانو [illegible] کی نافرمانی کی وجہ سے ملعون ٹھہرے تم ان کی طرح نہ بنو۔ نیز عیسائیوں میں جو خرابیاں ہیں ان سے بھی اجتناب کرو کہ ایمان کی نعمتوں سے محروم نہ ہو جاؤ۔ فرمایا اے مسلمانو! تمہیں چاہئے کہ نہ عیسائیوں کی طرح تارک دنیا ہو کر لذائذ دنیاوی کو اپنے اوپر حرام کر لو اور نہ یہودیوں کی طرح حد سے

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ
ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ
وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ
تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾
لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا
طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ

احتیاج

از جناب ہوش بلگرامی

منعم ہو یا مفلس احتیاج سب کو ہے پھر کیا بات ہے کہ مفلس ہی محتاج کہلاتے ہیں۔ کیا منعم کو حاجتیں نہیں ہوتیں؟ اُن کو تو مفلس سے زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر زر کی وجہ سے منعم کی حاجتیں بہ آسانی بر آتی ہیں اور بے زری کی وجہ سے مفلس کے حاجات مشکل سے بھی نہیں نکلتے۔ اس پر مفلسوں کی کثرت ہے اور اہلِ زر کی قلت۔ مفلسوں کے یہاں زر کی قلت ہوتی ہے اور اہلِ زر کے یہاں کثرت۔ مفلسوں کو رفع ضرورت کے لئے بھی زر نہیں ملتا اور منعموں کو رفع ضروریات کے علاوہ رفع خواہشات کے لئے بھی زر کی کمی نہیں۔ منعموں کی حاجتیں زر داری کی وجہ سے نکلتی رہتی ہیں اور مفلسوں کی حاجتیں بے زری اور اہلِ زر کی بے توجہی سے نہیں نکلتیں۔ منعم مفلسوں کی حاجت روائی پر اپنی خواہشات کی تکمیل کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایک منعم دوسرے منعم کی توجہ سے مستغنی ہوتا ہے اور ایک مفلس دوسرے مفلس کی اعانت سے مجبور۔ مفلسوں میں اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہے۔

کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند   کس کی حاجت روا کرے کوئی

تاریخی ورق گردانی کیجئے یا صورتِ حال کا مشاہدہ کر لیجئے تو غرضمند زیادہ اور بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اہلِ زر کی خود غرضی خود ان کے لئے اِتنی مضر نہیں ہوتی جتنی نو دولتوں کی خود غرضی مفلسوں کے حق میں نقصان بخش ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک نو دولت (جو افلاس کی تلخیوں سے واقف ہے) دوسرے مفلس کی دامے، درمے، سخنے، قدمے جیسی اور جتنی اعانت ہو سکے نہ کرے اور اپنی ہی مطلب برآری میں منہمک رہے تو افلاس کی افزونی مفلسوں کو ہمیشہ کے لئے محتاج ہی بنائے رکھے گی۔ دنیا کے کام چلتے ہیں تو کسی کی دولت اور کسی کی محنت سے اور سچ پوچھو تو محنت ہی سے دولت ہے۔ مگر حالتِ زمانہ یہ ہے کہ منعم مفلسوں سے لاپرواہ رہتے ہیں اور جو مفلس محنت کر کے دولت کماتا ہے وہ اپنے کو اہلِ دولت میں شامل کر لیتا ہے۔ اور مفلسوں سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ اگر مفلس مالدار بننے پر بھی مفلسوں کو نہ پوچھے تو اہلِ زر کو حقیقی راحت نہیں مل سکتی جس کے وہ متمنی اور متوقع ہیں۔ کیونکہ روپیہ سے اگر خزانہ بھرا پڑا ہے تو وہ روپیہ انسان کو کوئی آرام نہیں پہنچا سکتا

جب تک اُس کا مصرف انسانی محنتوں مشقتوں اور انسانی ریاضتوں کی شکل میں نہ حاصل کیا جائے۔

منعم تو زرداری کے نشے میں اپنے ہی عیش و صلاحِ حال میں منہمک ہیں لیکن اگر مفلسوں پر نظر ڈالئے تو وہ بھی اپنے ہی صلاح و فلاح کی فکر میں مصروف ہیں۔ اسی نااتفاقی و خودغرضی کی بدولت افلاس و فلاکت ایک بڑی جماعت کی جماعت کا احاطہ تنزل سے آگے قدم بڑھانے نہیں دیتی۔

منفردہ کوشش فلاح نہ ایک فرد ہی کو آرام پہنچاتی ہے۔ نہ اور افراد کے ہی کچھ کام آتی ہے۔ غرض خودغرضی و نااتفاقی کی وجہ سے محتاجی ایک عالمگیر مرض بن چکا ہے۔ تو اب اس مرض کے دفعیہ کی کیا تدبیر ہے! کیا اس کو معاملہ تقدیری سمجھ کر خاموشی اختیار کی جائے؟ نہیں تقدیر کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اس میں خاموشی اختیار کرنا گناہ ہے۔ تدبیر کرنی چاہیئے پھر اس کا فائدہ خاص و عام سب کو پہنچے گا۔ اتفاق میں عوام کے ساتھ خواص شامل نہ ہوں تو کچھ زیادہ نفع کی توقع نہیں ہو سکتی۔ ایک دوسرے کی ممکنہ اعانت کی جائے تو محتاجی کی یہ حالت نہ رہے۔ خودغرضی کی جگہ ہمدردی کی حاجت ہے دوسروں کی حاجت روائی کے ضمن میں اپنی حاجت براری عمدہ بات ہے۔ اور اس طرح کی حاجتیں اچھی طرح پوری بھی ہوا کرتی ہیں لوگ اس بات کو سمجھیں کہ بنی نوع انسان کے ساتھ احسان اپنے حق میں احسان ہے۔ مگر لوگ اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اپنی ہی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اس لئے ان کو اپنی حاجت براری میں بھی دقت ہوتی ہے۔ اور دوسروں کی احتیاج بھی باقی رہتی ہے۔ کیا یہ اچھی بات نہیں ہے کہ اپنے ساتھ دوسروں کا بھی کام نکلے۔ جس طرح لوگ دوسروں کے کام پر اپنے کام کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسروں کا کام جبراً رکوا کر کام نکالتے ہیں۔ اس طرح دوسرے اس فکر و تردد میں رہیں گے کہ نکلا ہوا کام دوسرے ہی پر منتقل ہو جائے۔ اور نااتفاقی سے ہوتا بھی یہی ہے۔ اور نتیجۃً محتاجی بدستور قائم رہتی ہے۔

احتیاج باقی نہ رہنے کے لئے اتفاق کا ہونا لازمی ہے اور اتفاق کے لئے ہمدردی۔ جو لوگ آسائش و آرام میں ہیں وہ مصیبت زدہ اور غمزدوں کے حالات پر مطلق غور نہیں کرتے۔ اس سے زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ جو لوگ مصیبت کے بعد راحت پاتے ہیں وہ بھی اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو بھول جاتے ہیں۔ اور ان سے غافل رہتے ہیں۔ اس کا نام بیدردی ہے۔ یہ طے شدہ مسئلہ ہے۔ کہ دُنیا میں شادی و غم توام ہیں۔ رنج کے ساتھ مسرت ہے۔ تکلیف کے ساتھ راحت ہے عسرت کے ساتھ یُسر ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ایک کے ختم ہونے کے ساتھ ہی دوسرے کا دورہ ہو۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر خوشی کا دورہ ہے تو وہ ایک عرصہ تک رہا ہے اور اگر کوئی مصیبت کا شکار ہوا ہے تو اس کا بھی نامتناہی سلسلہ برسوں تک چلا ہے۔ بسا اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ صورتِ ثانیہ سے نجات ہی نہیں ملی اور دمِ واپسیں تک انسان اسی مصیبت میں گرفتار رہا۔ لہٰذا اگر مرفہ الحال لوگ ضرورتمندوں کی تکلیف و رنج کا احساس کریں اور وقت پر اعانت میں دریغ نہ کریں تو اگر غم سے بالکلیہ

نجات نہ ہو تو کم از کم تھوڑا بہت دکھ تو کم ہو جائے۔

احتیاج سب کو ہے اور دنیا کے کام ایک دوسرے ہی کی مدد سے چلتے ہیں۔ اگر کوئی اپنے کام ہی سے کام رکھے تو دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ اُس کو آرام پہنچائیں۔ خود غرضی کی وجہ سے زر سے کام تو نکل جاتا ہے مگر خاطر خواہ آرام خود غرض کو میسر نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے کو آرام نصیب ہونے کے لئے ہمدردی کی قطعی ضرورت ہے۔ ایک حاکم ہمدرد ہوگا تو محکوم بھی اطاعت و ہمدردی سے اُس کی خدمت کریں گے جس سے دونوں کو آرام حاصل ہوگا۔

خود غرضی ایک طرح کا ظلم بلکہ دوسروں کے حقوق کا خون ہے اور یہ ایسا عام مظلمہ ہے کہ بیشمار اشخاص رات دن لوگوں کے حقوق کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے فعل کو ظلم نہیں سمجھتے اور یہ مسلم ہے کہ ظلم نہایت ہی بُرا فعل ہے۔ منطقی صغریٰ و کبریٰ سے اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی جاسکتی ہے:۔

صغریٰ:۔ خود غرضی ایک طرح کا ظلم اور اتلافِ حقوق ہے۔

کبریٰ: ظلم اور اتلافِ حقوق نہایت عیب اور مضرت رسانی ہے۔

نتیجہ:۔ خود غرضی نہایت عیب اور مضرت رسانی ہے۔

لہٰذا جب یہ امر مسلم ہوگیا کہ خود غرضی ایسی بُری چیز ہے جس سے حقوق العباد تلف ہوتے ہیں۔ تو پھر خود غرض انسان اس گناہ سے کیونکر بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ خود غرضی کے ظلم سے لوگ کام نکال کر کس طرح خوش و خرم رہ سکیں گے۔ اسی ظلم کی وجہ سے کثیر التعداد بندگانِ خدا کی محتاجی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ چونکہ خود غرضی میں بیدردی ہوتی ہے اسلئے خود غرضوں سے کام نکالنے میں محتاج کو بڑی بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُس وقت وہ اپنے کو نہ صرف محتاج ہی سمجھتا ہے بلکہ محتاجی کی بدولت تمام عیوب سے متصف بھی ہو جاتا ہے۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

فی الحقیقت محتاجی بڑی ذلت ہے۔ احتیاج کے وقت انسان کے کمال پر تاریکی کے پردے پڑجاتے ہیں۔ وہ آفتاب ہو تو ذرہ ہو جاتا ہے۔ یہ احتیاج اُن کے لئے مخصوص ہے جو محتاج کہلاتے ہیں۔ ورنہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے احتیاج اس کے خلاف بھی اثر کرتی ہے۔ غرض محتاجی کے عجب کرشمے ہیں۔ ہاں احتیاج کے اثرات سے وہ حضرات متاثر نہیں ہوتے جو راضی برضا شاکر و صابر اور اہل اللہ کہلاتے ہیں۔

یہ لوگ اللہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ خدا ان کی حاجتوں کو بر لاتا ہے۔ سب کو دیکھو مفلس ہوں یا منعم سب فقیر و محتاج ہیں دنیا میں جس طرح منعم کم ہیں اور مفلس زیادہ اسی طرح اچھے لوگ بہت کم ہیں اور بُرے زیادہ۔ اور پھر اچھوں میں اہل اللہ

بہت کم۔ گویا شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ خُدا کی عبادت اور اُس کے واجب الاحترام احکام کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اِسی لئے وہ اپنی ضروریات سے مستغنی ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ خوب سمجھے ہوئے ہیں کہ ؎

کارساز ما بہ فکرِ کارِ ما　　فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

بعض تو اُن لوگوں سے ہے جو معاملات دنیاوی میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ جن کو دین سے زیادہ دنیا ہی کی فکر ہوتی ہے۔ اگر خود غرضی دلوں سے اُٹھ جائے۔ یا کم از کم اُس میں ایک نمایاں تخفیف ہو جائے۔ اور ہمدردی غالب آجائے تو دُنیا میں احتیاج کے معاملات میں اتنی مصیبتیں نہ اٹھانی پڑیں جتنی محتاجوں کو اٹھانی پڑتی ہیں۔ ہمدردی دلوں میں پیدا ہونے کے لئے درستیٔ اخلاق کی ضرورت ہے۔ جو شخص عقلِ سلیم رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اچھی باتیں ضرور فائدہ بخش ہوتی ہیں۔ تو فائدہ بخش امور سے اعراض کر کے مضر امور کی طرف رغبت و رجحان عالم و عقلمند آدمی کا کام نہیں ہے۔ عالم و عاقل وہ ہے جو خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچائے۔ ورنہ جاہل و نادان تو نہ خود آفت سے بچ سکتا ہے نہ دوسرے کو بچا سکتا ہے۔ اگر جاہل زردار ہو اور ایک عالم بے زر ہے تو عالم جاہل کے پاس ضرورت و احتیاج لے کر جائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ زر کی قدر و منزلت سے خوب واقف ہے۔ کیونکہ اس سے تمام دنیوی کام انجام پاتے ہیں مگر جاہل عالم کے یہاں علم کی دولت حاصل کرنے کے لئے اس وجہ سے نہیں جاتا کہ وہ اپنے جہل کے باعث علم کی فضیلت سے ناواقف ہوتا ہے پس محتاجی نوعیت اور ضرورت کے لحاظ سے تکلیف و راحت کا باعث ہوا کرتی ہے۔ اگر محتاج صابر و قانع اور خوددار ہو تو اپنی حاجت برآری میں ہرگز ذلیل و خوار نہ ہو گا۔ افسوس ہے کہ بہت سے لوگ احتیاج کے وقت خودداری سے کام نہیں لیتے مفلس ہو تو منعم کی خوشامد کرتے کرتے زبان خشک کر لیتا ہے۔ عالم ہو تو جاہل کی منت کرتے کرتے اپنے کو ذلیل و خوار بنا لیتا ہے۔ نادار استاد ہو تو شاگرد کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھتا ہے۔ مرد ہو تو احتیاج سے عورت کے آگے نامردی کا شیوہ اختیار کر لیتا ہے پھر بھی نہ تو حاجت ہی پوری ہوتی ہے اور نہ عزت باقی رہتی ہے ؎

بات بھی کھوئی التجا کر کے

محتاجو! تم اپنے کو دیکھو کہ تم میں جوہرِ کمال کیا ہے اور احتیاج کس بات کی ہے۔ اگر کمال اعلےٰ ہے اور احتیاج ادنےٰ تو ادنےٰ احتیاج کے لئے اپنے جوہرِ کمال کو معرضِ مذلت میں نہ ڈالو۔ اپنے گوہرِ کمال کو کوڑیوں کے مول نہ بیچو۔ کامل ہو کر ناقص کے آگے ذلیل و خوار نہ ہو۔ اپنے کمال کی کساد بازاری نہ کرو اس وجہ سے کہ یہ جوہر بہت گراں بہا ہے۔ اور عقیل و فہیم لوگ اس کو ہمیشہ مہنگے داموں خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ کمال کی بدولت تم اس قابل ہو کہ عقلِ سلیم تمہاری عزت کرتی ہے۔ اس لئے جاہلوں کی نظروں میں اپنے آپ کو ذلیل اور اپنی وقعت کو کم نہ کرو۔ تمہاری خواہشیں پوری نہ ہوں نہ سہی

تم اپنی علم وکمال کی عزت کے پورے طور سے محافظ رہو۔ تمہاری ضروریات وہی پوری کرنے والا ہے جس نے تمہیں اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ عزت کا بے بہا موتی دے کر ذلت کا ٹھیکرا نہ لو۔ تم اہل جوہر و اہل کمال ہو اس لئے تمہارے لئے بھیک باعث ذلت و ہتک ہے۔

منعمو! تم دولت مند ہو۔ خدا نے تم کو ایک بڑی نعمت دی ہے جو تمہیں مبارک ہے۔ مگر خدا کی دی ہوئی نعمت کے شکریہ میں تم کو چاہیئے کہ خدا کے بندوں کو اپنی طرح آسائش و آرام سے محروم نہ رکھو۔ اور خدا کے احکام پر عمل کرو۔ اگر تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اس طرح کے سلوک سے ہم بھی محتاج ہو جائیں گے تو خدا کے احکام پر عمل کرنے کے لئے یہ تمہارا ایک حیلہ ہوگا جس کے جواب دہ تم خود ہوگے۔

کس نشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل، موت وحیات اور سب حالات میں آپ کی امت کیلئے بیشمار سبق موجود ہیں۔ آپ کے حالاتِ زندگی کا ہر ایک واقعہ ناظرین کے لئے عبرت اور سمجھنے والوں کے لئے موجب بصیرت ہے۔ چنانچہ ذیل کے مضمون میں بھی غور کرنے والوں کے لئے کئی ایک ضروری مسائل کا حل موجود ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی کا وقت قریب آیا تو ہم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ہماری طرف دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور فرمایا۔ خوب ہوا کہ تم آئے۔ خدا تمہیں زندہ رکھے، تمہاری دستگیری کرے، اور تمہاری مدد کرے۔ مَیں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک صاف طور پر ڈرانے والا ہوں۔ اور تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالےٰ کے مُلک اور اس کے بندوں میں فساد نہ پھیلانا۔ اب میرا وقت آگیا ہے مجھے اب خُدا کی طرف جانا ہے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت ماویٰ کی سیر کرنی ہے۔ پس میری طرف سے تم پر اور اُن لوگوں پر جو میرے بعد تمہارے دین میں داخل ہوں سلام اور خدا کی رحمت ہو۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے بعد دیگرے نبی آتے رہے جو پہلے نبیوں کی اُمتوں کے نگران حال رہتے اور ان کو راہِ ہدایت دکھایا کرتے تھے۔ اب جبکہ انبیاء کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ میرے بعد میری امت کا کون ضامن ہوگا؟ اللہ تعالےٰ نے کہلا بھیجا کہ میرے حبیبؐ کو مژدہ سُنا دے کہ مَیں آپؐ کی خاطر آپؐ کی امت کو رسوا نہ کروں گا اور یہ بھی بشارت دی کہ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے آپؐ کو اٹھایا جائے گا۔ محشر کے دن جب لوگ جمع ہوں گے تو آپؐ ہی اُن کے سردار ہوں گے اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہوگی دوسری امتوں کا جنت میں داخل ہونا حرام ہے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔ اب کچھ فکر نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حالتِ مرض میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات کنوؤں سے سات مشکیں پانی کی منگوا کر ہمیں نہلائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپؐ کو آرام معلوم ہوا تو آپؐ نے مسجد نبویؐ میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور جو لوگ جنگِ اُحد میں شریک تھے اُن کے حق میں دُعائے مغفرت فرمائی اور انصار کے باب میں مہاجرین کو وصیت کی اور فرمایا۔ کہ اے گروہ مہاجرین! تم تو بڑھتے جاتے ہو۔ اور انصار تعداد کی رو سے اِس حالت سے ترقی نہ کریں گے۔ جس پر کہ وہ آج ہیں۔ یاد رکھو کہ انصار میری پشت پناہ ہیں جن کے پاس میں نے پناہ لی۔ پس اپنے محسن کی تعظیم کرنا۔ اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا۔ پھر فرمایا۔ کہ ایک بندے کو دنیا یا آخرت کے اختیار کرنے میں مختار کیا گیا ہے۔ مگر اُس نے آخرت کو پسند کیا ہے۔ یہ سُن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ رونے لگے۔ اور سمجھ گئے کہ آپؐ اپنا ہی حال ارشاد فرما رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے ابوبکرؓ! استقلال کر۔ گھبرا نہیں۔ نیز فرمایا کہ ابوبکرؓ کے دروازے کے سوا مسجد کے اندر کے دوسرے دروازوں کو بند کر دینا۔ کہ میرے نزدیک ابوبکرؓ کی صحبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں۔ پس حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ہی گھر میں میری ہی باری میں اور میری ہی گود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک نے اعلیٰ علیین کو پرواز فرمایا۔ اور وفات کے وقت اللہ تعالےٰ نے میرے اور آپؐ کے لعاب کو جمع کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ اس وقت میرے پاس میرا بھائی عبدالرحمٰنؓ ایک مسواک ہاتھ میں لئے آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مسواک کی طرف دیکھنے لگے۔ میں سمجھ گئی۔ کہ آپؐ مسواک لینا چاہتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا مسواک لے دوں؟ آپؐ نے سر سے اشارہ کیا۔ کہ ہاں۔ میں نے مسواک لے کر دی۔ آپؐ نے مُنہ میں داخل کی۔ وہ سخت تھی۔ میں نے عرض کیا۔ کیا نرم کر دوں؟ آپؐ نے اشارہ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے نرم کر دی۔ آپؐ کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔ آپؐ اپنا ہاتھ اُس میں ڈالتے اور فرماتے تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ تحقیق موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اُوپر اٹھا کر فرمایا۔ اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ بخدا اب آپؐ ہمیں پسند نہیں کرتے۔

حضرت سعید بن عبداللہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت روز بروز بدلتی جاتی ہے تو وہ تمام مسجد میں جمع ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور انصار کے اجتماع و اضطراب کی خبر دی۔ پھر حضرت فضلؓ آپؐ کے پاس پہنچے اور وہی حال ذکر کیا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا۔ کہ پکڑو۔ اُنہوں نے ہاتھ تھام کر اٹھایا تو آپؐ نے دریافت فرمایا۔ کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ کہ ہم آپؐ کے فوت ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ آپؐ کے پاس مردوں کے اکٹھا ہو جانے

سے عورتیں چیخنے لگیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حضرت علیؓ اور فضلؓ کا سہارا لے کر باہر تشریف لائے۔ حضرت عباسؓ آگے آگے تھے، آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا ہوا تھا۔ اور قدم شریف گھسیٹ کر رکھتے تھے۔ آپؐ اسی حالت میں مسجد میں پہنچے اور منبر کے پہلے زینہ پر بیٹھ گئے۔ سب لوگ آپؐ کی طرف متوجہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور فرمایا کہ اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو۔ گویا کہ میرا مرنا تمہیں ایک اوبھا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میں نے تمہیں اپنی موت کی خبر نہیں دی۔ کیا کوئی نبی اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے کہ میں رہوں گا۔ اب میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں۔ اور تم بھی اپنے وقت پر اُس سے ملنے والے ہو۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ مہاجرین اولین کے ساتھ بہتر اور نیک برتاؤ کرنا۔ اور مہاجرین کو چاہیئے کہ وہ بھی آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہیں کیونکہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ؎ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے اور جو ایک دوسرے کو دینِ حق کی پیروی اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تاکید کرتے رہے

یاد رکھو کہ سب کام اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادے سے ہوتے ہیں۔ جو کام دیر سے ہونے والا ہے اس کے واسطے جلدی نہ کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی کی جلد بازی اور زود طلبی سے جلدی نہیں کیا کرتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ارادے پر غالب آنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے مغلوب کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہے وہ خود دھوکا کھاتا اور مصیبت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ کیا تم زمین میں فساد پھیلانا اور آپس کے تعلقات کو منقطع کرنا چاہتے ہو؟ اے گروہ مہاجرین! میں تمہیں انصار کے واسطے وصیت کرتا ہوں۔ کہ اُن کے ساتھ نیکی کرنا۔ اس لئے کہ انہوں نے تمہیں رہنے کے لئے مکان دئے۔ تم سے پہلے ایمان لائے۔ تم اُن کے ساتھ احسان کرنا۔ کیا انہوں نے تمہیں رہائش میں مدد نہیں دی؟ کیا انہوں نے خود بھوکے رہ کر تمہیں کھانا نہیں کھلایا؟ اور تمہیں اپنی جانوں پر ترجیح نہیں دی؟ یاد رکھو کہ اگر تم میں سے کسی کو دو فریقوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے حکم و ثالث بنا دیا جائے۔ تو اُسے چاہیئے کہ اپنے محسن یعنی انصار کا عذر قبول کرے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بُرائی کرے تو اُسے درگزر کرے۔ آگاہ رہو۔ کہ میں تمہارے آگے جاتا ہوں اور تم میرے پیچھے آنے والے ہو۔ تم مجھے حوض پر پاؤ گے۔ میرے حوض کی وسعت ملکِ شام و یمن سے زیادہ ہے۔ اس میں کوثر کا پرنالہ گرتا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو اس سے ایک دفعہ پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس کے کنکر موتی ہیں اور اس کے سنگریزے کستوری کے ہیں۔ جو کوئی قیامت کے روز اس سے محروم رہا وہ تمام خیر و برکات سے محروم رہے گا۔ یاد رکھو کہ جو کوئی قیامت کے روز حوض پر میرے ساتھ وارد ہونا چاہے اسے چاہیئے کہ

ناجائز کاموں سے اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے۔ اُن سے وہی کام لے جو کرنے کے لائق ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے واسطے بھی نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ قریش کو بھی میں یہی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں کی ہے۔ لوگ قریش کے تابع ہوں گے۔ نیک اُن کے نیک کا تابع ہوگا اور بد اُن کے بد کا۔ پس اے قریش والو! لوگوں کو خیر کی وصیت کرتے رہنا۔ اے لوگو! اُن نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں۔ جب لوگ نیکو کار ہوتے ہیں تو ان کے امام پیشوا اور حاکم بھی نیک ہوتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ نیکی کریں گے۔ جب لوگ بدکار ہوں گے تو حاکم بھی اُن پر رحم نہ کریں گے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ! کچھ پوچھ لے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہؐ! کیا موت قریب آگئی ہے! آپؐ نے فرمایا۔ ہاں قریب آگئی۔ انہوں نے کہا۔ کہ اے نبی اللہ! خدا تعالےٰ کے پاس کی چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔ کاش مَیں جانتا کہ میری بازگشت کس طرف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسلی رکھو۔ تمہاری بازگشت بھی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف ہے۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماویٰ اور فردوسِ اعلےٰ کی طرف۔ پھر رفیقِ اعلےٰ کی طرف اور مبارک زندگی اور سرورِ دائمی کی طرف۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپؐ کو غسل کون دے! فرمایا اہلِ بیت کے مرد، جو سب سے قریب تر ہوں۔ پھر پوچھا۔ آپ کو کیسے کپڑوں کا کفن دیں؛ فرمایا کہ میرے انہی کپڑوں میں اور یمنی جوڑے اور مصری سفید چادر میں کفن دینا۔ پھر پوچھا۔ کہ ہم آپ پر نماز جنازہ کس طرح پڑھیں! یہ بات کہہ کر حضرت ابوبکرؓ اور ہم سب رو پڑے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ اللہ تعالےٰ تمہیں مغفرت کرے۔ تمہارے نبی کی طرف سے تمہیں جزائے خیر دے۔ جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میرے اسی گھر میں میری چارپائی کے اوپر ہی میری قبر کے کنارے رکھ دینا۔ اور ایک ساعت وہاں سے نکل جانا۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ مجھ پر نماز پڑھے گا۔ پھر فرشتوں کو مجھ پر نماز پڑھنے کا حکم دے گا۔ پس سب فرشتوں سے پہلے حضرت جبریلؑ مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ پھر میکائیلؑ، پھر اسرافیلؑ، پھر عزرائیلؑ بہت سے لشکروں کے ساتھ مجھ پر نماز پڑھیں گے اسی طرح تمام فرشتے مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد تم گروہ گروہ ہو کر آنا اور مجھ پر نماز پڑھنا۔ اور رونے چلانے سے مجھے تکلیف نہ دینا۔ نماز میں ایک امام کو آگے کھڑا کرنا۔ سب سے پہلے میرے اہل بیت جو قریب تر ہوں وہ نماز پڑھیں۔ اُن کے بعد وہ جو اُن سے دور ہوں۔ اسی طرح پھر عورتوں کی جماعتیں اور پھر لڑکوں کے گروہ مجھ پر نماز پڑھیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا کہ قبر کے اندر کون اُترے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اہل بیت کے کچھ لوگ جو میرے نہایت

تو بھی ہوں۔ اُن کے ساتھ فرشتوں کی جماعت بھی ہوگی جن کو تم نہیں دیکھو گے۔ مگر وہ تمہیں دیکھیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اب میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگوں کو دین کا حال بتاؤ۔

عبداللہ بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ شروع ربیع الاوّل میں حضرت بلالؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز کے لئے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھا دے۔ مَیں باہر نکلا تو دروازے کے سامنے حضرت عمرؓ کو چند لوگوں کے ہمراہ دیکھا۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ نہ تھے۔ مَیں نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ کہ آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھا دیں۔ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر نماز کے لئے اللہ اکبر کہا۔ چونکہ آپ کی آواز بلند تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز سنی تو فرمایا کہ ابوبکرؓ کہاں ہیں۔ عمرؓ کے آگے ہونے کو نہ خدا مانے گا نہ مسلمان۔ اس جملے کو تین بار فرما کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! ابوبکرؓ نرم دل ہیں جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ اُن پر غالب ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ والی ہو۔ ابوبکرؓ ہی سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ عبداللہؓ راوی کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نماز پڑھائی۔ پس حضرت عمرؓ مجھ سے کہا کرتے۔ اے ربیعہ کے بیٹے! تو نے یہ کیا کیا۔ اگر مجھ کو یہ گمان ہوتا کہ آنحضرتؐ نے تجھے ارشاد فرمایا ہوگا۔ تو مَیں صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ مَیں جواب میں کہا کرتا کہ مجھے اس مجمع میں آپ سے بہتر اور کوئی امامت کے لئے نظر نہ آیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ مَیں نے جو حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے عذر کیا تھا۔ تو اس کی یہ وجہ تھی۔ کہ وہ دُنیا کی طرف راغب نہ تھے۔ علاوہ اس کے خلافت میں اندیشہ اور خطرہ بھی بہت ہے مگر جس کو خدا بچائے۔ اور یہ بھی خوف تھا۔ کہ لوگ ہرگز بھی پسند نہ کریں گے۔ کہ آپؐ کی زندگی ہی میں کوئی آپؐ کی جگہ نماز پڑھائے۔ نیز مجھے یہ بھی خوف ہُوا کہ حضرت ابوبکرؓ کے نماز پڑھانے سے لوگ اُن سے حسد کریں گے اور اُن سے سرکش ہو جائیں گے۔ اور ان کو فالِ بد سے تعبیر کریں گے۔ مگر ہوتا وہی ہے جو خدا چاہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر ایک خوفِ دنیا اور دین سے محفوظ رکھا۔ اور جس چیز سے مَیں ڈرا کرتی تھی۔ اُس سے صاف بچا لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب وہ دن آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو اُس دن آپؐ کو مرض سے افاقہ ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر مرد خوش ہوئے اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آپؐ کے پاس صرف عورتیں رہ گئیں۔ ہم اُس روز ایسے خوش ہوئے کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا کہ تم باہر جاؤ۔ کہ یہ فرشتہ میرے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ میرے سوا تمام عورتیں باہر چلی گئیں۔ آپؐ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ فرشتے کو ملنے کے واسطے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے

اور میں گھر کے ایک کونے میں جدا ہو بیٹھی ۔ وہ بہت دیر تک باتیں کرتا رہا۔ جب چلا گیا تو آپؐ نے مجھ کو بلایا اور پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ اور عورتوں کو بلوایا۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہؐ! یہ جبریلؑ کی آواز نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ یہ ملک الموت تھا۔ اس نے مجھے آکر کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ اور حکم دیا تھا کہ میں بغیر اجازت کے آپؐ کے ہاں داخل نہ ہوں ۔ اگر آپ مجھے اجازت نہ دیتے تو میں لوٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں آپؐ کی اجازت کے بغیر آپ کا روح قبض نہ کروں۔ اب آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ۔ کہ جبریلؑ آجاتے کہ اب اس کے آنے کا وقت ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس بات کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ ہم سب ڈر گئیں۔ اور اہل بیت میں سے مارے ہیبت کے کوئی کلام نہ کرسکتا تھا۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ میں نے اُس کی آواز پہچان لی۔ اُس کے آنے پر گھر کے سب آدمی باہر نکل گئے وہ داخل ہوئے۔ اور کہا۔ کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ آپؐ کو سلام دیتا اور فرماتا ہے۔ کہ آپ اپنے تئیں کیسے پاتے ہو۔ اگرچہ وہ آپؐ کا حال آپؐ سے زیادہ جانتا ہے۔ مگر آپ کی عزت، شرافت اور کرامت بڑھانے اور خلق پر آپ کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے ایسا فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے آپ کو دردمند پاتا ہوں۔ حضرت جبریل نے کہا۔ کہ آپ کو مژدہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اُس مقامِ اعلےٰ پر پہنچانا چاہتا ہے۔ جو آپ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جبریل! ملک الموت میرے پاس آیا تھا۔ اور یہ باتیں کہتا تھا۔ آپؐ نے اُس کو سارا ماجرہ سُنا کر دریافت کیا کہ میں اُسے کیا جواب دوں ۔ جبریلؑ نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا رب آپؐ کا مشتاق ہے۔ اور جو کچھ آپؐ سے کیا چاہتا ہے وہ میں بتا ہی چکا ہوں۔ بخدا ملک الموت نے آج تک نہ کسی سے اجازت مانگی اور نہ اس کے بعد کسی سے مانگے گا۔ آپؐ سے اجازت مانگنا آپؐ کی عزت و توقیر جتلانے کے لئے ہے۔ آپ کا رب آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ پس جب ملک الموت آئے تو جانے سے انکار نہ کرنا۔ اور عورتوں کو خبر کر دیں۔ چنانچہ آپؐ نے عورتوں کو اندر بلا لیا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ کہ میرے پاس آ۔ وہ آپؐ کے اوپر جھک گئیں۔ آپؐ نے کچھ اُن کے کان میں کہا۔ جب اس نے سر اٹھایا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ اور بولنے کی طاقت نہ تھی۔ پھر آپؐ نے اُسے کہا۔ کہ میرے نزدیک آجاؤ۔ اُس نے جا کر آپؐ کے منہ سے کان لگایا۔ آپؐ نے اس کے کان میں کچھ کہا تو اُس نے ہنستے ہوئے سر اٹھایا۔ چونکہ وہ کچھ بولتی نہ تھیں ہم اس معاملے سے حیران ہوئے اور حضرت فاطمہ سے ماجرا پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا۔ کہ میں آج وفات پانے والا ہوں اس واسطے میں رو پڑی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے خدا سے دعا مانگی ہے۔ کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تجھ کو

مجھے ملا دے۔ اور میرے ساتھ رکھے۔ اس لئے میں ہنس پڑی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا۔ آپؐ نے دونوں کو پیار کیا۔ پھر ملک الموت آیا۔ سلام کیا اور اجازت چاہی۔ آپؐ نے اس کو اجازت دی۔ اُس نے کہا یا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ مجھے میرے رب سے ابھی ملا دو۔ ملک الموت نے کہا۔ ابھی نہیں۔ البتہ آج ہی میں آپ کو اللہ تعالےٰ کے پاس لے چلوں گا۔ اور کہا۔ کہ آپ کا رب آپؐ کا مشتاق ہے۔ اور اُسے آپ جیسی الفت اور محبت کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ میں آپؐ کے سوا کسی شخص پر اس کی اجازت سے داخل نہیں ہوا۔ آپؐ کے چلنے کا وقت ابھی کچھ باقی ہے۔ یہ کہہ کر ملک الموت چلا گیا۔ اور جبریل علیہ السلام آئے۔ آکر السلام علیک کہا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہؐ! یہ میرا زمین پر آخری دفعہ اُترنا ہے۔ پھر کبھی نہیں اُتروں گا۔ اب وحی بند ہوگئی ہے اور مجھے دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آپؐ ہی کے واسطے میرا آنا ہوا کرتا تھا۔ اب میں اپنی جگہ پر لازم و قائم رہوں گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ بخدا گھر میں کسی کو ایک لفظ بولنے کی تاب نہ تھی۔ میں نے اٹھ کر آپؐ کے سر مبارک کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ اور آپؐ کے سینہ مبارک کو تھام لیا۔ آپ کو بے ہوشی شروع ہوئی۔ اور آپؐ کی پیشانی سے اس قدر پسینہ بہنا شروع ہوا۔ کہ میں نے کسی انسان سے اتنا پسینہ بہتے نہیں دیکھا۔ اس کی ایسی خوشبو تھی کہ اس سے اچھی خوشبو میں نے کسی چیز میں نہیں پائی۔ میں اُس کو پونچھتی جاتی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت ہوش میں آتے۔ تو عرض کرتی۔ کہ میرے ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہوں۔ آپؐ کی پیشانی پر اتنا پسینہ کیوں آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے۔ اور کافر کی جان باچھوں کی راہ سے گدھے کی جان کی طرح نکلتی ہے۔ پس اس وقت ہم ڈر گئیں۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو بُلا بھیجا۔ سب سے پہلے میرا بھائی آیا۔ اس کو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا۔ مگر اس کے آنے سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے خلد بریں ہو چکے تھے۔ گویا خدا نے انہیں روک رکھا تھا۔ اور جبریل و میکائیل علیہم السلام کو آپ کا متولی خدمت بنا رکھا تھا۔ جب بیہوشی طاری ہونے لگتی تو آپؐ فرماتے تھے الرّفیق الاعلیٰ۔ الرّفیق الاعلیٰ اور جب زبان کھلتی تو فرماتے الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ۔ جب تک نماز پر قائم رہوگے تم مستحکم و مضبوط رہوگے۔ پس نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے۔

حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال دوشنبہ کے روز دوپہر اور چاشت کے درمیان ہوا۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا۔ کہ دوشنبہ مجھ پر مبارک نہیں۔ بخدا امت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کرے گی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ دوشنبہ میرے لئے خیر نہیں۔ اسی روز آنحضرتؐ

نے وفات پائی۔ اُسی روز میرے شوہر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ شہید ہوئے۔ اور اسی روز میرے باپ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ شہید ہوئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا قول ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلد بریں کو تشریف فرما ہوئے۔ تو لوگ جمع ہو گئے اور آواز گریہ بلند ہوئی۔ فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے کپڑوں میں ڈھانپ دیا۔ اب لوگ مختلف حال پر ہو گئے۔ بعض تو کہتے تھے۔ کہ آپ فوت نہیں ہوئے۔ بعض پر سکتہ طاری ہو گیا اور بعض کہتے تھے کہ آپؐ نے موت کا مزہ چکھ لیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ تو موت کی تکذیب کرتے تھے۔ اور نہیں مانتے تھے کہ آپؐ فوت ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ خاموش تھے۔ حضرت علیؓ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بنی حرث بن خزاج میں بیٹھے تھے کہ آپ کو یہ خبر پہنچی۔ آپ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ سرنگوں ہو کر بوسہ دیا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اللہ تعالےٰ آپؐ کو دوبارہ موت کا ذائقہ نہیں چکھائے گا۔ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں۔ پھر لوگوں کی طرف گئے اور کہا کہ اے لوگو! تم میں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اُسے معلوم ہو کہ آپؐ فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا تو واضح رہے۔ کہ آپ کا رب زندہ ہے۔ وہ نہیں مرتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ	اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا شہید کر دئے جائیں۔ تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

یعنی رسول کوئی خدا نہیں کہ ہمیشہ زندہ رہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ آیت یاد نہ تھی۔ چنانچہ ایسا معلوم ہوتا کہ یہ آیت اسی روز سُنی ہے۔ ایک اور روایت ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں درود شریف پڑھتے ہوئے داخل ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے ہڑکی کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ مگر باوجود اس کے ہوش و حواس قائم تھے۔ آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جُھک پڑے۔ آپؐ کا روئے مبارک کھول کر پیشانی اور رخساروں پر بوسہ دیا۔ اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا۔ روتے جاتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ میرے ماں باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہوں۔ آپؐ زندہ بھی اچھے رہے اور مر کر بھی اچھے۔ آپؐ کی موت سے وہ بات ختم ہو گئی جو اور کسی نبی کی موت سے نہ

ہوئی تھی یعنی نبوت اور وحی۔ آپؐ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے۔ اگر آپؐ کی موت آپؐ کے اختیار سے نہ ہوتی تو آپؐ کے غم میں ہم اپنی جانیں فدا کرتے۔ اور اگر آپؐ رونے سے منع نہ فرما دیتے تو آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے مگر وہ بات جو آپؐ ہم سے دُور نہیں کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے۔ الٰہی! تو یہ باتیں اپنے حبیب کو ہماری طرف سے پہنچا دے۔ اور اے محمد صلی اللہ علیک! آپ ہم کو اپنے رب کے پاس یاد رکھیں اور گوشۂ خاطر میں جگہ دیں۔ آپؐ اپنے پیچھے اگر وقار نہ چھوڑ جاتے تو کسی کی کیا مجال تھی کہ آپؐ کے بعد کی مشقت کا تحمل ہوتا۔ الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہنچا دے۔ اور ہمارے درمیان میں اس کی نگہبانی فرما۔

حضرت قعقاع بن عمرو نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبے کے واقعات پورے لکھے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں میں خطبہ پڑھنے کو اٹھے۔ اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ روتے ہی رہے۔ آپ نے پہلے خداوند تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد برحق ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا کفار کی جماعتوں کو شکست دی۔ خدائے تعالےٰ یکتا کا شکر ہے۔ اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور رسول اور نبیوں کے تمام کرنے والے ہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ قرآن کریم ایسی ہی کتاب ہے جیسے بیان فرمائی۔ اور قول وہی ہے جو آپؐ نے فرمایا۔ اور اللہ تعالےٰ حق ہے کھلا ہوا۔ الٰہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نبی اور حبیب اور امین اور چُنے ہوئے اور بہترین بندے اور رسول پر اپنی تمام مخلوق سے بڑھ کر رحمت فرما۔ الٰہی! اپنی رحمتیں، عفو، مہر اور برکتیں سید المرسلین، خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص کر دے۔ جو خیر کی طرف بُلانے والے، خیر کے پیشوا اور رسولِ رحمت ہیں۔ الٰہی! تو اُن کا قرب زیادہ فرما۔ اُن کی دلیل کو مضبوط کر اور ان کا مقام اچھا کر اور آپؐ کو ایسے مقامِ محمود میں اٹھا کہ سب اگلے پچھلے آپؐ پر رشک کریں۔ نیز آپؐ کے مقامِ محمود پر ہونے سے ہم کو قیامت کے دن نفع پہنچا۔ اور آخرت میں اُن کے عوض تو ہمارے درمیان رہ۔ اور آپؐ کو جنت میں درجہ اور وسیلے پر پہنچا دے۔ الٰہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی۔ تو ہی اچھے کام کرنے والا اور بزرگی والا ہے۔ بعد اس کے فرمایا کہ اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو انہوں نے تو وفات پائی۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالےٰ زندہ ہے نہیں مرے گا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے باب میں پہلے ہی فرما دیا تھا پس آپؐ کو بے صبری سے نہ پکارو۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمہارے پاس کی چیز کے پسند اور اپنا ثواب عنایت فرمانے کے لئے آپؐ کو اٹھالیا۔ اور تم میں اپنی کتاب اور اپنے نبیؐ

کی سُنت پیچھے چھوڑی پس جو شخص ان دونوں پر تمسک کرے گا وہ عارف ہوگا۔ اور جو کوئی ان دونوں میں فرق کرے گا وہ اس آیت کا منکر ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ — اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔

اور چاہیئے کہ شیطان تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے پر تمہیں غفلت میں نہ ڈال دے۔ اور دین میں تمہارے اوپر کوئی بلا نہ ڈالے۔ نیکی کے کاموں میں جلدی کرو۔ کہ ایسا کرنے سے شیطان کو تھکا مارو گے۔ اور اس کو مہلت نہ دُو کہ وہ تم سے مل جائے گا۔ اور تم کو فتنہ میں ڈال دے گا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اپنے خطبے سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے کہا کہ مَیں نے سُنا ہے۔ کہ تم کہتے ہو۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مرے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلاں فلاں روز بیان فرمایا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ

حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ مصیبت کے باعث مجھے کوئی بات یاد نہ رہی تھی۔ اب گویا ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مضمون کتاب اللہ میں آج کے سوا پہلے کبھی سُنا ہی نہ تھا۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید جیسا نازل ہوا ویسا ہی حق ہے۔ اور حدیث ایسی ہی ہے جیسے بیان فرمائی اور واقعی اللہ تعالےٰ زندہ ہے۔ کہ کبھی نہیں مرے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اللہ تعالےٰ کی صلوٰۃ اس کے رسولؐ پر نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم اللہ تعالےٰ سے چاہتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ غسل کے وقت ہم نے آپؐ کی قمیص کو اتارنا چاہا۔ ہمیں آواز آئی۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا نہ اتارو۔ ہم نے ویسے ہی رہنے دیا۔ اور کرتہ پہنے ہوئے ہی نہلا دیا۔ نہلاتے وقت ہم اگر آپؐ کے کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے۔ تو ہم کو ذرا بھی دقت نہ ہوتی کہ وہ عضو بدل جاتا تھا۔ ہم کو گھر میں ہوا کی سنسناہٹ سی سُنائی دیتی تھی۔ اور آواز آتی تھی کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نرمی کے ساتھ ہاتھ لگاؤ کہ تمہیں کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

حضرت ابوجعفر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ لحد میں آپؐ کا بستر اور چادر بچھائی گئی۔ اُس کے اُوپر آپؐ کے کپڑے ڈالے گئے۔ جو آپؐ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ پھر اُن کے اُوپر آپؐ کو مع کفن رکھا گیا۔ آپؐ نے اپنی وفات کے بعد کوئی مال نہیں چھوڑا۔ نہ زندگی میں مکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ رکھی۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے حالات عبرتِ کامل سے پُر ہیں۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے بیشمار نصیحتیں اور قابلِ غور سبق موجود ہے۔

محمد احسان عفی عنہٗ

مذہبی تاریخی و ادبی کُتب

آئینۂ تلبیس مؤلفہ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔ یہ کتاب عہدِ حاضر کی ایک بہترین اور معرکۃ الآراء تصنیف ہے جس میں قابل مؤلف نے سو سے زیادہ مشہور دجالوں کے صحیح اور مستند حالاتِ زندگی انگریزی عربی اور فارسی تواریخ میں سے انتخاب کر کے درج کیے ہیں۔ جو بے حد دلچسپ ہیں مسلمانوں کیلئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے عـ۸ـر

عقائدِ اسلام۔ اسلام میں جو عقائد کو اہمیت حاصل ہے وہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویؐ کے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ اعمال اسی وقت صالح کہلا سکتے ہیں جبکہ عمل کرنے والے کے عقائد درست ہوں۔ اس کتاب میں مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مصنف تفسیرِ حقانی نے عقائدِ اسلامیہ کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں بہترین طریق پر بیان کیا ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت بے جلد عـہ مجلد عـ۸ـر

رحمۃ للعالمین مصنفہ قاضی سلیمان صاحب سلمان مرحوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانحِ حیات پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں لکھی گئی اس کتاب کو ہندوستان اور بیرونِ ہند میں وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ اور کسی کتاب کو نہیں ہوئی۔ یہ کتاب ہر اسلامی یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت جلد اول عـ۸ـر ۔ جلد دوم للعہ ۔ جلد سوم سیے

شاہنامۂ اسلام اردو نظم میں تاریخِ اسلام کے ولولہ انگیز واقعات اخلاقِ اسلامی کی تعلیم کیلئے شاہنامۂ اسلام ایک درسی کتاب کا کام دیتی ہے۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اسلامی تاریخی واقعات اختصار کے ساتھ مگر شاعرانہ خوش بیانی کو نباہتے ہوئے لکھے ہیں پیغمبرِ عربؐ کی ولادت کا بیان کرنے سے پہلے شاعر نے آپؐ کے جدِ امجد حضرت اسماعیلؑ کا حال بہت پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس کتاب کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ قیمت جلد اول بے جلد ۳ روپے۔ جلد دوم بے جلد ۳ روپے۔ جلد سوم بے جلد ۳ روپے مجلد للعہ فی جلد

فنِ تفسیر مصنفہ مرزا عزیز فیضانی ۲۰۰ صفحات قیمت ۱۲ ر رعایتی ۱۰ر

اگر آپ کو یہ دیکھنا مطلوب ہو کہ مسلمانوں نے قرآنِ حکیم کی تفسیر پر کس قدر زور صرف کیا کہ اُن کے مقابلے میں باقی مذاہب کی کتب کی تفاسیر صفر کے برابر نہیں۔ اور یہ کہ اب وہ شوق کیوں کم ہو گیا ہے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں کہ وہ کونسی باتیں ہیں جو تفسیر کے حق میں امراض کا درجہ رکھتی ہیں اور سب سے ضروری یہ کہ اگر آپ تفسیر کا معیار یعنی اس کے اصولوں کو مشرح اور آسان فہم انداز میں لکھا ہوا چاہتے ہیں تو کتاب فنِ تفسیر خریدیں۔

تفسیرِ حقانی اردو۔ اُن اردو دان مسلمانوں کیلئے جو دل سے کلامِ الٰہی کے معانی و مطالب، حقائق و رموز سمجھنے کے لیے بے تاب و مشتاق ہیں۔ اُن مسلم بہنوں کیلئے جو اللہ اور رسول کے پاک کلام سُننے کی شیدا ہیں مولانا عبدالحق صاحب دہلوی کی اس تصنیف سے بڑھ کر اور کوئی تفسیر اردو میں نہیں مل سکتی۔ پچاس سال سے مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں مکمل ہے۔ ہر جلد کے ساتھ مضامین تفسیر کی مفصل فہرست لگائی گئی ہے۔ ہدیہ کامل آٹھ جلد پندرہ روپے بے جلد۔ مجلد ۱۹ روپے۔

الجہاد فی الاسلام یہ کتاب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ایڈیٹر ترجمان القرآن کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس میں اسلامی جہاد کی حقیقت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے قیمت مجلد صہ

زوالِ غازی۔ اس کتاب میں اس افغانی بغاوت و تبدیلیٔ حکومت کے مفصل واقعات و اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ جو شاہ امان اللہ خاں سابق بادشاہ کابل کی حکومت کی معزولی اور افغانستان سے مفروری کا باعث ہوئی۔ یہ کتاب افغانستان کے حالات پر ایک جامع تفسیر ہے۔ قیمت تین روپے بے جلد مجلد تین روپے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ:۔ **پیکو لمیٹڈ** بیرون موچی دروازہ لاہور

(ع) **فرعون** (ع): — پر آخرت میں عذاب نار (دائمی) ۴۰/۴۵-۴۶

— اور اس کی آل کو قیامت تک صبح و شام آگ دکھانے کا عذاب ۴۰/۴۶

— پر عذاب کا کوڑا ۸۹/۱۰-۱۳

— کا واقعہ عبرت ہے ۷۹/۲۶

(غ) — کا غلبہ دنیا میں تھا ۱۰/۸۳ ، ۲۳/۴۶ ، ۲۸/۴

(ق) — قیامت کو اپنی آل کے آگے آگے ہونا براہ جہنم ۱۱/۹۸

(ل) — پر لعنت دنیا و آخرت میں ۱۱/۹۹

— پر لعنت قیامت تک چل رہی ہے ۲۸/۴۲

— کا لقب "میخوں والا" ۳۸/۱۲ ، ۸۹/۱۰-۱۳

(م) — کا معجزاتِ موسیٰ کو جادو کہنا ۱۰/۷۶-۷۷ ، ۲۸/۳۶

— کا معجزات کو جھٹلانا ۲۰/۴۱-۵۰

— و موسیٰ :۔۔

فرعون کا قول: موسیٰ کے ساتھ کیوں فرشتہ نہیں آتا ۴۳/۵۳

موسیٰ کا بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ
دعوائے رسالت، حکم ہجرت، عذاب غرق
فرعون کیلئے، مصر پر بنی اسرائیل کا قبضہ } ۴۴/۱۷-۲۹

فرعون کا قول (موسیٰ کے ہاتھ میں سونے کے
کنگن نہیں۔ یعنی حقارت بنا بر امیری } ۴۳/۵۲-۵۳

(ہ) — کا **ہامان** سے اینٹیں بنوانا تاکہ محل بنوا کر اس ۲۸/۳۸
پر چڑھ کر جھانک کر دیکھے کہ موسیٰ کا خدا ہے یا نہیں ۴۰/۳۶-۳۷

(ف) **فرق** مراتب ۶/۱۶۶ ، ۱۷/۲۱ ، ۴۳/۳۲

فرقہ بندی ۶/۱۵۹ ، ۲۳/۵۲-۵۳

غیر مستند ہے ۶/۱۵۹

(ف-س)

(۱) **فساد فی الارض** { ۲/۱۱-۱۲ ، ۲/۲۷ ، ۲/۳۰ (من یفسد فیہا)
۷/۸۰ ، ۱۱/۱۱۶ ، ۱۳/۲۵ }

(ا) — ایمان و عمل صالح کی ضد ہے ۳۸/۲۸

— بعد اصلاح ۷/۵۶ ، ۷/۸۵

— جو الد الخصام کرتا ہے ۲/۲۰۵

— کرنے والوں کا انجام (فرعون) ۷/۱۰۳ ، ۲۷/۱۴

— کو اللہ دوست نہیں رکھتا ۲/۲۰۵

(ب) — فساد فی البلاد (مثلاً فرعون کی سرکشی) ۸۹/۱۰-۱۲

(ت) — کی تعریف: یعنی فساد فی الارض سے مراد کیا ہے۔

نفاق ڈالنا رعایا میں ۲۸/۲-۴

قتل ۲۶/۲۲

رعایا پر مظالم ڈھانا ۴۰/۲۲

قطع رحمی ۴۷/۲۲

کفر ۱۱/۸۵

قرآن کی تکذیب ۳/۹۲

اللہ کے راستے سے روکنا ۷/۸۶ ، ۱۶/۸۸ ، ۱۶/۹۴

پیغمبر سے ضد ۲۸/۷۷

خیرات نہ کرنا ۲۸/۷۷

دنیا پرستی (قارون) ۲۸/۷۷

چوری ۱۲/۷۳

اسلام کی مخالفت ۷/۵۶ ، ۷/۱۴۲ ، ۲۶/۱۵۱-۱۵۲

(خ) — بعد قیام خلافت ۷/۷۴

(۱) **فساد فی الارض** (ت) کی تعریف یعنی فساد کیا کیا ہے۔

(ف) فرعونیت ۔ ۔ ۲۶/۱۴

(ق) قتل سے زیادہ بُرا ہے ۲

(گ) فی البر و البحر، گناہ کی وجہ سے پھیلتا ہے ۳۰/۴۱

(ل) پر لعنت ۱۳/۲۵

(م) منافقت (منافق جو ادیں شامل ہو کر فساد پھیلاتے تھے) ۹/۴۷-۴۸

(ن-ض)

(ل) **فضلِ خدا** (۱) اللہ کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ۱۰/۱۰۷ ۱۶/۲۰

— اللہ کا فضل سب پر ہے ۱۶/۲۰ ۲۶/۶۲

— فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے ۵۷/۲۹

— استغفار و توبہ سے حاصل ہوتا ہے ۱۱/۳

(ت) — توبہ سے حاصل ہوتا ہے ۱۱/۳

— تجارت ۔ ۔ ۔ ۱۴/۱۲

(۲) **فضل کبیر** جنت ۴۲/۲۲

— جہنم سے بچنے کا نام ہے ۴۴/۵۶-۵۷

— جہاز رانی ۔ ۴۵/۱۲

(۳) — رزق ۹/۲۸ ۱۷/۶۶ ۳۰/۲۳ ۶۲/۱۰

(۴) — سمندر کی اشیاء ۴۵/۱۲

(۵) — مال ۔ ۔ ۔ ۵۹/۸

(۶) **فضیلت**، کسی کو کسی پر ۱۷/۲۱

(ف-ق)

(۳) **فقر الی اللہ** (سب کو فقر الی اللہ ہے) ۳۵/۱۵

(۵) **فقہ** (فی الدین) ۹/۱۲۲

(۶) **فقیر** (ضدِ غنی) سب فقیر ہیں ۴۷/۳۸

کو خیرات دو ۔ ۔ ۲/۲۷۱

کون کون سا خیرات کا مستحق ہے ۲/۲۷۳

دو قسم مانگنے والا، قانع ۲۲/۳۶

(ف-ل)

(۱) **فلاح** کن امور میں ہے۔

سمع و طاعت ۲۴/۵۱

رسول پر ایمان لانا ۷/۱۵۷

رسول کی امداد و رفاقت ۷/۱۵۷

ایمان ۲۳/۱-۵ ۲۴/۵۱ ۲۸/۶۷

عمل صالح ۲۸/۶۷

توبہ ۔ ۲۸/۶۷

تزکیۂ نفس ۸۷/۱۴-۱۵ ۹۱/۷-۹

نماز ۸۷/۱۴-۱۵

ذکر اسم اللہ ۸۷/۱۴-۱۵

ذکر کثیر ۶۲/۱۰

نفس کے لالچ سے بچنا ۶۴/۱۶

حزب اللہ میں شامل ہونا ۵۸/۲۲

اعدائے دین سے ترکِ موالات ۵۸/۲۲

ظالموں کو نہیں ۶/۲۱ ۲۸/۳۷

(ف - ن)

فنا ہر چیز کے لئے ہے اِلّا اللہ ۲۶-۲۷

(ف - و)

(۱) فواحش . . . . $\frac{۸}{۳۲}$

سے بچنا مومنوں کا کام ہے $\frac{۲۱}{۳۷}$

(۲) فوز، عظیم، $\frac{۲}{۱۴}$

عظیم یعنی جنت $\frac{۳}{۹}$

(۳) فوز کبیر یعنی جنت مومن صالح کے لئے $\frac{۳}{۱۱}$

(ف - ی)

فئے اور غنیمت میں فرق $\frac{۵۹}{۶-۱۰}$

فیصلہ، ہر اختلاف کا اللہ کرتا ہے $\frac{۴۲}{۱۰}$

ہر جھگڑے کا قرآن حکیم کے مطابق ہونا چاہیئے $\frac{۴}{۱۰۵}$

ق

ق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۰/۱

(ق ۔ ا)

(د) قادیانی عقیدہ "دربارہ آمدِ ثانی مسیح" ایک شیطانی عقیدہ ہے۔ صراطِ مستقیم سے علیحدگی ہے اور صریح عداوت (قادیانی جماعت کا عقیدہ ہے کہ مسیح دوبارہ تشریف نہیں لائیں گے کیونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں) ۲۳/۹۱-۹۲ شیطانی عقیدہ کتنا بذریعہ استدلال ہے یعنی جو انکار کرے وہ شیطان

(س) قارون ۲۸/۷۶-۸۲ ۲۹/۳۹ ۴۰/۲۴

کے خزانوں کی کنجیاں بہت وزنی تھیں ۲۸/۷۶

(ن) قانت ۔ ۔ ۳/۱۶ ۳۹/۹

(ق ۔ ب)

(س) قبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۰/۲۱

میں جو دھرے پڑے ہیں وہ نہیں سن سکتے (از روئے حدیث سلام سنتے ہیں یعنی ارواح تعلق) ۳۵/۲۲

کا عرصہ تھوڑا معلوم ہوگا ۳۰/۵۵-۵۶

کا عرصہ جی اٹھنے کے دن تک ہے ۳۰/۵۶

(س) قبر، والے ضرور اٹھیں گے ۲۲/۷

سے نکل کر دوڑیں گے ۷۰/۴۳-۴۴

والوں سے ناامیدی (یعنی اس بات سے ناامید ہونا کہ قبر والے اٹھ نہ سکیں گے) ۶۰/۱۳

(ل) قبلہ ۔ ۔ ۔ دیکھئے گ میں کعبہ

(ی) قبیلہ اور ذات پات تعارف کے لئے ہیں۔ ورنہ بزرگ عند اللہ وہ ہے جو متقی زیادہ ہے ۴۹/۱۳

(ق ۔ ت)

(ا) قتال کا حکم نازل ہونے پر منافقوں کو جان کا ڈر ۴۷/۲۰
قبل فتح مکہ بعد سے افضل ہے ۵۷/۱۰
نیز دیکھئے ج میں جہاد

(ل) قتل، اولاد ۶/۱۳۸ ۶/۱۴۱ ۶/۱۵۲ (بوجہ افلاس)

بالحق ۶/۱۵۲ ۱۷/۳۳ ۲۵/۶۸

کا بدلہ قتل، مگر حد سے نہ بڑھے ۱۷/۳۳

(نفس، کسی شخص کو قتل کرنا) ۴/۲۹-۳۰ ۶/۱۵۲ ۲۵/۶۸

(ق ۔ د)

(س) قدر، (اندازہ) ہر چیز کا مقررہ ہے ۶۵/۳

(۳) قدر ، ہر چیز اندازے سے بنائی گئی ہے ۵۴/۴۹

قدرت کی تدبیر (ہزار سال والی) ۳۲/۵

(ق - ۷)

(۱) قرآنِ حکیم

(۱) - کا اتباع ۵۵/۳۹

(اتباع) - کا سننا اور اتباع ۳۹/۱۸

- میں احسن کا اتباع ۳۹/۱۸

- کا اتباع باعثِ رحمت ہے ۶/۱۵۵

(آسانی) - آسان ہے ۱۷/۵۴

- سمجھنے کے حق میں آسان کر دیا گیا ۲۲/۵۴ ۵۸/۴۴
  پس ہے کوئی سوچنے والا! ۳۲/۵۴ ۴۰/۵۴

- کے احکام آسان ہیں ۲۰/۲

- آسان ہے مشقت کے لئے نہیں آیا ۲۰/۲

(آیات) - کی آیات کا جدا جدا ہونا ۲۱/۲

- ۔ ۔ کی تصریف ۶/۶۵ ۶/۱۰۵ ۵/۵۸ ۱۶/۴۱
  ۱۷/۸۹ ۲۰/۱۱۳ ۳۹/۲۳

- کی آیات کی وعید کی تصریف ۲۰/۱۱۳

- ۔ ۔ اقسام ۳/۷

(محکمات و متشابہات) ۳/۷

- کی آیات میں باتیں متشابہ ہیں ۳۹/۲۳

(ب) - کی آیات بصائر ہیں ۶/۱۰۴

- کا بے مثل ہونے کا دعوے ۲/۲۳-۲۴

اس سے بہتر بنا لاؤ :- ۲۸/۴۹-۵۰

(۱) قرآنِ حکیم :-

ایک سورہ ہی بنا لاؤ ۲/۲۳-۲۴ ۱۰/۳۸

دس سورتیں بنا لاؤ ۱۱/۱۳

اس طرح کی کوئی حدیث بنا لاؤ ۵۲/۳۴

سب جن و انس جمع ہو کر بھی ایسا قرآن نہیں بنا سکتے ۱۷/۸۸

(ب) - کی پیشگوئیاں :-

اسلام تمام ہو کر رہے گا ۹/۳۲ ۶۱/۸

اسلام سب ادیان پر غالب ہو کر رہے گا ۹/۳۳ ۶۱/۹

غلبۂ حق و زہوقِ باطل ۱۷/۸۱

اعدائے اسلام کا رند غارع ۱۲/۴۸

استخلاف کا وعدہ (مسلمانوں کو خلافت ملے گی) ۲۴/۵۵

رسول کے مخالف خوار ہوں گے ۵۸/۲۰

رسول کے مخالف اذل ہوں گے اور رسول غالب ہو گا ۵۸/۲۰-۲۱

کفار کو شکست ہو گی اور وہ بھاگ جائیں گے ۵۴/۴۴-۴۵

کفارِ عرب کو شکست ہو گی ۳/۱۱۱ ۹/۱۲۶

کفار مسلمانوں کو عاجز نہ کر سکیں گے ۲۴/۵۷

کفارِ مکہ مغلوب ہوں گے ۸/۳۶

کفارِ عرب کو عذابِ محکومی ملے گا ۷/۱۲۶

فتح مکہ و داخلہ فی الاسلام فوج در فوج ۱۱۰/۱-۲

فتح مکہ - رسول مکہ میں فاتحانہ آئے گا ۹۰/۱-۲

رسول کو خدا پھر مکہ میں لائے گا (یہ بر موقع ہجرت فرمایا تھا) ۲۸/۸۵

مہاجرین کو دنیا میں بھی اچھا ٹھکانا ملے گا ۱۶/۴۱

(۱) قرآن حکیم:-

(ت) — کی تاثیر - خشوع بڑھاتا ہے ۱۷/۱۰۹

قرآن پہاڑ پر نازل ہوتا تو پہاڑ خوفِ خدا سے ریزہ ریزہ ہو جاتا ۵۹/۲۱

— کی تشبیہات اور استعارے:-

(ا) انسان کی منازلِ عمر چاند کے گھٹنے بڑھنے کی مثال ۳۶/۳۹ ، ۱۰-۱۹

پیدائش سے دیگر منازل (نباتات) ۱۶/۱

آسمان کی زینت ستاروں سے (چراغ) ۶۷/۵

(ت) تذکرہ سے اعراض کرنے والے جنگل کے گدھوں کی طرح ۷۴/۴۹-۵۱

(ث) ثمود پر عذاب - ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ روندی گئی ہو ۵۴/۳۱

(ج) جہاز جیسے پہاڑ ہیں ۵۵/۲۴

جنت کی عورتیں جیسے یاقوت و مرجان ۵۵/۵۰-۵۸

— — — غلافوں کے اندر محفوظ موتی ہوں ۵۶/۲۲-۲۳

جہنم کے شعلے جیسے زرد اونٹ یا محل ۷۷/۲۹-۳۳

جہنمی گرم پانی تونسے ہوئے اونٹ کی طرح پئیں گے ۵۶/۵۴-۵۵

(ح) ساعتِ قیامت کے دن آسمان کا گلابی ہونا جیسے تیل کی تلچھٹ ۵۵/۳۷

(خ) عاد پر عذاب ایسے ہو گئے جیسے کھجور کی اکھڑی ہوئی جڑیں ۵۴/۲۰

عاد اس طرح ہو گئے جیسے کھجور کی کھوکھلی جڑیں ۶۹/۷

(د) قیامت کا دن جو لڑکوں کو بوڑھا کر دے گا ۷۳/۱۷

قبروں سے نکل کر دوڑیں گے جیسے نشانے پر دوڑتے ہیں ۷۰/۴۳

قبروں سے نکلیں گے جیسے پھیلی ہوئی ٹڈی ۵۴/۷

قیامت کے دن آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا ۷۰/۸-۹

قیامت کو پہاڑ جیسے دھنکی ہوئی روئی ۷۰/۸-۹

(۱) قرآن حکیم:-

(ذ) منافقوں کی جماعت کی مثال جیسے دیوار سے لگی ہوئی لکڑی ہو ۶۳/۴

(ر) ولدانِ مخلدون جیسے موتی بکھرے ہوئے ۷۶/۱۹

(ت) — کی تفصیل:-

قرآن مفصل ہے ۶/۱۱۴ ، ۷/۵۲ ، ۹/۱۱ ، ۱۰/۳۷ ، ۱۱/۱ ، ۱۲/۱۱۱ ، ۱۶/۸۹ ، ۱۷/۱۲ ، ۴۱/۳ ، ۶/۹۸ ، ۶/۹۷ ، ۶/۵۵

قرآن میں کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی ۶/۳۸

آیات کھول کر بیان کی گئیں ۱۱/۱

تفصیل عالموں کے لئے ہے ۶/۹۷

— فقہا کے لئے ہے ۶/۹۸

(ج) — کو چند جنوں نے سنا اپنی قوم کو جا بتایا اور دعوتِ اسلام دی ۴۶/۲۹-۳۲ ، ۷۲/۱-۱۹

— کا نزول بذریعہ جبرئیل ۲/۹۷ ، ۲۶/۱۹۳

(ح) — کی حفاظت:-

سینہ بسینہ محفوظ رہے گا ۲۹/۴۹

حفاظت کا خدا خود ذمہ دار ہے ۱۵/۹

رسولؐ کے دل میں یاد رکھنا، قرآن کا جمع رکھنا، اس کا بیان کرنا، اور رسولؐ کی زبانِ پاک سے پڑھانا، یہ سب اللہ کے ذمہ ہے ۷۵/۱۶-۱۹

کوئی آیت رسولؐ خود نہیں لا سکتا ۱۳/۴۰

آگے پیچھے سے باطل اس میں داخل نہیں ہو سکتا ۴۱/۴۲

(د) — اور رسول اللہ:-

— رسولؐ کو خدا نے پڑھایا ۸۷/۶

(۲) قرآنِ حکیم:-

(ب) — اور رسول اللہؐ، رسولؐ بھولتا نہیں الا ماشاء اللہ [illegible]

— کا بیان کرنا رسولؐ کا کام ہے ۱۶/۴۴

— رسولؐ کے قلب مبارک پر نازل ہوا ۲۶/۱۹۴

— رسولؐ کی زبان میں ہے ۴۴/۵۸

— کو رسولؐ کی زبان میں آسان کیا گیا ہے ۴۴/۵۸

— محمد رسول اللہؐ پر نازل ہوا ۴۷/۲

— کو چھوڑ دینے کی شکایت قیامت کے دن رسولؐ کریں گے ۲۵/۳۰

— کے احکام کا انتظار کرنے کا حکم رسولؐ کو ۶/۲۲-۲۴

— اور رسولؐ:-

— میں بعض رسلؐ کا حال ذکر ہوا بعض کا نہیں ۴۰/۷۸

— روح الامین کے ساتھ اترا ۲۶/۱۹۴

— کو روح القدس نے اتارا ہے
— رب کی طرف سے اترا } ۱۶/۱۰۲

(ت) — کی زبان:-

عربی زبان میں ہے (۱۲/۲ ۱۹/۹۷ (رسولؐ کی زبان میں) ۲۰/۱۱۳
۲۶/۱۹۵ ۴۱/۳ ۴۲/۷ ۴۳/۳ ۴۶/۱۲)

— عربی میں ہے اور بغیر کجی کے ۳۹/۲۸

— کسی اور زبان میں ہوتا تو پھر لوگ اعتراض کرتے ۴۱/۴۴

— آئے عربوں پر اور ہو غیر عربی زبان میں یہ کس طرح؟ ۴۱/۴۴

— کا عربی میں ہونا آسانی کے لئے ہے ۴۴/۵۸

— عربی میں ہے تاکہ سمجھ سکو ۱۲/۲

(ث) — کی سورتیں کتب قیمہ ہیں ۹۸/۳

(۱) قرآنِ حکیم:-

(س) — پڑھنے پر سجدہ ۸۴/۲۱

— سن کر علم والے سجدہ کرتے ہیں اور روتے ہیں ۱۷/۱۰۷-۱۰۹

(ش) — کسی شاعر کا کلام نہیں ۶۹/۴۰-۴۲

(ص) — کی صفات: قرآن ہزل نہیں ۸۶/۱۴

— حکمت بھرا ہے ۳۶/۲

— سب سے بڑی نعمت ہے ۱۵/۸۷-۸۸

(ض) — کا باعث ضلالت ہونا (فاسقین کے حق میں) ۲/۲۶

(ع) — سن کر علم والے سجدہ کرتے اور روتے ہیں ۱۷/۱۰۷-۱۰۹

— علم والوں کے لئے ہے ۴۱/۳

— کی خبر علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں ۲۶/۱۹۷

(غ) — کی غرض و غایت:-

— اُن کیلئے نصیحت ہے جو سیدھا راہ چلنا چاہیں ۸۱/۲۸

— عالمین کے لئے نصیحت ہے ۸۱/۲۷

— عام پڑھی جانے والی کتاب ہے (جو چاہے
پڑھے، یہ نہیں کہ اچھوت ہاتھ نہ لگائیں) } ۸۰/۱۲

— کفار پر اتمام حجت کے لئے ہے ۳۶/۷۰

— اتمام حجت کے لئے ہے ۶/۱۵۷

— مومنوں کو ثبات دینے کے لئے ہے ۱۶/۱۰۲

— ڈرانے کے لئے ہے ۶/۱۹ ۱۹/۹۷ ۳۲/۳

— جھگڑالوؤں کو ڈرانے کے لئے ہے ۱۹/۹۷

— اہلِ مکہ اور ارد گرد والوں کو ڈرانے کیلئے ہے ۶/۹۲

— سب سے اقوم راہ بتانے آیا ۱۷/۹

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ جنوری ۱۹۴۲ء مطابق محرم الحرام ۱۳۶۱ھ

جلد ۲ نمبر ۱

فہرست مضامین

[illegible] نے اتحاد پریس [illegible] روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام [illegible] سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

جس طرح جسم انسانی میں ردی اور فاسد مادے جمع ہو جاتے ہیں تو درد، بخار اور دوسری بیماریاں رونما ہوتی ہیں اور جب وہ ردی مواد مُسہل وغیرہ کے ذریعہ سے خارج ہو جاتے ہیں تو جسم کے اندر صحت و شفا کا نُور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح کچھ مدت سے دُنیا کے مختلف محاذوں پر جو لڑائیاں لڑی جا رہی ہیں وہ بھی فرعون مزاج اربابِ حکومت کی رعونتوں کے اخراج کے لئے مُسہل کا حکم رکھتی ہیں۔ انسان خُدا کو بھول گیا تھا۔ اور سمجھ بیٹھا تھا کہ ہمارا خالق و رازق کوئی نہیں بلکہ دُنیا کے اندر مادی طاقتیں ہی نظامِ عالم پہ کار فرما ہیں۔ روس جیسی سلطنت نے تو اپنی مادی طاقت کے نشہ میں نہ صرف ذاتِ رب العالمین عزاسمہٗ کی ہستی سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ اس سرزمین میں مذہب اور اس کی پیروی ہی جُرم اکبر قرار پائی تھی۔ اس لئے ضرورت تھی۔ کہ کوئی زبردست مُسہل اُس کے جسم سے تمام فاسد مادے خارج کر دے۔ مقامِ مسرت ہے۔ کہ لڑائی کا جُلاب اس کے مزاج کو اعتدال پر لا رہا ہے۔ اور اس کا ایک خوشگوار اثر یہ ظاہر ہوا ہے۔ کہ اب روس میں بھی مذہبی آزادی کے اعلان شروع ہو چکے ہیں۔ ہادیٔ برحق ان حق فراموش طاقتوں کو حق و صداقت کا راستہ دکھائے۔ آمین

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ تم سترؔ اُمتوں کو پورا کرتے ہو یعنی تم سے پہلے ۶۹ اُمتیں گزر چکی ہیں۔ گو اُمتِ محمدی تمام اُمتوں کے اخیر میں ظاہر ہوئی لیکن رُتبے میں سب سے اوّل اور مقدّم ہے۔ اس فضلیت کی وجہ کیا ہے؟ خود رب العالمین نے اس عقدہ کو حل کر دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

جس قدر اُمتیں لوگوں کیلئے ظاہر کی گئیں تم ان میں بہترین اُمت ہو کیونکہ تم (علمائے اہلِ کتاب کے رویّہ کے خلاف لوگوں کو) نیکی کی ترغیب دیتے ہو اور بُرائی سے روکتے ہو۔

اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر معروف اور نہی منکر یعنی تبلیغ احکام میں بڑے جری تھے۔ وہ دعوت و تبلیغ کا

کبھی مرتبع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے ۔ اس لئے مالک الملک جل اسمہٗ نے اس آیت میں اُس وقت کی اُمت یعنی صحابہ کرامؓ کو خاص طور پر نوازا ہے۔ اُمت مابعد بھی اسی مدح و تحسین کی مستحق ٹھہر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ صحابہ کرام کی طرح امر معروف اور نہی منکر کا حق ادا کرے لیکن افسوس کہ عہدِ حاضر کے مسلمان اس فریضۂ الٰہی کو بالکل پس پشت ڈال چکے ہیں۔ اس لئے ہم آجکل کسی طرح خیر الامت کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔ ہاں اگر صحابہ کرام اور دوسرے اسلاف کی طرح اس فریضے سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں تو ہم بھی اس آیت کے مخاطب اور خیر الامت کہلانے کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔

امر معروف اور نہی منکر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جو شخص عمل کرنے میں خود کوتاہی کرتا ہو اور اُس کے قول و عمل میں مطابقت نہ ہو وہ دعوت و تبلیغ کا اہل نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اگر تبلیغ کرے تو کوئی شخص اس سے اثر پذیر نہ ہوگا بلکہ جب مشہور ہوگا کہ یہ شخص جو کچھ کہتا ہے خود اس پر عمل نہیں کرتا تو لوگ قبولِ ہدایت کی بجائے اُلٹا طعن و تشنیع کریں گے۔ موجودہ زمانے میں ہمارے اکثر واعظوں، قومی لیڈروں اور مدعیانِ اصلاح کی عملی حالت یہ ہے کہ جس بات کی لوگوں کو تلقین کرتے ہیں خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس صورت میں وہ اپنے آپ کو بطورِ نمونہ کیا پیش کر سکیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارے قومی لیڈر قوم کی صحیح رہنمائی سے قاصر ہیں۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں باہم متفق الرائے بھی نہیں۔ ہر شخص اپنی الگ الگ ڈفلی بجا رہا ہے۔ مزید براں وہ قوم کے لئے جو راستہ تجویز کرتے ہیں وہ مسلکِ صحابہ اور سلفِ صالحین کے طریقے سے کوسوں دُور محض اُن کا اپنا دماغی اختراع ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی ضلالت و گمراہی کی وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ان کے پیرو بھی راہِ ہدایت سے دُور ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے لیڈر بالکل وہی راستہ اختیار کریں جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال پیشتر ہمارے لئے تجویز فرما گئے تھے۔ اور ہر بات میں آپ ہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں۔ ہمارے لیڈروں نے بعض باتیں تو اسلام سے لی ہیں اور بعض میں اہلِ مغرب کے پیرو ہیں۔ اسی کو آدھا تیتر آدھا بٹیر کہتے ہیں۔ قرآنِ حکیم میں اسی مذبذب طریقِ عمل کی ان الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:۔

يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَّ يَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ — اسلام کی بعض باتوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکاری ہیں

ہمارا فریضۂ اولین یہ ہے کہ ہم پورے پورے مسلمان ہونے کی کوشش کریں۔ اسی معنے میں حق تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کو ایمان اور عمل کے ہر شعبہ میں پورا مومن بننا چاہئیے۔ بعض امور میں اسلامی اصول و تعلیمات کی پیروی کی جائے اور بعض کو پسِ پشت ڈال دیا جائے۔ کسی کو قابلِ عمل سمجھا جائے اور کسی کی طرف سے بے اعتنائی برتی جائے تو یہ دورُخی اسلام میں پورا پورا داخل ہونے کے منافی ہے۔

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم علماء و واعظانِ بے عمل کو اُن کے انجام سے بہت ڈرایا کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک شخص لاکر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے شکم سے انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ اور وہ ان انتڑیوں کو لئے ہوئے اس طرح گھومتا پھرے گا جیسے گدھا پن چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی لوگ اس کے پاس جمع ہوکر کہیں گے ملے فلاں تجھے کیا ہوا! تُو تو خود لوگوں کو وعظ سُناتا تھا۔ نیکیوں کی ترغیب دیتا اور بُرائیوں سے منع کرتا تھا۔ آج تو جہنم میں کس طرح پہنچ گیا؛ وہ کہے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اور بُرائیوں سے روکتا تھا لیکن خود اس کا مرتکب ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

واعظانِ بے عمل کے نمونے پر مدیرانِ جرائد اور اکثر شاعر بھی پائے جاتے ہیں۔ اور آجکل ہندوستان میں ان کی بڑی گرم بازاری ہے۔ اُمیہ بن صلت عرب کے زمانۂ جاہلیت کا ایک مشہور شاعر تھا۔ اُس کے اشعار حمدِ الٰہی پر مشتمل اور توحید میں ڈوبے ہوتے تھے۔ دُنیا کی بے ثباتی کا نقشہ نہایت خوش اسلوبی سے کھینچتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت شَرید بن سُوید صحابیؓ سے دریافت فرمایا۔ کیا تمہیں اُمیہ بن صلت کا کوئی شعر یاد ہے؛ اُنھوں نے آپ کو اُس کے بہت سے اشعار پڑھ کر سُنائے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی زبان ایمان لائی لیکن دل کافر رہا۔ (صحیح مسلم)

اس ارشادِ نبوی کا یہ مطلب ہے۔ کہ اس کی زبان سے تو اچھے شعر نکلتے تھے۔ لیکن طاغوتِ آشیاں دل کفر سے بیگانہ نہ ہوسکا۔ عہدِ حاضر کے اکثر شعراء کی یہی حالت ہے۔ جب اُن کی قومی نظمیں سُنو تو معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے رُومی اور نظامی ہیں۔ لیکن عملوں کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں محرمات اور منہیات کے ارتکاب سے کوئی باک نہیں اور ترکِ صوم وصلوٰۃ تو ان کے لئے ایک معمولی بات ہے ؎

گو زباں تیری دُرافشاں ہوئی ہائے پر دل کی سیاہی نہ گئی

افسوس ہے۔ کہ محکمۂ ڈاک کے ناممکن العمل مطالبہ سے مجبور ہوکر "مطالب الفرقان" کے اوراق کی روانگی کا سلسلہ بند کر دینا پڑا۔ اور ان حضرات کا اشتیاق تشنۂ تکمیل رہ گیا جو بتدریج سارا قرآنِ کریم جمع کرنے کا عزم فرما چکے تھے۔ تاہم ان کا شوق پُورا کرنے کی ایک اور صورت بھی سوجھ گئی ہے۔ اور وہ یہ کہ "مطالب الفرقان" کو پانچ پانچ پاروں کی جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلی تین جلدیں مکمل ہوچکی ہیں۔ ان میں سے پہلی جلد بالاقساط سب خریداروں کے پاس پہنچ چکی۔ اب جو حضرات اپنا قرآن کریم مکمل کرنے کے خواہشمند ہوں۔ وہ فی الحال دو جلدیں منگوالیں۔ ہدیہ فی جلد دو روپے ہے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز باقی ماندہ جلدوں میں سے ہر ایک جلد تین چار مہینوں میں تیار ہو جایا کرے گی۔ ہم امانتِ [illegible]

[illegible] کرنے کے لئے اس کوشش میں ہیں کہ حقیقتِ اسلام میں کسی اعلےٰ درجہ کی تفسیر کا اندراج شروع کیا جائے۔ ہماری آرزو تھی کہ تفسیرِ حسینی کے مصنف ملا حسین واعظ کاشفیؒ کی کتاب "تفسیر الجواہر" جو ایک اعلےٰ درجہ کی تفسیرِ قرآن ہے۔ اس کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ لیکن باوجود تلاشِ بسیار اس کا کوئی نسخہ آج تک مہیا نہ ہو سکا۔ اگر کسی صاحب کے پاس نسخہ موجود ہو یا کسی دوسری جگہ سے مل سکتا ہو تو اس سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ اگر ہم اس کتاب پر دسترس نہ پا سکے۔ تو پھر ہماری کوشش ہے۔ کہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "تفسیرِ مظہری" کہیں سے حاصل کر کے تدریجاً ہدیۂ قارئینِ کرام کی جائے۔ وماذالك على الله لعزيز۔

کاغذ کی گرانی اور کمیابی کے باعث خیال تو یہ کیا گیا تھا کہ کچھ عرصہ کے لئے رسالہ کو بند کر دیا جائے۔ کیونکہ پیشتر ہی ہر سال چار پانچ صد روپے کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ دوبارہ جاری کرنے میں شاید بعد میں کوئی دقتیں پیش آئیں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ فی الحال اس کا حجم کچھ کم کر دیا جائے۔ اور مضامین کے انتخاب میں اور زیادہ کوشش کر کے صرف بہترین اور مفید ترین مضمون ہی شائع کئے جائیں۔ جس سے رسالہ ہذا افراط و تفریط سے علیحدہ رہ کر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے اسلام کی کوئی ٹھوس خدمت کر سکے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔

(ادارہ)

اسلام زندہ باد یہ ایک ایسی عجیب مفید اور عظیم کتاب ہے جس کے پڑھنے والوں کے عشق و ایمان زندہ ہو جائیں گے۔ ہر مسلمان کو یہ کتاب خریدنی چاہیئے آپ نے شاید ہی ایسا لذیذ افسانہ اور مفید دینی لٹریچر پڑھا ہوگا جو اصحاب خشک دینی کتابیں نہیں پڑھ سکتے۔ یہ تازہ و شاداب کتاب ان کیلئے لکھی گئی ہے تاکہ وہ اسلامی فرائض، اخلاق، روایات اور تاریخ کی عظمت و شان کا مطالعہ کر لیں۔ قیمت ایک روپیہ

سالارِ حجاز سیرتِ نبوی پر بڑی شاندار کتاب ہے جس جلیل القدر مسلم اور غیر مسلم علماء نے اس کتاب کے مکمل کرنے میں اپنا زورِ قلم صرف کیا ہے پیغمبرِ اسلام اور قرآن کے متعلق بڑے بڑے [illegible] علماء کی رائیں بھی دی گئی ہیں قیمت اٹھ روپیہ

پیغامِ قرآن علامہ رشید رضا مصری نے مقاصدِ قرآن پر دس بیمثال لیکچر شائع فرمائے۔ یہ تمام لیکچر مقاصدِ قرآن کا خلاصہ ہیں۔ اور قرآن سمجھنے کی کنجی ہیں۔ ایک مصری فاضل نے لکھا ہے کہ میں نے دس سال کی محنت اور تحقیق سے قرآنِ پاک کا مطالعہ کیا تھا۔ اگر یہ کتاب مجھے پہلے مل جاتی تو میری زندگی کے یہ دس سال بچ جاتے۔ قیمت ایک روپیہ

مکاتیبِ سلمان یہ کتاب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری کے علمی اور تبلیغی خطوط کا مجموعہ ہے۔ علمی دنیا ان خطوط کیلئے مدت سے چشم براہ تھی۔ اس سے قبل یہ خطوط شائع نہیں ہوئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت سے ایک اہم کمی کو پورا کیا گیا ہے قیمت ایک روپیہ [illegible]

انسان کی پیدائش کا مقصد

از جناب ابوالقاسم دلاوری

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ کہ کائنات میں جس قدر چیزیں پائی جاتی ہیں۔ وہ انسان کے فائدے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو بنی نوع انسان کے لئے کارآمد نہ ہو اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھاتا ہو۔ ان اشیاء کا وجود اس درجہ ضروری ہے۔ کہ اگر یہ دنیا میں نہ ہوتیں تو انسان کی زندگی محال تھی۔ لیکن لطف یہ ہے۔ کہ انسان ان میں سے کسی چیز کے لئے کارآمد نہیں ہے۔ اگر انسان دنیا میں موجود نہ ہوتا تو ان کا کچھ نقصان نہ تھا لیکن انسان ان چیزوں کے بغیر تین کوڑی کا بھی نہیں۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ جب دُنیا کی ہر ادنےٰ سے ادنےٰ چیز بھی کارآمد بنائی گئی ہے۔ تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اشرف المخلوق انسان کو یونہی بیکار ویسے مصرف پیدا کر دیا گیا ہو۔ اور اس کی پیدائش کا کوئی مقصد نہ ہو۔ اور بغیر کسی غرض و حکمت کے کائناتِ ارضی کی حکومت دے دی گئی ہو۔ یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ انسان پیدا ہوتا ہے۔ ایامِ طفلی گزار کر جوان ہوتا ہے۔ پھر بوڑھا ہوتا ہے اس کے بعد مر کر آغوشِ لحد میں جا سوتا ہے۔ لیکن کیا آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ یہ ساٹھ ستر سال کی زندگی جو مختلف حالتوں میں گزرتی ہے انسان کو کیوں دی گئی ہے؟ اگر آپ نے اس پر کبھی غور نہیں کیا یا غور کرنے کے بعد کسی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچے تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ جس طرح دُنیا کی ہر چیز انسان کے لئے بنائی گئی ہے اسی طرح انسان خدائے قدوس احکم الحاکمین کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کی تخلیق سے یہ غرض ہے۔ کہ دنیا کی تمام چیزوں سے خدمت لے۔ اور خدائے برتر کی خدمت کرے۔

لیکن یہ خدمت اِس قسم کی خدمت نہیں جو ایک انسان دوسرے کی کرتا ہے۔ بلکہ خالق کردگار کی خدمت یہ ہے کہ انسان اُس ذاتِ بے نیاز کے حکموں پر چلے اور اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر نظامِ عالم کے چلانے میں اسی طرح قوانینِ الہیہ کا ساتھ دے جس طرح احکم الحاکمین اس کارخانہ کو چلانا چاہتا ہے۔ جس طرح درخت بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان نطفے سے پیدا ہوتا ہے درخت کی پیدائش کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ پھل دے اور بھوکوں کا پیٹ بھرے

اگر درخت پھل نہ دے گا اور اپنا مقصدِ تخلیق پورا نہ کرے گا تو وہ ایندھن بنے گا۔ اور آگ میں جلایا جائے گا۔ اسی طرح اگر انسان اُس مقصد کو پورا نہ کرے گا جو اس کی تخلیق اور پیدائش سے وابستہ ہے اور خدائے برتر کی خدمت اور عبودیت کا پھل نہ دے گا تو درخت کی طرح ایندھن بنے گا اور دوزخ میں جلایا جائے گا۔

مگر انسان کی پیدائش کا مقصد محض کھانے پینے اور جنسی اختلاط کے دائرے میں محدود سمجھا جائے۔ جیسا کہ اکثر ملاحدہ یقین کرتے ہیں تو یہ حالت بہائم و طیور کو بھی حاصل ہے۔ وہ انسان کی طرح مادی فوائد سے متمتع ہوتے ہیں۔ وہ بھی اپنی پیدائش کے بعد نشو و نما حاصل کرتے اور بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھے ہو کر مر جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ملاحدہ کا خیال بالکل غلط ہے۔ انہوں نے قشر یعنی چھلکے ہی سے اپنا جی بہلا لیا ہے۔ اور مغز تک پہنچنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

حقیقت میں انسان ایک بہت بڑے مقصد کے ماتحت دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے۔ کہ عقل سے کام لے کر اپنے خالق کے ساتھ تعلقاتِ عبودیت استوار کرے۔ اور اپنے ظاہری اوضاع اور باطنی اطوار کو درست رکھ کر رضائے الٰہی کا جویاں ہو۔ ایسی حالت میں اس کا فرض ہو گا کہ ہر اُس کام سے دست بردار ہو جائے جو آئینۂ دل کو دھندلا اور غبار آلود کرتا ہے۔ اور اپنے اس آئینہ کو پوری طرح صیقل و مجلّیٰ کرے۔

نماز کی شرائط اور اُس کی حکمتیں

قرآنِ کریم میں نماز کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اور واقعی یہ اسلام کا ایک زبردست رکن ہے احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ اسلام اور کفر کے مابین نماز ایک حدِ فاصل ہے۔ جب آدمی نماز چھوڑ دیتا ہے تو یہ دیوار جو کفر اور اسلام کے درمیان حائل تھی اٹھ جاتی ہے۔ اور بندہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے۔ کہ نماز کیلئے اس قدر تاکید کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالےٰ حکیم ہے' اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ پس نماز میں بھی بے شمار حکمتیں ہیں۔ جن میں سے ایک سب سے بڑی حکمت یہ بتائی گئی ہے۔ کہ نماز بُرے اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے۔ چونکہ یہ قرآنِ کریم کا دعوےٰ ہے۔ اس لئے کسی صورت میں غلط نہیں ہو سکتا۔ مگر جب ہم موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں اور خصوصاً جب نمازیوں کو بُرے کام کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ تو قرآنِ کریم کے دعوے اور نمازیوں میں اُس اثر کے مرتب نہ ہونے کی وجوہات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی زمانہ لوگ نماز کی شرائط کو پورا نہیں کرتے۔ واضح رہے۔ کہ نماز کیلئے سب سے اوّل شرط پاکی ہے یعنی جسم جائے نماز اور لباس پاک ہو۔ جسم سے مُراد صرف ظاہری بدن نہیں۔ بلکہ دل بھی جو تمام اعضاء کا بادشاہ ہے۔ تمام قسم کے گناہوں اور بُرے خیالات سے پاک ہونا چاہیئے۔ اگر اس شرط کو پورا کیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ نماز بے اثر ثابت ہو۔ اسی طرح جائے نماز کا صرف پاک و صاف ہونا ہی ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ مسجد کسی غصب شدہ زمین پر تعمیر نہ کی ہو۔ اور اس کی تعمیر میں پاک اور حلال کمائی کا روپیہ استعمال کیا گیا ہو۔ بے خبری میں عارضی طور پر کسی وقت کسی جگہ نماز ادا کر لینا الگ بات ہے۔ مگر تعمیرِ مسجد میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنا لازمی امر ہے۔ افسوس ہے۔ کہ فی زمانہ اس معاملہ میں بھی کوتاہی ہو رہی ہے۔ سرکاری زمین پر ایک چبوترہ بنایا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کو وسیع کر لیا جاتا ہے۔ بعد میں اس پر عمارت تیار کی جاتی ہے! ور عمارت کیلئے ہر کس و ناکس سے چندہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے! اور اس میں سود اور دیگر حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال لینے سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ تیسری شرط لباس کا پاک ہونا ہے۔ مگر یہ بھی صرف ظاہری طور پر نہیں بلکہ یہ ضروری ہے۔ کہ لباس حلال کی کمائی سے تیار کیا گیا ہو۔ پس اگر پاکی میں حلال و حرام کی پوری پوری تمیز ہو۔ اور ظاہر و باطن میں پاک ہو کر نماز ادا کی جائے۔ تو وہ نماز دراصل نماز کہلائے گی۔ اور اسی نماز کو معراج المومنین کہا گیا ہے۔ یہی وہ نماز ہے جس کی قرآنِ کریم نے بار بار تاکید فرمائی ہے۔

اسی طرح نماز کی دیگر تمام شرائط میں بیشمار حکمتیں ہیں۔ جب تک ان میں غور و فکر سے کام لے کر اُن کو پورا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ وہ اثرات مرتب نہیں ہو سکتے جس کی وجہ سے نماز کو توحید کے بعد سب سے بڑا رکن قرار دیا گیا ہے۔

محمد اسلام

[illegible]

امام اعظمؒ

از جناب مرزا محمد اشرف بیگ وارثی

نام و پیدائش آپ کا نام نعمان۔ کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ سنہ ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے آپ عجمی النسل تھے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عرب میں کب آئے اور کیونکر آئے۔

ابتدائی حالات آپ کے بچپن کے حالات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے جس طرح کالی کالی بدلیوں میں چھپا ہوا چاند دفعتہً نکل کر ارض و سما کو منور کر دیتا ہے۔ اسی طرح امام صاحب خداداد ذہانت سے آراستہ اور علم و فضل کے زیور سے پیراستہ ہو کر سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں راہ گم کردہ بندگان خدا کے امام و پیشوا بنے۔

امام صاحب نے جب ہوش سنبھالا تو حجاج بن یوسف کے ظلم و ستم کی وجہ سے تمام عراق میں ایک قیامت برپا تھی۔ ایسے پُر آشوب زمانے میں تحصیل علم کی کس کو سوجھتی تھی۔ امام صاحب نے بھی تجارت کو جو باپ دادا کی میراث تھی اپنے حسن تدبیر سے ترقی دینا شروع کی۔ اور ریشم بافی کا ایک کارخانہ قائم کر لیا۔ مگر ۹۵ھ میں جب حجاج مر گیا۔ اور اس کے ایک سال بعد ولید کی جگہ سلیمان بن عبد الملک مسند خلافت پر بیٹھا تو ملک نے اطمینان کا سانس لیا اور درس و تدریس کا سلسلہ پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ شروع ہوا۔ اور امام صاحب کے دل میں بھی علم حاصل کرنے کا کچھ کچھ خیال پیدا ہوا۔

ایک دن امام صاحب کوفہ کے بازار میں جا رہے تھے کہ امام شعبی مل گئے۔ انہوں نے امام صاحب کی پیشانی پر جوہر قابلیت دیکھ کر تعلیم حاصل کرنے کی نصیحت کی۔ امام صاحب شیخ حماد کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ وہ کوفہ کے مشہور امام اور استاد وقت تھے۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے حدیث سنی تھی۔ اور ان کے علم و فضل کا شہرہ چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ بہت سے تابعین کی ہمنشینی اور صحبت کا شرف بھی حاصل کر چکے تھے۔ مرفع الحال ہونے کے باعث حقوق تدریس کو اچھی طرح ادا فرماتے تھے۔ علم فقہ جس سے تمام دینی و دنیوی امور کی وابستگی ہے امام صاحب نے شیخ مذکور ہی سے پڑھا۔

اُس وقت کا طریقۂ تعلیم آج کل کے طریقۂ تعلیم سے بالکل مختلف تھا۔ استاد ایک بلند چبوترے یا منبر پر بیٹھ جاتا اور درس [illegible] پڑھا کرتا متعلمین یا تو ساتھ ساتھ یاد کرتے جاتے یا لکھ لیتے تھے۔ اگر حلقۂ درس زیادہ وسیع ہوتا تھا۔ تو ایک شاگرد بیچ میں کھڑا ہو کر استاد کی آواز سامعین تک پہنچا دیتا تھا۔ امام صاحب کا شوق اور انہماک یہ رنگ لایا کہ بڑے بڑے آزمودہ کار استاد

انگشت بدنداں رہ گئے۔ یہاں تک کہ اپنے اُستاد کی غیر حاضری میں بھی وہی درس دینے لگے۔

تعلیمِ حدیث | اسی زمانہ میں درسِ حدیث پاک کا شور بلند ہوا۔ صحابہ کرامؓ ممالکِ اسلامیہ میں ہر جگہ پہنچ چکے تھے۔ لوگ جس جگہ کسی صحابیؓ کا ذکر سُن پاتے، دیوانہ وار دوڑتے، زیارت سے مشرف ہوتے۔ اور مسائل شرعیہ کو حدیث پاک کی روشنی میں سُنتے۔ امام صاحب نے کوفہ میں کوئی ایسا بزرگ استاد نہ چھوڑا جس کے آگے زانوئے ادب تہ نہ کیا۔ مگر ارشادات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس بجھانے اور روحانی فیوض وبرکات کی تشنہ لبی کو دُور کرنے کے واسطے حرمین شریف حاضری لازمی تھی۔ چنانچہ امام صاحب نے علومِ دینی کی تکمیل کی خاطر مکہ مکرمہ کا رُخ کیا۔

مکہ معظمہ میں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں۔ کہ حج کے دن تھے۔ میں نے ایک حجام سے بال منڈھوائے۔ اور حجام کی باتوں نے مجھ پر علم وفضل کے دروازے کھول دئے۔ جب میں نے اُجرت دریافت کی۔ تو جواب دیا۔ کہ مناسک چکائے نہیں جاتے۔ جب میں خاموش رہا۔ تو کہا تکبیر پڑھنی واجب ہے۔ حجامت سے فارغ ہوا تو کہا کہ دو رکعت نفل پڑھنا افضل ہے۔ میرے دریافت کرنے پر جواب دیا۔ کہ یہ باتیں میں نے عطار بن ریاح کی مجلس سے سیکھی تھیں۔ ان دنوں مکہ مکرمہ میں حضرت عطار بن ریاحؒ کا حلقۂ درس بڑے وسیع پیمانہ پر جاری تھا۔ ان کا اپنا بیان ہے کہ میں ان مقدس بزرگوں سے مل چکا ہوں۔ جن کو سرکارِ یثرب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ حج کے دنوں میں یہ عام حکم تھا۔ کہ سوائے عطار بن ریاحؒ کے کوئی فتوے کا مجاز نہیں ہے

ہوتے ہوتے امام صاحب کی رسائی حضرت عکرمہؓ تک ہوگئی جن کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی غلامی کا فخر حاصل تھا۔ مگر حدیث کی تکمیل اور دربارِ نبویؐ میں حاضری کا شوق امام صاحبؒ کو کشاں کشاں مدینۃ الرسولؐ میں لے گیا۔ مدینہ علم وفضل اور احکامِ شرعیہ کا منبع ومخزن تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جس میں رحمتوں اور برکتوں کے چشمے اُبل رہے تھے۔ نورِ عرفاں کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ توحید ورسالت، کا بحرِ ذخار لہریں لے رہا تھا۔ ہزاروں تشنہ کام آتے اور قدسی نفس صحابہ کبارؓ اور تابعین سے مئے توحید کا جام پیتے۔ انہی ایام میں حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت سلیمانؓ سے بھی امام صاحب کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سلیمانؓ جناب ام المومنین حضرت میمونہؓ کے سعادت مند غلام تھے۔ وہ دسترخوانِ نبویؐ کے ریزہ خور فیضانِ قدسی سے لطف اندوز رازہائے رسالت کے اداشناس اور فقہ وحدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت سالم بن عبداللہؓ حضرت فاروقِ اعظم کے پوتے تھے یہ سعادت ونیک بختی ہر ایک کا حصہ نہیں ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی عظمت وشوکت کا کیا ٹھکانا۔ قیامِ یثرب کے دنوں میں امام صاحب کو حضرت امام باقرؓ سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور ان کے ساتھ جو گفتگو ہوئی اس سے امام صاحب کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

امام باقرؒ۔ سُنا ہے تم قیاس کی بنا پر ہمارے جدِ امجد کی حدیثوں سے اختلاف کرتے ہو۔

امام ابوحنیفہ۔ اعیاذاً باللہ۔ یہ مجھے کہاں مجال۔ اچھا آپ ہی فرمائیے۔ کہ مرد ضعیف ہے یا عورت!

امام باقرؒ۔ عورت!

امام ابوحنیفہ۔ مرد کا حصّہ زیادہ ہے یا عورت کا!

امام باقرؒ۔ مرد کا!

امام ابوحنیفہ۔ تو بس اگر میں قیاس کی بنا پر فیصلہ کرتا۔ تو عورت کو زیادہ حصّہ دیتا چلو اسے چھوڑیئے: فرمائیے نماز افضل ہے یا روزہ!

امام باقرؒ۔ نماز!

امام ابوحنیفہ۔ اس لحاظ سے حائضہ عورت پر نماز کی قضا لازم ہونی چاہیئے تھی۔ نہ کہ روزے کی۔ حالانکہ میں روزے کی قضا کا فتوے دیتا ہوں۔

امام باقرؒ اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے۔ کہ اٹھ کر امام صاحب کی پیشانی چوم لی۔ اس کے بعد مدت دراز تک امام صاحب امام باقرؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حتّٰی کہ ملاقات کا یہ سلسلہ امام جعفر صادقؒ تک قائم رہا۔

فطرت الٰہیہ کی اس عطا پاشی کے قربان! ایک وقت تھا کہ امام صاحب ایک مبتدی کی حیثیت میں مدینہ شریف میں داخل ہوئے تھے۔ یا اب یہ حال تھا کہ جہاں امام صاحب کی مجلسِ وعظ ہوتی تھی۔ وہاں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی تھی۔

ادبِ بزرگان ابو المحاسن شافعیؒ لکھتے ہیں۔ کہ امام صاحب اپنے استاد شیخ حماد کا اتنا ادب کرتے تھے کہ جب تک اُستاد مرحوم زندہ رہے ان کے گھر کی جانب کبھی پاؤں دراز نہ کئے۔ اور جب تک وہ زندہ رہے کبھی مجلسِ درس منعقد نہ کی۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں بیس سال تک امام صاحب کی خدمت میں رہا۔ اس عرصہ میں میں نے امام صاحب کو کبھی ننگے سر نہ دیکھا۔ نہ اُنھوں نے کبھی پاؤں دراز کئے۔ وہی شخص لکھتا ہے کہ میرے اس سوال پر کہ آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں۔ فرمایا خلوت میں اللہ تعالےٰ کا ادب زیادہ لازم ہے۔

عبادات روایتوں میں ہے کہ امام صاحب دن رات میں یک صد نماز نفل ادا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بازار میں دو عورتوں کو گفتگو کرتے سُنا۔ جو امام صاحب کی طرف اشارے کر رہی تھیں۔ کہ یہ شخص پانسو نفل نماز ادا کرتا ہے۔ اُسی روز سے امام صاحب نے پانچسو نفل شروع کر دئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد چند لڑکوں کو اسی طرح گفتگو میں مصروف دیکھ کر اور اس کو اشارۂ غیبی خیال کر کے ایک ہزار نفل شروع کر دئے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کی کہ آپ رات کو سوتے ہیں۔ فرمایا نیت کی ہے کہ اب نہ سویا کروں گا۔ جب اس شخص نے

وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔ اب میں کبھی زمین پر نہ ٹیک لگا۔ اس کے بعد تیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔

منقول ہے کہ زیادہ سجدے کرنے سے امام صاحب کا ایک گھٹنا اونٹ کے گھٹنے کی طرح ہوگیا تھا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں مشکل پیش آتی۔ آپ چالیس مرتبہ قرآنِ حکیم ختم کرتے۔ تب جاکر کہیں عقدہ کشائی ہوتی۔

کتاب حمید سے شغف امام صاحب کا قرآن شریف سے ذوق و شوق اور عبادت میں خضوع و خشوع ذیل کے واقعات سے عیاں ہے۔

امام صاحب قرآنِ کریم کو پڑھتے پڑھتے اس قدر رویا کرتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ اور گریہ وزاری کا یہ سلسلہ گھنٹوں تک جاری رہتا۔ ابراہیم بصری کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ نماز میں جب امام صاحب نے یہ آیت پڑھی وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے حال سے بے خبر ہے۔ امام صاحب پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ تھر تھر کانپنے لگے۔

ایک شخص امام صاحب سے کوئی مسئلہ پوچھنے آیا۔ امام صاحب اس وقت کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ اور بچا سموم کے عذاب سے۔ تو اس قدر وجد میں آئے۔ کہ دوسری نماز تک اسی کا تکرار کرتے اور جھومتے رہے۔ اور جب قرآنِ کریم میں یہ پڑھا کہ قیامت گنہگاروں کی وعدہ گاہ ہے۔ اور وہ سخت ہیبت ناک اور ناگوار چیز ہے۔ تو تمام رات گریہ وزاری میں گزار دی۔

غلامی سے پرہیز مروان نے جب یزید بن عمر کو کوفہ کا عامل مقرر کیا۔ تو اس نے سوچا۔ کہ اگر علمائے کرام امورِ سلطنت میں وزرائے حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ تو کیا ہی اچھا ہو۔ چنانچہ اس خیال سے اس نے امام صاحب کو دربار میں طلب کیا۔ اور امیرِ خزانہ و قاضی کا عہدہ پیش کیا۔ ہرچند امام صاحب نے انکار کیا۔ یزید کا اصرار بڑھتا گیا۔ حتّٰی کہ وہ منت سماجت پر اتر آیا۔ مگر امام صاحب نے کسی صورت میں بھی یہ عہدہ قبول نہ کیا۔ آخر تنگ آکر اس نے درّے لگانے کا حکم دیا۔ امام صاحب نے یہ تکلیف برداشت کر لی۔ مگر اپنی آزادی کو قربان نہ ہونے دیا۔

جب خلیفہ منصور سریر آرائے مسندِ خلافت ہوا۔ تو اس نے اپنی دیرینہ کاوشوں اور خلشوں کو مٹانے کے لئے مخالفین کو سزا دینی شروع کی۔ اسی ضمن میں امام صاحب کو بھی بغداد میں طلب کیا۔ ربیع نے جو وزیرِ سلطنت تھا سوال کیا۔ کہ آپ نے تحصیلِ علم کس سے کی ہے۔ جواب دیا کہ فلاں فلاں حضرات سے۔ اور ان کے نام گنوائے منصور نے امام صاحب کو قضاۃ کا عہدہ پیش کیا۔ امام صاحب نے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ منصور نے کہا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ امام صاحب نے جواب

یا یہ کہ مجھ کو قاضی نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرے میں چونکہ فارسی النسل ہوں۔ آپ کے عربی عامل اس بات کو گوارا نہ کریں گے۔ چنانچہ منصور نے قید کرنے کا حکم دے دیا۔

بعض روایتوں میں ہے۔ کہ امام صاحب مان گئے۔ مگر جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ نے عدالتی قوانین کے ماتحت واللہ کا لفظ استعمال کیا۔ تو امام صاحب نے مدعی کو اپنی گرہ سے دام دے کر رخصت کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں مسلمانوں سے جھوٹی قسم نہ اٹھواؤں گا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع منصور کو ہوئی۔ تو اس نے قید کرنے کا حکم دے دیا۔

وفات | قید و بند کی حالت میں بھی سلسلۂ درس و تدریس ختم نہ ہوا جس کا ثبوت امام محمدؒ کا وجود ہے۔ اکثر روسائے دربار اور معتقدین نیاز حاصل کرنے کے لئے راتوں کو چھپ کر جیل خانہ ہو آتے۔ منصور جس چیز کو روکنا چاہتا تھا وہ نہ رک سکی۔ آخر اس نے امام صاحب کو کھانے میں زہر دلوا دیا۔ امام صاحب نے عین سجدہ کی حالت میں جانِ شیریں جان آفرین کے سپرد کی۔ مشہور ہے کہ امام صاحب کی نمازِ جنازہ چار دفعہ پڑھی گئی۔ اور جسد مبارک کو بغداد میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جہاں ان کا روضہ آج تک فیض رسانِ خاص و عام ہے۔

اولاد | گو امام صاحب کی اولاد کے حالات میں بعض مورخین نے بخل سے کام لیا ہے۔ تاہم اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کے لڑکے کا نام حمّاد تھا۔ البتہ حمّاد نے مرتے وقت چار لڑکے چھوڑے۔ جن میں سے شیخ اسماعیل نے وہ شہرت حاصل کی کہ خلیفہ مامون رشید کے وقت میں عہدہ قضاۃ حاصل کیا۔

حلیہ۔ طرزِ گفتار اور لباس | سیرۃ النعمان میں مولانا شبلی مرحوم لکھتے ہیں۔ کہ " امام صاحب کو خدا نے حُسنِ سیرت کے ساتھ جمالِ صورت بھی دیا تھا۔ میانہ قد، خوش رو اور موزوں اندام تھے گفتگو نہایت شیریں۔ آواز بلند اور صاف تھی۔ کیسا ہی پیچیدہ مضمون ہو نہایت صفائی اور فصاحت سے ادا کر سکتے تھے۔ مزاج میں تکلف تھا۔ اکثر خوش پوش رہتے تھے کبھی کبھی سنجاب قاقم کے جبّے بھی زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد ابو مطیع بلخی کا بیان ہے۔ کہ ایک دن امام صاحب کو ایک قیمتی چادر اور قمیص پہنے دیکھا۔ جن کی قیمت کم از کم چار سو درم ہو گی۔

حق گوئی | خلیفہ منصور اور اس کی ایک حرم حرہ خاتون کے درمیان کسی بات پر شکر رنجی ہو گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ آخر امام صاحب کو بطور ثالث جیل خانے سے طلب کرنا پڑا۔ خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ اس کے ساتھ عدل سے پیش نہیں آتا۔ چنانچہ خاتون پردے کے پیچھے بیٹھ کر امام صاحب کا فیصلہ سننے لگی خلیفہ نے پوچھا مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے۔ امام صاحب نے کہا چار۔ خلیفہ نے خاتون کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا سنتی ہو۔ خاتون نے کہا۔ ہاں۔ مگر امام صاحب درمیان میں بول اٹھے کہ فقط اسی شخص کو [illegible] کرنے کی اجازت ہے جو عدل پر قادر ہے۔ چنانچہ کلام پاک میں ہے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً

کاروبارِ تجارت | عین سُنتِ نبویؐ کے ماتحت امام صاحب نے تجارت کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا اور لین دین اور خرید و فروخت کا سلسلہ اپنے شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہروں میں بھی وسیع پیمانہ پر جاری کیا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ دیانتداری کا اصول ہر وقت پیشِ نظر رکھا۔ ناجائز ایک کوڑی تک اپنے پاس رکھنا گوارا نہ تھی۔ ایک دفعہ اُنہوں نے کچھ مال بغرضِ فروخت دوسرے شہر میں بھیجا۔ اور جس جس مال میں نقص تھا۔ اس سے اپنے ملازم کو آگاہ کر دیا۔ کہ خریداروں کو بتلا دیا جائے۔ کثرتِ کار کے باعث ملازم کو ہدایت یاد نہ رہی۔ چنانچہ امام صاحب کو جب معلوم ہوا تو تمام کا تمام مال راہِ خدا میں دے دیا۔

تجارت سے امام صاحب کی غرض روپیہ کمانا اور مال جمع کرنا نہ تھی۔ بلکہ رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کرنا تھی انہوں نے دوستوں۔ شاگردوں اور علماء کے روزینے مقرر کر رکھے تھے۔ تجارت کا ایک حصہ محدثین کے لئے وقف تھا۔ جب کوئی چیز بازار سے خریدتے جتنی گھر کی ضرورت کے واسطے منگواتے اتنی ہی علماء کے واسطے بھی منگواتے۔ شاگردوں کی معاش کا خرچ اپنی گرہ سے ادا فرماتے۔ چنانچہ امام صاحب کی دستگیری کی بدولت شاگردوں کی ایک بہت بڑی جماعت ہر وقت خدمت میں حاضر رہتی۔

فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ امام صاحب کسی کوچہ میں سے گزر رہے تھے۔ کہ سامنے سے ایک شخص امام صاحب کو دیکھ کر دفعتہً واپس لوٹ گیا۔ امام صاحب نے بھاگ کر پکڑ لیا اور واپس لوٹنے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت میرے ذمے آپ کے چار ہزار درہم بقایا ہیں۔ مَیں شرم کی وجہ سے آپ کے سامنے آنا پسند نہیں کرتا۔ امام صاحب نے وہ روپیہ اسی وقت اُسے معاف کر دیا۔

ابراہیم بن عتبہ چار ہزار درہم کے مقروض تھے۔ قرضخواہوں سے تنگ آکر اُنہوں نے لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ شدہ شدہ یہ بات امام صاحب کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپ نے سارا قرضہ اپنی گرہ سے ادا کر دیا۔

حقِ ہمسایہ | امام صاحب کا ایک موچی ہمسایہ دن بھر مزدوری کرتا۔ اور رات کو سامانِ اکل و شرب خرید کر خوش مزاج اور رنگین طبع دوستوں کے ساتھ پیتا تھا۔ مگر امام صاحب کبھی اسے بُرا بھلا نہ کہتے تھے۔ ایک دفعہ وہ کسی جرم کی پاداش میں پکڑا گیا۔ اور قید خانہ بھجوا دیا گیا۔ رات کو جب ہاؤ ہو کا شور بلند نہ ہُوا۔ تو امام صاحب نے اس کا سبب دریافت کیا۔ لوگوں نے صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ امام صاحب بہ نفسِ نفیس کوتوال شہر کے پاس گئے۔ اور اپنے ہمسایہ کو رہائی دلوا کر لے آئے۔ اس موچی پر اس کا اتنا اثر ہُوا کہ اس نے عیش پرستی سے توبہ کرلی۔ اور امام صاحب کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرنے سے فقیہہ کا لقب حاصل کیا۔

امام صاحب بہت رقیق القلب تھے۔ اگر کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو ان کے مزاج پر اس کا اتنا اثر ہوتا کہ دیکھنے والے سمجھتے شاید یہ تکلیف خود امام صاحب کو ہے۔ بیماروں کی مزاج پُرسی اور مصیبت زدہ لوگوں کی تسلی و تشفی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

ملک تے تھے۔ یہاں تک کہ ان پر خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے۔ مگر اپنا یہ حال تھا کہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی صبر و شکر سے کام لیتے تھے۔ اور پائے استقلال میں لغزش نہ آنے دیتے تھے۔

تقسیمِ اوقات آپ کا معمول تھا کہ بعد از نماز فجر درس دیتے تھے جس کے بعد مجلس فقہ منعقد ہوتی اور شریعت کے بڑے بڑے دقیق مسائل طے ہوتے۔ پھر نماز ظہر سے عصر تک درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ عصر سے مغرب تک مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے۔ نماز مغرب کے بعد پھر سلسلہ درس شروع ہوتا۔ جو نماز عشا تک رہتا۔ باقی تمام رات قرآن خوانی، ذکر و شغل اور نوافل میں گزارتے۔

امام صاحب کا خواب اور روضۂ اقدس پر حاضری حافظ ابو المحاسن نے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ امام صاحب نے خواب دیکھا۔ کہ آپ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک سے ہڈیاں الگ کر کر کے پھر جوڑ رہے ہیں۔ امام صاحب سخت حیرانی و پریشانی میں اُٹھے۔ اور خیال کیا۔ کہ میری نااہلیت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی پریشان حالی میں معبروں کے پاس پہنچے اور خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے امام صاحب کو تسلی دی کہ یہ خواب اس امر کی دلیل ہے۔ کہ آپ شریعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نئے سرے سے زندہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ بھی آپ ہی کی ذات کو شرف حاصل ہے۔ کہ روضۂ نبویؐ پر حاضری کے وقت السلام علیکم یا رسول اللہؐ کے جواب میں وعلیکم السلام یا امام المسلمین کہا گیا۔

کلام کی تاثیر آپ کی گفتگو میں بلا کا جادو ہوتا تھا۔ باتیں ایسی دلنشین و مؤثر کرتے تھے۔ کہ دل میں اتر جاتی تھیں ایک شخص حضرت عثمانؓ سے بغض رکھتا اور انہیں یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک دن امام صاحب اس کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میں تجھے ایک مشورہ دیتا ہوں۔ قبول کرو گے؟ اس نے جواب دیا بسر و چشم۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ تم اپنی لڑکی کا رشتہ تلاش کرتے تھے ایک شخص موجود ہے۔ جو شریف بھی ہے اور پرہیزگار بھی۔ اور حافظِ قرآن بھی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی لڑکی اس کے عقد میں دے دو۔ اس نے کہا بہتر۔ فرمایا۔ تم نے ہاں تو کر لی ہے۔ مگر وہ مذہباً یہودی ہے۔ بس اتنا سُننا تھا۔ کہ وہ شخص چراغ پا ہو گیا بولا کہ آپ مسلمانوں کے امام ہو کر ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک یہودی سے روا سمجھتے ہیں! آپ نے فرمایا۔ تم خلیفہ عثمانؓ کو کیسے یہودی کہہ سکتے ہو۔ جب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں دیں۔ وہ شخص تائب ہو گیا اور آئندہ کے لئے خلفائے راشدینؓ کا مداح بن گیا۔

اقوالِ زریں فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں بخیل کو کبھی عادل نہ بناؤں گا۔ کیونکہ بخل کی وجہ سے وہ اپنے حق سے زیادہ کی خواہش کرے گا۔

جس شخص کو علم نے بھی معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا۔ اس سے زیادہ زیاں کار کون ہوگا؟

جو شخص علمِ دین میں گفتگو کرے۔ اور اس کو یہ خیال نہ ہو کہ اس کی بھی باز پرس ہوگی۔ وہ مذہب اور اپنے نفس کی قدر نہیں جانتا۔

اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم میں خدا کا کوئی دوست نہیں۔

جو شخص قبل از وقت ریاست کی تمنا کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔

جو شخص علم کو دُنیا کے لئے سیکھتا ہے۔ علم اس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا۔

سب سے بڑی عبادت ایمان اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔ پس جو شخص افضل ترین عبادت کا پابند اور بدترین معاصی سے محترز ہے۔ اس کی مغفرت کی بہر حال امید کی جاسکتی ہے۔

جو شخص علمِ حدیث سیکھتا ہے اور اس سے استنباطِ مسائل نہیں کرتا۔ وہ ایک عطار ہے جس کے پاس دوائیں تو ہیں مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ کون دوا کس مرض کے واسطے ہے۔

جو شخص علمی مذاق نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ علمی گفتگو کرنی اس کو اذیت دیتی ہے۔

تصانیف (۱) فقہ اکبر

(۲) العالم والمتعلم۔ سوال جواب کے طور پر ایک کتاب ہے۔

(۳) مسند خوارزمی وغیرہ وغیرہ

شناختِ مُرشد

از جناب ابوالقاسم لاوری

شاہ ولی اللہ صاحب رح محدث دہلوی رح کا ایک رسالہ "المقالۃ الرضیہ فی النصیحۃ والوصیۃ" کے نام سے موسوم ہے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالے کا حاشیہ لکھا تھا۔ جس میں انہوں نے کامل مکمل شیخِ طریقت کی علامتیں لکھی ہیں اور اہلِ دل کی پہچان کا طریقہ بتایا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ طالبِ مولیٰ کو چاہیئے کہ ہمیشہ علمِ لدنی کی تلاش میں رہے۔ اور نسبتِ صوفیہ کا متلاشی ہو کیونکہ یہ بہت بڑی دولت ہے۔ (نسبت اُس فیضان کو کہتے ہیں جو مرشد کی سعی و توجہ سے مرید کے باطن میں القاء ہوتا ہے) اگر کوئی ایسا شیخِ کامل مل جائے جس کی صحبت جذبِ باطن کا ذریعہ ہو اور لوگوں پر اثر انداز ہوتی ہو تو اس کی صحبت کو غنیمت سمجھیں تاکہ مقصدِ حقیقی حاصل ہو جائے۔ یعنی یادداشت اور دوامی حضور و آگاہی کا ملکہ میسر ہو۔ یادداشت حق تعالیٰ کی حقیقت کی طرف باطنی توجہ رکھنے کو کہتے ہیں۔ اور حضور و آگاہی بھی ذاتِ مقدس کی طرف اس طرح دھیان رکھنے کا نام ہے۔ جو الفاظ اور خیالاتِ ماسوی اللہ سے خالی ہو۔

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ چونکہ علمِ لدنی ایک مخفی امر ہے۔ اور حق و باطل میں امتیاز کرنا غور و فکر سے خالی نہیں جس جگہ نفعِ عظیم کی توقع ہو وہاں ضرر کا بھی بہت خطرہ ہوتا ہے۔ جہاں خزانہ ہو وہاں سانپ اور چور کا بھی احتمال ہے۔ اس لئے بیعت کرنے اور اپنا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں دینے کے لئے جلدی نہیں کرنی چاہیئے کیوں کہ جلدی کرنے میں یہ خطرہ ہے کہ کہیں کسی شیطان کے ہاتھ پر ہی بیعت نہ کر لے اور علمِ لدنی حاصل کرنے کی بجائے سرے سے دولتِ ایمان ہی خطرے میں پڑ جائے۔ اور یہ نصیحت کچھ زمانۂ حال کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اکابرِ سلف بھی اس کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم رح نے ارشاد فرمایا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   تا بہ ہر دستے نشاید داد دست

(معلوم ہوا کہ بہت سے ابلیس آدمی کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اس لئے بیعت کرنے کیلئے ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ

نہیں دے دینا چاہیئے) اسی طرح شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔

نگہدارد آں مرد در کیسہ دُر　　کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(وہی شخص تھیلی میں اپنے جواہرات محفوظ رکھتا ہے۔ جو ساری خلقت کو جیب تراش گمان کرتا ہو)

کامل اور مکمل شیخ کی پہچان اس بات پر منحصر نہیں کہ اس سے خوارقِ عادات اور کرامتیں ظاہر ہوتی ہوں اور وہ لوگوں کے دلی خیالات معلوم کر لیتا ہو یا اُس پر وجد و حال اور شوق کا غلبہ ہو کیونکہ یہ باتیں تو جوگیوں اور فلسفیوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پس یہ چیزیں سعادت اور ہدایت کی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ مرشدِ کامل و مکمل کے پہچاننے کی علامت اور صحیح دلیل یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے وہ ظاہر شرع پر مستقیم اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہو تاکہ اس پر متقی کا اطلاق ہو سکے کیونکہ حق تعالیٰ نے ولایت کو تقویٰ پر منحصر رکھا ہے چنانچہ فرمایا اِنْ اَوْلِیَاؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (یعنی متقیوں کے سوا کوئی اس کے دوست نہیں ہو سکتے)

اور اگر کوئی یہ کہے کہ بعض اولیاء اللہ نے ملامتی فرقہ کی روش اختیار کر رکھی تھی اور بظاہر ان سے تقویٰ کا کوئی اظہار نہیں ہوتا تھا۔ تاہم اُن سے بعض لوگوں کو باطنی فیوض حاصل ہوئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حالت نادر الوقوع ہے۔ اعتبار ہمیشہ غلبہ اور اکثریت کا کیا جاتا ہے۔ ہمیں ہر حالت میں عقل اور شرع کو حاکم بنانا چاہیئے کیونکہ دفعِ ضرر حصولِ منفعت سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ پس مقتضائے فہم و بصیرت یہ ہے کہ جہاں ضرر کا احتمال ہو وہاں سے بھاگیں اور دور رہیں۔ اور جو شخص ظاہر میں متقی اور پرہیزگار دکھائی دے رہا ہو۔ اس کی صحبت اختیار کرنے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی کیوں کہ اگر اس کی صحبت سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا تو کسی ضرر کا بھی احتمال نہیں۔

پس اگر متقی و پرہیزگار مرشد کی صحبت میں ایسی تاثیر ہو جسے علماء ظاہر و باطن دونوں معتبر سمجھیں تو ایسے مرد کی صحبت کو کبریتِ احمر اور غنیمتِ کبریٰ شمار کرنا چاہیئے۔ اور اگر اس کی صحبت اثر انگیز نہ ہو۔ یا اثر تو ہو لیکن ایسا اثر نہ ہو جسے اکابر معتبر سمجھیں تو اس بزرگ سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کی صحبت ترک کر دینی چاہیئے۔ اور کسی دوسری جگہ رجوع کر دینا چاہیئے جہاں اپنے لئے رُشد و ہدایت کا کوئی نشان دکھائی دیتا ہو۔ کیونکہ مقصود حق تعالےٰ ہے نہ کہ وہ مرد۔ اسی معنیٰ میں حضرت خواجہ علی عزیزان رامیتنی رحؒ نے فرمایا ہے ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت　　وز تو نرمید صحبتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش　　ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

(جس بزرگ کی صحبت میں تیری دلجمعی نہیں ہوئی اور تجھے پانی اور مٹی کی صحبت یعنی خواہشات نفسانی سے نجات نہیں ملی

تو جلد ایسے شخص کی صحبت سے بھاگ جا ورنہ عزیزان کی روح تجھ سے کبھی خوش نہیں ہوگی اور تجھے معاف نہیں کرے گی۔

ایسی تاثیر جو اکابر کے نزدیک بھی معتبر ہے یہ ہے۔ کہ اس کی صحبت میں دل کی سابقہ حالت بالکل بدل جائے دل دنیا سے سرد ہو اور خدا اُس کے رسولؐ اور اس کے دوستوں کی محبت دل پر غلبہ کرے۔ اعمال صالحہ کی طرف دل کا میلان ہو جائے اور گناہوں سے طبیعت سخت متنفر اور بیزار ہو۔ اور بمقتضائے حدیث نبوی اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللہُ (جب اولیاء اللہ کو دیکھیں تو خدا یاد آجائے) اُس بزرگ کے چہرۂ مقدس پر نظر کرنے سے خدائے تعالیٰ کی محبت دل میں موجزن ہو دوام حضور حاصل ہو اور یاد الٰہی سے اطمینان قلب اور جمعیت خاطر کی دولت ہاتھ آئے اور جس قدر بھی نیک عمل کئے جائیں۔ اُن سے اُس نسبت اور حالت کو زیادہ قوت اور تقویت نصیب ہو جو اُس بزرگ سے پہنچی ہے۔ اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو تو دل میں انتہا درجہ کی تنگی اور بےچینی پیدا ہو اور اُس نسبت اور اُس حالت کو جو پیر کے فیضان سے حاصل ہوئی ہے ٹھیس لگے اور نقصان پہنچے۔ اسی معنیٰ میں حضور سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ — جس وقت نیکی تجھے بھلی معلوم ہو اور بدی اور گناہ تجھے رنجیدہ اور مغموم کرے تو تو مومن ہے۔

اِس حدیث میں اسی اطمینان اور تنگی کی طرف اشارہ ہے۔

وہ مرشد جس کی صحبت ایسی تاثیر بخش ہو اس کو کامل و مکمل یقین کرنا چاہیئے کیونکہ یہی تاثیر کمال کی دلیل ہے یہ صحبت دوام حضور بخشتی اور گناہوں سے متنفر کرتی ہے۔ اسی کی بدولت تمام رذائل اخلاق مثلاً کبر، عجب و خود پسندی، ریا، حسد، کینہ، حُبِّ جاہ و مال وغیرہم سے نجات ملتی ہے۔ اسی کی برکت سے حُبّ فی اللہ، بغض باللہ، اخلاص، صبر، شکر، رضا، زہد وغیرہ اخلاق جمیلہ اور اوصاف حمیدہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر اس قسم کا کامل و مکمل مرد مل جائے تو اُس کی صحبت کو غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے ہاتھوں میں اس طرح دے دینا چاہیئے جس طرح میت غسل دینے والے کے ہاتھ میں بےبس و بےاختیار ہوتی ہے۔ پیر کامل جس طرح چاہے مرید پر تصرف کرے لیکن پیر کے فیضان صحبت کے دوران میں جو خیالات دل میں پیدا ہوں ان کو میزانِ شرع پر تولنا چاہیئے۔ اگر اس ترازو پر ٹھیک اتریں تو ان پر عمل کرنا چاہیئے اور کسی وقت وساوس شیطانی یعنی بُرے خیالات پیدا ہوں تو ان کو رد کر دینا چاہیئے اور شریعت کی پوری پوری پابندی کرنی چاہیئے اور جو چیزیں بےاختیار پیش آئیں مثلاً وجد، ذوق و شوق وغیرہ تو ان میں انسان معذور ہے۔ ان پر کوئی باز پرس نہیں لیکن چاہیئے کہ اپنے قصد اور اختیار سے اِن حرکات میں سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں

جو عقل اور شرع کی نظر میں پسندیدہ نہ ہو۔ اکابر سے بھی اس قسم کا کوئی فعل قصد و اختیار سے سرزد نہیں ہوا۔ لیکن ان امور میں اہلِ باطل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اس چیز میں کس حسنِ نیت اور مصلحت صواب کو دخل ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے اوپر دیوانوں کی سی حرکتیں روا رکھے؛ اور بعض اکابر نے جو یہ فرمایا ہے کہ رسومِ صوفیہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں اس کا یہی مطلب ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک مکتوب میں فرمایا ہے کہ رُشد و فلاح یافتہ مرید اور مستعد طالب مولیٰ راہِ سلوک میں ہر ساعت اپنے پیر کے خوارق و کرامات محسوس کرتا ہے۔ دوسروں کے لئے تو ظہورِ خوارق کی کوئی ضرورت نہیں لیکن مریدوں کیلئے تو ہر وقت کرامات در کرامات اور خوارق در خوارق ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور مرید کیوں خوارق کا احساس نہ کرے گا جب کہ پیر نے اس کے مُردہ دل کو زندہ کر دیا ہے اور اسے مکاشفہ اور مشاہدہ کی نعمت سے نوازا ہے۔ عوام کی نظر میں کسی مردہ جسم کا زندہ کر دینا بڑا مہتم بالشان کام ہے لیکن خواص کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا بڑا رفیع الشان کارنامہ ہے۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز رسالہ قدسیہ میں فرماتے ہیں کہ چونکہ اکثر عوام کے نزدیک مردہ جسم کا زندہ کرنا لائق اعتماد تھا اس لئے اہل اللہ نے اس کی طرف سے اعراض فرمایا اور احیا سے رُوحی کی طرف متوجہ ہوئے اور طالب حق کے مردہ دل کو زندہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قلب و روح کو زندگی بخشنے کے مقابلہ میں احیائے جسمی بالکل ایسی ہے جیسے کوئی بیکار چیز راہ میں پڑی ہو۔ اور اس کام کی طرف متوجہ ہونا بالکل کسی عبث کام میں مصروف ہونا ہے۔ کیونکہ مردہ جسم کی زندگی محض حیاتِ چند روزہ ہے۔ اور دل کا احیاء حیاتِ دائمی کا وسیلہ ہے۔

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود در حقیقت کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت ہے اور اہل اللہ کا خلقِ خدا کو حق و صدق کی دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔ اہل اللہ زمین والوں کے لئے امان اور غنیمت روزگار ہیں۔ انہی کی برکت سے بارانِ رحمت نازل ہوتا ہے۔ اور انہی کا یُمن و برکت رزق رسانی کا ذریعہ ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ ان حضرات کے پاس بیٹھنے والا کبھی شقی نہیں ہوتا اور ان کا دوست کبھی محروم اور نامراد نہیں رہتا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں کہ جو مریض صحتِ کاملہ کا متمنی ہو یعنی نسبتِ محمدیہ سے مزین ہونا چاہے اس پر لازم ہے کہ سنتِ نبویہ کے اتباع کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر سمجھے۔ اور جو انوار و برکات اتباعِ سنت پر مترتب ہوں ان کو تمام فیوضات سے افضل یقین کرے اور جمعیتِ باطن اور دوامِ حضور کے مقابلہ میں وجد و ذوق مروجہ کا کوئی اعتبار نہ کرے اور جس بزرگ کی صحبت میں جمعیتِ باطن اور دوامِ حضور کا اثر ظاہر ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب سمجھتے ہوئے اس کی خدمات کا التزام رکھے۔

عقائد اہلِ سنت و جماعت

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات کو زبان سے ماننے اور دل سے یقین کر لینے کا نام ایمان ہے! اور اہلِ سنت و جماعت وہ فرقہ ہے جو عقائد و اعمال میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا صحیح معنوں میں پیرو ہو۔

واضح رہے کہ کلمۂ طیبہ میں دو جملے ہیں۔ ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور دوسرا مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللہ۔ اِن دونوں جملوں پر ایمان لانا اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں چار باتیں داخل ہیں (۱) ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت (۲) صفاتِ باری تعالیٰ (۳) افعال باری تعالیٰ (۴) اِس کے رسولوں کی تصدیق۔ اِس سے ثابت ہوا کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے۔ جن میں سے ہر ایک کی تشریح کی جاتی ہے۔

ہستی باری تعالےٰ

توحید اور اِس کے لوازمات پر ایمان لانے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ ہستی باری تعالیٰ کو تسلیم کیا جائے۔ اِس لئے پہلے وہ دلائل سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ جو قرآنِ حکیم نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں پیش کئے ہیں اِن کی دو قسمیں ہیں پہلی وہ دلیلیں جن میں اپنے کرم و احسان کو جتا کر اپنی ہستی کو ثابت کیا ہے۔ اور دوسری وہ ہیں جنہیں ایجاد و اختراع یعنی زمین، آسمان، حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ کی پیدائش، تغیر و تبدل اور ان کی استعدادوں کا ذکر کر کے بتایا ہے۔ کہ انسان اِس مخلوق سے سبق حاصل کر کے اپنے خالق کا پتہ لگائے اور دوسری تمام چیزوں کی عبادت چھوڑ کر اُسی ایک ہستی سے اپنا تعلق قائم کرے۔

دلائلِ کرم و احسان کی بنیاد دو امور پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ ساری موجودات اِنسان کے وجود کے موافق اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اِس کی معاون ہے۔ سورج اور چاند کا طلوع و غروب، دن اور رات کا گھٹنا بڑھنا، موسم کی تبدیلی اور زمین کی پیداوار سے اُس کی پرورش کی جاتی ہے۔ حیوانات، نباتات، جمادات، مٹی، پانی، آگ اور ہوا سب

اس کی خدمت پر مامور ہیں۔ اس عالم کا سارا کارخانہ صرف انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور آدمی کو آرام پہنچانے کے لئے بہترین نظام کے ماتحت چلایا گیا ہے۔ اگر انسان اپنے جسم کے اعضا پر غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کا ہر عضو اپنا کام نہایت باقاعدگی سے انجام دے رہا ہے۔ اور زندگی کی ان گنت تکلیفوں اور بیشمار مصیبتوں سے اس کو بچاتا ہے۔ دوم یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ انسان اور دوسری اشیاء کے درمیان یہ موافقت اور دوستی صرف اتفاقیہ طور پر پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ ایک صاحب ارادہ، صاحب حکمت اور فاعل مختار کے ارادے سے پیدا ہوئی ہے۔

دلیل کرم واحسان کی طرح دلیل اختراع کی بنیاد بھی دو باتوں پر قائم ہے۔ ایک یہ کہ اشیاء از خود موجود نہیں۔ بلکہ کسی کی بنائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی چیز کا وجود اور پیدائش اپنے اختیار میں نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بے جان تخم میں دفعتہً جان پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ اس کو اس امر کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ پہلے کیا تھا۔ اب کیا بن رہا ہے۔ اور آگے چل کر اس کا انجام کیا ہوگا۔ اسی طرح زمین و سورج، ستارے بلکہ سارا نظام شمسی دیکھکر ہمارا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں جس نے اپنے آپ کو خود پیدا کیا ہے۔ اور یہ بھی یقین ہو جاتا ہے۔ کہ یہ حکمت سے بھرا ہوا نظام کسی خاص حکمت کے ماتحت ایک بہت بڑے کاریگر کا قائم کیا ہوا ہے۔ دوم یہ کہ ہر وہ چیز جو بنائی گئی ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ضرور ہونا چاہیئے۔ ان دونو باتوں کے ملانے سے قرآن مجید نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ کائنات کے بنانے والا اور اس نظام کو بہترین طریق پر چلانے والا کوئی موجود ہے۔ اور وہی خدا ہے۔

جو شخص خدا کو پہچاننا چاہے اس کو چاہیئے۔ کہ اشیاء کی حقیقت اور اصلیت تک پہنچکر ان کے بنانے والے کا پتہ لگائے کیونکہ جن لوگوں کو اشیا کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ وہ ان کے پیدا کرنے والے کو معلوم نہیں کر سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْئٍ	اور کیا یہ لوگ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس پر غور نہیں کرتے؟

یعنی جو شخص اشیاء کی حقیقت پر غور کرتا رہے۔ اور ہر چیز کی پیدائش کی غرض و غایت معلوم کرے وہ آسانی سے اپنے پروردگار کو پہچان سکتا ہے۔

قرآن کریم نے اللہ تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت میں جس دلفریب پیرائے میں دلیلیں پیش کی ہیں۔ ان سے ایک بہت بڑے فلسفی کی بھی اسی طرح تشفی ہو سکتی ہے جس طرح کوئی ناخواندہ کاشتکار یا گنوار آدمی مطمئن ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی مسئلہ پر تین دلیلیں درج کی جاتی ہیں۔ کرم واحسان کی دلیل میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ۙ وَالْجِبَالَ أَوْتَادًا ۙ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ۙ وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۙ لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا ۙ

کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ اور تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور تمہاری نیند کو راحت کا سامان بنایا۔ اور رات تمہاری پردہ پوشی کا سامان بنائی۔ اور دن کو طلبِ معاش کے واسطے بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ اور ایک روشنی دینے والا چراغ مہیا کیا۔ اور بادلوں سے موسلادھار مینہ برسایا تاکہ ہم اِس کے ذریعے اناج اور سبزہ نکالیں اور گھنے باغ پیدا کریں۔

اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن آسائشوں کو جتایا ہے۔ جو زمین، پہاڑ، نر و مادہ، نیند، رات، دن، آسمان، سورج، بادل، مینہ، غلے، درخت اور باغات وغیرہ کی بدولت اِنسان کو حاصل ہیں۔ اور اَلَمْ نَجْعَل کہکر بتایا ہے۔ کہ اشرف المخلوقات اِنسان کو اِن مادی اور مسخر چیزوں میں الجھ کر نہیں رہ جانا چاہیئے۔ بلکہ اِس عینک کی مدد سے خالقِ کل کا پتہ لگانا چاہیئے۔

دلیلِ ایجاد و اختراع کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝

کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُن کو کیسے بنایا گیا ہے۔ اور آسمان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُس کو کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُن کو کس طرح قائم کیا گیا ہے۔ اور زمین کی طرف نہیں دیکھتے کہ اِس کو کس طرح بچھا دیا گیا ہے۔

یہاں خالقِ تعالیٰ نے اونٹ، آسمان، پہاڑ، اور زمین کی طرف توجہ دلا کر انسان کو عجائباتِ قدرت کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔ اور اس کو بتایا ہے۔ کہ جس قادرِ مطلق نے یہ عظیم الشان چیزیں بنائی ہیں۔ اِس کی جستجو اور پرستش تمہارا نصب العین ہونا چاہیئے۔

چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۙ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ

اے لوگو! اپنے اِس رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں اور اِن سب کو جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں پیدا کیا۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (اِس رب کی عبادت) جس نے تمہاری خاطر

الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّأَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ

زمین کو فرش اور آسمان کو ایک قسم کی چھت بنایا اور بادلوں سے مینہ برسایا جس کے ذریعے تمہارے کھانے کو طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔

اِس آیت میں پروردگارِ عالم نے پہلے تو اِنسان کو اس کی اور اس کے بزرگوں کی پیدائش کی طرف توجہ دلائی ہے پھر اس کو زمین آسمان اور بارش کے فوائد جتلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔

توحید

مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت ہوا۔ کہ کائنات کا کوئی نہ کوئی بنانے والا ضرور ہے۔ اور وہی خدا ہے۔ لیکن ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کارخانۂ عالم کو بنانے والا ایک نہیں بلکہ ایک سے زائد ہیں اِس لئے اب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید میں ہستئ خالق کا ثبوت دینے کے بعد توحید باری تعالیٰ پر کس قسم کی دلیلیں قائم کی ہیں۔ سو اِس مسئلہ میں بھی قرآنِ کریم کا طرزِ استدلال بالکل طبعی اور ہر قسم کی بعید از فہم باتوں سے خالی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتا تو وہ بگڑ جاتے۔

یہ آیت وحدانیت پر ایک واضح اور صاف دلیل ہے۔ کیونکہ اتنی سی بات تو سب جانتے ہیں۔ کہ جب دو حکمران ایک ہی کام کرنا چاہیں گے۔ تو وہ کسی شہر کا نظام قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ ایک قسم کے دو فاعل بیک وقت ایک ہی کام کو اپنی اپنی مرضی کے مطابق انجام نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اس صورت میں ہر ایک دوسرے کی مرضی کے خلاف اس کام کی تکمیل چاہے گا۔ اور اس طرح وہ کام بگڑ جائے گا۔ اور اگر ایک تو کام کرے اور دوسرا معطل پڑا رہے تو معطل فاعل یعنی خدا بننے کے لائق نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسری دلیل میں فرمایا ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ

اللہ کی کوئی اولاد نہیں اور نہ اُس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے۔ ورنہ ہر ایک خدا اپنی اس چیز کو جو اس نے بنائی ہے لے جاتا۔ اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے میں مصروف رہتا۔ اللہ اُن نقائص سے پاک ہے۔ جو وہ بیان کرتے ہیں

یہ دلیل اُن لوگوں کی تردید میں ہے۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ممکن ہے۔ کہ بہت سارے خداؤں نے آپس میں سمجھوتہ کر کے [illegible]

کی پیدائش کا کام آپس میں تقسیم کر لیا ہو۔ ان کے جواب میں کہا گیا ہے۔ کہ اگر متعدد خدا ہوتے اور وہ خلق اور ربوبیت کے کام کو آپس میں تقسیم کر لیتے۔ تو یہ عالم ایک نہ ہوتا۔ بلکہ ہر ایک خدا کی الگ الگ خدائی ہوتی۔ جہاں دوسرے خدا کا عمل دخل نہ ہوتا۔ اور چونکہ نظام شمسی ایک ہے۔ اس لئے اس کا چلانے والا بھی ایک ہی ہو سکتا ہے۔

اس بیان سے بحمد اللہ خدا کی ہستی کا ثبوت اور اس کی وحدانیت ظاہر ہو چکی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ پر ... سے پیشتر یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ اس معبودِ برحق کی ذات معین کی جائے۔ کہ وہ کون ہے۔ کن صفات کی حامل ہے۔ اس کارخانۂ عالم کو کس طرح چلا رہی ہے کیونکہ اگر کسی غیر اللہ کو اپنی کوتاہ اندیشی سے معبودِ حقیقی متصور کر لیا۔ خواہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو۔ یا کسی ایسی ہستی کو خدا مان لیا جو جامع صفات نہ ہو۔ تو ایمان درست نہ ہوگا۔ لہذا اس ذاتِ برحق کو جس نے کائناتِ عالم کو پیدا کیا ہے۔ پہچاننا لازم ہے۔ تاکہ اس کی فرمانبرداری کی جائے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ سے رب العالمین عز اسمہٗ کا ایک ذاتی نام "اللہ" اور ننانوے صفاتی نام ثابت ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان کا احاطہ کرے یعنی اُن کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن نشین کر لے تو اُس کی مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدِ موجودات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ کے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے اُن کا احاطہ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا" (بخاری)

ان صفاتی اسماء میں سے ہر ایک نام کسی نہ کسی صفتِ کمال کا مظہر ہے۔ یہاں صرف اُن صفتوں کی تشریح کی جاتی ہے۔ جو بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

صفاتِ باری تعالےٰ

پروردگارِ عالم کے وہ صفات جن کا قرآنِ حکیم میں کثرت سے ذکر آیا ہے۔ اور جن کے ثبوت میں اکثر دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ حسب ذیل ہیں۔

علم[۱]۔ حیات[۲]۔ قدرت[۳]۔ ارادہ[۴]۔ سمع[۵]۔ بصر[۶]۔ کلام[۷]۔ پاکیزگی[۸]

چونکہ یہ صفات انسان میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ خالق اپنی مخلوق کے مشابہ ہے۔ کیونکہ یہ اشتراک صرف اِسمی ہے۔ ورنہ حقیقت میں خدائے تعالےٰ اپنی کسی صفت میں مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا۔ اس اصول کی جانب قرآنِ کریم نے بار بار اشارہ کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ‏ کوئی شے اس کی مانند نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

کوئی دوسری چیز خواہ وہ اپنی جگہ سمیع و بصیر ہی کیوں نہ ہو۔ اس جیسی نہیں ہو سکتی۔ یہی حال باقی صفات کا ہے۔

علم خدائے برتر کے علم پر یوں ایمان لانا چاہیئے۔ کہ زیر زمین سے آسمانوں کے اوپر تک جو کچھ کبھی ہوا یا ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب ذرہ ذرہ تفصیل سے جانتا ہے۔ زمین و آسمانوں میں ایک ذرہ بھی اُس سے مخفی نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔

اس کو ہمیشہ سے اِس بات کا علم ہے۔ کہ فلاں شخص فلاں وقت یہ کام کرے گا۔ اور فلاں وقت میں یہ کچھ ہوگا۔ اس کے نزدیک ظاہر و مخفی تمام چیزیں ایک ہی حکم میں ہیں۔ دلوں میں جو جو خیالات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ ان سے بھی واقف ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے ؎

بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست که پیدا و پنہاں بہ نزدش یکے ست

حق تعالےٰ نے اپنے علیم ہونے کے متعلق اپنی صفتِ خالقیت سے یوں استدلال کیا ہے۔

اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ کیا وہ جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ وہ اُسے نہیں جانتا وہ تو بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ تمام مخلوقات ایسی خوبی اور صنعت سے مرتب ہو کر منظم ہے۔ کہ اُس کی ادنٰے چیز بھی بغیر کسی شبہ کے اِس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اُس کا بنانے والا اِس کی ترتیب اور انتظام کو بخوبی جانتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ اسے اپنی پیدا کی ہوئی مخلوقات میں سے ذرہ ذرہ تک کا علم ہے۔ اور یہ علم ازلی یعنی ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔

یوں سمجھیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ظاہر و باطن کے تمام علوم کا ایک لاحدود خزانہ ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق میں سے جسے جس وقت اور کم و بیش جس قدر چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے۔ انسان اگرچہ فرشتوں پر علم کی وجہ سے فضیلت رکھتا ہے۔ تاہم اِس کے علم کی مثال اللہ تعالےٰ کے علم کی نسبت قطرہ اور سمندر کی ہے۔ بیشک علم کی رُو سے انسانوں کے مختلف مدارج ہیں جس کا اندازہ ایک جاہل اور عالم کو دیکھکر لگایا جا سکتا ہے۔ علم والے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ چنانچہ نبیوں کو علماء کی نسبت بدرجہا زیادہ علم دیا گیا ہے۔ مگر یہ علم اُن کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کا عطا کردہ اور اُسی کے علم کا پرتو یعنی عکس ہوتا ہے۔

دنیائے عالم کا پیدا کرنا، پھر اُس کو قائم رکھنا، تمام ذی ارواح کی پرورش کرنا اور حسبِ حال ہر شخص کی حاجت روائی کرنا بدوں علم کے محال ہے۔ اِس لئے خالق کردگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر چیز کا کلی و جزوی علم رکھتا ہو۔

حیات جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ خدائے تعالےٰ علیم یعنی ہر بات کا جاننے والا ہے۔ تو اِس ضمن میں حیات کا ثبوت خود بخود ہو گیا۔ کیونکہ علم کے لئے حیات شرط ہے۔ اُس کی زندگی کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نہ اِس کو تکان ہوتی ہے۔ نہ اس میں کوئی قصور واقع ہوتا ہے۔ نہ غفلت' نہ نیند' نہ فنا اور نہ موت۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہیگا۔ اس کی کوئی صفت ایسی نہیں جو پہلے سے نہ ہو۔ اور ہمیشہ تک نہ رہے۔ جب کوئی شے نہ تھی۔ تو وہ اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود تھا۔ اب بھی ویسا ہی ہے۔ اور ہمیشہ اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود رہیگا۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے۔ نہ نیند۔ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے۔ سب اُسی کا ہے۔ کون ہے۔ جو اُس کی اجازت کے بغیر اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے کیونکہ جو کچھ لوگوں کے آگے ہے۔ اور جو کچھ اِن کے پیچھے ہے۔ اللہ کو سب معلوم ہے اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز پر حاوی نہیں۔ اِلّا یہ کہ وہ جس قدر علم اِن کو دینا چاہے دیدے۔ اِس کا تخت حکومت آسمان و زمین کی وسعت پر چھایا ہوا ہے۔ اور اُن کی حفاظت و نگرانی اِسے گراں نہیں گزرتی۔ اور وہ بڑی ہی بلند مرتبہ اور عظیم الشان ذات ہے۔

سمع و بصر حق تعالےٰ ہر چیز کو دیکھتا اور ہر آواز اور آہٹ کو سنتا ہے۔ خواہ کوئی چیز اندھیرے میں ہو یا اُجالے میں۔ نزدیک ہو یا دور۔ چھوٹی ہو یا بڑی سب کو بلا تفاوت یکساں اور بیک وقت دیکھتا ہے۔ اندھیری رات میں سیاہ چیونٹی کو چلتے ہوئے دیکھتا اور اُس کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی سمع و بصر کی طاقتیں اُن تمام چیزوں پر بھی حاوی ہیں جن کی دریافت سے عقل انسانی عاجز ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کا علم اور اِس کے سننے اور دیکھنے کی طاقتیں ہر چھوٹے بڑے کاموں اور چیزوں پر محیط نہ ہوتیں تو ہماری ساری عبادتیں بیکار تھیں۔ کیونکہ پھر ہم ایسے معبود کی پرستش کرتے جس کو ہماری بندگی کی کوئی اطلاع نہ ہوتی اور ظاہر ہے کہ ایسے معبود کی پرستش کرنا بالکل بیکار رہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد سے کہا تھا۔

یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ

اے ابا! تم کیوں اُن کو پُوجتے ہو۔ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے

وَلَا يَنْفَعُنَا وَلَا يُغْنِيْنَا | ہیں اور نہ تمہارے کسی کام آسکتے ہیں۔

یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اعضاء کے بغیر فاعل اور دل و دماغ کے بغیر عالم ہے۔ اسی طرح مادی آنکھوں کے بغیر دیکھنے والا اور کانوں کے بغیر سننے والا ہے۔

کلام اللہ تعالیٰ متکلم ہے یعنی اُسے کلام کرنے کی صفت حاصل ہے جس سے وہ کلام کرسکتا ہے پس وہ جس سے جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ جس کام سے چاہتا ہے منع کرتا ہے جس کا چاہے حکم دیتا ہے جس بات کی چاہتا ہے خبر دیتا ہے۔ کیونکہ گونگا ہونا انتظامِ عالم کے واسطے مخل اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے واسطے سخت عیب ہے قرآنِ کریم میں اس نے اپنے واسطے اس صفت کو اکثر جگہ ثابت کیا ہے۔ مثلاً

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا | اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا۔

اہل سنت وجماعت کے نزدیک خدائے برتر کا کلام حروف اور آواز سے مرکب نہیں۔ بلکہ یہ ایک صفت ہے جس کے ذریعے مخاطب کو متکلم کا دلی منشا معلوم ہوجاتا ہے۔ کلام دراصل مضمون اور معانی ہی کا نام ہے جو دل میں پیدا ہوتے ہیں اور زبان دل کے مضمون کو ادا کرتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ زبان ہی دل کی ترجمانی کرے۔ بلکہ جس طرح انسان کبھی لکھ کر اپنا مدعا ظاہر کرتا ہے اور کبھی اشاروں سے اپنے دل کی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ بغیر زبان کے کلام کرتا اور مختلف ذرائع سے اپنے کلام کا اظہار فرماتا ہے۔ اور یہ بھی ضرور نہیں کہ کلام کرنے والا مجسم ہو اور سامنے نظر آئے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ | اور کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہمکلام ہو مگر وحی کے یا پردہ کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیجے تاکہ حکم سے جو کچھ چاہے اسے پہنچا دے۔

اس آیت میں وہ مختلف طریق بیان کیے گئے ہیں جن سے اس کا کلام بندوں تک پہنچتا ہے۔ اس امر کے متعلق کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بندوں تک کس طرح پہنچتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اوراق میں وحی کے باب میں کی جائے گی۔

ارادہ اور قدرت خداوند تعالیٰ کا علیم ہونا اِس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ صاحبِ ارادہ اور صاحبِ قدرت بھی ہو کیونکہ ہر فاعل جو صاحبِ علم ہو۔ اُس سے کوئی کام تب انجام پاتا ہے جب وہ اِس پر قدرت رکھتا ہو۔ اور اس کے انجام کا ارادہ بھی کر لے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ازل سے اِس کارخانۂ عالم کو چلانے کا جو ارادہ کیا اُسی کے ماتحت سب کام ہو رہے ہیں اور ہوکر رہیں گے۔ اُسے اِن کاموں کے متعلق کسی قسم کی سوچ بچار اور غور کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ اور نہ کبھی اسے اپنے

کسی ارادے کو تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ — جب ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو صرف اِس قدر کہتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

یعنی ہم اس قدر زبردست قوت ارادی کے مالک ہیں۔ اور ایسی قدرت رکھتے ہیں۔ کہ جب کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو کہ دیتے ہیں کہ ہو جا۔ تو وہ ضرور ہو کر رہتا ہے۔ یہ کبھی ممکن نہیں۔ کہ ہم ارادہ کریں اور وہ کام انجام پذیر نہ ہو۔

اللہ تعالےٰ تمام عیوب سے پاک ہے

وہ کسی کا محتاج نہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور کاموں میں کسی کا محتاج نہیں۔ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ اگر اس کو اپنی مخلوق میں سے کسی کی حاجت ہو۔ تو وہ اپنے محتاج کا محتاج ہوگا۔ اور یہ بڑا سخت عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ ۚ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ — اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ سب سے بے نیاز اور سزاوار حمد و ستائش ہے۔

وہ جسم نہیں جسم اُسے کہتے ہیں۔ جس میں لمبائی، چوڑائی اور موٹائی ہو۔ جیسے درخت، پتھر، آدمی وغیرہ۔ چونکہ ہر جسم اجزا سے مرکب ہوتا ہے۔ اس لئے اجزا کا محتاج ہوگا۔ نیز اجزا کو مرکب کرنے والا ضرور کوئی نہ کوئی ہوا کرتا ہے۔ اور ہر مجسم اپنے پیدا کرنے یا بنانیوالے کا محتاج ہوتا ہے۔ اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم اور احادیث میں اکثر جگہ اللہ تعالےٰ کا مُنہ، ہاتھ، آنکھیں اور پنڈلی وغیرہ اعضا کا ذکر آیا ہے۔ لیکن ان اعضا کا نام سنکر یہ سمجھنا غلطی ہوگا۔ کہ حق تعالیٰ کے بھی ایسے ہی اعضا ہیں جیسے اُسکی مخلوق کے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی وہ کسی شے کی مانند نہیں۔ پس رب العالمین کے اعضا بے کیف ہیں جن کی کیفیت کوئی نہیں جانتا۔

نہ وہ عرض ہے عرض وہ ہے جو کسی میں ہو کر پایا جائے۔ جیسے روشنی، سیاہی، سفیدی اور سایہ وغیرہ۔ کہ یہ بغیر کسی جسم کے ہرگز نہیں پایا جاتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہو۔ تو اُسے جسم کی احتیاج ہوگی۔ اور وہ کسی بات کا محتاج نہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ رنگ و بُو وغیرہ سے پاک ہے۔

نہ اُسکے لئے مکان ہے نہ زمان مکان یعنی جگہ جسم دار چیزوں کے لئے ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ مکان اور جگہ محدود ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہستی لامحدود ہے۔ پس نہ وہ آسمانوں میں رہتا ہے نہ زمین میں۔ مشرق میں ہے نہ مغرب میں۔ بلکہ تمام عالم اس کے آگے ایک ذرے کے برابر ہے۔ وہ اِسمیں کیونکر سمائے۔ ہاں اس کا ظہور ہر جگہ ہے۔ کوئی جگہ اُس

سے غائب نہیں۔ ہر مکان اور ہر جگہ اس کے لیئے برابر ہے۔ خواہ وہ دور ہو یا نزدیک، روشن ہو یا تاریک، وسیع ہو یا محدود اس کیلئے سب ایک ہی حکم میں داخل ہیں۔

یاد رہے کہ جس طرح حق تعالیٰ کے لیئے کوئی مکان نہیں اسی طرح زمان بھی نہیں۔ یعنی اس پر کوئی زمانہ نہیں گزرتا وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور زمانے اس کے پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ کب سے ہے۔ اور کب تک رہیگا۔ کیونکہ وہ زمانے کی قیود سے بالاتر ہے۔

کھانے پینے اور دیگر حاجات سے پاک ہے | چونکہ خدائے تعالیٰ جسم نہیں۔ اس لیئے کھانے پینے بول و براز، بیماری تکان نیند اور اونگھ وغیرہ سے پاک ہے۔

نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے اور نہ کوئی چیز اسمیں حلول کر سکتی ہے | کسی چیز کے دوسری چیز میں سما جانے اور پیوست ہو جانے کو حلول کہتے ہیں۔ جیسے سفید کپڑے کو رنگا جائے۔ تو رنگ اسمیں پیوست ہو جاتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی چیز کے حلول یا پیوست ہو جانے کا خیال صحیح نہیں۔ نہ وہ کسی شے میں سما سکتا ہے۔ اور نہ کوئی چیز اس میں سما سکتی ہے وہ تو اس واسطے نہیں سما سکتا۔ کہ اس کی ہستی لامحدود ہے۔ محدود شے میں کیسے سمائے۔ اور اس کی ذات میں کسی چیز کے سما جانے کا گمان صحیح ہو۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ اس کا بھی کوئی جسم ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی چیز اس طرح نہیں ہے۔ جیسے برتن میں پانی یا کپڑے پر رنگ یا جس طرح برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتی ہے۔ اور دونو میں کوئی فرق نہیں رہتا اور بعض نادان لوگ جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ولیِ کامل ذاتِ خداوندی میں اس طرح مل جاتا ہے جسطرح قطرہ دریا میں مل کر اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ یا اولیا اللہ اور اللہ ایک ہی ذات ہیں۔ کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات حلول کر آتی یا سما جاتی ہے۔ تو یہ عقیدہ سراسر گمراہی اور صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روح انسانی میں صفات و اخلاقِ الٰہی کا فیضان حاصل کرنے اور دوسروں پر اس کا پرتو ڈالنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس اخذِ فیضان سے صفاتِ خداوندی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ جیسے علم جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جب شاگرد کو اُستاد سے حاصل ہوتا ہے۔ تو اس سے اُستاد کے علم میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کا ہے۔ اگر انسان کے دل پر غفلت اور ظلمت کے پردے نہ پڑے ہوں۔ اور وہ زنگ آلود نہ ہو۔ تو انسان اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق صفاتِ الٰہی کا حامل ہو سکتا ہے۔ اگر روحِ انسانی کو ریاضت و مجاہدہ کی کٹھالی میں ڈالا جائے۔ تو اس سے خرقِ عادت کا ظہور بھی ممکن ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ بندہ ہی خدا ہے۔ کیونکہ مخلوق و خالق اور عبد و معبود ایک نہیں ہو سکتے۔

نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُسکی کوئی اولاد ہے | حق تعالیٰ نہ کسی کی اولاد ہے۔ اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے۔

اسکی وجہ یہ ہے کہ ماں باپ اور اولاد میں جنسیت ہوتی ہے۔ اگر اس کے اولاد ہوگی۔ تو لازماً اس کے ہم جنس ہوگی۔ اگر وہ کسی کی اولاد سے ہوگا۔ تو اسمیں اور اسکے ماں باپ میں جنسی یکسانی ضرور ہوگی۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالےٰ کے ہم جنس نہیں حق تعالےٰ نے سورۃ اخلاص میں فرمایا ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

کہدیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

اللہ تعالیٰ پر کوئی کام واجب اور ضروری نہیں | خداوند تعالیٰ پر کوئی کام واجب اور ضروری نہیں کیونکہ اس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہے۔ اور یہ ثابت ہوگا۔ کہ وہ بعض امور میں مضطر و مجبور ہے۔ حالانکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ جو چیز بندے کے حق میں بہتر اور نفع بخش ہو۔ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ کہ اسکو عمل میں لائے ورنہ ان پر بخل کا الزام عائد ہوگا مگر یہ انکی کم فہمی ہے۔ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ایک جگہ فرمایا ہے۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت دے دیتا۔ گو ہدایت سب کے حق میں بہتر تھی۔ لیکن خدائے بے نیاز نے سب کو ہدایت نہ دی ہاں اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ خدائے قدوس نے خود اپنی رحمت و فضل سے بعض کاموں کو اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ جیسے مومنوں کو جنت عطا کرنا اور اپنی رضا و خوشنودی سے نوازنا۔ اور جو وعدے و وعید اسنے اپنے کلام پاک میں کئے ہیں اُن کو پورا کرنا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ربِ جلیل کے دستِ اختیار میں ہے۔ کہ جو کام چاہے کرے۔ ہاں اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ جو کام بھی کرتا ہے اسمیں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

وہ تمام عیوب سے پاک اور جامع کمالات ہے | خدائے برتر تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور تمام اعلیٰ صفات اور کمالات کا جامع ہے۔ خدائے قدوس کا ہر عیب سے پاک ہونا۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
تمام تعریفیں اُس اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
اللہ اُن باتوں سے پاک ہے۔ جو وہ بیان کرتے ہیں۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝
آپکا رب جو غلبہ اور عزت کا مالک ہے۔ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
اللہ پاک ہے اور جو باتیں لوگ اُس سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ اُن سے بہت بلند ہے۔

پس جسم ہونا، مکانی و زمانی ہونا، کھانا، پینا، سونا، بول و براز کا حاجتمند ہونا، بیماری، تکان، نیند اور اونگھ وغیرہ سے بالکل پاک ہے۔

حکما یعنی فلاسفر اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالےٰ کی صفات عین ذات ہیں یعنی ذات اور صفات ایک ہی ہیں اور ان میں

کوئی فرق نہیں۔ لیکن اہلِ حق کے نزدیک رب العالمین کی صفتیں نہ عین ذات ہیں۔ اور نہ غیر ذات یعنی نہ یہ اوصاف خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور نہ اُس سے جدا ہیں۔ اوصاف کے خود اللہ تعالےٰ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ وصف خود موصوف نہیں ہوا کرتا اور حق تعالیٰ کی صفتیں اس کی ذات سے علیحدہ نہیں بلکہ لازم وملزوم ہیں۔ کیونکہ جسمیں یہ صفتیں نہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ نہیں۔

خداوند تعالیٰ کے جسقدر نام شرع سے ثابت ہیں۔ اُنھی پر اکتفا کرنا چاہیئے

حق تعالےٰ اپنی ذات وصفات میں تمام مخلوق سے جدا اور ممتاز ہے۔ انسان کی ایک محدود ہستی اِس لامحدود ذات کی کنہ اور حقیقت کو پوری طرح معلوم کرنے سے عاجز ہے۔ اس لئے اس کے اسمائے مبارکہ کو اپنی طرف سے تجویز نہ کرنا چاہیئے۔ اور ذات برتر کے جو صفاتی نام شرع میں ثابت ہیں اُنھی پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ مثلاً اِس ذاتِ اقدس کو شافی یعنی شفا بخشنے والا تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسی لفظ پر قیاس کر کے طبیب نہ کہنا چاہیئے۔ ہاں اِس کے ذاتی نام جو مختلف قوموں اور ملکوں میں رائج ہیں۔ مثلاً یہود میں یہوہ، فارسی میں ایزد، ہندوؤں میں نارائن، بھگوان یا پرمیشور وغیرہ ناموں کے اِستعمال میں سخت احتیاط لازم ہے کیونکہ اِس میں خطرہ ہے۔ کہ مبادا کسی قوم نے وہ نام کسی ناجائز صفت کے لحاظ سے نہ قرار دیا ہو۔ چونکہ وہ نام باری تعالیٰ کے لئے تجویز کیئے گئے ہیں۔ اِس لئے اِن کی بے تعظیمی کرنے سے بھی بچنا چاہیئے۔ (باقی آئندہ)

محمد احسان

مسلمانانِ عالم حضور سرورِ دوعالم وخلفائے راشدین کے عملی و مستند تاریخی حالات کا مجموعہ۔ اس کتاب میں سب سے پہلے آنحضرتؐ کے واقعات کی تفصیل بڑی عقیدت کے ساتھ کی ہے۔ اور نہایت جانفشانی کیساتھ غیر مسلم مؤرخوں کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اس کے بعد خلفائے اربعہؓ کے زمانہ کے واقعات مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات۔ ایران مصر شام۔ افریقہ اور ترکستان میں مسلمانوں کی فوج کشیوں کی پوری تاریخ بڑے جوش کے ساتھ قلمبند کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے نوجوانوں کے خون میں نئی گرمی پیدا ہو گی۔ اور ان کو معلوم ہو گا کہ وہ کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ قیمت تین روپے

محبوبِ خدا مصنفہ چوہدری افضل حق صاحب۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن چوہدری صاحب کی یہ تصنیف بالکل نرالے انداز میں ہے آپ نے جیل کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اس کتاب کو لکھا ہے مصنف گذارشِ احوال میں لکھتا ہے کہ ملتان سنٹرل جیل میں جب یہ کتاب لکھ رہا تھا۔ تو میری روح میں ایک خوشگوار انقلاب پیدا ہو گیا۔ اور مجھے ایامِ اسیری یوں معلوم ہوئے گویا موسمِ بہار میں محرومِ محبت کے گھر میں محبوب اچانک آ گیا ہو اور وہ استقبال کی خوشی اور دیدار کی مسرت میں اِدھر اُدھر پھر رہا ہو۔

اِس کتاب کے پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے متعلق وسیع معلومات ہونے کے علاوہ روح میں ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ہر گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

قیمت۔ ایک روپیہ آٹھ آنے

قرآن حکیم (غ) کی غرض وغایت :-

- سلامتی کی راہیں سکھاتا ہے ۵/۱۶
- ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کیلئے ہے ۵/۱۶ ۱۴/۱ ۵۷/۹
- صراط المستقیم بتانے کے لئے ۵/۱۶
- لوگوں میں انصاف کرانے کے لئے ۴/۱۰۵
- اختلاف مٹانے کے لئے ۱۶/۶۴
- کی بعض باتیں جانچنے کیلئے ہوتی ہیں ۳/۷۰
- اس لئے ہے کہ سمجھا جائے (تعقلون) ۴۳/۳
- ام القریٰ ومن حولہا کے لئے ہے ۴۲/۷
- حق کو ثابت کرنے اور باطل کو مٹانے کیلئے ہے ۴۲/۲۴
- ایسا نہیں کہ اس سے مُردے بولیں یا پہاڑ ٹکڑے ہوں ۱۳/۳۱

(ق) کی قسمیں :-

قسموں میں عقل کے لئے اعتبار ہے ۸۹/۵

قرآن میں مندرجہ ذیل کی قسمیں کھائی گئی ہیں :-

(ا) آسمان ۸۶/۱

- آسمان جالیدار ۵۱/۷

آسمان بُرجوں والا ۸۵/۱

آسمان اور اس کی ساخت ۹۱/۱-۷

آسمان گردش کرنے والے کی ۸۶/۱۱

(ب) بیت المعمور کی قسم ۵۲/۴-۵

بلد الامین (مکہ) ۹۵/۳

(ت) تاروں کے ڈوبنے کی ۵۶/۷۵-۷۶

تین (انجیر) ۹۵/۱

قرآن حکیم (ق) - کی قسمیں

(ج) جفت اور طاق ۸۹/۳

(چ) چیزیں جو تم دیکھتے ہو
، ، نہیں دیکھتے } ۶۹/۳۸-۳۹

چاند جب سورج کے پیچھے آئے ۹۱/۱-۷

چاند پورا ۸۴/۱۸

چاند ۷۴/۳۲-۳۵

(خ) خُنّس وکُنّس (جلدی چال چلنے والا ستارہ) ۸۱/۱۵-۱۶

(د) اُبلتے دریا کی قسم ۵۲/۶

دن جب روشن کرے ۹۱/۳ ۹۲/۲ ۹۳/۱

دھوپ ۹۱/۱-۷

(ذ) ذوالحجہ کی دس راتیں ۸۹/۲

(ر) رسولؐ کی جان کی قسم ۱۵/۷۲

رسولؐ کے یا رب کہنے کی قسم ۴۳/۸۸

رسولؐ کے دل پر آیت اترنے کی (قرآن کی قسموں میں سے عظیم قسم) } ۵۶/۷۵-۷۶

رب المشارق والمغارب ۷۰/۴۰

رب السماء والارض ۵۱/۲۳

رات ۷۴/۳۲-۳۵ ۸۴/۱۷ ۸۹/۴

رات جب چھا جائے ۹۱/۱-۷ ۹۲/۱ ۹۳/۲

رات جب پھیل جائے ۸۱/۱۷

(ز) زمین اور اس کی پھیلاوٹ ۹۱/۱-۷

زمین (جو سبزی کے لئے پھٹتی ہے) ۸۶/۱۲

قرآن حکیم (ق) ۔ کی قسمیں :-

(ز) زیتون ۹۵/۱

(س) سورج ۹۱/۱-۷

سقف مرفوع (یعنی آسمان) ۵۲/۴-۵

(ش) شاہد ۸۵/۳

شفق ۸۴/۱۶

(ص) صبح ۷۴/۳۴-۳۵

صبح جب دم بھرے ۸۱/۱۸

صف باندھنے والے فرشتے ۳۷/۱

(ط) طارق ۸۶/۱-۲

طاق وجفت ۸۹/۳

طور ۵۲/۱-۲

طور سینین ۹۵/۲

(ع) عصر ۱۰۳/۱-۳

(ف) فرشتے :-

گھسیٹ کر اور بند چھڑا کر آسانی سے جان نکالنے والے
تیرنے والے اور حکم لے کر سبقت کرنیوالے ۔ تدبیر امر کرنیوالے } ۷۹/۱-۵

صف باندھنے والے ۳۷/۱

خبر لانیوالے ۷۷/۵-۶

فجر ۸۹/۱

(ق) قرآن کی قسم ۳۶/۲ ۵۰/۱

قرآن سمجھانے والے کی ۳۸/۱

قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں ۶۸/۱

قرآن حکیم (ق) ۔ کی قسمیں :-

(ق) قیامت ۷۵/۱-۲

(ک) کتاب المبین ۴۴/۲

کتاب مسطور ۵۲/۱-۲

(گ) گھوڑے :-

جہاد کے سرپٹ دوڑنے والے ۱۰۰/۱

جھاڑ کر آگ سلگانے والے ۱۰۰/۲

صبح کو حملہ کرنے والے ۱۰۰/۳

جہاد میں چل کر گرد اڑانے والے ۱۰۰/۴

فوج کفار میں گھس جانے والے ۱۰۰/۵

(م) مشہود ۸۵/۳

مکہ معظمہ (ھذا البلد) ۹۰/۱

مولود والد ۹۰/۳

(ن) نجم ۵۳/۱

نفس لوامہ ۷۵/۱-۲

نر و مادہ پیدا کرنے والی ۹۲/۳

(و) والد و مولود (آدمؑ) ۹۰/۳

(ہ) ھذا البلد (مکہ) ۹۰/۱

ہوائیں :-

بکھیرنے والی ۔ بوجھ اٹھانے والی ۔ نرم چلنے والی ۔ بانٹنے والی ۵۱/۱-۴

(مرسلات ۔ عاصفات ۔ ناشرات ۔ فارقات) ۷۷/۱-۴

(ی) یوم موعود (قیامت) ۸۵/۲

(ق) ۔ کے قصص، حکمت بالغہ ہیں ۵۴/۴-۵

قرآنِ حکیم :-

(ق) ۔ میں قصص بھی ہیں ۱۲/۳

۔ میں قصص انبیاء رسول اللہ کے دل کو تسلی دینے کے لئے بیان ہوئے ۱۱/۱۱

۔ کی قرأت :-

۔ کی فضیلت ۳۵/۳۰-۲۹

۔ خموشی سے سنو ۷/۲۰۴

۔ کے وقت تعوّذ (اعوذ پڑھنا) ۱۶/۹۸

۔ محض قرأت (آہستہ آہستہ پڑھنے) کے لئے بھی ہے علاوہ اس غرض کے کہ سمجھا جائے ۱۷/۱۰۶

۔ فجر کے وقت مشہودی معاملہ ہے ۱۷/۷۸

۔ قرآن حکیم کی ترتیل ۷۳/۴

(ک) ۔ اور کفار :-

قرآن سے کفار کا منہ پھیرنا ۷۴/۲۶-۱۷

منہ پھیرنا ظلم ہے ۱۸/۵۷

تلاوت پر کفار نفرت سے بھاگتے ہیں ۱۷/۴۵

قرآن سے کترانے والے کے لئے عذاب ۶/۱۵۸

〃 کے منکروں کا ٹھکانا دوزخ ۱۱/۱۷

〃 سے کراہت پر اعمال ضائع ۴۷/۸

〃 کی آیات کو جھٹلانا ظلم اکبر ہے ۶/۱۵۸

〃 〃 میں جھگڑنے والوں کی صحبت ترک کرنے کا حکم مومنوں کا فرض ہے کہ انہیں نصیحت کریں ۶/۶۹-۶۸

قرآن کی آیات کی تکذیب کرنیوالے جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے۔ ۷/۴۰

قرآنِ حکیم :-

(ک) قرآن کا اترنا کفار کے انکار کی وجہ سے بند نہیں ہو سکتا ۴۳/۵

۔ کے متعلق کفار کا اعتراض کہ ایک عجمی سکھاتا ہے حالانکہ یہ مبین عربی ہے ۱۶/۱۰۳

قرآن میں شجرۂ ملعونہ کا ذکر اور کفار کا اعتراض ۱۷/۶۰

〃 ظالموں کے لئے خسارہ ہے ۱۷/۸۲

۔ اور کتب سابقہ :-

قرآن پہلی کتب کا مصدق ہے ۳/۳ ۳۵/۳۱

〃 کی خبر پہلی کتب میں تھی ۲۶/۱۹۶

۔ کسی کاہن کا کلام نہیں ۶۹/۴۲-۴۰

۔ کتاب مکنون میں ہے ۵۶/۷۹-۷۷

(ل) لوحِ محفوظ میں ہے ۵۶/۷۹-۷۷ ۸۵/۲۲-۲۱

(م) محمد پر نازل ہوا ۴۷/۲

۔ کی آیات محکمات و متشابہات ۳/۷

۔ کی مثالیں (ضرب الامثال) :-

قرآن میں ہر طرح کی مثل ہے ۳۰/۵۸ ۳۹/۲۷

〃 کی امثلہ کا فلسفہ ۲/۲۶

〃 〃 〃 تفصیل سے سمجھانے کے لئے ہیں ۳۰/۲۸

〃 〃 〃 آیات الکتاب ہیں ۱۵/۱

〃 〃 〃 تفکر کے لئے ہیں ۵۹/۲۱

〃 〃 〃 سوچ کے لئے ہیں ۳۹/۲۷

〃 〃 〃 کو علما سمجھتے ہیں ۲۹/۴۳

〃 〃 〃 کی تصریف ۱۷/۸۹ ۱۸/۵۴

قرآنِ حکیم :-

(امثلۂ قرآنی بہ ترتیب حروفِ تہجی)

(ا) احیائے موتی (کھیتی کی مثال) ۴۱/۳۹

" " (بارش) ۴۳/۱۱

ان شاء اللہ نہ کہنے پر وبال (باغ والوں کی مثال) ۶۸/۱۷-۳۳

(ب) بت (مکھی کی مثال) ۲۲/۷۳

(پ) پیدائش، موت وحشر (نباتات کی مثال) ۷۱/۱۷

(ت) توحید و شرک (ایک اور زیادہ آقاؤں کی مثال) ۳۹/۲۹

(ح) پیدائش موت وحشر (نباتات کی مثال) ۷۱/۱۷

(خ) خیرات کرنے والے (دانہ اور بالوں کی مثال) ۲/۲۶۱

خیرات نہ کرنے والے (باغ والوں کی مثال) ۶۸/۱۷-۳۳

(د) دولت کی حرص اور خیرات نہ کرنا (باغ کی مثال) ۶۸/۱۷-۳۳

دین اور کفر (نور وظلمت کی مثال) ۲۴/۴۰

دنیا (بارش اور کھیتی) ۱۰/۲۴

دنیا کی زندگی (بارش اور سبزی) ۱۸/۴۵

دنیا پرستی (کھیتی جو زرد ہوگئی) ۵۷/۲۰

(ش) شرک (ایک اور زیادہ آقا) ۳۹/۲۹

" (غلام اور مال میں ساجھا) ۳۰/۲۸

" (خانۂ عنکبوت) ۲۹/۴۱

" (عبدِ مملوک اور آزاد) ۱۶/۷۵

" (گونگا اور چنگا بھلا) ۱۶/۷۶

شکر نہ کرنے والی بستی ۱۶/۱۱۲-۱۱۳

(ق) قرآن کی تاثیر (پہاڑ پر نازل ہونے کی مثال) ۵۹/۲۱

قرآنِ حکیم :- کی مثالیں :-

(ق) قیامت (کھیتی کی مثال) ۵۰/۹-۱۱

" (احیائے ارض) ۷/۵۷ ۲۲/۵-۷ ۳۰/۱۹

قسم توڑنا (سوت کاتنے والی عورت) ۱۶/۹۲

(ک) کلمۂ طیبہ و خبیثہ (طیب و خبیث درخت کی مثال) ۱۴/۲۴-۲۶

کفار کی اسلام دشمنی کی بے اثری (پھونکوں سے نور بجھانے کی مثال) ۶۱/۸

(م) ماشاء اللہ نہ کہنا (باغ کی مثال) ۱۸/۳۲-۴۴

موت پیدائش وحشر (نباتات کی مثال) ۷۱/۱۷

منافق کی مثال (روشنی اور اندھیرا) ۲/۱۷-۲۰

(ن) ناشکر بستی ۱۶/۱۱۲-۱۱۳

(ی) یاس (رسی باندھ کر کاٹ دینا) ۲۲/۱۵

یہودی علما (گدھا اور کتابوں کا بوجھ) ۶۲/۵

(م) — اور منافق :-

قرآن کی آیات سے منافقوں کا استہزاء ۹/۶۴-۶۶

" منافقوں کی رجس بڑھاتا ہے اور مومنوں کا ایمان بڑھاتا ہے ۹/۱۲۴-۱۲۵

— اور مومن :-

قرآن کی آیات مومنوں کا ایمان بڑھاتی ہیں ۸/۲ ۹/۱۲۴

" کے نزول پر مومنین کی خوشی ۱۳/۳۶

" سن کر اہل خشیہ مومنین کے بال کھڑے ہوتے ہیں ۳۹/۲۳

— اور ملائکہ :-

قرآن لکھنے والے فرشتے ۸۰/۱۵

" جو ملائکہ کے ہاتھوں میں ہے (دو فرشتے مطہر) ۸۰/۱۳-۱۶

قرآنِ حکیم :-

(۸) — اور ملائکہ

قرآن جو ملائکہ کے پاس ہے یا لوحِ محفوظ میں اسے صرف مطہرین ہاتھ لگاتے ہیں۔ ۵۶/۷۸، ۷۹

قرآن کا نزول بذریعہ ملک (جبریلؑ) ۲/۹۷ ۲۶/۱۹۳

(ن) — کے نام :-

(ا) ام الکتاب (قرآن ام الکتاب میں ہے جو خدا کے پاس ہے) ۴۳/۴

آیات الکتاب المبین ۱۲/۱

احسن الحدیث ۳۹/۲۳

آیاتِ بینات ۲۴/۳۴ ۲۴/۴۶

(ب) بشیر ۴۱/۴ ۴۶/۱۲

بشریٰ ۱۶/۸۹ ۱۶/۱۰۲ ۱۷/۹

بشریٰ للمومنین ۲/۹۷ ۲۷/۲

بیان للناس ۳/۱۳۸

برہان ۴/۱۷۵

بینہ ۶/۱۵۸

(ت) تبیان لکل شیء ۱۶/۸۹

تذکرہ ۷۳/۱۹ ۷۴/۵۴ ۷۶/۲۹ ۸۰/۱۱

تذکرۃ للمتقین ۶۹/۴۸

تذکرہ لمن یخشیٰ ۲۰/۳

تفصیل لکل شی ۱۲/۱۱۱ ۱۷/۱۲

(ح) حکیم ۱۰/۱ ۳۱/۲ ۳۶/۲ ۴۲/۱۷

حق ۲/۹۱ ۶/۱۱۵ ۱۰/۱۰۸ ۱۱/۱۷ ۱۱/۱۲۰ ۱۳/۱ ۳۴/۶ ۴۲/۱۷ ۴۷/۲

قرآنِ حکیم :-

(ن) — کے نام :-

حَکَم ۶/۱۱۵

(ذ) ذکر ۱۵/۶ ۱۵/۹ ۱۶/۴۴ ۳۶/۶۹ ۴۱/۴۱ ۴۳/۵ ۶۵/۱۰

ذکر مبارک ۲۱/۵۰

ذکر للعالمین ۱۲/۱۰۴ ۳۸/۸۷ ۶۸/۵۲ ۸۱/۲۷

ذکر الحکیم ۳/۵۸

ذکریٰ للبشر ۷۴/۳۱

ذکر للمومنین ۱۱/۱۲۰ ۲۹/۵۱

(ر) روح ۴۲/۵۲

رحمت ۶/۱۵۸ ۷/۵۲ ۱۰/۵۷ ۱۲/۱۱۱ ۱۶/۶۴ ۱۶/۸۹ ۲۹/۵۱ ۴۴/۲-۴

رحمت للمومنین ۷/۲۰۳ ۱۷/۸۲ ۲۷/۷۷

رحمت للمحسنین ۳۱/۳

(ش) شاہد ۱۱/۱۷

شفا ۱۷/۸۲ ۴۱/۴۴

شفاء لما فی الصدور ۱۰/۵۷

(ص) صحف مطہرہ ۹۸/۲

صراط المستقیم ۶/۱۲۶

(ع) عزیز ۴۱/۴۱

عربی ۴۶/۱۲

(ف) فرقان ۲/۱۸۵ ۲۵/۱

(ق) قول رسول (جبریلؑ) ۸۱/۱۹

قول رسول (" ") ۶۹/۴۰

قرآن حکیم (ن) ــ کے نام :ــ

قول فصل ٨٦/١٣

قول ثقیل (یعنی وزن دار) ٧٣/٥

قیم ١٨/٢

(ک) کتاب ٢/٢ (ذلک الکتاب) ١٨/١

کتاب مبین ٢٦/١ ٢٧/١ ٤٣/٢ ٤٤/٢

کتب قیمہ ٩٨/٣

کریم ٥٦/٧٧

(م) مبشر ١٨/٢ ١٩/٩٧

منذر ١٩/٩٧

موعظہ ١٠/٥٧ ١١/١٢٠

موعظۃ للمتقین ٣/١٣٨ ٢٤/٣٤

مبارک ٦/٩٢ ٦/١٥٦ ٣٨/٢٩

مصدق ٦/٩٢ ١٠/٣٧ ١٢/١١١ ٤٦/١٢

مبین ١٥/١ ٣٦/٦٩

مہیمن ٥/٤٨

مجید ٥٠/١

میزان ٤٢/١٧

مثانی ٣٩/٢٣

متشابہ ٣٩/٢٣

(ن) نذیر ١٨/٢ ١٩/٩٧ ٤١/٤ ٤٢/٧ ٤٦/١٢

نذیر للعالمین ٢٥/١

نذیر (حق کے لئے) ٣٦/٧٠

قرآن حکیم ــ (ن) کے نام :ــ

(ن) نور ٧/١٥٧ ٤٢/٥٢ ٦٤/٨

نور مبین ٤/١٧٥

(ھ) ھدیٰ ٣/١٣٨ ١٠/٥٧ ١٢/١١١ ١٦/٦٤ ١٦/٨٩ ١٦/١٠٢ ١٧/٩ ٢٧/٢ ٣١/٣

ھدیٰ للمومنین ٢/٩٧ ٤١/٤٤

ھدیٰ للناس ٢/١٨٥

ھدیٰ للمتقین ٢/٢ ٣/٤٧

ہادی ٣٤/٦ ٤٣/١٩

(ن) ــ کی آیات کا نسخ ٢/١٠٦ ١٦/١٠١

ــ " " نسیان ٢/١٠٦

ــ " " رسول بھولتا نہیں الا ماشاءاللہ ٨٧/٦-٧

ــ " " خدا واپس لے جاسکتا ہے ١٧/٨٦

ــ نماز میں جتنا آسانی سے پڑھا جاسکے پڑھو ٧٣/٢٠

(و) ــ کے وارث ٣٥/٣٢

(ھ) ــ کے سوا ہدایت ناممکن ہے (استدلال) ٣٩/٢٣

(ق) قرابتداری، کا قطع لعنت ہے ٤٧/٢٢-٢٣

(ب) قرب الٰہی، کا ذریعہ "سجدہ" ٩٦/١٩

قربانی، اللہ کے لئے ہے ٦/١٦٢

ذکر اللہ کے لئے ہے

ہر امت پر فرض تھی ٢٢/٣٤ ٢٢/٣٦

آدم کے بیٹوں کی ٥/٢٧

کعبۃ اللہ میں ٥/٩٧ ٢٢/٢٩

کی غایت تقویٰ ہے ٢٢/٣٧

(ز) قصص القرآن، عہد موسی کے ایک ویش کا قصہ ۲۸ / ۱۷۵-۱۷۶

(ق - ط)

قطع رحمی، لعنت کا موجب ہے ۴۷ / ۲۳

(ق - ل)

قتل

(ب) قلب (نصیحت قبول کرنے کے لئے شرط اولین ہے) ۵۰ / ۳۷

(ج) قلعہ، بنی نضیر کا (یہودیوں کا قبیلہ) ۵۹ / ۲-۱۰

(د) قلم، علم کا ذریعہ ہے ۹۶ / ۴-۵

(ی) قلیل الایمان ۵۳ / ۳۳-۳۴

(ق - م)

(س) قمر، میں نور ہے ۷۱ / ۱۶

کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ (شق القمر) ۵۴ / ۱

(ق - و)

(ت) قوت کا گھمنڈ، مثل عاد ۴۱ / ۱۵

قوت (فوجی قوت) لازمی ہے ۸ / ۶۰

(ل) قول و فعل، جو کہنا وہ خود نہ کرنا بہت بُرا ہے ۶۱ / ۲-۳

قول ناپسندیدہ (ظہار) ۵۸ / ۱-۲

(م) قوم، کا فلسفہ، عروج و زوال کا فلسفہ (کسی قوم کی حالت نہیں بدلتی جب تک وہ خود نہ بدلے) ۸ / ۵۳ ، ۱۳ / ۱۱

- میں نیک لوگ غالب رہیں تو ہلاکت نہیں آتی ۱۱ / ۱۱۶

- میں مصلحین موجود " " " " ۱۱ / ۱۱۷

- کی حالت اچھی رہے تو خدا محافظ رہتا ہے ۱۳ / ۱۱

- کو گمراہ کرنے والے جہنمی ہیں ۱۴ / ۲۸-۲۹

(ق - ی)

(۲) قیام ۳۹ / ۹

- لیل کی فضیلت نفس روندا جاتا ہے دعا خاص طور پر ۷۳ / ۶

لیل، اللہ کے بندوں کی علامت ہے ۲۵ / ۶۴

- لیل، (دن کو اور کام کرنے ہوتے ہیں) ۷۳ / ۶-۷

قیامت:-

(۱) - کا انکار اور عذاب الخلد ۳۲ / ۱۴

- " " حد سے بڑھنے والا گنہگار ہی کر سکتا ہے ۸۳ / ۱۲

- کا آنا یقینی ہے بلاشک ۴۲ / ۷

- کا آنا ضروری ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے ۴۵ / ۳۲ ، ۱۶ / ۳۸

اور اعمال نامے، اعمال۔

- لوگ اپنے اعمال یاد کریں گے ۷۹ / ۳۵

- کوئی عمل چھپا نہ رہے گا ۶۹ / ۱۸

- ذرّہ بھر عمل بھی دکھایا جائے گا ۹۹ / ۷-۸

- اعمال ہر شخص جان لے گا ۸۲ / ۵

- اعمال سامنے آجائیں گے ۳۹ / ۴۸

- اعمال کی اطلاع ہوگی ۵۸ / ۶

- ہر شخص اپنا کیا دیکھ لے گا ۷۸ / ۴۰

- اعمال بتائے جائیں گے ۷۵ / ۱۳

- اعمال دکھائے جائیں گے ۹۹ / ۶

- اعمالنامے پھیلائے جائیں گے ۸۱ / ۱۰

- ہر فرقہ اعمالناموں کی طرف بلایا جائے گا، ہر فرقہ گھٹنوں کے بل بیٹھے گا ۴۵ / ۲۸-۲۹

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ فروری ۱۹۴۲ء مطابق صفر المظفر ۱۳۶۱ھ

جلد ۲ نمبر ۲

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر پبلشر نے اتحاد پریس مل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام سپکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

حضرت ہادیٔ انام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ تم مومنوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے اور باہم محبت و ہمدردی کرنے میں اسی طرح پاؤ گے جس طرح بدن انسانی کا حال ہے۔ جس وقت ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو بدن کے دوسرے اعضاء بھی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اگر ایک عضو بیمار ہے تو دوسرے بھی بیمار ہیں۔ اگر ایک تپ میں مبتلا ہے تو دوسرے اعضا بھی تپ میں گرفتار ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اور فرمایا کہ مومن جسم کے حکم میں ہیں۔ جب آنکھ دکھتی ہے تو سارے بدن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور اگر سر دکھتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہوتا ہے۔ (مسلم)

درد ہوتا ہے کہیں پر درد سے روتی ہے آنکھ کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

ان ارشادات نبویہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ سارے مسلمان اس رنج و غم میں اُس کے شریک حال ہوں۔ اور جو مسلمان دوسرے مسلمان کا رنج دیکھ کر رنجیدہ و ملول نہ ہو اور باوجود قدرت کے اُس کی تکلیف دُور کرنے کا قصد نہ کرے۔ اُس کے ایمان میں خلل و نقصان ہے۔ اور یہ حکم افراد اور جماعتوں سب کے لئے عام ہے جس مسلمان کو دوسرے کلمہ گوؤں سے اور جن اسلامی انجمنوں کو دوسرے اسلامی اداروں اور عامۂ مومنین سے زبانی اور عملی ہمدردی نہیں وہ محض نام کا مسلمان ہے۔

آجکل ہر جگہ مسلمانوں کی مختلف جماعتیں بن رہی ہیں۔ ہر انجمن اپنی جداگانہ جماعت بنانے کی فکر میں ہے۔ اگر یہ جماعتیں اور انجمنیں منظم رہ کر عامۃ المسلمین اور دوسرے اسلامی اداروں کی دست و بازو بن کر رہیں تو اس تقسیم اور جماعت بندی میں کوئی قباحت نہیں بلکہ یہ سراپا برکت اور سعادت ہے لیکن نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ گویہ انجمن آرا مسلمان اپنے آپ کو اصولی طور پر دوسروں سے متحد بتاتے ہیں لیکن دوسرے اسلامی اداروں سے اشتراک عمل کرنے کی بجائے ان سے کشیدہ رہتے ہیں۔ اور موقع ملنے پر اپنی طرف سے ان کی مخالفت و مزاحمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے جس وقت یہ لوگ دوسرں

کی [illegible] تو اس وقت وہ عملی طور پر بالکل ایسے غیر مسلم ستیزہ گر دکھائی دیتے ہیں جن سے مسلمانوں کو مشکل کسی [illegible] کی امید ہو سکتی ہے۔ افسوس یہ لوگ خود مسلمانوں کی عناد و مخالفت کا غیر اسلامی جھنڈا اٹھاتے وقت وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا کے آسمانی فرمان اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی ارشادات کو یکسر بھول جاتے ہیں جس فرد یا جماعت میں یہ جذبہ نہ ہوگا کہ دوسرے مسلم افراد اور اسلامی جماعتوں سے محبت و موانست کا برتاؤ کرے وہ مسلمان سچا مسلمان اور وہ جماعت صحیح اسلامی جماعت متصور نہیں ہو سکتی۔

حضرت مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ میری اُمت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائےگی۔ یہ ارشادِ نبوی موجودہ زمانہ پر ٹھیک وجہ الکمال صادق آرہا ہے۔ مسلمان کئی گروہوں پر منقسم ہیں۔ اور پھر ایک ایک گروہ کئی کئی متفرق ٹولیوں میں بٹا ہوا ہے ضرورت ہے۔ کہ تمام کلمہ گو باہم رواداری برتیں اور ایک دوسرے کی مخالفت کر کے وحدتِ اسلامی کے شیرازہ کو جو پہلے ہی بہت کچھ بکھرا ہوا ہے اور زیادہ منتشر نہ کریں۔ یہی اجتماعی قوت جو اُمتِ مرحومہ کے پیروؤں کی توہین و تذلیل اور باہمی مخالفت پر خرچ کی جاتی ہے کسی صحیح اسلامی مقصد پر خرچ ہو تو اس سے بہت مفید کام نکل سکتے ہیں۔

آپس میں رواداری اور محبت کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ مسلمان عقائد اور اعمال میں متحد ہوں صحیح اسلامی عقائد کا علم حاصل کیا جائے۔ فروعی اختلافات کو چھوڑ کر اعتقادی مسائل کو پوری طرح سمجھا جائے۔ اور اصولی باتوں میں متفق ہوں۔ جب تک یہ بات پیدا نہ ہوگی۔ آپس میں محبت اور اُلفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ یہ فرقہ بندی کی لعنت مٹ سکتی ہے۔ ہماری فرقہ بندی اور ایک دوسرے کی مخالفت جہالت کا سبب ہیں۔ علم کی روشنی ہی اس بات کا قلع قمع کر کے آپس میں متحد کر سکتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یا نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی کہلانا بدعت ہے۔ اعتراض کرنے والے عموماً کہا کرتے ہیں کہ صرف مسلمان کہلاؤ اور کسی دوسری چیز کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرو۔ کیونکہ مومن اپنے آپ کو صرف ایک نسبت کی طرف منسوب کرنے کا مامور ہے اور وہ نسبت اسلام کی نسبت ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا:۔

هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۔۔۔۔۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھ دیا۔

لیکن یہ خیال سراپا غلط ہے۔ اسلام کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہوتی ہیں۔ جن کی طرف مسلمان منسوب ہوتا ہے۔ مثلاً قرنِ اوّل میں جو لوگ حضور سرورِ عالم کی رسالت پر ایمان لائے تھے ان میں سے بعض ایسے تھے جنہوں نے بذاتِ خود حضرت خواجۂ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جن حضرات نے آپ کو بچشمِ خود دیکھا ان کو صحابی کہتے ہیں۔ اور پھر ان صحابہؓ میں سے بعض حضرات ایسے ہیں جنہوں نے دارالکفر کو چھوڑ کر دارالاسلام مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان تارکینِ وطن کو مہاجر کہتے ہیں پھر مدینہ منورہ کے جن مسلمانوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں جگہ دی اور ان کی ہر طرح سے امداد کرتے رہے وہ انصار کے معزز لقب

سے ممتاز ہوئے۔ مہاجر اور انصار کے الفاظ خود رب جلیل نے اپنے کلامِ پاک میں استعمال فرمائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے علاوہ بھی بعض ضروری نسبتیں ہیں۔ جن کی طرف مسلمان منسوب ہو سکتا اور ہوتا ہے۔ اس کی ایک مثال یوں سمجھو کہ جو شخص دہلی کا رہنے والا ہے اس کو دہلوی اور جو امرتسر کا باشندہ ہے اس کو امرتسری کہتے ہیں۔ اب اگر کوئی نادان یوں کہے کہ صرف مسلمان کہلاؤ اور دہلوی، امرتسری مت کہلاؤ تو یہ اس کی حماقت ہوگی۔

حنفی، شافعی وغیرہ کہلانا بھی یہی معنی رکھتا ہے۔ جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے وہ حنفی، اور جنہوں نے امام شافعیؒ کے اجتہاد کی پیروی کی وہ شافعی کہلاتے ہیں۔ جس طرح قرنِ اوّل کے مسلمانوں کو خود خداوندِ عالم نے مہاجر و انصار کے معزز القاب سے یاد فرمایا۔ اِسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کو اُستاد ماننے والوں کو حنفی، شافعی کہا گیا۔ اس نسبت اور تسمیہ میں کوئی شرعی اور عرفی قباحت نہیں۔ علیٰ ہٰذا جن لوگوں نے خواجگانِ چشتیہ و قادریہ وغیرہ سے باطنی فیوض حاصل کئے وہ چشتی اور قادری کہلاتے ہیں۔ اگر اس قسم کی نسبتیں برطرف کر دی جائیں تو دنیا میں کسی چیز کا امتیاز باقی نہ رہے۔ اسی امتیاز کے قائم رکھنے کے لئے لوگ شعوب و قبائل میں تقسیم ہوئے۔ خود رب العالمین فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا — ہم نے تم کو گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ پہچانے جاسکو

پس جو شخص حنفی، شافعی یا نقشبندی چشتی وغیرہ امتیازات پر معترض ہے اُسے چاہیئے کہ قبیلوں اور آدمیوں کے ناموں پر بھی اعتراض کرے۔ کیونکہ یہ بھی اسلام کے علاوہ دوسری نسبتیں ہیں جن پر اسے اعتراض ہے۔ اور خود بھی اپنا نام چھوڑ کر بے نام ہو جائے کہ بقول اُس کے اُس کا صرف مسلمان کہلانا کافی ہے۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والے لوگ دراصل چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے اُن اُستادوں کا نام لینا چھوڑ دیں جن سے اُنہوں نے فیض حاصل کیا۔ چونکہ یہ لوگ خود کسی کو اُستاد ماننا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے دوسروں کو بھی کسی کی تقلید کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ہاں کسی کی تقلید کرنے یا کسی کو اُستاد ماننے سے پیشتر یہ معلوم کر لینا ضروری ہے۔ کہ آیا وہ کس سلک سے وابستہ ہے اور آیا اُس کا سلسلہ خواہ کسی واسطے سے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر ملتا ہے۔ یا نہیں۔ جس شخص کی تعلیم کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتا ہو۔ یا کسی ایسے شخص سے مل کر رہ جاتا ہو جس کا کوئی ہادی و مرشد نہ ہو۔ اُس کو اُستاد ماننا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔

(ادارہ)

امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاءالدین صاحب نقشبند بخاری قدس سرہٗ

از جناب ابوالقاسم لاہوری

حضرت خواجہ بہاءالدین صاحب نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت طریقت گو بحسب ظاہر حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ سے ہے لیکن آپ فی الحقیقت حضرت خواجہ عبدالخالق صاحب غجدوانیؒ کے اُویسی ہیں۔ اُویسی کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح حضرت اُویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رسول الثقلین مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا محض دلی محبت و عقیدت کا باطنی رابطہ تھا۔ اسی طرح خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی بھی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے جسمانی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ صرف روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ کیونکہ مؤخرالذکر بزرگ کا وصال حضرت نقشبندؒ کی ولادت سے ایک سو تینتیس سال پہلے ہو چکا تھا۔ اور حضرت خواجہ نقشبندؒ ان پانچ واسطوں سے ان کے مرید تھے۔ حضرت نقشبندؒ حضرت سید امیر کلال کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور وہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے اور وہ خواجہ علی رامینیؒ کے اور وہ خواجہ محمود الوالخیر فغنویؒ کے اور وہ حضرت خواجہ عارف ریوکریؒ کے اور وہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے قدس اللہ اسرارہم۔

حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۷۱۸ھ میں ہوئی۔ ایام طفلی ہی سے انوارِ ولایت چہرہ مبارک پر ضیاءافگن تھے۔ حضرت خواجہ بابا سماسیؒ نے آپ کی ولادت سے پیشتر ہی آپ کے علو مرتبت کی بشارت دی تھی۔ اور ولادت کے تین دن بعد آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا تھا۔ اور حضرت امیر کلال رحمہ اللہ کو آپ کی تربیت کی تلقین فرمائی۔ حضرت امیر کلالؒ کے متعلق ضمناً معلوم ہو کہ آپ بہت بڑے صاحبِ ولایت تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں۔ کہ جن ایام میں امیر کلالؒ میرے شکم میں تھے تو ان دنوں اگر میں کبھی کوئی مشتبہ لقمہ کھا لیتی تو مجھے دردِ شکم ہو جاتا۔ اور جب تک اس غذا کو معدے سے نکال نہ دیتی مجھے قرار نہ آتا تھا۔ جب چند مرتبہ یہی نوبت آئی تو میں سمجھ گئی کہ یہ اس بچے کی وجہ سے ہے جو میرے شکم میں ہے۔ اس کے بعد میں غذا کے استعمال میں سخت احتیاط برتنے لگی۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت خواجہ نقشبندؒ خلوت گزیں تھے کہ ناگاہ آپ کے سمع مبارک میں یہ آواز آئی کہ اے بہاءالدین! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو ہر طرف سے منہ موڑ کر ہماری درگاہ کی طرف رجوع کرے؟ اس آواز نے آپ کی حالت میں ایک

فوری انقلاب برپا کر دیا۔ رات سخت تاریک تھی۔ عالم بیقراری میں نہر پہ گئے۔ اور کپڑے دھو کر غسل فرمایا اور نہایت خشوع و خضوع اور عجز و زاری کے ساتھ دوگانہ نماز پڑھی۔ ان دو رکعتوں میں حضور و سرور کی جو کیفیت طاری ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اسی آرزو میں مدت گزر گئی کہ پھر ویسی نماز پڑھنا مگر میسر نہ ہوئی۔

اہل اللہ پر قبض و بسط کی دو متضاد حالتیں مختلف اوقات میں طاری ہوتی رہتی ہیں۔ قبض کی حالت میں نماز روزہ اور دوسری عبادتوں میں حضور و خشوع اور لذت و سرور میں کمی آجاتی ہے۔ اور طبیعت میں انقباض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ حالت جاتی رہے تو اس کا نام بسط ہے۔ بسط کے لمحوں میں تعلق باللہ اور ذوق و شوق اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مجھے ایسا شدید و طویل قبض ہوا جو چھ مہینے سے پہلے ختم نہ ہوا۔ اس حالت انقباض میں میرے تمام ولولے سرد پڑ گئے۔ اور دل میں ناامیدی کے جذبات موجزن ہوئے۔ یہاں تک کہ مجھے یقین ہو گیا کہ طریقت کی دولت جاوید میرے مقدر میں نہیں ہے۔ میں اسی حالت یاس میں اس ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کہ کوئی دنیاوی کاروبار شروع کر دوں۔ جب میں اس نیت سے جا رہا تھا تو راستے میں ایک مسجد نظر پڑی جس کے دروازے پر یہ شعر لکھا ہوا تھا ؎

اے دوست بیا کہ ما ترائیم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

(اے دوست! آ کہ ہم تیرے ہیں۔ پرایا نہ بن کہ ہم آشنا ہیں)

یہ شعر پڑھتے ہی وہ قبض کی حالت آناً فاناً جاتی رہی۔ اور سابقہ حالت عود کر آئی۔

آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جن ایام میں مجھ پر عشق و محبت اور شوق و بے قراری کا غلبہ تھا میں راتوں کو بخارا کے باہر مزاروں پر پھرا کرتا تھا۔ وہاں مجھے مشائخ عظام کے ارواح طیبہ سے بڑے بڑے فیضان حاصل ہوئے۔ اس کے بعد میں حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور نفی و اثبات کا شغل اختیار کیا اور مدت تک اسی ریاضت میں مصروف رہا (نفی و اثبات لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کو کہتے ہیں)

نقل ہے کہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں حضرت امیر کلالؒ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام سوار دکھائی دئے۔ سر پہ کلاہ اور گلہ بانوں کی طرح ایک لکڑی ہاتھ میں تھی۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر ترکی زبان میں مجھ سے فرمایا۔ کہ تم نے گھوڑوں کو دیکھا ہے؟ یہ سوال کر کے وہی لکڑی مجھے رسید کر دی۔ مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور ان کی طرف التفات نہ کیا۔ انہوں نے چند مرتبہ میرا راستہ روک کر مجھے مشوش کیا۔ آخر میں نے کہا۔ میں آپ کو جانتا ہوں کہ آپ خضر ہیں۔ یہ کہہ کر میں چل دیا۔ وہ تھوڑی دور تک میرے پیچھے آئے اور فرمایا کہ ٹھہرو تھوڑی دیر باہم مصاحبت کریں مگر میں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور اپنی راہ چلتا گیا۔ جب حضرت امیر سید کلالؒ کے پاس پہنچا تو آپ دیکھتے ہی فرمانے لگے۔ کہ راہ میں

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی مگر تم نے بے رخی برتی۔ میں نے التماس کی کہ چونکہ اُس وقت میں آپ کی طرف متوجہ تھا کسی کی طرف التفات نہ کیا۔

• حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے بزرگانِ سلسلہ کی نسبت چار طریق سے ہے۔ ایک خواجہ خضر علیہ السلام سے دوسرے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ سے۔ تیسرے حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ سے جو ان کو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ سے پہنچی۔ اور چوتھے وہ نسبت جو ان کو حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیقؓ کی وساطت سے حاصل ہوئی اور فرمایا کہ جب کسی باخدا کی صحبت میسر ہو تو وہاں اپنی دلی کیفیت معلوم کرنی چاہیئے اور گزشتہ حالت سے اس کا موازنہ کرنا چاہیئے اگر اپنے باطن میں کچھ ترقی و اصلاح دیکھے تو اُس بزرگ کی صحبت غنیمت سمجھے۔

اور فرمایا کہ ہمارا روزہ نفی ماسوی اللہ ہے اور نماز کَاَنَّكَ تَرَاهُ ہے یعنی جس طرح روزے میں کھانا پینا ترک کیا جاتا ہے اسی طرح ہم نے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے علیحدہ ہو جانے کا بھی روزہ رکھا ہوا ہے"۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ — ایسی عبادت کرو کہ اس حالت میں گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ حالت میسر ہو تو کم از کم عبادت کے وقت یہ امر ذہن نشین رہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے

حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ "ہم نماز ایسی ہی پڑھتے ہیں کہ گویا نماز میں خدائے تعالیٰ کو دیکھتے ہوتے ہیں"۔ اور آپ نے فرمایا کہ "وقوفِ قلبی اور وقوفِ عددی میں باختیار آنکھیں بند نہ کرنی چاہئیں۔ کہ وہ سب اطلاع خلق ہے یعنی اس سے لوگ مطلع ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپؓ نے اس سے فرمایا

• يَا صَاحِبَ الْعُنُقِ اِرْفَعْ عُنُقَكَ — اے گردن جھکانے والے اپنی گردن اٹھا لے

اور فرمایا کہ ذکر اس طرح کرنا چاہیئے کہ اہلِ مجلس میں کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ کہ یہ شخص مصروفِ ذکر ہے۔

اور فرمایا کہ حقیقتِ اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہے اس وقت تک یہ چیز میسر نہیں ہو سکتی۔ اور فرمایا۔ کہ ذکرِ الٰہی رفعِ غفلت کا نام ہے۔ جب غفلت دُور ہو گئی تو وہ شخص ذاکر ہے۔ اگرچہ ساکت یعنی خاموش ہو۔ اور فرمایا۔ وقوفِ قلب کی رعایت ہر حال میں چاہیئے۔ یعنی کھانا کھاتے وقت، خرید و فروخت کرتے ہوئے، بات کرنے میں، سننے میں، چلنے میں، خرید و فروخت میں، عبادت اور نماز میں، تلاوتِ قرآن میں، لکھنے میں، پڑھانے میں، وعظ کہتے میں کسی وقت اور کسی حالت میں ایک لمحہ بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ مقصود فوت نہ ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی — شاید کہ نگاہ کنی آگاہ نباشی

اور فرمایا کہ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر چشم زدن کے لئے بھی یادِ الٰہی سے غافل ہوگا تو باقی طولِ عمر اس نقصان کی تلافی نہ کر سکے گا۔ باطن کا نگاہ رکھنا بہت مشکل کام ہے لیکن بعنایت حق سبحانہٗ و تعالےٰ و تربیت خاصانِ بارگاہ جلد میسّر آجاتا ہے۔ اور فرمایا مراقبہ اس چیز کا نام ہے کہ نظر علی الدوام خالق کی طرف رہے۔ اور رویتِ خلق کی طرف سے نسیان ہو جائے۔ اور فرمایا دوام مراقبہ نادر الوجود ہے۔ اور ہم نے اس کے حصول کا طریقہ مخالفتِ نفس پایا ہے۔ اور فرمایا۔ محاسبہ یہ ہے کہ سالک ہر ساعت حساب کرتا رہے کہ مجھ پر کیا حالت گزر رہی ہے۔ اگر نقصان محسوس ہو تو اس کا تدارک کرے اور اگر ترقی پائے تو اس کا شکریہ ادا کرے اور ترقی کی کوشش میں منہمک رہے۔

اور فرمایا۔ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقیٰ یعنی حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتِ سَنِیہ کا اتباع اور آثارِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اقتدار ہے۔ اور فرمایا کہ حق تعالےٰ نے مجھے برائے فضل دُنیا میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور مَیں نے آخر تک اس کے فضل اور رحمت کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ میرے طریقہ میں تھوڑا عمل بھی بہت ہے لیکن متابعت شرط ہے۔ اور فرمایا کہ ہمارا طریقہ صحبت ہے خلوت اور گوشہ نشینی نہیں۔ کیونکہ خلوت اور گوشہ نشینی باعثِ شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔ اور جمعیتِ خاطر صحبت میں ہے اور فرمایا جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دے۔ اس کو دوسرے سے التجا کرنا شرک ہے۔ اور یہ شرک عوام الناس کو معاف ہے اور خواص کو نہیں۔ اور فرمایا کہ متوکل کو چاہیئے کہ اپنے توکل کو اسباب میں پوشیدہ رکھے یعنی اسباب و ذرائع کو استعمال کرے اور باوجود اس کے کامل بھروسہ اللہ تعالےٰ ہی کی ذات پر ہو۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ عین کاروبار کی مصروفیت میں اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہنا اور غافل نہ ہونا کیونکر متصور ہے۔ آپ نے قرآنِ پاک کی یہ آیت پڑھی:-

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ مرد وہ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔

دل بیار دوست بکار گویا اسی آیت کا ترجمہ ہے۔ اور فرمایا کہ راہِ طریقت میں صاحبِ پندار آدمی کا کام بہت مشکل ہے یعنی جس شخص میں خود پسندی ہوگی وہ معرفتِ الٰہی کے حصول میں ناکام رہے گا۔ اور فرمایا کہ اہل اللہ خلقت کا بوجھ اس سبب سے اٹھاتے ہیں کہ تہذیبِ اخلاق ہو یا کسی ولی سے ملاقات میسّر ہو۔ کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس پر اللہ تعالےٰ کی نظرِ عنایت نہ ہو۔ اور جب اس ولی سے ملاقات ہوتی ہے تو انسان اسی نظرِ الٰہی سے کامیاب اور فائز المرام ہو جاتا ہے۔ اور فرمایا جس نے ایک مرتبہ بھی میری جوتیاں سیدھی کیں، مَیں کل قیامت کو اس کی شفاعت کروں گا۔ اور فرمایا مجھ کو اللہ تعالےٰ نے دنیا کی خرابی کے لئے پیدا کیا ہے لیکن لوگ اس کے برعکس مجھ سے دُنیا کی عمارت چاہتے ہیں یعنی خدائے برتر نے مجھے اس واسطے پیدا کیا ہے کہ لوگوں کو دُنیائے فانی کے انہماک سے چھڑا کر طالب مولےٰ بناؤں لیکن لوگ الٹا فراخیٔ رزق کا مقصد حاصل کرنے کے لئے میرے پاس آتے ہیں۔

عقائد اہلِ سُنت وجماعت

(گذشتہ سے پیوستہ)

افعالِ باری تعالےٰ

خالقیت | پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ کلمہ طیبہ چار ارکان پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک رکن افعالِ باری تعالےٰ ہے۔ اللہ کے افعال میں سے سب سے بڑا فعل خالقیت ہے۔ کائنات میں جس قدر مخلوق پائی جاتی ہے۔ سب کو خدائے برتر نے پیدا کیا ہے۔ اس کا کوئی اور خالق نہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:-

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ — اللہ ہی ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے

خالق کردگار نے زمین و آسمان، ستارے، چاند، سورج، دریا، پہاڑ، درخت اور طرح طرح کی ذی روح اور غیر ذی روح مخلوق، غرض وہ تمام چیزیں پیدا کیں جو ہمیں دکھائی دے رہی ہیں۔ اور وہ بھی پیدا کیں جو نظر سے اوجھل ہیں۔ اُس نے ہوا جیسی چیز بنائی جو چھوتی ہے مگر نظر نہیں آتی۔ بیشمار ایسی چیزیں بھی پیدا کیں جو ان مادی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتیں۔ اور ایسی بھی بیشمار چیزیں بنائیں جن کو پہلے تو کوئی نہیں جانتا تھا لیکن اب وہ منکشف ہو رہی ہیں۔ پانی میں جو کیڑے ہیں۔ ان کا پہلے کسی کو علم نہ تھا۔ البتہ جب سے خوردبین ایجاد ہوئی ہے۔ اس وقت سے خوردبین کی مدد سے دکھائی دینے لگے ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں قسم کی اور بھی مخلوق ہے جس کا علم انسان کو اب تک نہیں اور عجب نہیں کہ آئندہ ہوتا رہے۔

موت | جس طرح زیست و حیات خدائے قدیر کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اسی طرح موت بھی اُسی قادر و توانا کے دستِ اختیار میں ہے۔ رب العالمین نے جس کسی کو جتنی حیات بخشی اس میں ایک منٹ کی بھی کمی و بیشی نہیں ہو سکتی جب کسی کا پیمانۂ عمر لبریز ہو جاتا ہے۔ اور کوچ کی گھڑی آپہنچتی ہے۔ تو اس وقت اگر کوئی حکیم لاکھ جتن کرے کہ اپنے علم و حکمت کے زور سے کسی کی عمر میں ایک منٹ کا اضافہ کر دے تو قطعاً ممکن نہ ہوگا۔ اگر کوئی بادشاہ اپنے تمام خزانے خرچ

کرے اور اپنی قوت وحشمت کے زور سے چاہے کہ ایک آدھ گھڑی کے لئے ہی دُنیا میں اور رہ لے تو اس پر کسی طرح قدرت نہیں پا سکتا۔ اگر کوئی شخص موت سے بچنے کے لئے کسی مستحکم مکان میں جا چھپے۔ تو اُسے اس کوشش میں کبھی کامیابی نہ ہو گی۔ موت کا آہنی پنجہ وہیں پہنچ کر اس کی روح کھینچ لیتا ہے۔ اسی معنی میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے:۔

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ — جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں پناہ گزین ہو جاؤ۔

انسان جو کفر و معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اُس کا مقتضا تھا۔ کہ خدائے قہار اُس کو فوراً سختی سے پکڑتا اور دُنیا سے نیست و نابود کر دیتا۔ مگر اُس نے ہر متنفس کی مدتِ بقاء کے لئے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے۔ اس لئے سرکش اقوام و افراد کو فوراً پکڑنے کی بجائے عموماً وہ مہلت دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِن دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ — اور اگر اللہ تعالےٰ انکے ظلم کی وجہ سے مواخذہ کرنے لگتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اس نے ان کو ایک وقت مقرر تک ڈھیل دے رکھی ہے سو جب ان کا وقت آ پہنچا تو وہ اس سے ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

رزاقیت اپنی تمام مخلوق کو رزق عطا کرنا بھی اللہ تعالےٰ کا فعل ہے۔ اس ذاتِ برتر کی صفتِ رزاقیت اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ اس میں باقی تمام صفاتِ حمیدہ بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ جو ہستی بیک وقت علم، حیات، ارادہ، قدرت، سمع، بصر اور کلام وغیرہ صفاتِ حسنہ کی حامل نہ ہو وہ کسی طرح رازق نہیں ہو سکتی۔ ایک گھر یا کُنبے یا کسی چھوٹے سے کارخانے کے ہر فرد کی روزی کا انتظام تو بجائے خود رہا انسان اپنے خالق و رازق کی عنایت و توجہ کے بغیر اپنی روزی کا بھی خود انتظام نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ مختلف قسم کی نعمتیں دُنیا کے ہر ذی روح کو اس کی حاجت اور ضرورت کے وقت برابر مہیا ہوتی رہیں۔ اس کا انتظام کسی غیر اللہ سے بالکل ناممکن ہے۔ رزاقِ مطلق ایسے پُر حکمت طریقوں اور اصولوں کے ماتحت عین ضرورت اور حاجت کے وقت ہر متنفس کو اس خوبی سے روزی پہنچا رہا ہے کہ عقلِ انسانی اس کے سمجھنے سے عاجز ہے۔

اگر خالقِ کردگار دلوں کے مخفی حالات اور مخلوق کی خواہشوں اور حاجتوں سے واقف نہ ہوتا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی مخلوق میں سے کسی کو روزی دینا بھول جاتا یا رزق کا انتظام کسی اور کے ہاتھ میں ہوتا تو دُنیا کا یہ کارخانہ معاً درہم برہم ہو جاتا۔ اور ایک منٹ کے لئے بھی اس کا جاری رہنا ممکن نہ تھا۔ دُنیا میں جس قدر فسادات، جنگ و جدل، حسد و بغض، جھوٹ فریب اور بے رحمی وغیرہ خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ اُن کی وجہ صرف یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی رزاقیت اور اُس کی

تنقیہ رسانی کے اصولوں سے ناواقف ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا رب پرورش کرنے والا تسلیم کر لے اور اس کی ربوبیت کے اصولوں کو اچھی طرح ذہن نشین کر کے اُن پر خود بھی عمل کرے اور اپنے متعلقین کو بھی اُن پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا رہے۔ وہ یقیناً دنیا میں امن و راحت اور اطمینانِ قلب کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ فقر و فاقہ، گھبراہٹ اور کسی قسم کے خوف و خطر سے اس کو کوئی سروکار نہ ہوگا۔

قضا و قدر | خالقِ ارض و سما حکیم ہے۔ اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ جو چیز بھی اُس نے پیدا کی ہے اس کی پیدائش میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے۔ یہ کارخانۂ عالم ایک مقررہ نظام کے ماتحت چل رہا ہے۔ جس طرح ایک کاریگر کسی مشین کو تیار کرنے سے پیشتر اپنے ذہن میں اُس کا ایک نقشہ کھینچ لیتا ہے۔ اور پہلے ہی ہر چیز کا اندازہ کر لیتا ہے کہ فلاں پرزہ فلاں دھات کا ہوگا اور فلاں فلاں گراری کا یہ سائز ہو تو یہ مشین فلاں وقت تک فلاں کام بخوبی سرانجام دے گی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کارخانۂ عالم کی ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے۔ جسے علمِ الٰہی، تقدیر، قضا و قدر، لوحِ محفوظ اور کتابِ مبین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی تقدیر کے ماتحت اِس کارخانۂ عالم کو چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ یعنی نائب مقرر فرمایا۔ اور اُسے وہ صفات عطا کیں جو اس نظامِ عالم کو چلانے کے لئے ضروری تھیں۔ اسی طرح باقی تمام مخلوق کو مختلف کاموں کی استعداد اور تاثیرات عطا فرما کر انہیں انسان کے قبضے میں کر دیا۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقررہ کردہ قوانین اور اصولوں کے ماتحت ہر شے سے وہی کام لے جس کے لئے وہ بنائی گئی ہے۔ چونکہ انسان کو خلافتِ الٰہیہ کا مرتبہ عطا کیا گیا اور یہ امانت اُس کے سپرد کی گئی۔ اُسے حاکم اور دُنیا کی تمام چیزوں کو اُس کا محکوم بنایا گیا۔ تو اگر انسان ان اشیاء سے وہ کام نہ لے جس کے لئے ہر چیز بنائی گئی ہے۔ یا ان اشیاء کو غلط استعمال کرے اور اپنے فرض میں کوتاہی کرتے ہوئے اِس کارخانۂ عالم کو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق چلانے میں لاپرواہی سے کام لے تو وہ اپنے فرضِ منصبی سے عہدہ برآ نہ ہوگا۔

غور سے دیکھا جائے۔ تو کائنات کی ہر شے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے فرائض کو پورے طور سے انجام دے رہی ہے۔ مگر انسان اور جنات میں سے اکثر اپنے فرائض میں کوتاہی کرتے اور اپنے مالکِ حقیقی کی نافرمانی کر کے اس کارخانہ کو پُرامن طریق سے چلانے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی ذات جو علیم اور لطیف و خبیر ہے۔ اس کو اس خوبی سے چلا رہی ہے۔ کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حق تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے | یاد رہے کہ جس طرح خدائے برتر نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا۔ اسی طرح مخلوق میں قدرت اور حرکت کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اور تمام کاموں کے اسباب بھی وہی مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا کہا جاتا

ہے۔ کہ جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے۔ مگر اس میں یہ شُبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہر نیک و بد کام اگر وہی کرتا اور کراتا ہے۔ تو انسان کو گناہوں پر مواخذہ کیوں ہوگا۔ اور اس حالت میں عذاب و ثواب کیا معنی رکھتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسے حرکت کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔ نیکی و بدی میں تمیز دی، اُسے اپنا نائب بنایا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا۔ اِس حکم کی اطاعت کرنا یا عدول حکمی کرنا انسان کا اپنا کام ہے۔ اگر انسان فرمانبرداری کرنا چاہے اور اللہ تعالیٰ سے نیک کاموں کی توفیق مانگے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے نیک کاموں کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اگر نافرمانی کر کے بُرے کام کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ اس کے ایمان یا کسی پہلے نیک عمل کے نتیجے میں اُسے اُس گناہ سے بچانا چاہتا ہے۔ تو اس کے اسباب مہیا نہیں کرتا۔ اور اگر اُس کے کفر و انکار یا کسی بُرے عمل کی پاداش میں اس کو اُسی کی مرضی پر چھوڑنا چاہے تو اُس کو اُس بُرے کام کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ پھر اسباب کے مہیا ہو جانے پر بھی کام کا کرنا یا نہ کرنا بندے کے اختیار میں ہے۔ غرض بندے کے فعل کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کاسب یعنی اس فعل کو عملی رنگ دینے والا انسان خود ہے۔ اور اسی کسب پر انسان کو مواخذہ ہوگا۔ اس مسئلہ کو ذیل کی آیات میں خوب واضح کیا گیا ہے چنانچہ فرماتا ہے

اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى

بیشک تم لوگوں کی کوششیں مختلف ہیں۔ سو جس کسی نے اللہ کی راہ میں دیا اور ڈرتا رہا اور اچھی بات کی تصدیق کی۔ اس کے لئے نیک کام آسان کر دئے جاتے ہیں مگر جس نے بخل کیا اور خدا کے احکام کی پروا نہ کی اور سچی بات کو جھٹلایا تو اُس کے لئے بُرے کاموں کی راہ آسان کر دیتے ہیں

پس جو شخص ایمان لائے، اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور جو کچھ اُس نے دیا ہے یعنی جان، مال، علم، وقت، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، زبان، دل وغیرہ کو اسی کی فرمانبرداری میں استعمال کرے اور جس کام کے لئے جو شے عطا کی گئی ہے۔ اُس سے وہی کام لے تو اُس کو مزید نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اور نیک کاموں کی ہدایت اور توفیق ملتی ہے لیکن جس نے اس کے برعکس کفر و انکار اور ظلم کا وطیرہ اختیار کر لیا۔ اور خداوند تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کی تو اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کہ جو چاہے کرے۔ ایسے شخص کو نہ ہدایت دی جاتی ہے اور نہ بُرے کاموں سے روکا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی خواہش کے مطابق بُرے کاموں کے اسباب مہیا کر دئے جاتے ہیں۔ تاکہ دل کھول کر کفر کر لے اور پھر اپنے کئے کی سزا بھگتے۔

محمد احسان

خلاصۂ تعلیماتِ قرآنی

از جناب خان محمد یوسف خان سلیم چشتی بی۔ اے (آنرز)

بقائے روح کا عقیدہ، مذہب کے لئے بمنزلہ سنگِ بنیاد ہے، کیونکہ اگر کسی انسان کو اس بات کا یقین نہ ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہے یا جسم سے جُدا ہونے کے بعد بھی روح کا وجود باقی رہتا ہے تو اُسے خُدا اور مذہب دونوں سے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔ اور غور سے دیکھا جائے تو یہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر روح، باقی رہنے والی شئے نہیں ہے تو پھر سوال کس سے ہوگا!

اسی لئے قرآن مجید نے سب سے زیادہ واضح طریق پر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

اَفحسبتم انما خلقنا کُم عبثاً و انا الینا لا ترجعون — کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے (جیسے گھاس پھونس) اور تم ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے!

پس اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے۔ کہ انسان کی روح باقی رہنے والی چیز ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان کو بہترین اسلوب پر پیدا کیا گیا ہے۔

جب انسان نے یہ تسلیم کر لیا کہ میں موت کے ساتھ فنا نہیں ہو جاؤں گا۔ بلکہ دوبارہ زندگی ہوگی تو لامحالہ وہ قیامت یا یوم آخرت" کا بھی قائل ہوگا۔ اور چونکہ وہ خود اپنا خالق نہیں ہے جیسا کہ اس کی حالت سے عیاں ہے، اس لئے خالق ارض وسماء کا بھی قائل ہونا پڑے گا۔ قرآن مجید نے انہی دو حقائق کو ایمانیات کا اساس اولین قرار دیا ہے یعنی اللہ اور یوم آخر (من امن باللّٰہِ والیوم آخر)

جب آپ نے خُدا کو اپنا خالق تسلیم کر لیا تو لازم آتا ہے کہ جس طرح اُس نے آپ کے جسم کی پرورش کے لئے، ہر طرح کا انتظام کیا ہے آپ کی روحانی پرداخت کا بھی کوئی انتظام کیا ہوگا۔ اس تصور سے نزولِ ہدایت کا عقیدہ ثابت ہوگیا۔

چونکہ خدا لطیف ہے اس لئے وہ اپنا پیغام بعض غیر مرئی ہستیوں کی معرفت انسان تک پہنچائے گا، انہیں قرآنی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔

چونکہ ہر شخص کو فرداً فرداً اپنی مرضی سے آگاہ کرنا موجب زحمت ہے۔ اس لئے خدا نے بعض افراد کو پیغام سنانے کے لئے منتخب کر لیا۔ انہیں اصطلاح میں رسول کہتے ہیں۔

گویا اللہ، ملائکہ، کتاب اور رسول پر ایمان لانا ثابت ہو گیا۔

دوسرا جزو ایمانیات کا "یوم الآخر" پر ایمان لانا ہے۔ اگر دوبارہ زندگی ہے تو حشر اجساد کا عقیدہ بھی عقلاً ثابت ہے۔ تاکہ انسان اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے اصالتاً حاضر درگاہِ خداوندی ہو سکے۔

جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہو گا تو لامحالہ اُسے اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ اسی کو اصطلاح میں وزن اعمال کہتے ہیں۔

جن لوگوں کے اعمالِ صالحہ کا پلّہ بھاری ہو گا وہ جنت میں جائیں گے اور جن کے اعمالِ صالحہ کا پلّہ ہلکا ہو گا وہ دوزخ میں جائیں گے۔ "فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیہ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویہ" اس پر شاہد عادل ہے۔

پس قرآن مجید نے نہایت وضاحت کے ساتھ امور مذکورہ بالا پر جن کی ضرورت منطقی طور پر ثابت ہے، ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔

(۱) اللہ (۲) ملائکہ (۳) کتبِ سماوی (۴) رُسل (۵) یوم آخرت (بعثت بعد الموت) (۶) حساب کتاب (جنّت و دوزخ)

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ دستور العمل کو سامنے رکھے اور ضابطۂ یا ہدایت یا دستور العمل کو مدِّ نظر رکھنے کا اصطلاحی نام اعمالِ صالحہ ہے۔

قرآن مجید نے نجاتِ اُخروی کے لئے انہی دو چیزوں کو لازمی قرار دیا ہے۔ اوّل ایمانِ صحیح دوم عملِ صالح۔

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحت کانت لھم جنات الفردوس نزلاً خالدین فیھا لایبغون عنھا حولا — بلاشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ فردوس بریں کے باغوں میں رہیں گے۔ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ کبھی وہاں سے اٹھنا پسند نہ کریں گے۔

محض ایمان، جب تک اس کے ساتھ اعمالِ صالحہ نہ ہوں، قرآن مجید کی رو سے نجاتِ اُخروی کے لئے کافی نہیں ہے اسی لئے آپ شروع سے آخر تک قرآن مجید کو پڑھ جائیے۔ ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کی تبدیلگی ہوئی ہے۔ صاف لکھا ہوا

ہے کہ جو لوگ عمل صالحہ نہیں بجالائیں گے وہ گھاٹے میں رہیں گے۔

ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ انسان گھاٹے میں ہے مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے اعمالِ صالحہ جمع کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کی۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی سیدۃ النساء حضرۃ فاطمہ زہرہؓ سے فرمایا کہ "اے بیٹی اعمالِ صالحہ بجالانے میں کوتاہی نہ کر کیونکہ قیامت کے دن، خدا یہ نہیں پوچھے گا کہ تو کس شخص کی بیٹی ہے بلکہ صرف اعمال کی پرسش ہوگی۔

اللہ تعالےٰ کے متعلق یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ واحد لاشریک ہے۔ رب العالمین، الرحمٰن، الرحیم اور مالک یوم الدین ہے نہ کوئی اُس کا شریک ہے نہ ہمسر نہ بیٹا نہ بیٹی نہ ندِ مقابل۔

چونکہ قرآن مجید خاتم الکتب ہے یعنی اس کتاب کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ نے اپنی ہدایت کامل اور نعمت بندوں پر تمام کردی۔ اور اب کسی مزید ہدایت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ اس لئے منطقی طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

چونکہ آپ خاتم الرسل ہیں۔ اس لئے آپ کی رسالت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے۔ اور آپ تمام دُنیا کے لئے "نمونہ، دأسوۂ حسنہ" ہیں اور تمام جہان کے لئے موجبِ رحمت ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ "وما ارسلناک الا رحمۃً للعالمین۔

موسےٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات تو عینِ ذات می نگری در تبسمی

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا ومولینا محمدٍ وّبارک وسلم دایماً ابداً (آمین)

صوفیائے کرام پر علماء کے اعتراضات اور عوام پر انکا اثر

(۱)

اکثر اوقات سُنا جاتا ہے۔ کہ صوفیوں نے اسلام میں اس قدر رخنہ اندازی کی ہے کہ اُسے صحیح شکل میں پیش کرنے کی بجائے ہندوؤں کے عقیدہ ویدانت کے قریب تر لے گئے ہیں۔ اور وہ شیخ کو اوتار کی طرح خدا مانتے ہیں پیشتر اس کے کہ ان اختلافات کو رفع کیا جائے۔ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ فرقہ صوفیا اور علماء کی تقسیم کب سے ہوئی' کیوں ہوئی اور ان میں کیا فرق ہے۔

صوفی کا لفظ صحابہ کرامؓ کے وقت رائج نہ تھا۔ البتہ جن لوگوں کو صوفی کہا گیا ہے اور صوفیائے کرام ایک صوفی میں جن صفات کا ہونا لازمی قرار دیتے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفی ایک مومن کامل' متقی' ولی' اہل الذکر' صدیق' عالم باعمل اور طالب مولےٰ کو کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے اصحاب صفہؓ یقیناً صوفی تھے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک صرف علم شریعت کا حاصل کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کی مخلوقات کی حقیقت کو جاننا یعنی معرفت حاصل کرنا ہی اصل دین ہے۔ وہ صرف جنّت میں جانے اور دوزخ سے بچنے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کا دیدار حاصل کرنے کے متمنی رہتے ہیں۔ کیونکہ دیدار الٰہی کی لذت جنّت کی نعمتوں سے کئی ہزار گنا زیادہ ہے۔ وہ اِس دنیائے فانی میں اِسی کوشش میں رہتے ہیں۔ کہ روزِ قیامت کو دائیں طرف والوں میں سے ہی نہ ہوں۔ بلکہ مقربین یعنی آگے رہنے والوں میں قرار دیے جائیں۔

اُن کے نزدیک علم کے چار درجے ہیں۔ علم شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت۔ علم شریعت کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان اور مبتدی کے لئے لازمی ہے۔ شریعت کا علم حاصل کرنے سے انسان کے دل میں قدرتی طور پر اس بات کی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ اُن چیزوں کی حقیقت سے واقف ہو۔ جن کا ذکر تو قرآن کریم میں موجود ہے مگر وہ حواسِ خمسہ سے معلوم نہیں ہوتیں یا انہیں لفظِ غیب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً جنّت' دوزخ' فرشتے' روح' جن' ابلیس' نور' ظلمت' لوحِ محفوظ' پلصراط وغیرہ وغیرہ ایک مبتدی یعنی مسلمان کے لئے بغیر دیکھے ان کے وجود کو ماننا فرض اور شرطِ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ایک مبتدی کے لئے بغیر سمجھنے اور جاننے کے ۲×۲ = ۴ کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ بڑا ہو کر انسان پہاڑے کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے۔ مگر پھر ایک مبتدی کے ذہن نشین نہیں کرا سکتا۔ یا جس طرح مٹھاس کی حقیقت چکھنے سے معلوم ہوتی ہے مگر زبان یا قلم سے

اُس کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح ان چیزوں کی اصل حقیقت کشف کے ذریعے معلوم ہو جاتی ہے مگر بیان نہیں ہو سکتی۔

چونکہ علم بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے جب عالم شریعت کو ان اشیاء کی حقیقت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ تو کسی ایسے ماہر فن اُستاد کو تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جو خود ان اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو۔ اور شریعت پر عمل کرانے اور ان اشیاء کے حقائق سے واقف کرانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ایسے شخص کو ہادی، مرشد یا شیخ کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور علم معرفت حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے کامل و مکمل مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازمی ہے۔

تواریخ سے ثابت ہے۔ کہ پہلے زمانے کے باعمل علماء اپنے شاگردوں کو علم کی نسبت عمل پر زیادہ زور دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم جب کوئی آیت پڑھتے تو جب تک اُس پر عمل نہ کر لیتے اگلی آیت نہ پڑھتے تھے۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ جب سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہنچے کہ "میرا اور والدین کا شکر ادا کرو" تو اُستاد سے اجازت لے کر والدین کے پاس گئے اور اُن سے کہا۔ کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ کہ میرا شکر اور والدین کا شکر ادا کرو۔ سو مجھ سے دُو کا شکر ادا ہونا مشکل ہے۔ یا تو اللہ تعالٰے سے اس کا شکر معاف کرا دو یا اپنا بخش دو۔ اُن کی والدہ نے فرمایا۔ کہ ہم نے اپنا حق بخشا اور تم کو بالکل اللہ تعالٰے کا ہی کر دیا۔ یہ سُن کر آپ طلب علم کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک شاگرد کو اس لئے جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ کہ اُس نے اپنے مکان کے باہر کی طرف لپائی کروائی تھی اور اس طرح حکومت کی زمین کا آدھ انچ کے قریب حصہ اس کے مکان میں شامل ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ادھورے طلباء طلب معاش کی خاطر حکومت کی ملازمت کر لیتے ہوں گے۔ نیز بعض ایسے طالب علم جو کسی وجہ سے اپنے علم میں کامل دسترس حاصل کرنے کے قابل نہ ہوتے بچوں کو ابتدائی تعلیم دینے کا پیشہ اختیار کرتے اور وہ بھی عالم کہلاتے رہے۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ شریعت کا علم دینے والے لوگ اپنے آپ کو عالم کہلانے لگے اور اہل طریقت حضرات کو صوفی کے لفظ سے تعبیر کرنے لگ گئے۔

صوفیائے کرام پر متذکرہ بالا قسم کے اعتراضات کرنے والے وہ علماء ہیں جو شریعت کے علم سے کچھ تھوڑی بہت واقفیت تو رکھتے ہیں مگر خود عامل نہ ہونے کی وجہ سے اُن تمام پوشیدہ حقائق کو جاننے کی خواہش ان کے دلوں میں پیدا ہی نہیں ہوتی۔ وہ اُن چیزوں کو غیب سے تعبیر کر کے یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ انسان کو ان چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔ لہٰذا ان مباحث میں پڑنا غیر ضروری ہے۔ یہاں تک ہی یہ بات موقوف رہتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ افسوس تو اس بات کا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو علامۂ دہر سمجھتے ہوئے صوفیوں کو جاہل، زندیق، جادوگر اور شرک وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرتے ہوئے عوام کو اس راستے پر جانے سے روکتے ہیں۔ اور بعض اس راستے کو ایک کٹھن منزل قرار دے کر اس طرف جانے سے ڈرتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں عالم اُسے کہا جاتا ہے۔ جو شریعت کے علم سے واقف ہو۔ خواہ وہ اس پر عمل کرتا ہو یا نہ لیکن قرآن کریم نے ایسے عالموں کو علماء کے زمرے میں شامل نہیں کیا۔ بلکہ بے عمل عالم کو اس گدھے کی مانند قرار دیا ہے جو پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہو۔ قرآن کریم ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کی تاکید فرماتا ہے۔ بلکہ ایک جگہ صاف طور پر فرما دیا ہے کہ "اے ایمان والو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر تمہارا عمل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بڑی ہی ناپسند ہے کہ تم ایسی باتیں کہو جن پر خود تمہارا عمل نہ ہو"۔ دراصل ایمان صحیح علم اور اس پر یقین کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مزید علم حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے سبق کو اچھی طرح یاد کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ ایسا کرنے سے علم خود بخود آگے راہ دکھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی ہدایت کے لئے مزید اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اور کسی ایسے مرشدِ کامل سے اس کا تعلق قائم کرا دیتا ہے۔ جس پر اُس کا اپنا ہاتھ ہو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہو۔

اس مختصر تشریح کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ صوفیائے کرام اور علماء کا اختلاف کس بات میں ہے۔ ہندوؤں کا اوتار اور صوفیوں کا مرشد کے متعلق عقائد کی رو سے کیا فرق ہے۔ اور علماء کس وجہ ان ہر دو فریق کو یکساں مشرک قرار دیتے ہیں اور اس معاملہ میں صوفیائے کرام اور علماء میں سے کونسا فریق حق بجانب ہے۔

اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ انسان خود اپنی حقیقت سے واقف ہو۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ جسم نظر آتا ہے اور جسم کے اندر کی چیزیں مثلاً معدہ، جگر، دل اور دماغ وغیرہ بھی چیر پھاڑ کر دیکھے جا سکتے ہیں۔ مگر روح ایک ایسی شے ہے جو ان مادی آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ تاہم اس کے موجود ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ روح کیا ہے۔ جسم کے کس مقام میں ہوتی ہے۔ کہاں سے آتی ہے؟ موت کے بعد کہاں جاتی ہے؟ زندگی کے دوران میں اور موت کے بعد اس کا جسم سے کیا تعلق ہے؟ ایک مومن اور کافر کی روح میں کیا فرق ہے۔ یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن کا جواب ایک مبتدی یعنی ظاہر بین عالم نہیں دے سکتا۔ علماء کا صرف یہ کہہ دینا کہ روح کا علم انسان کو نہیں دیا گیا بہت حد تک غلط ہے۔ کیونکہ قرآنِ کریم نے فرمایا ہے۔ کہ "اے نبی! یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں اُن سے کہہ دیجئے کہ روح امرِ ربی ہے۔ اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے"۔ اوّل تو یہاں سوال کرنے والے کفار مکہ تھے۔ روح کی حقیقت کا سمجھنا اُن کے لئے آسان کام نہ تھا۔ ورنہ اس سوال کا جواب تو امرِ ربی سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ تاہم قرآنِ کریم نے امر، قلب، صدر، نفس، روح اور نور وغیرہ الفاظ استعمال کر کے روح کی حقیقت مختلف مثالوں کے ذریعے بیان کی ہے۔ ان الفاظ کے معانی پر غور کرنے سے کچھ کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ روح کیا شے ہے۔ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایسے ہی الفاظ استعمال کرتے ہوئے مختلف طریقوں سے روح کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے اور متذکرہ بالا

تمام سوالات کا کافی و شافی جواب دیا ہے۔ جس قدر انسان اُن آیات و احادیث میں غور کرے گا اُسی قدر روح کی حقیقت یا بالفاظ دیگر اُسے اپنی حقیقت منکشف ہوتی جائے گی۔ یہ درست ہے کہ جب تک انسان اپنے آپ کو نہ پہچانے۔ اللہ تعالےٰ کو نہیں پہچان سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی جس کسی نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو گویا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اور اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ "ہم اپنی نشانیاں کائنات میں اور انسانوں میں دکھاتے ہیں تاکہ اُن پر حقیقتِ حق ظاہر ہو"۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی ذات، اُس کی صفات اور انسان یعنی روح انسانی سے اس کا تعلق سمجھنے کے لئے ہمیں کائنات کی ہر شے میں غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے بطور مثال ایک پھول کو دیکھیں۔ اگر پھول کو ذات تصور کیا جائے تو خوشبو اُس کی ایک صفت ہے جس کا منبع اور خزانہ پھول ہے۔ ایک انسان پھول کو سونگھتا ہے۔ تو اُس کی خوشبو دل و دماغ میں پہنچ جاتی ہے۔ اب کہا جاتا ہے۔ کہ دماغ میں پھول کی خوشبو آرہی ہے۔ اگر اُسی پھول کے پاس کئی آدمی آ جائیں تو اُن کے سونگھنے کی طاقت کے مطابق کم و بیش ہر ایک کے دماغ میں پھول کی خوشبو آئے گی۔ ہاں جس کی ناک بند ہو گی اس کے دماغ تک نہ پہنچ سکے گی۔ خوشبو کے دماغ میں آجانے سے پھول میں سے کچھ کم نہیں ہوتا کیونکہ یہ صرف پھول کی خوشبو کا عکس یا پرتو ہے۔ یہی حالت اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات کے مابین ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات میں تمام صفاتِ حمیدہ موجود ہیں۔ اُن صفات کا عکس انسان کے دل پر پڑتا ہے۔ بشرطیکہ شریعت کی خلاف ورزی اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کر کے دل کے گرد ظلمت کے پردے نہ پڑے ہوں۔ جس طرح پھول کی خوشبو دماغ میں آنے سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے دماغ میں پھول ہے پھول تو اپنی جگہ پر موجود ہے۔ خوشبو جو پھول کی صفت ہے۔ دماغ میں جا کر اُسے معطر کر دیتی ہے۔ تو صرف یہ کہا جاتا ہے۔ کہ دماغ میں پھول کی خوشبو ہے۔ یہ خوشبو دماغ کے باہر بھی ہوتی ہے۔ بلکہ پھول کے ارد گرد ہر جگہ موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح انوارِ الٰہی تو ہر جگہ موجود ہیں۔ مگر صرف پاک اور روشن دل انکا عکس حاصل کرتے ہیں۔

پھول اور خوشبو کی مثال سمجھنے کے بعد اگر غور کیا جائے تو انسان کوئی شے ہی نہیں جس طرح پھول اور اس کی خوشبو نہ ہو تو انسان کے دماغ میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اِسی طرح اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی صفات میں سے ایک ایک کو سامنے لائیں۔ مثلاً اگر اللہ تعالےٰ کی ذات نہ ہوتی یا اس کی صفت علم نہ ہوتی۔ تو انسان میں علم کہاں سے آتا۔ اگر اللہ تعالےٰ کی صفت حیات نہ ہوتی تو انسان میں حیات کہاں سے آتی۔ اِسی طرح اگر اُس کی صفت قدرت نہ ہوتی تو انسان میں بھی کسی کام کے کرنے کی قدرت نہ ہوتی۔ اگر اللہ تعالےٰ میں صفتِ ارادہ نہ ہوتی تو انسان کوئی ارادہ نہ کر سکتا۔ علیٰ ہذالقیاس اگر اللہ تعالےٰ میں سمع بصر اور کلام کی صفات نہ ہوتیں تو انسان یقیناً بہرا، اندھا، اور گونگا ہوتا۔ یہ سب صفات خوشبو کی طرح انسان میں ہیں

جس طرح خوشبو دماغ میں نہ ہو تو انسان میں کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر یہ صفات نہ ہوتیں تو انسان کچھ بھی نہ ہوتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک مٹی کا پتلا ہوتا۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ وہ بھی تو اللہ تعالےٰ کی صفتِ قدرت کا ایک کرشمہ ہے پس غور کیجئے کہ انسان کیا ہے! تو کہنا پڑے گا کہ کچھ بھی نہیں۔ اور یہ صرف انسان ہی پر منحصر نہیں۔ بلکہ کائنات کا ہر ذرہ اس کی ہستی کا پرتو اور وحدانیت کا بین ثبوت ہے۔

اب تصویر کا دوسرا رُخ دیکھیں تو انسان ایک بڑی قابلِ قدر ہستی ہے۔ مگر اسی صورت میں جبکہ اس میں یہ تمام صفات اپنے پورے جوبن میں موجود ہوں۔ جب ایک مومنِ کامل کے دل پر انوارِ الٰہی کا عکس پڑتا ہے۔ تو اس میں عام لوگوں کی نسبت صفاتِ الٰہی کی زیادتی ہو جاتی ہے یعنی اس کے علم، حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور افعال میں حیرت انگیز ترقی واقع ہوتی ہے۔ ایسے انسان کو مظہرِ نورِ خُدا کہا جا سکتا ہے۔ دراصل روح انسانی ایک نورانی شے اور اللہ تعالےٰ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو ہر شے کا عکس حاصل کرنے کی قابلیت رکھتی ہے جس طرح آئینہ کو چاند کے سامنے کیا جائے تو اس میں چاند کی شکل نظر آتی ہے۔ حالانکہ چاند اپنی اصلی جگہ پر قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح روحِ انسانی بھی آئینہ کی طرح شفاف ہے۔ جو اگر گناہوں کی وجہ سے زنگ آلود نہ ہو۔ تو صفاتِ الٰہی کا عکس حاصل کر سکتی ہے۔ اور انسان میں وہی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں صِبْغَةَ اللهِ یعنی اللہ کے رنگ سے یہی رنگ مُراد ہے۔ چنانچہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی بندہ کثرتِ نوافل یا ذکر سے میرا مقرب ہو جاتا ہے تو میں اس بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اور جس وقت میں اُسے دوست بنا لیتا ہوں تو میں بندے کے کان بن جاتا ہوں، آنکھیں بن جاتا ہوں، ہاتھ بن جاتا ہوں۔ وہ میرے ہی کانوں سے سُنتا ہے۔ میری ہی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور میرے ہی ہاتھ سے پکڑتا اور میری ہی زبان سے بولتا ہے کتاب صراط المستقیم میں لکھا ہے۔ کہ اسم ذات اور نفی و اثبات یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں ایک تجلّے پوشیدہ ہے۔ جب کسی صاحبِ سلسلہ سے اس کو حاصل کر کے ذاکر اس کا ذکر کرتے ہیں تو وہ تجلّے اس کے دل اور روح پر اثر کرتی ہے کثرتِ ذکر سے اس کی روح متجلّی ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح لوہے کو آگ میں رکھ کر گرم اور سرخ کیا جائے تو لوہا آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ کثرتِ ذکر سے روح میں صفاتِ الٰہی کا عکس منعکس ہوتا ہے۔ تو انسان ایسے کام کرتا ہے۔ جن کو خوارقِ عادت یا کرامات سے تعبیر کیا جاتا ہے پس ایک عارف جب اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ تو اُن تمام حقائق سے واقف ہو جاتا ہے جن کو ایک مبتدی کے لئے غیب قرار دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ جسم صرف ایک آلہ ہے۔ دراصل روح ہی وہ شے ہے جو معرفت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ جسم میں جب تک روح نہ ہو اس میں کوئی قوتِ احساس موجود نہیں ہوتی۔ جب تک روح متجلّی نہ ہو یا قرآنِ کریم کے الفاظ میں یوں

لیے کہ جب تک تزکیۂ نفس نہ ہو۔ انسان اندھوں کی مانند ہے چنانچہ ایک جگہ صاف طور پر فرمایا ہے۔ کہ کچھ آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوئیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں پس ایک ظاہر بین عالم اور ایک صوفی یعنی عارف اور شیخ کامل میں اسی قدر فرق ہے جتنا کہ ایک اندھے اور بینا اور ایک مردہ اور زندہ میں ہوا کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کا اوتار اور صوفیائے کرام کا شیخ کے متعلق عقیدہ کیا ہے۔

پہلے زمانے میں صاحب کتاب رسول کے بعد دوسری کتاب نازل ہونے سے پیشتر ہر ملک اور ہر قوم میں نبی آیا کرتے تھے جو اپنے زمانے کی کتاب کے مطابق لوگوں کو راہِ ہدایت دکھاتے تھے۔ قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ کہ کوئی قریہ ایسا نہیں جس میں نبی مبعوث نہ ہوئے ہوں۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی نبی ضرور آئے ہیں۔ اگرچہ قرآنِ کریم میں ان نبیوں کے حالات اور نام نہیں بتائے گئے۔ تاہم ہندو لوگ نبیوں کے تشریف لانے کو تسلیم کرتے اور ان کو اوتار کہتے ہیں مختلف زمانوں میں نبیوں کے آنے اور مختلف کتابوں کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہوا کرتی تھی۔ کہ لوگ پہلے نبی کی تعلیم کو بھول کر گمراہی اختیار کر لیتے تھے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد پہلی کتابیں ضائع ہو جانے اور دوبارہ یادداشت کے ذریعے لکھنے سے ان میں اسقدر تغیر و تبدل ہو جاتا تھا۔ کہ اصل تعلیم کی بجائے وہ کتب رطب و یابس کا مجموعہ بن جاتیں۔ ایسے وقت میں کوئی دوسرا صاحب کتاب رسول مبعوث ہوا کرتا اور نئی کتاب نازل ہوا کرتی تھی جو پہلی کتاب کو منسوخ قرار دیتی تھی۔ اس کے بعد جو نبی تشریف لاتے اس نئی کتاب کے مطابق لوگوں کو راہِ ہدایت دکھایا کرتے تھے۔ چنانچہ تورات، زبور، انجیل یکے بعد دیگرے نازل ہوئیں اور اب قرآنِ کریم سب سے آخری کتب ہے جو قربِ قیامت میں اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ چونکہ اب قیامت نزدیک ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا گویا تا قیامت اس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی اور کتاب نازل ہوگی اور نہ ہی کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہ پیشتر ازیں ہر صاحب کتاب رسول کے بعد نبی آتے رہے۔ تو اب نبیوں کا آنا بند ہو جانے پر راہِ ہدایت دکھانے اور کتاب کے صحیح مفہوم سمجھانے کا طریق کیا ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہوں گے" یعنی وہ نبیوں کی مانند تبلیغِ حق کے فرائض انجام دیں گے اور ان میں نبیوں کی سی صفات موجود ہوں گی۔ نیز ایک اور حدیث میں ذرا اور وضاحت سے فرمایا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی حکومت و سیاست انبیاء کے سپرد تھی۔ جب ایک نبی کا انتقال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا قائمقام ہو جاتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوتے رہیں گے اور بڑی کثرت سے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ تو پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا جس خلیفہ کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو۔ اُس بیعت کو پورا کرو۔ اور اُن کے حقوق ادا کرتے رہو۔ حق تعالےٰ خلفاء سے رعایا کے متعلق بھی سوال کرے گا۔ کہ کس طرح رعایا پروری کی تھی۔

پہلی حدیث مبارک میں علماء سے ہمارے زمانے کے وہ علماء مراد نہیں۔ جو پاؤ بھر علم حاصل کر کے اپنے آپ کو عالم سمجھ بیٹھے

ہیں۔ اور لوگوں کو تو وعظ و نصیحت کرتے ہیں مگر خود عمل سے کوسوں دور ہیں۔ بلکہ یہاں متقی کامل و مکمل مومن اور عالم باعمل ہی مراد ہیں۔ اور خلفاء سے مراد بھی خلفائے طریقت ہیں نہ کہ خلفائے حکومت۔ اگر خلفائے حکومت مراد ہوتی۔ تو ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں کوئی خلیفہ نہیں ہے۔ حالانکہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خلفاء کثرت سے ہوں گے پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ امت کے علماء اور خلفاء سے وہ صاحب طریقت خلفاء مراد ہیں جن کا سلسلہ شجرہ نسب کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ اور جن کو اپنے مرشد کی طرف سے بعیت لینے کی اجازت یعنی خلافت حاصل ہو چکی ہو۔ آجکل کی اصطلاح میں ان خلیفوں کو پیر یا مرشد کہا جاتا ہے۔

پیشتر بتایا جا چکا ہے کہ ہندوؤں میں اوتار نبی کو کہتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم بُعد زمانہ کی وجہ سے وہ صحیح تعلیم نہیں رہی جو اُن کے اوتاروں نے دی تھی۔ اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے جیسا کہ عیسائیوں کی تعلیم میں جو اسلام سے کچھ عرصہ پہلے اور باقی تمام مذاہب پرانی ہے اس قدر گمراہ کن عقائد شامل ہو گئے ہیں۔ کہ اُن میں اور اللہ تعالےٰ کی اس آخری کتاب کی تعلیم میں بُعد المشرقین ہے۔ مگر غور سے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے نبیوں نے دراصل کیا تعلیم دی ہوگی اور اس کو یہ لوگ اب کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں میں حلول اور تناسخ کا مسئلہ بھی سمجھ میں فرق ہو جانے کا نتیجہ ہے۔

ہندو اوتار کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کسی انسانی یا غیر انسانی جسم میں حلول کر آتا ہے! اسکے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالےٰ اوتار کے جسم میں مقید ہوتا ہے۔ اور جس وقت کوئی اوتار دنیا میں آتا ہے تو وہ دراصل خدا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت خدا کسی اور جگہ نہیں ہوتا۔

عیسائیوں میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اسی قسم کا عقیدہ رائج ہو چکا ہے۔ وہ خداوند تعالیٰ، روح القدس اور حضرت عیسےٰ کو ایک ہی خدا سمجھتے ہیں۔

ظاہر بین علماء یعنی علمائے شریعت جو غیب کی حقیقت سے واقف نہیں۔ اللہ تعالےٰ کے متعلق صرف غیب پر ایمان لانا کافی سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ غیر مرئی ہے یعنی دکھائی نہیں دیتا۔ بےمثل ہے۔ کسی کی مانند نہیں، لامکاں ہے۔ اس کے لئے کوئی جگہ اور کوئی مقام مخصوص نہیں کسی میں حلول نہیں کرتا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔

صوفیائے کرام بھی علماء شریعت کے عقیدہ کے مطابق حق تعالےٰ کو ان تمام صفات سے موصوف مانتے ہیں۔ مگر اس کی معرفت حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ اسے غیر مرئی مانتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں۔ کہ انسان اُسے دل کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ وہ روح انسانی کو نورانی، لطیف، منور اور اللہ تعالےٰ کے نور کا مظہر قرار دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر انسان شریعت کی پابندی کرتا رہے اور کسی مرشد کامل سے طریقت کی راہ دریافت کر کے اس پر چلتا رہے۔ تو اس کا دل آئینہ کی مانند شفاف اور صفاتِ الٰہی کا عکس حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک جس طرح چاند کے سامنے بادل آجانے سے چاندنی کی بجائے اندھیرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے دلوں پر زنگ یعنی ظلمت کے پردے چھا جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالےٰ اور اس کی دیگر غیر مرئی مخلوق کو دیکھنے کے قابل

نہیں رہتا۔ وہ پھول کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کو الگ ہستی تصور کرتے ہیں اور خوشبو کی طرح اُس کا نور کائنات کے ہر ذرہ ذرہ میں دیکھتے ہیں۔ اپنی ہستی و دیگر کائنات کی ہستی کو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ پاک ارواح میں اللہ تعالیٰ کے نور کا عکس دیکھتے ہیں۔ انہیں مظہرِ نورِ خدا متصور کرتے اور گنہگاروں کو اسی کی مخلوق سمجھتے ہوئے یہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ لوگ نور کی طرف سے منہ موڑ کر ظلمت کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بجائے ابلیس کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں اللہ تعالیٰ کا باغی اور شیطان کا مرید سمجھتے ہیں۔ شریعت کی خلاف ورزی کو بہت ہی ناپسند کرتے ہیں۔ اور ہر عمل شریعت کی روشنی میں بجالانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو تزکیۂ نفس نہیں ہو سکتا۔ نیز حقائق کا مزید انکشاف ہونا بند ہو جاتا ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ خالق اور باقی ہر شے اس کی مخلوق ہے۔ وہ تمام اچھی صفات کا مالک اور خزانہ ہے۔ جسے جسقدر چاہے عطا کرتا ہے اور اس سے اس کے خزانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ جس طرح کسی عالم سے علم حاصل کیا جائے تو اس عالم کے علم میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سے جب کوئی صفت کسی کو عطا فرماتا ہے۔ تو اُس سے اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ پس ایک کامل انسان کو مظہرِ نورِ خدا کہا جائے۔ تو یہ بات ہرگز اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں۔ نہ وہ خدا ہوتا ہے نہ خدا اس میں حلول کرتا ہے۔ نہ وہ خدا کی شکل ہو جاتا ہے۔ نہ وہ خدا کا شریک ہوتا ہے۔ بلکہ وہ صحیح معنوں میں بندہ ہوتا ہے۔ وہ قابلِ عبادت نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی فرمانبرداری عین خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ شریعت کے خلاف کوئی حکم نہیں دیتا۔

جب انسان میں یہ حالت پیدا ہو جائے۔ تو اُسے کامل و مکمل مومن اور ولی اللہ کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعلیم کو ویدانت کے قریب قرار دینا علماء کی کم علمی ان میں تزکیۂ نفس کا نہ ہونا اور اس مسئلہ پر پوری طرح غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔

نبیوں کے فرائض میں ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ وہ اپنے متبعین کا تزکیۂ نفس کریں یعنی ان کی روح کو اس قابل بنائیں کہ وہ عکس حاصل کرنے کے قابل ہو۔ یہ کام ہمارے ظاہرین علماء نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ خود مبتدی ہوتے ہیں۔ دل کو روشن کرنے کا طریقہ صرف روشن دل والے ہی بتا سکتے ہیں۔ شمع بغیر شمع کے نہیں جل سکتی: بجلی کا وائرنگ خواہ کتنی ہی خوبصورتی سے کیوں نہ کیا گیا ہو جبتک CONNECTION نہ ملے۔ مکان میں بجلی نہیں آسکتی۔ واضح رہے کہ بجلی حاصل کرنے کیلئے ہمیشہ بجلی گھر تک تار لیجانے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی بلکہ نزدیک ترین مقام سے سب کنکشن میکر بھی بجلی حاصل کی جاسکتی ہے پس دُور جانے کی ضرورت نہیں اپنے قریب کسی ایسے مکان کو تلاش کرنا چاہیئے جہاں بجلی کا (CONNECTION) موجود ہو۔ ہاں یہ ضرور خیال رکھیں۔ کہ آپ اس مکان سے بجلی نہیں لے سکیں گے۔ جہاں ابھی FITTING ہی کیا گیا ہو مگر (CONNECTION) موجود نہ ہو۔ صوفیائے کرام کے ذریعے جو (CONNECTION) قائم ہوتا ہے وہ بالکل بجلی کی طرح ہوتا ہے مگر یہ (CONNECTION) بجلی کی بجائے محبت کا ہوتا ہے۔ اور اس کی تاریں اور تمام ساز و سامان نورانی ہوتا ہے۔ اسے شرعی اصطلاح میں وسیلہ یا واسطہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں وسیلہ تلاش کرنے اور نفس کے ساتھ ہر قسم کا جہاد کرنے کا حکم ان الفاظ موجود ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥
اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جان لڑا دو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

پس محبت شرطِ ایمان ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات میں پوری پوری اتباع اور وہ طریقِ عمل جو آپؐ کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ نے کر کے دکھایا ہے۔ ہمارے لئے مشعلِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥
اے نبی! کہدیجئے کہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آجکل مسلمان اپنی بیماری کو محسوس کرتے ہیں مگر کسی کامل حکیم کی تلاش کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اشتہاری حکیموں کی طرح اکثر ظاہربین علماء بلکہ ہر لیڈر مسلمانوں کی ایک آدھ مرض کا علاج پیش کر کے اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھولے بھالے مریض اس کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں جبکہ وہ ایک مرض کا علاج کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ باقی امراض اپنا کام کر چکتے ہیں۔ اور اس کی سکیم فیل ہو جاتی ہے۔ ایک کامل حکیم پہلے اس مرض کا علاج کرتا ہے جو باقی تمام امراض کی جڑ ہو۔ اور اس کے شفا ہونے سے باقی امراض خود بخود دُور ہونے لگتے ہیں۔

واضح رہے کہ موجودہ زمانے کے مسلمانوں میں سب سے بڑا مرض ایمان کی کمی یعنی اللہ تعالیٰ اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ یعنی صوفیائے کرام اور مومنوں کی آپس میں محبت کا فقدان ہے۔ محبت خود بخود فرمانبرداری اور عملِ صالح پر مجبور کرتی ہے کیونکہ محبوب کی فرمانبرداری محبت قائم رکھنے کیلئے لازمی ہوتی ہے۔ اور یہ خوف بھی ہوتا ہے۔ کہ کسی حکم کی نافرمانی کرنے سے محبت کا رشتہ نہ ٹوٹ جائے۔ پس محبت ہی وہ شے ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی فرمانبرداری اور اس کی مخلوق سے اللہ کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

عموماً کہا جاتا ہے۔ کہ آجکل کوئی ایسے بزرگ نہیں ملتے جن میں یہ سب خوبیاں پائی جائیں۔ مگر یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک کہ خلفاء کثرت سے ہونگے غلط نہیں ہو سکتا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جب جہانگیر بادشاہ کے دربار میں بلایا گیا تو آپ کے ہمراہ سولہ سو خلفاء تھے۔ اور کُل خلفاء کی تعداد اس سے بہت زیادہ تھی۔ اگر ہر ایک کے آگے دو دو چار چار خلیفے بھی ہوں۔ تو آج بھی کس قدر تعداد میں خلفاء موجود ہوں گے۔ متلاشی کو ہر شے مل جاتی ہے۔ شوق اور طلب کی خواہش ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی تسلیم شدہ امر ہے۔ کہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے خلفاء اس وقت بھی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی ہر وقت تاکید فرماتے ہیں۔ اور اس امر کا بین ثبوت یہ ہے۔ کہ آج بھی حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر یا عرس شریف کے موقع پر کوئی بات خلافِ شرع دیکھنے میں نہیں آتی۔ بلکہ آپ کے خلفاء کے مزارات پر بھی خلافِ شرع امور سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

محمد احسان عفی عنہ

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ مطابق مارچ ۱۹۴۲ء

جلد ۲۰ نمبر ۳

فہرست مضامین

ناشر محمد احسان پرنٹر و پبلشر نے تجارتی پریس ... لاہور میں چھپا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام ... سے شائع کیا

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حال و قال

آجکل دُنیا عجب کشمکش کے دور میں سے گزر رہی ہے۔ چند ایک چیدہ چیدہ ہستیوں کے سوا کسی کو اطمینانِ قلب نصیب نہیں۔ عذابِ الٰہی مختلف صورتوں میں آرہا ہے۔ جو پچھلی قوموں کے عذاب سے کسی طرح کم نہیں۔ مگر افسوس کہ پہلی قوموں کی طرح آج بھی اس سے کوئی سبق حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ خیال تک نہیں آتا۔ کہ ان تکلیفات کا کیا سبب ہے اور اس کا کیا علاج ہونا چاہیئے۔ یورپ جنگ میں مصروف ہو کر خود اپنے ہاتھوں تباہ ہو رہا ہے۔ جنگ کے شعلے ہندوستان کے نزدیک تر آرہے ہیں۔ مگر یہاں کے باشندے ابھی تک گہری نیند سوئے ہوئے آزادی کے خواب دیکھ رہے ہیں مختلف جماعتیں شیخ چلی کی طرح منصوبے باندھتی ہوئی نت نئی تجاویز اور ریزولیوشن پاس کرتی ہیں۔ کہ جب ہمیں آزادی مل جائے گی تو ہم کس طرح حکومت کریں گے۔ اور پھر خوبی یہ ہے۔ کہ ہر جماعت کی تجویز علیحدہ علیحدہ ہے۔ کوئی ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک دوسرے کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔

ہمیں غیر اقوام سے بحث نہیں مسلمانوں کے طرزِ عمل پر حیرانگی ہوتی ہے۔ جو روزانہ قانونِ الٰہی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر ایسے پُرخطر حالات میں اُس قانون کو سمجھنے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ گزشتہ اقوام پر جب کبھی آسمانی عذاب نازل ہوتا تھا۔ تو اُس سے پہلے کوئی نہ کوئی رسول آکر اُن کو متنبہ کرتا اور اُس عذاب سے ڈراتا تھا۔ امراء اور زبردست طبقہ رسولوں کی باتوں کی پروا نہ کرتا۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کو نہ مانتا۔ اس کی خلاف ورزی کرتا تو اللہ تعالےٰ عذاب نازل فرماتا جس سے چند ایک مومنوں کے سوا باقی کوئی نہ بچتا۔ آجکل بھی دنیا میں یہی حالت ہے۔ اگرچہ نبیوں کا آنا بند ہو چکا ہے۔ مگر کتابِ الٰہی بلا کسی قسم کے تغیر و تبدل کے موجود ہے مسلمان اسے پڑھتے ہیں۔ مگر نہ عذاب سے خوف کھاتے ہیں نہ راہِ راست اختیار کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ہاں حکومت حاصل کرنے کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو حکومت دئے جانے کی جو شرائط قرآن کریم نے بتائی ہیں۔

ان کو فراموش کر رکھا ہے۔ علماء اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے لیڈر خود ساختہ ریزولیوشن پاس کرانے میں مصروف ہیں۔ ابھی وقت ہے۔ کہ سنبھل جائیں اور غفلت چھوڑ دیں۔ اگر اس عذاب سے بچنا چاہتے ہوں تو گناہوں سے یکدم توبہ کرکے اوامر یعنی احکام الہیٰ کی پابندی اور نواہی سے پرہیز کرنا لازمی قرار دیں۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اُسی طرح کی جائے جس طرح صحابہ کرامؓ نے کی تھی۔ صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کی زندگی کا مطالعہ کریں اور سوچیں کہ قرون اولےٰ کے مسلمانوں نے کیونکر ترقی حاصل کی تھی۔ فرقہ بندیوں کو چھوڑ کر ایک صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے تیار ہو جائیں اور وہ ایمان پیدا کریں جس کے ذریعے صحابہ کرامؓ جو زمانہ جاہلیت میں موجودہ اقوام کی طرح ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اپنی اپنی رائوں، اپنے اپنے خیالات اور اپنے اپنے عقائد کو چھوڑ کر اُن لوگوں کی راہ اختیار کریں۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے انعام واکرام سے نوازا تھا۔ جب تک اُن لوگوں کے طریق نہ چھوڑے جائیں جن پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہو چکا ہے مسلمان آزادی اور حکومت حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس موجودہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ اگر بچیں گے تو صرف وہی جن میں خود یا ان کی اولاد میں راہِ راست پر آنے کی کچھ نہ کچھ صلاحیت موجود ہوگی۔

پنجوقتہ نماز میں روزانہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرنے والے مسلمان بخوبی جانتے ہیں۔ کہ وہ طریق جو ہمیں اختیار کرنا چاہیئے۔ اُن لوگوں کا طریق ہے جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا۔ اور وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین یعنی مومنوں کی راہ ہے۔ اور جو طریق ہمیں چھوڑنے چاہیئں وہ اُن لوگوں کے راستے ہیں جن پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہوا اور نیز وہ جو گمراہ ہوئے۔ اور سب مفسر اس بات پر متفق ہیں کہ غضب شدہ لوگوں سے مراد یہود یا اُن ایسے فعل کرنے والی دوسری قومیں مراد ہیں۔ اور گمراہوں سے مراد عیسائی یا وہ لوگ ہیں جو راہِ راست سے بھٹک گئے۔ پس روزانہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے دُعا کرنے والے اگر آج یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہمیں کونسی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ تو موجودہ خطرناک حالت میں تباہ و برباد ہو جانا کوئی بعید از قیاس نہیں۔

موجودہ زمانے میں فرقہ بندی ایک ایسی لعنت ہے جو مسلمانوں کو تباہی کے گڑھے میں لے جا کر چھوڑے گی۔ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں۔ کہ ایسے نازک وقت میں اپنے بچاؤ کے لئے متفق ہو کر کوئی قدم اٹھائیں۔ مگر اتفاق کے لئے صحیح عقیدے اور ایمان کی ضرورت ہے۔ غلط عقیدہ رکھنے والے کبھی ایک دوسرے سے متفق نہیں ہو سکتے۔ اتفاق اور محبت صرف صحیح العقائد مومنوں میں قائم رہ سکتا ہے۔ اور مومن دراصل وہ ہے جو قرآنِ کریم کی ہر آیت کو سمجھے اور اس پر

کامل یقین رکھے۔ جب کسی ایک آیت سے انکار کرنے پر کفر لازم آتا ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ مسلمان قرآنِ کریم کی پوری تعلیم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ تاکہ یہ معلوم کرسکیں کہ وہ فرقہ بندی جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ کونسی ہے۔ اور موجودہ زمانے کے بیشمار فرقوں میں۔ سے کس فریق کو قرآنِ کریم نے مومن اور مسلم کہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے تلاوتِ قرآنِ کریم کی ازحد تاکید فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم کو سمجھنے اور اس کی آیات میں غور و فکر کرنے کے لئے بار بار حکم دیا ہے۔ آج مسلمانوں کے تنزل کا باعث صرف قرآنِ کریم سے بے رغبتی اور اللہ تعالےٰ کی یاد سے غفلت ہے۔ قرآنِ کریم کو پوری طرح سمجھنے والا شخص کبھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں شریعت کی بجائے رواج کا پابند ہوں۔ کیونکہ ایسا کہنا صریح کفر ہے۔ ایسا شخص خواہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھے۔ قانونِ الٰہی کی رُو سے وہ ہرگز مومن نہیں۔ قرآنِ کریم کو سوچ سمجھ پڑھنے والا ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ قرآنِ کریم کے ہوتے ہوئے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں۔ یا ہمیں ائمہ دین، مجتہدوں اور مومنوں کی تقلید کی کیا ضرورت ہے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔ اور نہ کوئی شخص صحابہ کرام کو نعوذ باللہ بُرا بھلا یا غلط راہ اختیار کرنے والے تصور کرسکتا ہے۔ قرآنِ کریم کی بار بار تلاوت کرنے اور سوچ سمجھ کر پڑھنے والا بزرگانِ دین کا ادب، ان کی تعظیم اور اُن سے اُسی طرح محبت کرے گا جس کی تعلیم خداوند تعالےٰ نے آدابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں دی ہے۔ وہ فرشتوں اور دیگر غیر مرئی مخلوق نیز معجزات و کرامات سے ہرگز انکار نہیں کرسکتا۔ ایک سچا مومن کبھی کسی خود ساختہ نبی کی اُمت بننا قبول نہیں کریگا۔ نہ کسی جھوٹے اور گمراہ کو مجدد تسلیم کرے گا ایک صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کسی بے مرشد اور غلط راہ اختیار کرنے والے کو اپنا مرشد یا امیر اور اولوالامر تسلیم نہیں کرسکتا۔

موجودہ جماعتوں اور فرقوں کے لیڈر اور بانی عوام کی بے علمی سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کی چند ایک خامیاں بیان کرتے ہوئے اُن کا علاج کرنے کے بہانے خود ایک نیا فرقہ بنا لیتے ہیں۔ اور خوبی یہ ہے۔ کہ شروع شروع میں اُسے فرقہ نہیں سمجھا جاتا۔ مگر جب یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ یہ بھی ایک نیا فرقہ ہے۔ تو ضد، ہٹ دھرمی اور تکبر کی وجہ سے صراطِ مستقیم پر آنا باعثِ ہتک سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ خود تو گمراہ ہوتے ہیں۔ مگر دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان مختلف فرقوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو خود قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے روزمرہ پیش آنے والے فقہی مسائل کا مطالعہ کرنا ازحد ضروری ہے۔

(ادارہ)

صوفیائے کرام پر علماء کے اعتراضات اور اُنکے جوابات

(۲)

احد جل شانہٗ اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلھے شاہؒ فرماتے ہیں۔ کہ "احد احمد وچ فرق نہ کوئی رتی اک بھید مروڑی دا" یعنی احد اور احمد میں ایک تھوڑے سے راز کے سوا کوئی فرق نہیں۔ اسی طرز کے اکثر نعتیہ کلام ہیں جن کی بناء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ صوفیائے کرام اللہ تعالےٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا درجہ دے کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے ظاہر بین علما اس عبارت کے معانی پر غور نہیں کرتے۔ واضح رہے۔ کہ احد اُس ایک ذات کا نام ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام تعلیقوں کا مالک اور تمام صفاتِ حمیدہ کا خزانہ ہے۔ اس کے جلال وجمال کا مشاہدہ کرنا ان مادی آنکھوں کا کام نہیں۔ آنحضرت کی ذاتِ مبارک جن کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" مخلوق میں صرف ایک ہی ایسی ہستی ہے جنہوں نے اُس کے جمال کا مشاہدہ شبِ معراج میں اس جسمِ عنصری کے ساتھ کیا۔ اور یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب ایک شئے کو دیکھ لیا جائے تو دل میں اس طرح منعکس ہو جاتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویرِ یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

بشرطیکہ دل کا آئینہ صاف ہو ظلمت کی وجہ سے زنگ آلودہ نہ ہو۔ بدعملیوں اور گناہوں کی وجہ سے حافظہ میں کمزوری واقع نہ ہو چکی ہو۔ اس بات کو مولانائے رومؒ کی بیان کردہ ایک حکایت خوب واضح کرتی ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ کسی بادشاہ نے دو دیواروں پر نقش و نگار کرنے کے لئے دو مختلف ملکوں کے بہترین کاریگر بلائے۔ ایک فریق نے نہایت محنت اور بصرف زرِ کثیر ایک دیوار پر نقش و نگار بنائے۔ دوسرے فریق نے ہر دو دیواروں کے درمیان پردہ ڈلوا کر اپنی تمام محنت دیوار کو پالش یعنی جلا کرنے میں صرف کر دی۔ اور رنگ و روغن وغیرہ مصالحہ جات کے لئے کچھ بھی طلب نہ کیا۔ جب نقش و نگار والی دیوار مکمل ہو گئی تو بادشاہ حیران تھا۔ کہ ایک فریق نے اس قدر رقم صرف کر دی ہے۔ اور دوسرے نے رنگ وغیرہ کے

لئے اخراجات بھی طلب نہیں کئے۔ دریافت کرنے پر فریق ثانی نے جواب دیا کہ آپ ہر دو دیواروں کے درمیان کا پردہ اُٹھا کر ملاحظہ فرمائیں۔ کیونکہ کام ہمارا بھی تیار ہے۔ جب پردہ اٹھایا گیا۔ اور بادشاہ ملاحظہ کے لئے اندر آیا۔ تو چمک و دمک کی وجہ سے پالش شدہ دیوار کے نقش و نگار کی تعریف کرنے لگا جس طرح نقش و نگار ایک ہی دیوار پر تھے اور دوسری پر اُس کا عکس آنے سے وہ تعریف کے قابل ہو گئی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اصل اور جمیع اوصاف کا منبع ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اسقدر پاک صاف اور شفاف بنایا۔ اور آپؐ نے اُس کی صفات کا عکس اس خوبی سے لیا۔ کہ قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان فرماتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ بار بار مختلف پیرائے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور تعریف بیان فرماتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا اسمِ مبارک احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا یعنی تعریف کے لائق ہستی۔ متذکرہ بالا مثال میں ہر دو دیواریں دیکھنے والی آنکھ اور نقش و نگار وغیرہ سب کچھ مادی اشیاء ہیں لیکن قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو نور بلکہ نورٌ علیٰ نور فرماتا ہے ۔ اور آنحضرتؐ کی روح مبارک کو اللہ کا نور کہا ہے۔ پس نُور کو دیکھنے کے لئے نُورانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ اور وہ ایک مومن کے دل کی آنکھ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے نبی! اگرچہ یہ لوگ بظاہر آپ کو دیکھتے ہیں۔ مگر دراصل یہ دیکھ سکتے ہی نہیں۔ آپ کو دیکھنے کے لئے بھی دل کی آنکھ کا روشن ہونا ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دراصل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے درجہ بدرجہ اپنی حیثیت کے مطابق دیکھا۔ کفار آپؐ کو دیکھ ہی نہیں سکے۔ کیونکہ وہ دل کے اندھے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کچھ آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینے میں ہے وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

تجلیاتِ الٰہی کو برداشت کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ کوہ طور کا ایک ذراسی جھلک سے راکھ سیاہ ہو جانا اور حضرت موسٰیؑ جیسے اولوالعزم رسول کا بیہوش ہو جانا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج میں بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا آپؐ کی شان کو قدرے ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف کے مارے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ پس آپؐ کے قلبِ مبارک اور روحانی طاقت کا اندازہ کرنا ہم ایسے اندھوں کا کام نہیں۔ دُعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے اور پہچاننے کیلئے قلبِ سلیم عطا فرمائے۔

سورج کی تیز روشنی یا کسی تیز لیمپ کا عکس آئینہ میں لیا جائے۔ تو آئینہ میں روشنی کے علاوہ گرمی بھی آیا کرتی ہے لیکن جب اس آئینہ کا عکس کسی دوسرے آئینہ پر ڈالا جائے۔ تو روشنی منعکس ہو جاتی ہے۔ مگر گرمی اُس تیزی سے نہیں آتی

تجلیاتِ الٰہی کے بلاواسطہ حاصل کرنے کی تاب آنحضرتؐ کے سوا کسی کو نہ تھی۔ ہاں آپؐ کے انوار کا پرتو حاصل کرنے سے جِن کے قلب انوارِ الٰہی کی روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اُن کی یعنی اولیاء اللہ کی شان بیان کرنا بھی ہم ایسے سیاہ دلوں کی طاقت سے باہر ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تجلیات کی روشنی یعنی نور رہے۔ مگر گرمی یعنی غضب نہ تھا۔ اس لئے آپؐ کو رحمۃ للعالمینؐ کا لقب عطا ہُوا۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت بھی اُس کے غضب پر غالب ہے۔ اگر وہ ہر بات پر فوراً مواخذہ کرتا تو یقیناً گناہوں کے سبب ایک شخص بھی زندہ نہ رہتا۔ یہ آپؐ کی رحمت کا سبب ہے۔ کہ کفار سے اس قدر تکالیف اٹھانے کے باوجود آپؐ نے کسی سے اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ اور یہی حال آپؐ کے پیچھے پیروکاروں یعنی صحابہ کرامؓ کا تھا۔ آپؐ نے جہاد کئے تو اللہ تعالےٰ کا دین پھیلانے میں مزاحمت کرنے والوں کے ساتھ اور وہ بھی اس وقت تک جب تک کہ وہ سچائی قبول کرنے یا ذمی بن کر رہنے سے انکار کریں۔ ایمان لانے یا شرائط قبول کر لینے کے بعد معافی اور درگزر کرنا آپ کی شانِ رحیمیت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

دلیاروں کی متذکرہ بالا مثال سے یہ نہ سمجھ لیا جائے۔ کہ اللہ تعالےٰ بھی انسان کی طرح مجسم اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا رکھتا ہے۔ بلکہ اس مثال سے روحِ انسانی کی حقیقت کو دل کی آنکھوں سے معلوم کرنا چاہیئے جس طرح اُستاد کا علم شاگرد کو حاصل ہوتا ہے۔ اور استاد نے اپنے استاد سے علم حاصل کیا ہوتا ہے اور اس نے اپنے استاد سے اور در اصل یہ تمام علم اللہ تعالےٰ کی صفتِ علم کا عکس ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی باقی صفات مثلاً حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام وغیرہ کا عکس انسان کے آئینۂ دل میں منعکس ہوتا ہے۔ اسی عکس کی بنا پر انسان میں علم، حیات، قدرت، ارادہ، سماعت، بصارت اور کلام کی طاقت موجود ہے جس قدر آئینۂ دل صاف ہوگا۔ اسی قدر یہ طاقتیں یا بالفاظِ دگر روحانی طاقت زیادہ ہوگی اور جس کی روحانی طاقت جس قدر زیادہ ہوگی۔ اسی قدر وہ باقی مخلوق سے سربلند ہوگا۔ اور باقی تمام اشیاء اُس کے مسخر ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کے نور سے روشنی حاصل کرنے والے دل کے سامنے ظلمت شدہ دلوں کی مثال شیر کے سامنے بکری یا دھوپ کے سامنے چمگادڑ کی سی ہوتی ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر ہزاروں کی تعداد میں ہر قسم کے سامانِ جنگ سے مسلح کفار کا محض تین سو تیرہ نہتے، غریب مگر روشن دل والے مومنوں کا رعب طاری ہو جانا اور بے سروسامان ہستیوں کا فتح پانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی روحانی طاقت کا باعث تھا۔

ایک مومن ذکرِ الٰہی اور کثرتِ نوافل سے جب اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہے جب اس کے دل پر انوارِ الٰہی کی شعاعیں پڑتی ہیں۔ تو اُس سے ایسے اعمال ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو عام انسانوں کی عقل سے بالاتر ہُوا کرتے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ہستی جو اللہ تعالےٰ کی محبوب ہو جسے قرآنِ کریم نے نور فرمایا ہو۔

جس کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہو۔ جس کے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ جس کے رسول برحق ہونے کی کنکر گواہی دیں۔ جس کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوئی فرق نہ ہو۔ جس کی محبت شرطِ ایمان قرار دی جائے۔ اور یہ میرا خود ساختہ بیان نہیں بلکہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر شاہد ہیں۔ اور اسی حقیقت کو حضرت [illegible] اور دیگر صوفیائے کرام نے اپنے نعتیہ کلام میں بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو جاننا ہم ایسے روسیاہوں کا کام نہیں۔ ایک اُستاد شاگردوں کی لیاقت کا امتحان کر کے یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ان میں سے کس کو کس قدر علم ہے لیکن شاگرد اُستادوں کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ بالکل اسی طرح ہم شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کما حقہٗ واقف نہیں ہو سکتے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ اللہ تعالیٰ خود آپ کو وہی خطاب فرماتا ہے۔ جو کہ اُس کے اپنے اسمائے حسنٰی میں شامل ہیں۔ ہاں اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا نہیں بلکہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ ہمارے لئے ایک نمونہ ہیں۔ تاکہ ہم ہر لحاظ سے آپ کی پیروی کر کے اُس کے بندے بن جائیں۔ چنانچہ قرونِ اولیٰ کے وہ بزرگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے عکس حاصل کیا ہے کشف و کرامات کے لحاظ سے کچھ کم حیثیت نہ رکھتے تھے۔ آج اس گئے گذرے زمانے میں بھی آپ کی سنت مبارک پر عمل کرنے والے عجب شان کے مالک ہیں۔ مگر دیکھنے کے لئے دل کی آنکھیں روشن ہونی چاہئیں۔ ابوجہل اور دیگر کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے اور آخر دم تک انکار ہی کرتے رہے۔ بالکل یہی حالت آجکل ہماری ہے۔ دُعا کریں۔ کہ خداوند تعالیٰ ہمیں حق و باطل، نور و ظلمت اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کی طاقت عطا فرمائے۔ تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو پہچان سکیں۔

مجھے اُن ظاہر بین علماء پر افسوس ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو مشرک اور بے عمل علماء کو مومن قرار دے کر عوام کو گمراہ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ خود تو بے مرشد ہیں اور اپنے آپ کو بزرگانِ دین کی تقلید کرنے سے بے نیاز سمجھتے ہیں مگر دوسروں کو اپنی تقلید پر مجبور کرتے اور خود مرشد یا امیرِ جماعت بننے اور ناواقف لوگوں سے بیعت لینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ایسے لوگوں اور اُن کے پیروؤں کو سمجھانے کے لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

علمِ باطن ہمچو مسکہ علمِ ظاہر ہمچو شیر — کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

یعنی باطن کا علم مکھن کی طرح ہے اور ظاہر کا علم دودھ کی مانند جس طرح بغیر دودھ کے مکھن نہیں بن سکتا اسی طرح وہ شخص جس کا خود کوئی مرشد نہ ہو۔ پیر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے لیڈر اور انکی جماعتیں تعداد میں خواہ کتنی بھی ترقی کر لیں [illegible] اور پھر ختم ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ قرآنِ کریم نے کونپل کی طرح اُٹھ کر درخت بننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ یا الٰہی [illegible] کے دلوں کی آنکھیں کھول دے۔ تاکہ یہ اپنے آپ کو پہچان سکیں۔ اور اللہ کے بندوں کو تلاش کر کے اُن سے [illegible] حاصل کریں۔ تاکہ عوام کو گمراہ کرنے کی بجائے راہِ راست پر لانے کے قابل بن جائیں۔ آمین

[illegible]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر سوانح حیات

از جناب پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بی۔اے (آنرز)

تمہید اس برگزیدہ ہستی اور ذات قدسی صفات کے سوانح حیات بیان کرنے کے لئے یہ چند صفحات ہرگز کافی نہیں ہو سکتے لیکن اس خیال سے کہ جس مقدس ذات کی معرفت یہ لازوال پیغام ہم عاجزوں کو نصیب ہوا اس کے ذکرِ مبارک سے رسالہ ہذا کے صفحات محروم نہ رہ جائیں، میں نے چند صفحات میں نہایت اختصار کے طور پر حضور انورؐ کی حیاتِ طیبہ کے وہ مشہور حالات درج کرنے کی کوشش کی ہے جن کا جاننا، مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے ضروری ہے۔

رہا حضورؐ کے کمالات صوری و معنوی کا تذکرہ اس کے متعلق اسقدر گزارش ہے کہ اس مہتم بالشان کام کے لئے بجائے خود ایک دفتر درکار ہے۔ اگر حیاتِ مستعار باقی ہے اور تائیدِ ایزدی شاملِ حال ہوئی تو جس قدر موتی اب تک میں نے جمع کئے ہیں وہ سب ایک لڑی میں پرو کر اپنے آقائے نامدارؐ کے پاک قدموں پر نچھاور کر دوں گا۔ سردست اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں ؎

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ ۔۔۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خاندان و سلسلۂ نسب حضور انورؐ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن مالک بن کنانہ بن الیاس بن عدنان بن تارح بن یعرب بن ثابت بن اسماعیل علیہ السلام

حضورؐ کے دادا عبدالمطلب رؤسائے قریش میں بہت ممتاز تھے۔ اُن کے بیٹے عبداللہ کی شادی آمنہؓ سے ہوئی تھی۔ جو وہب بن عبدمناف کی بیٹی تھیں۔ اور قریش کے تمام خاندان میں ممتاز تھیں۔ شادی کے بعد عبداللہ نے چند روز سسرال میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ تجارت کے لئے شام کو گئے۔ اور واپسی میں مدینہ پہنچ کر علیل ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

ولادت مبارک | حضور اقدسؐ نے ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو اپنے وجود سراپا جود سے اس ظلمت کدہ کو سراپا نور بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تسمیہ | ولادت سے چند روز بعد آپؐ کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ اور ارباب سیر کا خیال یہ ہے کہ یہ نام آپؐ کے دادا نے رکھا تھا۔

رضاعت | سب سے پہلے آپؐ کو آپؐ کی والدہ ماجدہ نے دودھ پلایا۔ تین دن کے بعد ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے یہ عزت حاصل کی اور اس کے بعد یہ سعادت حلیمہ سعدیہ کے حصہ میں آئی، چنانچہ آپؐ ۵ سال تک انہی کے پاس رہے۔

سفر مدینہ | جب عمر شریف تقریباً ۶ سال کی تھی تو آپؐ کی والدہ آپؐ کو لے کر مدینہ گئیں۔ اور ایک ماہ وہاں قیام کیا، واپسی پر راہ میں ان کا انتقال ہو گیا، ام ایمن آپؐ کی دایہ جو اس سفر میں آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ آپؐ کو لے کر مکہ واپس آئیں۔

عبدالمطلب کی کفالت | والدہ کے انتقال کے بعد عبدالمطلب نے آپؐ کو اپنے آغوش تربیت میں لیا لیکن دو سال کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت انہوں نے حضورؐ کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کیا۔ اور ابوطالب نے فرض کفالت کو بدرجہ احسن انجام دیا۔

ابوطالب کی کفالت | ابوطالب نے حضورؐ کی پرورش اپنے بیٹوں سے بڑھ کر کی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی حضورؐ کو اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے تھے۔ انتہا یہ کہ اپنے ساتھ سلاتے تھے۔

گلہ بانی | جب آپؐ کی عمر بارہ ۱۲ سال کی ہوئی تو عرب کے رواج کے مطابق، چچا نے آپؐ کو بھی بکریاں چرانے پر مامور کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کام عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔

سفر شام | اسی زمانہ میں جب کہ آپؐ گلہ بانی میں مصروف تھے۔ ابوطالب نے شام کے سفر کا ارادہ کیا، چونکہ آپؐ کو ان سے بے حد الفت تھی اس لئے آپؐ بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔

حلف الفضول | قتل و غارت کے سلسلہ کو بند کرنے کے لئے بعض اعیان عرب نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام وہ لوگ جو قیام امن کے آرزو مند ہوں، اس بات کا پیمان کریں کہ وہ مظلوموں کی حمایت کریں گے اور ہر ممکن طریق سے قتل و غارت کو روکیں گے۔ حضور انورؐ بھی اس معاہدہ میں شریک ہوئے۔ اور اس سلسلہ میں تمام ہچشموں میں ایک خاص مقام اعتبار حاصل کیا۔

تعمیر کعبہ | خانہ کعبہ کی جدید تعمیر کے موقع پر جب حجر اسود کے نصب کرنے کا سوال درپیش ہوا تو ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت میں حاصل کروں۔ معاملہ نے بہت طول کھینچا تو ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے

پہلے خانہ کعبہ میں آئے وُہ ثالث قرار دیا جائے۔ کرشمہ ربانی دیکھئے کہ دوسرے دن حضورؐ ہی سب سے پہلے وہاں نظر آئے۔ چنانچہ لوگوں نے آپؐ سے تصفیہ کی درخواست کی۔ آپؐ نے جملہ قبائل کے سرداروں سے کہا کہ مَیں ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود اس پر رکھے دیتا ہوں۔ تم چادر کے چاروں کونے تھام کر اُسے اُوپر اٹھاؤ۔ جب وُہ چادر موقع کے برابر آگئی تو آپؐ نے حجرِ اسود اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب فرما دیا" یہ گویا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ دینِ الٰہی کی عمارت کا آخری سنگِ تکمیل بھی حضور ہی کے دستِ مبارک سے نصب ہوگا"۔

شغلِ تجارت | چونکہ ایامِ شباب میں آپؐ اپنے چچا کے ساتھ رہ کر تجارتی تجربہ حاصل کر چکے تھے۔ اس لئے جوانی میں آپؐ نے یہی شغل اختیار فرمایا۔ چونکہ آپؐ کے حُسنِ معاملہ، دیانت، امانت اور راستبازی کی شہرت عام ہو چکی تھی حتّٰی کہ مکہ والوں نے آپؐ کو **الامین** کا لقب دے دیا تھا، اس لئے حضرت خدیجہؓ نے جو ایک معزز اور دولت مند خاتون تھیں آپؐ کو اپنا کارکن مقرر کر دیا۔ آپؐ نے یہ خدمت نہایت خوشی سے قبول فرمائی۔ اور اپنی ذاتی خوبیوں کی بناء پر خدیجہؓ کے دل میں انتہائی عزت و احترام کا جذبہ پیدا کر دیا۔

نکاح | حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی خوبیوں کا حال مشاہدہ کرنے کے بعد آپؐ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا، وہ بیوہ تھیں اور ان کی عمر ۴۰ سال کی تھی۔ آپؐ بالکل جوان تھے اور آپؐ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ اگر آپؐ جیسا کہ مخالفین کا خیال ہے۔ طالبِ لذاتِ دنیوی ہوتے تو کبھی یہ رشتہ منظور نہ فرماتے لیکن سرکارِ دوعالم کی ذاتِ پاک نفسانی خواہشات سے بہت بالاتر تھی۔ آپؐ نے رشتہ قبول فرما لیا اور ۵۰۰ درہم طلائی مہر مقرر ہوا۔ اور نکاح آپؐ کے چچا ابوطالب نے پڑھا۔

آفتابِ رسالت کا طلوع

جب سن شریف ۴۰ سال کا ہوا تو آپؐ کی زندگی میں وہ انقلاب رونما ہوا جس نے ساری دنیا کی کایا پلٹ دی۔ آپؐ حسبِ معمول ایک دن غارِ حرا میں خلوت گزیں تھے کہ فرشتۂ غیب ظاہر ہوا اور کہا

"اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم ۔ علم الانسان مالم یعلم" (یعنی اے رسول، پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا، جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا رب کریم ہے جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، جس نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو اُسے معلوم نہ تھیں۔

یہ پہلی وحی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل ہوئی۔ اور اس کی روشنی میں اس

امر کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام میں علم و حکمت کا مرتبہ کیا ہے۔

سابقون الاوّلون | عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ۔ مردوں میں حضرت ابوبکرؓ ۔ غلاموں میں زیدؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ سب سے پہلے آپؐ پر ایمان لائے ۔ ان کے بعد حضرات عمارؓ ۔ خبابؓ ۔ عثمانؓ ۔ عبدالرحمٰنؓ ۔ سعد وقاصؓ طلحہؓ ارقمؓ ۔ سعیدؓ ۔ ابنِ مسعودؓ ۔ ابنِ مظعونؓ ۔ عبیدہؓ اور صہیب رومیؓ دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے ۔ اور یہی لوگ السابقون الاوّلون میں سے ہیں۔

ایذا رسانی | قریشِ مکہ نے حضورؐ اور آپؐ کے جاں نثاروں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ۔ لیکن دُنیا کی کوئی مصیبت ان مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے متزلزل نہ کر سکی۔

اعلانِ حق | ۶ سنہ نبوی میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو مسلمانوں نے علانیہ طور پر خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔

کفّار کا غیض و غضب | چونکہ اسلام دلوں میں گھر کرتا جاتا تھا اس لئے کفّار کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور اُنھوں نے حضور کو قتل کرنے کا منصوبہ کیا۔

ہجرت | جب حالات اس قدر نازک ہو گئے تو آپؐ نے اللہ کے حکم سے ۱۳ نبوی میں مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی اور سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔

۱ھ | سب سے پہلے حضورؐ نے مسجد تعمیر کرائی اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرؓ کی تجویز کے مطابق اذان کی ابتدا ہوئی تاکہ تمام مسلمان، نمازِ پنجگانہ ایک ساتھ مل کر پڑھ سکیں۔

۲ھ ۔ (۱) تحویلِ قبلہ | ابتداً آنحضرتؐ نے بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی لیکن ۲ھ میں تحویلِ کعبہ کی آیت نازل ہوئی جس کی رو سے خانہ کعبہ، قبلۂ عالم قرار پایا

(۲) اذنِ جہاد | اب تک مسلمانوں نے نہایت صبر و سکون کے ساتھ دشمنوں کی سختیاں برداشت کی تھیں لیکن جب اُنھوں نے اسلام کو دُنیا سے مٹا دینے کا فیصلہ کیا تو اللہ نے مسلمانوں کو بھی مدافعت کی اجازت عطا فرمائی " قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم "

(۳) غزوۂ بدر | چونکہ کفّارِ مکّہ جمعیتِ عظیم کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ۔ اس لئے آنحضرتؐ نے مدافعانہ طور پر ان کا مقابلہ کیا ۔ کفّار کو شکست ہوئی اور ان کا زور ہمیشہ کے لئے گھٹ گیا۔

(۴) اسی سال حضورِ انورؐ نے سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی شادی شیرِ خدا علی مرتضیٰؓ کے ساتھ کی ۔ اور اسی سال

رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اور عید الفطر کی نماز باجماعت بھی اسی سال عید گاہ میں ادا فرمائی۔

۳ھ ۔ جنگ احد جنگ بدر کا انتقام لینے کے لئے کفار مکہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اس لئے احد کے مقام پر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا لیکن ایک غلطی کی وجہ سے اُن کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔

اسی سال آنحضرتؐ نے حفصہؓ سے نکاح کیا۔ جو حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اسی سال وراثت کا قانون نازل ہوا

۴ھ ۔ اخراج بنو نضیر چونکہ بنو نضیر نے پے در پے عہد شکنی کی تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اُن کو شرائط کے مطابق مدینہ سے خارج البلد فرما دیا۔

۵ھ ۔ غزوۂ احزاب بنو نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے۔ اور انتقام کی غرض سے دوسرے یہودی قبائل اور کفار مکہ کو متحد کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ آنحضرتؐ نے مدینہ کے گرداگرد خندق کھود کر مقابلہ کیا۔ دشمنوں نے نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ تو دشمن خندق کو عبور کر کے اس پار داخل ہو گئے۔ اور عرب کے سب سے بڑے شہسوار عمرو ابن عبدود نے آگے بڑھ کر پکارا کہ کون مقابلہ کو آتا ہے؟ شیرِ خداؓ کے علاوہ اور کون اس چیلنج کو قبول کر سکتا تھا۔ ایک ہی وار میں دشمن کے دو ٹکڑے کر دئے۔ آخر تنگ آ کر ۲۲ دن کے بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا۔

اسی سال پردہ کا حکم نازل ہوا، اور تیمم کی اجازت ملی۔

۶ھ ۔ صلح حدیبیہ اس سال حضورؐ ۱۴۰۰ جاں نثاروں کو ہمراہ لے کر حج کے ارادہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن قریش نے راہ میں کہلا بھیجا کہ مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپؐ نے بمقام حدیبیہ قیام فرمایا اور صلح نامہ مرتب کیا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ حضورؐ اس سال واپس چلے جائیں۔ اگلے سال صرف تین دن کے لئے آئیں۔ چنانچہ آپؐ واپس ہوئے تو راہ میں یہ آیت نازل ہوئی "انا فتحنا لك فتحاً مبيناً"

دعوت و تبلیغ چونکہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے حضورؐ کو قدرے اطمینان حاصل ہوا۔ اس لئے آپؐ نے اکثر شاہانِ عالم مثلاً قیصرِ روم، کجکلاہِ ایران، عزیزِ مصر، شاہِ حبش، رؤسائے شام و یمامہ کے نام تبلیغی خط ارسال فرمائے۔ اور اس طرح دعوت و تبلیغ اسلام کا فرض ادا فرمایا۔

۷ھ ۔ جنگِ خیبر یہود نامسعود کی سازشوں کا سدِ باب کرنے اور ان کے حملہ کی مدافعت کے لئے مسلمانوں کو مجبوراً مدینہ سے کوچ کرنا پڑا۔ علمِ نبوی جو حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار ہوا تھا۔ شیرِ خداؓ کے ہاتھ میں تھا۔ خیبر میں چھ قلعے تھے جن میں سے قموص بہت مشہور تھا۔ کیونکہ مرحب کا پایۂ تخت تھا جو ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ اس مہم کو سر کرنے کے لئے پہلے حضورؐ نے بعض اکابر صحابہؓ کو بھیجا لیکن سب ناکام واپس آئے۔ انجام کار شیرِ خداؓ کو

علم عنایت ہوا۔ انہوں نے مرحّب کو مقابلہ کے لئے للکارا اور اس زور سے تلوار ماری کہ خود سنگی، مغفر اور کاسۂ سر تینوں کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی۔

فتح خیبر کے بعد کل مفتوحہ زمین مجاہدینِ اسلام پر تقسیم کر دی گئی۔ اور یہود کا زور ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا۔

۸ھ۔ غزوۂ موتی یا موتہ | چونکہ شرحبیل حاکمِ بلقار نے حارث بن عمیرؓ کو، جو آنحضرتؐ کا تبلیغی خط لے کر گئے تھے قتل کر دیا تھا۔ اس لئے آپؐ نے قصاص لینے کے لئے تین ہزار فوج شام کی طرف روانہ کی۔ یہ خبر سُن کر ہرقل ایک لاکھ فوج لے کر شرجیل کی کمک کے لئے آگے بڑھا۔ مسلمانوں نے جو نشۂ شہادت سے مخمور تھے، دل کھول کر دادِ شجاعت دی لیکن مجبوراً واپس آنا پڑا۔ کیونکہ ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ۔

فتح مکہ معظمہ

چونکہ قریش نے خلاف ورزیٔ عہد کی تھی۔ اس لئے آنحضرتؐ بنو خزاعہ (حلیفِ اسلام) کے خون کا قصاص لینے کے لئے، مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قریش نے مقابلہ کی کوشش کی لیکن یہ دیکھ کر کہ کامیابی کی کوئی صورت نہیں، اطاعت قبول کر لی۔

اگرچہ اب دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع ہاتھ آ گیا تھا لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے تمام باشندگانِ مکہ کو جن میں ہندہ ابوسفیان، صفوان بن امیہ، عبداللہ بن زبعری، اُم حکیم، عکرمہ ابن ابوجہل جیسے دشمنانِ اسلام بھی شامل تھے معافی عطا فرمائی۔

حضرت علیؓ نے آپؐ کے ارشاد کے مطابق خانہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا۔ اور حضرت بلالؓ نے باآواز بلند اذان دے کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کیا۔

۹ھ۔ واقعۂ ایلا | تقاضائے بشریت کی بنا پر ازواجِ مطہرات نے آپؐ سے توسیع نفقہ کا مطالبہ کیا۔ لیکن یہ بات آپؐ کو ناگوار گزری، اس لئے ازواجِ مطہرات کو ہدایت کرنے کے لئے آپؐ نے یہ عہد فرمایا کہ ایک ماہ تک ان سے کنارہ کش رہوں گا۔ چنانچہ آپؐ نے ایک بالاخانہ میں عزلت گزینی فرمائی۔ اس بات کا ازواجِ مطہرات پر خاطر خواہ اثر ہوا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ نبیؐ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، ہمیں دنیاوی آسائش کو قربان کرنا پڑے گا۔ چنانچہ سب نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

مسجدِ ضرار | اسلام میں فتنہ برپا کرنے کے لئے منافقین نے ایک مسجد بنائی۔ تاکہ اُسے سازشوں کا مرکز بنایا جا سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ایمائے خداوندی، اُس "مسجد" کو مسلمانوں کے لئے ممنوع قرار دیا۔ اور اس طرح

یہ فتنہ فرو ہوگیا۔

حج اسلام | ۹ھ میں پہلی مرتبہ، حج کی رسوم اسلامی طریقہ پر ادا کی گئیں اور تمام مشرکانہ رسوم کی ممانعت ہوگئی حضرت علیؓ نے اعلان فرمادیا کہ آئندہ کوئی شخص بحالتِ برہنگی طوافِ کعبہ نہ کر سکے گا۔

۱۰ھ۔ تبلیغِ اسلام | فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی طرف سے اطمینان نصیب ہوگیا تو آپؐ نے اپنی ساری توجہ اشاعت و تبلیغ اسلام پر مرکوز فرمادی مبلغینِ اسلام ملک کے گوشہ گوشہ میں روانہ کئے گئے جنہوں نے لوگوں کو توحید کا پیغام سُنایا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ہرطرف "یدخلون فی دین اللّٰہِ افواجا" کا نظارہ دکھائی دینے لگا۔

حجۃ الوداع | اب وقت آگیا تھا کہ تمام دنیا کے سامنے، توحید کا پیغام صاف لفظوں میں پیش کر دیا جائے۔ اس لئے ذوقعدہ ۱۰ھ میں آپؐ نے اعلان فرمایا کہ میں اس مرتبہ حج کے لئے جاؤں گا۔ اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ تمام عرب شرفِ ہمرکابی کے لئے اُمنڈ آیا۔

مکہ معظمہ پہنچ کر حضورؐ نے ارکانِ حج ادا فرمائے۔ ان سے فارغ ہوکر آپؐ نے عرفات کے میدان میں ناقہ پر سوار ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپؐ نے تمام مسلمانوں کو اسلام کے اصولوں سے آگاہ کرنے کے بعد انہیں بیش قیمت ہدایات دینی و دنیوی عطا فرمائیں۔

جب آپ خطبہ ارشاد فرماچکے تو یہ آیت نازل ہوئی:-

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً"	اے لوگو! آگاہ ہوجاؤ کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین، تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو منتخب کرلیا۔

نزولِ آیت کے بعد آپؐ نے فرضِ نبوت و رسالت آخری بار، ان لفظوں میں ادا فرمایا۔

"اعبدوا ربکم. وصلوا خمسکم و صوموا شھرکم و اطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم"	یعنی اے مسلمانو! اپنے رب کی عبادت کرو، پنجگانہ نماز ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور احکامِ الٰہی کی تعمیل کرو، یقیناً خدا کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے

آخر میں آپؐ نے مجمع سے سوال فرمایا "الاھل بلغت؟" "اے لوگو! کیا میں نے پیغامِ خداوندی پہنچا دیا؟" مجمع سے آوازیں آئیں "بے شک" آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا "اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک بکم وکاست پہنچا دیا۔"

جملہ امور سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ مدینہ کو واپس ہوئے۔

وفات جب دین کامل ہوگیا، اور اللہ کی نعمت بندوں پر تمام ہوگئی تو روح قدسی کو عالم مادی میں رہنے کی چنداں ضرورت باقی نہ رہی۔

ماہ صفر کے آخری ہفتہ میں حضورؐ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اور یہ ناسازی طبع چند روز میں شدید علالت کی صورت اختیار کر گئی۔ اور ۱۲ ربیع الاول سالھ بروز دوشنبہ سہ پہر کے وقت روح پاک عالم قدس میں پہنچ گئی۔ اللھم صل علی سیدنا و مولینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

تدفین تجہیز و تکفین کا فرض حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے انجام دیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی تجویز کے مطابق جسد مبارک کو حجرۂ عائشہؓ میں سپرد خاک کیا گیا۔

حلیۂ اقدس سرور عالمؐ میانہ قد اور موزوں اندام تھے۔ پیشانی چوڑی، گردن اونچی، سینہ کشادہ، آنکھیں سیاہ، شانے پُرگوشت اور کلائیاں لمبی تھیں۔ آپؐ کا چہرہ مبارک بیحد دلکش اور خوبصورت تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے یہودی تھے ان کی نظر جب پہلے پہل چہرۂ اقدس پر پڑی تو بے اختیار بول اٹھے "یہ چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا"۔

عادات وخصائل آپؐ کی گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز ہوتی تھی۔ اور ہر شخص کے ساتھ نرمی اور خندہ روئی سے گفتگو فرماتے تھے۔

آپؐ نے اپنے لئے کوئی خاص لباس مقرر نہیں فرمایا لیکن عموماً عمامہ، چادر، قمیص اور تہ بند استعمال فرماتے رہے ماکولات میں آپؐ کو سرکہ، شہد، حلوا، روغن زیتون اور کدو بہت مرغوب تھا۔ کثافت اور غلاظت سے آپؐ کو سخت نفرت تھی۔ جس طرح آپؐ کی روح مقدس تھی اسی طرح آپؐ کا جسم بھی مطہر تھا۔ خوشبو آپؐ کو بہت پسند تھی۔ مسواک کرنا آپؐ کے معمولات میں داخل تھا۔ پنجگانہ نمازوں میں عموماً مختصر سورتیں مثلاً والتین۔ ق۔ اعلیٰ۔ طور اور تہجد کی نماز میں طویل سورتیں مثلاً بقرہ۔ آل عمران۔ نساء تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

میں اس مختصر مضمون میں حضورؐ کے اخلاق حسنہ کا تذکرہ نہیں کرسکتا۔ صرف اس بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپؐ کی وفات کے بعد کسی نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا۔ کہ آپؐ کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا "کان خلقہ القرآن" یعنی آپؐ ان اخلاق حسنہ کی زندہ تصویر تھے جن کا مذکور قرآن مجید میں ہوا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کبر و غرور کی تباہ کاریاں

از جناب ابوالقاسم لاوری

کبر یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا ایک نہایت مذموم صفت ہے۔ تکبر اور بڑائی صرف رب العالمین کو زیب دیتی ہے پس جو شخص خاکی انسان ہوکر تکبر کرے وہ دراصل خدائے قدوس کا ہمسر و شریک بننے کی کوشش کرتا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ قیامت کے دن متکبروں کا حشر چیونٹیوں کی شکل میں ہوگا۔ تاکہ لوگوں کے پیروں کے نیچے دب دب کر ذلیل ہوں۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ گناہ جس کے ساتھ کوئی طاعت و عبادت نفع نہیں دیتی وہ کبر ہے۔ اور ایک حدیث قدسی میں حق تعالے فرماتا ہے:-

اَلْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ وَ الْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْہِمَا قَصَمْتُہٗ

عظمت اور کبریائی خاص میری صفتیں ہیں جو کوئی ان صفتوں میں میرا مقابلہ کریگا میں اُس کو ہلاک کرکے چھوڑوں گا

معلوم ہو کہ مرضِ تکبر میں گرفتار ہونے کی وجہ کوئی نہ کوئی صفتِ کمال ہوتی ہے جو متکبر میں موجود ہوتی ہے اس لئے یہاں وہ وجوہ و اسباب بیان کئے جاتے ہیں جن کے باعث متکبر اپنے آپ کو دوسروں سے فائق و برتر گمان کرتا ہے۔

غرورِ علم | تکبر کی سب سے پہلی وجہ غرورِ علم ہے۔ جب عالم اپنے آپ کو کمالِ علم سے آراستہ دیکھتا ہے تو دوسروں کو اپنے مقابلہ میں چارپائے گمان کرنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اس بات کا خواہشمند ہوتا ہے کہ لوگ میری تعظیم و تکریم کریں۔ خدمت بجالائیں اور مجھے عزت کی کرسی پر بٹھائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے نفرت کرتا اور بغض رکھتا اور ان کو ذلیل سمجھتا ہے۔ اور اگر کوئی اس کی دعوت کرے تو دعوت قبول کرنے میں ان پر بڑا احسان رکھتا ہے۔ اور اس نے جو علمِ دین کی تحصیل کی تو سمجھتا ہے کہ میں نے سارے زمانے اور ساری خلق پر احسان کیا۔ اس کا یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ تمام لوگ میری دعا اور میرے ارشاد کے محتاج ہیں۔ اور میرے ہی طفیل جہنم سے نجات پاسکیں گے۔ لیکن اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ایسے شخص کو عالم کی بجائے جاہل کہنا زیادہ موزوں ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے قرآن حمید میں ایسے

عالم بے عمل کو گدھے اور کُتّے سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا — علمائے یہود اُن گدھوں کے مشابہ ہیں جن پر کتابیں لدی ہوں

اور فرمایا۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ — ایسے شخص (عالم بے عمل) کی مثال کُتّے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ لاد دو تو زبان منہ سے باہر نکال لیتا ہے اور اگر اسے خالی چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکاتا ہے

یعنی علم رکھنا نہ رکھنا دونوں حالتیں اس کے لئے برابر ہیں۔ کیونکہ یہ علم حاصل کر کے بھی اپنی طبع سے باز نہیں آتا اور ظاہر ہے کہ کُتّے اور گدھے سے زیادہ خسیس چیز اور کیا ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ آخرت میں جس شخص کی نجات نہ ہو سکے گی اُس سے حیوانات تو درکنار جمادات بھی افضل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ میں سے بعض نے خواہش کی کہ کاش مَیں بکری ہوتا اور ذبح کیا جاتا اور لوگ مجھے کھا کر فائدہ اٹھاتے۔ الغرض جس کسی کو آخرت کا خطرہ درپیش ہے اور اسے معلوم نہیں کہ مَیں جہنم سے نجات پا سکوں گا یا نہیں تو ایسے شخص کا غرور اور بڑائی کرنا بڑی حماقت ہے۔ فی الحقیقت ایسا شخص عالم نہیں بلکہ انتہا درجہ کا جاہل ہے۔

غرورِ زہد و عبادت دوسرا کبر زہد اور عبادت کا غرور ہے۔ بہت سے عابد، زاہد، صوفی اور پارسا اس مرض میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ اپنی عبادت سے لوگوں پر احسان رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کو ہلاک شدہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنی نجات و رستگاری کا کامل یقین ہے۔ اگر کوئی شخص ان کو ستائے اور قضا کر دگار سے اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو یہ اس کو اپنی کرامت گمان کرتے ہیں۔ اور انہیں پورا وثوق ہوتا ہے کہ یہ شخص ہماری ایذا رسانی کی وجہ سے اس تکلیف میں مبتلا ہوا ہے۔ حالانکہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو درحقیقت وہ خود ہلاک ہوا یعنی لوگوں کو نظرِ حقارت سے دیکھنے کی وجہ سے خود غارتِ تباہی میں جا پڑا۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنا خود گناہِ کبیرہ ہے۔ اور عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عابد کو ستاتا ہے تو عابد یقین کرتا ہے کہ خدا اس پر ہرگز رحم نہیں کرے گا۔ اور کہنے لگتا ہے کہ یہ شخص جلد اس کی سزا کو پہنچے گا۔ اور اگر وہ کبھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو عابد کہنے لگتا ہے۔ کہ یہ میری ہی کرامت سے ہوا ہے۔ یہ احمق اتنا نہیں سمجھتا کہ بہت سے کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا لیکن حق تعالےٰ نے دنیا میں ان سے کوئی انتقام نہ لیا۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو کیا کوئی اُمتی ایسا گرامی قدر ہو سکتا ہے کہ حق تعالےٰ اس کی وجہ سے اس کے مخالف سے دنیا میں انتقام لے گا عابدانِ جاہل کی تو یہ حالت ہے لیکن اہلِ حق اور عارفانِ الٰہی یوں سمجھتے ہیں کہ خلقِ خدا کو جو تکلیف بھی پہنچتی ہے وہ ہمارے

گناہوں کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظمؓ اپنے صدق و اخلاص کے باوجود ازراہِ عجز و نیاز حضرت حذیفہؓ سے فرمایا تھا کہ اگر منافقین کی کوئی علامت مجھ میں پاؤ تو مجھے جتلا دینا تاکہ میں اپنی اصلاح کر لوں"۔ پس مومن مخلص سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور بے وقوف عابد گو ظاہر میں عمل کرتا ہے لیکن اُس کا دل کبر و غرور کی پلیدی سے آلودہ ہے۔
ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی بڑی تعریف کی۔ اتفاق سے وہ بھی بارگاہِ نبوت میں آموجود ہوا۔ صحابہؓ عرض پیرا ہوئے۔ یارسول اللہ! ہم نے حضورؐ کے سامنے اس بزرگ کی تعریف کی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں تو اس میں نفاق کی ایک علامت دیکھتا ہوں۔ یہ سُن کر سب لوگ محوِ حیرت رہ گئے۔ آپؐ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ تمہارے دل میں یہ خیال گزرتا ہے۔ کہ ان لوگوں میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں گزرتا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس خبث کو جو اُس کے باطن میں تھا نورِ نبوت سے دیکھ لیا تھا۔

امام محمد غزالیؒ لکھتے ہیں۔ کہ بمشکل کوئی ایسا عالم یا عابد ملے گا جس کو کم یا زیادہ اپنے علم و عبادت کا غرور نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کرے۔ کہ جس کے دل میں رائی بھر بھی کبر ہوگا اُس پر جنت حرام ہے۔ تو وہ خوف زدہ ہوگا۔ اور تکبر و بڑائی سے اسی طرح بھاگے گا جس طرح کوئی شخص درندے سے بھاگتا ہے۔

غرورِ نسب | تیسرا کبر نسب پر غرور کرنا ہے بعض لوگ جو علوی یا خواجہ زادہ کہلاتے ہیں۔ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ تمام لوگ خواہ عالم اور پارسا ہی کیوں نہ ہوں اُن کے غلام ہیں۔ گو یہ لوگ اس کا اظہار نہ کریں لیکن یہ کبر ان کے باطن میں جاگیر ہے۔ ان کی دلی کیفیت اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کسی سے اُن کا جھگڑا ہو جائے۔ دورانِ نزاع میں وہ کہتے ہیں کہ تیری کیا حقیقت ہے جو مجھ سے بات کرتا ہے۔ شاید تو اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ نسب پر فخر کرنا شرعاً حرام ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ باپ داداؤں پر فخر کرنے والے اس بُرائی سے باز رہیں۔ ورنہ وہ حق تعالےٰ کے نزدیک گوبریلے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے۔ جو اپنی ناک سے نجاست کی گولیاں بناتا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بلاشُبہ خدائے برتر نے تم سے جاہلیت کی بڑائی اور لاف زنی اور آباو اجداد کا فخر دُور کر دیا ہے۔ اب لوگ یا تو مومن متقی ہیں یا فاجر شقی۔ اور نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ (ترمذی)

مروی ہے کہ دو آدمی پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے پر بڑائی ظاہر کر رہے تھے۔ ایک کہنے لگا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ تو کون ہے؟ یہ سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمی اسی طرح موسےٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی اپنی بڑائی بیان کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ کہ میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اسی طرح اپنے آباو اجداد کے نو نام لئے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اس شخص سے کہہ دیجئے کہ وہ سب نو کے نو جہنم میں ہیں۔ اور

تو بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ جو دوزخ میں جل کر کوئلہ بن چکے ہیں۔ ان پر فخر کرنا چھوڑ دو۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی اصل خاک سے اور نطفہ سے ہے نطفہ باپ کا ہے اور خاک جد اعلیٰ کی۔ ان دونوں چیزوں سے زیادہ خوار اور کیا چیز ہوگی۔ اور نطفے اور آدمی کے درمیان بھی علقہ اور مضغہ وغیرہ بہت سی اور حالتیں ہیں۔ انسان کو ان کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے اور نسب کی بڑائی سے باز رہنا چاہیئے۔

غرورِ حُسن | چوتھا کبر غرورِ حُسن ہے۔ اور یہ زیادہ تر عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ جو شخص اپنے حُسن و جمال پر فخر کرتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے باطن پر نظر کرے۔ جب وہ باطن کو نظرِ غائر سے دیکھے گا تو وہاں اُسے بہت سی فضیحتیں دکھائی دینگی مغرورِ حُسن اپنے شکم میں اور مثانے میں اور ناک میں اور دوسرے اعضاء میں نظر ڈالے گا تو وہ دیکھے گا کہ ان میں کتنی گندگیاں جمع ہو رہی ہیں۔ وہ ہر روز ان کو خود اپنے ہاتھوں سے دھوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ آنکھ ان کے دیکھنے کی متحمل نہیں۔ اور ان کی بُو سونگھنا بھی سخت ناگوارِ خاطر ہے۔ حالانکہ انسان ہر وقت ان کو اٹھائے پھرتا ہے اگر انسان اپنی پیدائش پر غور کرے کہ اس کی پیدائش خونِ حیض اور نطفہ سے ہے اور اپنی ولادت کے وقت پیشاب کے دو راستوں سے گزر کر عالمِ وجود میں آتا ہے۔ تو اس پر حقیقتِ حال منکشف ہو جائے گی۔ طاؤسؒ نام ایک تابعی نے کسی شخص کو اکڑ اکڑ کر چلتے دیکھا تو فرمایا کہ شاید اس شخص کو معلوم نہیں کہ اس کے شکم میں کیا بھرا ہے۔ اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ایک دن بھی اپنے آپ کو نہ دھوئے تو وہ تمام ناپاکیوں سے زیادہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو خاکی انسان کا اکڑنا اور غرور کرنا سخت بیجا معلوم ہوتا ہے۔

غرورِ مال و دولت | پانچواں کبر زر و مال کا نشہ ہے۔ مالدار بڑے فخر و غرور کے ساتھ دوسروں سے کہا کرتا ہے کہ میرے پاس مال و دولت ہے۔ تیرے جیسے مفلسوں بھک منگوں کو تو میں خرید سکتا ہوں۔ سورۂ کہف میں دو بھائیوں کا یہی واقعہ مذکور ہے۔ مالدار بھائی نے مفلس بھائی سے کہا تھا۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ۔ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جاہ و حشم میں تجھ سے بڑھا ہوا ہوں

حالانکہ انسان مال، دولت، نوکر، چاکر، جاہ و حشمت جن چیزوں پر فخر کرتا ہے۔ یہ سب چیزیں اس کی ذات سے باہر اور علیحدہ ہیں۔ اگر مال چوری ہو جائے۔ اربابِ حکومت اس سے عہدہ چھین لیں اور معزول کر دیں تو اُس کے پاس کیا رہ جائے اور مال و دولت میں تو یہود اور ہنود مسلمانوں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ پس اُن چیزوں پر جو سایہ کا حکم رکھتی ہیں فخر کرنا سخت بے وقوفی ہے۔

جسمانی قوت کا غرور | چھٹا کبر جسمانی قوت کا غرور ہے۔ جو شخص قوت کے گھمنڈ میں پھنسا ہے اُسے غور کرنا چاہیئے

سر یا جسم کی کوئی رگ درد کرنے لگے یا ٹیڑھی ہو جائے تو اس سے زیادہ عاجز و درماندہ اور کون ہو گا۔ اور اگر بالفرض مچھر یا کوئی کیڑا پتنگا کان میں گھس جائے تو اس کا کیا حال ہو جائے گا۔ کیا ہلاکت میں کوئی کسر رہ جائے گی! اس کو بھی جانے دیجئے۔ اگر پاؤں میں کانٹا چبھ جائے تو انسان اسی سے پریشان ہو جاتا ہے۔ اور جس شخص کو اپنی قوت کا گھمنڈ ہے۔ وہ ذرا بیل ہاتھی اونٹ سے مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ یہ سب اس سے زیادہ قوی نکلیں گے۔ پس وہ انسان اپنی قوت پر کیا فخر کر سکتا ہے جس سے قوت کے کاموں میں بیل اور گدھے بھی سبقت لے جاتے ہیں۔

غرض اسی قسم کے اور بھی اسباب کبر ہیں جن سے انسان کو بچنا چاہیئے کیونکہ ہر وہ علت جو ایک ذرہ کی مقدار بھی راہِ سعادت کو بند کرے۔ وہ مومن کو بہشت سے محجوب و بےنصیب کر دے گی۔ اس لئے اس خرابی کا تدارک ضروری ہُوا۔ اس خرابی کے دُور کرنے کی صرف ایک تدبیر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان تواضع اور عاجزی کا شیوہ اختیار کرے۔

تواضع | تواضع اور فروتنی کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس کسی نے تواضع کا شیوہ اختیار کیا خدائے تعالٰے نے اس کی عزت بڑھا دی۔ اور فرمایا۔ کہ جب متواضع یعنی عاجزی کرنے والے کو دیکھو تو اس کے سامنے عاجزی کرو۔ اور جب کسی متکبر کو دیکھو تو اس کے سامنے بڑائی کرو۔ تاکہ اس کی ذلت اور رُسوائی ظاہر ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ حق تعالٰے نے مجھے اختیار دیا کہ چاہوں تو رسول اور بندہ بنوں اور چاہوں تو درجۂ نبوت کے ساتھ بادشاہت اختیار کر دوں۔ مجھے ان میں سے ایک کے ترجیح دینے میں خلجان ہُوا۔ اور مَیں سوچنے لگا۔ آخر مَیں نے جبریلِ امین علیہ السلام سے جو ملائکہ میں سے میرے دوست ہیں۔ صلاح پُوچھی۔ اُنہوں نے مشورہ دیا کہ تواضع و فروتنی اختیار کروں۔ چنانچہ مَیں نے درگاہِ رب العزت میں التماس کی۔ الٰہی! مَیں رسول اور بندہ بن کر رہنا چاہتا ہوں۔ ایک مرتبہ حق تعالٰے نے موسےٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مَیں اُس شخص کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت و بزرگی کے پیشِ نظر عاجزی کرے اور میری خلقت کے سامنے بڑا نہ بنے۔ اور دل میں میرا خوف رکھے۔ اور میری یاد میں مصروف رہے۔ اور میری خاطر ناجائز خواہشوں سے دست بردار ہو جائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ تم لوگ اور عبادتوں کو تو یاد رکھتے ہو لیکن افضل ترین عبادت یعنی تواضع سے غافل ہو۔

اب یہاں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ تواضع کیا ہے؟ امام بصریؒ سے اس کے متعلق پُوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ تواضع یہ ہے۔ کہ جب تم گھر سے نکلو۔ تو جس شخص کو بھی دیکھو اُسے اپنے سے بہتر اور افضل سمجھو۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر جا کر پکارے کہ جو شخص سب سے زیادہ بُرا ہے وہ باہر نکل آئے

تو مجھے یقین ہے کہ باہر نکلنے میں کوئی شخص مجھ سے پیش دستی نہ کرے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص جبر و قہر سے مجھے پیچھے ہٹا دے تو علیحدہ سوال ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے ان کا یہ مقولہ سُنا تو فرمایا کہ مالکؒ کو اسی تواضع کی وجہ سے دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضرت شبلیؒ سے کسی نے پُوچھا۔ کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا میں وہ نقطہ ہوں جو کسی حرف کے نیچے ہوتا ہے یعنی جس سے نیچے اور کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس نے کہا۔ خُدا آپ کا مرتبہ بلند کرے کہ آپ نے اپنے تئیں سب کے اخیر میں ڈال دیا۔ حضرت فُضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ کہ تواضع کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تواضع یہ ہے کہ حق بات قبول کرلو اگرچہ کہنے والا کوئی لڑکا یا ادنےٰ جاہل ہی کیوں نہ ہو۔ اور یحییٰ بن خالدؒ کہا کرتے تھے کہ کریم جب پارسا ہوتا ہے تو تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے۔ اور ناکس اور سفیہ جب پارسائی اختیار کرتا ہے تو متکبر ہو جاتا ہے۔ اور سلطان العارفین بایزیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک بندہ کسی دوسرے شخص کو اپنے سے زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔ اُس وقت تک متکبر ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی کہ صبح کے وقت مال دار لوگوں سے کچھ دریافت فرماتے اس کے بعد مسکینوں میں جا کر بیٹھ جاتے۔ اور فرماتے کہ مسکین مسکینوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

تصدیق قلبی شرطِ ایمان ہے

حق یعنی سچی بات کو صحیح یقین کرنا اور باطل کو غلط جاننا ایمان ہے۔ قرآنِ کریم کی تمام تعلیم پر ایمان لانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ کسی ایک آیت کے انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے! ایمان صرف زبانی اقرار کرنے کا نام نہیں بلکہ تصدیقِ قلبی بھی شرطِ ایمان ہے۔

قلب یعنی دل شرعی اصطلاح میں اُس گوشت کے لوتھڑے ہی کو نہیں کہتے جو ہر انسان اور حیوان میں یکساں پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہاں دل سے مراد روح ہے۔ جو بدن میں بمنزلہ بادشاہ حکمرانی کرتی ہے دماغ یعنی عقل بطور وزیر اور باقی تمام اعضاء اُس کے آلات اور رعیت ہیں۔

اگر دل حق بات کو تسلیم کرتا ہے اور باقی اعضاء اُس کے قابو میں ہیں۔ تو زبان سے اقرار کرنے والا انسان مومن کہلاتا ہے لیکن جس شخص کا دل اندھا ہو۔ اس کا دماغ حق و باطل میں تمیز نہیں کرسکتا۔ وہ اکثر اوقات حق کو غلط اور باطل کو درست سمجھتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اُسے کافر کہا جائیگا۔ ایسا شخص جب کبھی اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے تو اُس کی زبان حق بات کی تکذیب کرتی ہے۔

مومن اور کافر کے علاوہ قرآنِ کریم میں منافقوں کا ذکر بھی بکثرت آیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مختلف وجوہات کے باعث زبان سے تو حق کا اقرار کرتے ہیں مگر اُن کے دل تصدیق نہیں کرتے۔

ایک مسلمان کلمۂ توحید کا اقرار کر لینے کے بعد جوں جوں اسلامی تعلیم حاصل کرتا جائیگا۔ اُس کا دل یا تو اُس تعلیم کی تصدیق کریگا یا شک و شبہ اور تکذیب کا پہلو اختیار کریگا۔ چونکہ اُس کے باقی اعضاء دل کے ماتحت ہیں اس لئے اُس کے عملوں سے اُس کے دل کی کیفیت واضح ہوتی رہتی ہے۔ اگر عمل صالحہ بجالاتا ہے تو صحیح معنٰی میں مومن ہے۔ ورنہ منافقت کے نزدیک تر ہوتا جاتا ہے۔ مگر وہ اس بات کو محسوس تک نہیں کرتا۔ پس ایک مومنِ کامل کے لئے اعمالِ صالحہ کا بجالانا اور ہر امر میں، اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرنا لازمی ہے۔

روح امرِ ربّی ہے۔ اور اوامر یعنی احکامِ خداوندی بجالانے سے اپنی اصلی حالت پر قائم رہتی ہے۔ انسان کا [illegible]

نیک وبد عمل اُس کی روح پر نورانیت یا ظلمت کا نشان چھوڑتا ہے۔ نورانیت یعنی تجلیاتِ الٰہی آنے سے وہ نیکی بدی میں تمیز کرنے، حق بات کو تسلیم کرنے اور مزید ہدایت کی توفیق پاتا ہے۔ لیکن روح پر ظلمت چھا جانے سے جہالت اور حافظہ میں کمی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے ایک حکم کو یاد کرتا ہے۔ تو دوسرا بھول جاتا ہے۔ بعض باتوں کو مانتا اور بعض کا انکار کرنے لگتا ہے۔ اور اس طرح وہ کھرے کھوٹے اور سچ جھوٹ میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اُس کے دیگر اعضاء اُس کے قابو سے نکل کر خود مختار ہو جاتے ہیں۔ نفسانی خواہشات کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔ اور وہ دل کو اپنے قابو میں کر کے اس پر حکمرانی کرنے لگتی ہیں۔ ایسی حالت میں اگر زبان اقرار بھی کرے تو بھی اُسے تصدیقِ قلبی نصیب نہیں ہوتی۔ ایسا شخص اگر اپنے آپ کو مومن سمجھے تو یہ اُس کی مزید غلطی ہے۔

اہلِ باطن ہمیشہ دل کو درست کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اُن کے باقی تمام اعضاء خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ نیک عملی اُن کی عادت بن جاتی ہے۔ بُرائی سے طبیعت متنفر ہونے لگتی ہے۔ اگر بھول چوک کر کوئی بُرا کام کر بیٹھیں تو دل تنگ ہوتا ہے۔ اور ایک قسم کی گھبراہٹ سی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ فوراً توبہ واستغفار کرنے لگتے ہیں۔ لیکن اہلِ ظاہر زبان سے ایک دفعہ کلمۂ توحید کا اقرار کر لینا ایمان کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے غلامی اور محکومی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کسی حالت میں بھی اُن کا اطمینانِ قلب نہیں ہوتا۔ غلامی کو ایک بہت بڑی مرض سمجھتے ہیں۔ اُس سے نجات حاصل کرنے کے لئے تجویزیں سوچتے ہیں۔ مگر مرض کا علاج نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دلوں پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ لہٰذا کسی کامل حکیم کی تلاش کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اگر کوئی صحیح نسخہ پیش کیا جائے۔ تو اُسے بھی غلط سمجھتے ہیں۔

واضح رہے۔ کہ ہماری تمام کمزوریوں کا علاج باطن کی صفائی پر منحصر ہے۔ جس کے لئے کسی کامل حکیم کی تلاش لازمی ہے۔ بغیر اُستادِ کامل یعنی عالمِ باعمل کے صحیح علم حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اگر مسلمان صحیح معنوں میں مومن بن جائیں تو دولت وحکومت ان کے قدم چومے گی۔ مگر اُس وقت ان کو اُس کی پرواہ تک نہ ہوگی۔ جب تک ایمان کی طاقت دل کو استقدر مضبوط نہ کر دے۔ کہ وہ باقی تمام اعضاء پر حکومت کرنے کے قابل ہو جائے۔ انسان اپنی نفسانی خواہشات کا غلام بنا رہتا ہے۔ اور شیطان اسے کفر ومنافقت کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ غلامی سے نکلنے کی نت نئی تجویزیں سوجھتی ہیں مگر مسلمانوں کے لئے اللہ کا قانون دنیا اور آخرت میں کافروں اور منافقوں سے بالکل الگ ہے۔ اور یہ بات یقینی ہے۔ کہ جب تک مسلمان حکومت کی تلاش میں سرگرداں پھرتے رہیں گے حکومت نہیں ملے گی۔ ہاں جب مومن بن جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اسوقت صرف حکومت ہی نہیں بلکہ خلافت عطا ہوگی۔ دلوں کو اطمینان نصیب ہوگا اور کسی قسم کا خوف وخطرہ نہ ہوگا۔ یہ یقیناً سربلند ہوں گے۔

محمد احسان

۵) قیامت

(ا) ۔ اعمالنامے دائیں اور بائیں طرف سے دئے جائیں گے ۶۹/۱۸-۲۰ ، ۸۴/۷-۱۲

۔ اعمالنامہ دائیں طرف سے دیا گیا تو حساب آسان، بائیں طرف سے دیا گیا تو حساب مشکل ۸۴/۷-۱۲

۔ اعمالنامہ پڑھنے کا حکم ہوگا ۱۷/۱۴

۔ کا دن اور اعمالنامے اور اعمال :۔

۔ اعمالنامہ سے دُوری کی تمنّا ۳/۳۰

۔ اعمال نہ کرنے پر انسان پشیمان ہوگا مگر سوچنا فضول ہوگا ۸۹/۲۲-۲۴

۔ اعمال تُلیں گے ۱۰۱/۶-۱۱

۔ بھاری اعمال والے عیش میں ۱۰۱/۱-۷

۔ ہلکے اعمال والے ہاویہ میں ۱۰۱/۱-۱۱

۔ کے دن خلق کا اجتماع :۔

۔ اوّلین و آخرین کا اجتماع ۵۶/۵۰

۔ خدا کے سامنے سب کا اجتماع ۲/۱۴۸ ، ۲/۲۸۱ ، ۳/۹ ، ۴/۸۷ ، ۱۰/۴۵ ، ۱۱/۴ ، ۱۴/۴۸

۔ خدا کے سامنے سب کا صف در صف اجتماع ہوگا ۱۸/۴۸ ، ۷۸/۳۸

۔ روح اور فرشتوں کا صف باندھ کر کھڑا ہونا ۷۸/۳۸

۔ خدا کے سامنے سب کی پیشی ۱۴/۲۱

(ب) ۔ کا دن اور امور (جو سرانجام پذیر ہوں گے)

۔ پکار پر سب زمین سے نکل پڑیں گے ۳۰/۲۵

۔ زمین و آسمان اور سے بدلے جائیں گے ۱۴/۴۸

(۲) قیامت

(ا) ۔ بھید جانچے جائیں گے ۸۶/۹

۔ اختلافات کا فیصلہ ہوگا ۳۲/۲۵

۔ ہر کام کا بدلہ اُس کو ملے گا جس نے کیا ۲/۲۸۱ ، ۲/۲۸۶ ، ۱۶/۱۱۱ ، ۲۴/۲۵

۔ ہر فرقہ اپنے امام کے ساتھ بُلایا جائے گا ۱۷/۷۱

۔ ہر فرقہ میں سے احوال بتانے والا (شہید) پیغمبر وغیرہ علیحدہ کئے جائیں گے ۲۸/۷۵

۔ موءودہ سے وجہ قتل پوچھی جائے گی ۸۱/۸-۹

۔ کے دن اللہ کی حکومت ۔

۔ نعرہ "لمن الملك اليوم" ۴۰/۱۶

۔ حکومت صرف خدا کی ہوگی ۲۲/۵۶ ، ۲۵/۲۶ ، ۴۵/۱۶

۔ لوگ خدا کے منتظر کھڑے رہیں گے ۸۳/۶

۔ کے دن اللہ سے لقا اور اس سے کلام :۔

۔ اللہ کی ملاقات ۶/۱۳۰

۔ اللہ سے کلام ۲/۱۷۴

۔ اذن کے سوا کوئی کلام نہ کر سکے گا ۱۱/۱۰۵ ، ۷۸/۳۷-۳۸

۔ اللہ سے خطاب کرنے کی جرأت نہ ہوگی ۷۸/۳۷-۳۸

(ب) ۔ اور برزخی زندگی کی مدت :۔

۔ کے دن برزخی زندگی یا دنیوی زندگی دس دن معلوم ہوگی (یعنی تھوڑی مدت) ۲۰/۱۰۳

(ت) ۔ کے دن توبہ یا عذر کی اجازت بند ۷۷/۳۶

(ج) ۔ اور جنّت ۔

(۲) قیامت

- جنت پاس لائی جائے گی ۸۱/۱۳
- اور جہنم،
- جہنم لائی جائے گی ۸۹/۲۳
- دھکائی جائے گی ۸۱/۱۲
- نظر آئے گی ۷۹/۳۶
- کے دن جنات سے خطاب ۶/۱۲۹ ۶/۱۳۱

(خ) - کے دن خلقت کے تین گروہ ہوں گے ۵۶/۱-۱۱
اصحاب المیمنہ
اصحاب المشئمۃ
سابقون المقربون

- خلقت کا اعادہ ۱۰/۴ ۲۷/۶۴ ۳۰/۱۱ ۳۰/۲۷
- خلقت ایک دوسرے کو پہچانے گی ۱۰/۴۵
- خلقت کے دو فریق (جنتی، دوزخی) ۴۲/۷
- کے دن کی خرابی بڑی خرابی ہے ۳۹/۱۵

(د) - کی دلائل۔

- دنیا ایک گھر کی مانند ہے پس کیا ایسا ہی سلسلہ رہے گا! (استدلال) ۷۵/۱-۴۰
- خلقت ارض و سما کھیل نہیں اسکا کوئی نتیجہ ہونا چاہیئے سو وہ یوم الفصل ہے (استدلال) ۴۴/۳۸-۴۰
- صالح و بدکار برابر نہیں مگر دنیا میں تو برابر ہو جاتے ہیں۔ آخر کوئی دن امتیاز کا بھی چاہیئے (استدلال) ۴۰/۵۸-۵۹

(۲) قیامت

- جزا و سزا کی ضرورت ۱۰/۴
- اتنے مرحلے انسان کو طے کرنے پڑتے ہیں یعنی پیدائش بچپن جوان موت وغیرہ۔ کیا عجب ہے کہ مر کر جی اٹھنے کا بھی ایک مرحلہ ہے (استدلال) ۴۰/۶۷-۶۸
- قیامت کا برپا کرنا "کن فیکون" سے مشکل تر نہیں ۱۶/۴۰
- قصہ اصحاب کہف بطور دلیل قیامت ۱۸/۱۸-۲۲
- دوبارہ زندگی (استدلال) کیا جس نے سب کچھ پیدا کیا نیست سے وہ اس کی مثل نہیں بنا سکتا! ۳۶/۸۱

(د) کی دلائل۔

- دوبارہ اٹھانا خدا پر آسان ہے ۶۴/۷
- پہلی پیدائش نطفہ سے ہو گئی (دوسری آسان تر ہے) ۵۶/۵-۸
- پہلی پیدائش بطور دلیل ۲۹/۱۹-۲۰ ۵۶/۶۲
- وہ خدا جو خلق اول سے تھکا نہیں (دوسری خلق سے کیونکر عاجز ہے!) ۴۶/۳۳ ۵۰/۱۵
- جو خدا نطفہ سے آدمی بنا سکتا ہے کیا وہ مردوں میں جان نہیں ڈال سکتا! ۷۵/۳۷-۴۰
- مردہ زمین کا احیا بطور دلیل احیائے موتیٰ ۷/۵۷ ۲۲/۵-۸ ۳۰/۱۹ ۵۰/۳-۱۱
- نیست سے بنا دیا تو مردہ سے زندہ کیوں نہیں ہو سکتا ۱۹/۶۶-۶۷
- ہواؤں کی قسموں میں دلیل ۵۱/۱-۶
- ہوائیں زیر و زبر کر دیتی ہیں (اسی طرح قیامت بھی کر سکتی ہے) ۷۷/۱-۷

(۱) قیامت

(د) ۔کو دیدارِ خداوندی (ناظرہ) ۶۵/۲۳-۲۲

۔کو دنیا سے اخراج ۴۸/۲۵

۔کے دن کا طول ۵۰ ہزار برس ۴/۷۰

(ہ) ۔کو رسلؑ کا جمع کیا جانا ۶۶/۱۲-۱۱

۔کو رسلؑ و شہدا کی حاضری اور فرشتوں کا دھرنا ۴۹/۳۹

۔کو رسول اللہ کہینگے میری اُمت نے قرآن چھوڑ دیا" ۲۵/۳۰

۔کے دن ہر اُمت پر شہید اور رسولؐ پاک سب پر شہید ۱۶/۸۹

(ز) ۔کو زبان بندی ۳۶/۶۵

(س) ۔کو ساق (پنڈلی) کا کھلنا ۶۸/۴۲

۔کے دن بعض کا سجدہ کر ہی نہ سکنا ۶۸/۴۲

(ش) ۔کا پیش پڑنے والا شر ۷۶/۷

۔کے دن شیطان کر دے گا "میرا قصور نہیں تم خود مانے" ۱۴/۲۲

(ص) ۔کے دن صُور کان پھوڑنے والی ۸۰/۳۳

۔ ۔ ۔ بیت المقدس میں پھونکی جائیگی ۵۰

۔ ۔ ۔ ۔ (ناقور) کا نفخ ۷۴/۱۰-۹

(ض) ۔کی ضرورت:۔

۔حق کا اثبات ۔ ۳۲/۴-۳

جزائے صالحین ۳۴/۴-۳

رفع اختلافات ۔ ۱۶/۹۲ ۱۶/۳۹

اظہار حق و باطل ۔ ۱۶/۳۹

کفار پر اتمام حجت ۔ ۱۶/۳۹

عمل جتانا ۔ ۶۴/۷

(۱) قیامت

(ظ) ۔کے دن ظالم ملت ملے تو ظالم ہی کریں ۱۴/۴۴

(ع) کی علامات:۔

چاند گہن، چاند سورج کا اکٹھا ہونا ۷۵/۹-۸

قیامت سے پہلے ہر بستی تباہ ہوگی یا عذاب دی جائیگی ۱۷/۵۸

۔اور عدل:۔

عدل ہوگا ظلم نہ ہوگا ۲۲/۴۷ ۲۰/۱۱۲ ۱۰/۵۴ ۱۰/۹۰ ۱۷/۷۱ ۱۸/۴۹ ۲۱/۴۷ ۳۶/۵۴

۴۰/۱۷ ۳۹/۷۰-۶۹

ظلم نہ ہوگا بلکہ فضل ہوگا ۴/۴۰

فیصلہ برحق اور ظلم کے بغیر ہوگا ۳۹/۶۹-۷۰

ہر کام کا بدلہ ملیگا (ظلم نہ ہوگا) ۴۰/۱۷

۔کے دن عیال سے ملاقات ۸۴/۹-۷

۔کے دن عذاب کا وقوع اور اس کیلئے قسمیں ۵۲/۷-۱

(ک) ۔اور کُفّار:۔

(۱) قیامت کے دن کفار کا ایمان لانا بےسود ہوگا ۳۲/۲۹

۔ہر گروہ میں سے خدا سے سخت اکڑ رکھنے والے چھانٹ لیں گے ۱۹/۶۹

(ج) ۔کفار کا باہم جھگڑنا ۳۷/۳۱-۲۲

۔ ۔ ۔ خدا سے جھگڑنا ۳۹/۳۱

۔ ۔ کی جماعتیں بنیں گی ۷۱/۲۵-۱۹

(د) ۔دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا ۲/۱۶۷ ۳۲/۱۲

(ذ) ۔کفار کی ذلت ۶۸/۴۳-۴۲

(س) قیامت کے متعلق کفار کے سوال ۷۵/۶-۱

(۱) قیامت

(ق) کا قول بروز قیامت :-

کاش ہم مٹی ہوتے ۷۸/۴۰

- قیامت خدا کے نزدیک قریب ہے کفار کے نزدیک دور ۷۰/۶-۷
- کفار کا قول (کیا ہڈیاں زندہ ہوں گی؟ ۷۹/۱۰-۱۱

(م) - اصحاب الیمین کا دوزخیوں سے مکالمہ پوچھیں گے۔ تمہارا کیا قصور تھا ۷۴/۳۸-۴۹

سکر ورا اور ربا قتوز کفار کا مکالمہ ۱۴/۲۱ ۳۴/۳۱-۳۳

- کفار کیلئے قیامت کا دن مشکل ہے ۷۴/۹-۱۰

کے دن کفار کا منہ سیاہ ۳۹/۶۰ ۷۵/۲۴ (مکذبین قیامت) ۸۰/۳۸-۴۲ (ڈھیٹھ کفار)

- کفار شیطانی موکل سے بیزار ہونگے ۴۳/۳۶-۳۹

(ک) اور کفار :-

(ش) قیامت کے کفار کے لئے ویل ۵۱/۶۰

- کے دن کن فیکون ۶/۷۳

- کے کوائف :-

(ا) - انسان پروانوں یا ٹڈی دل کی طرح بکھرے ہوئے ہونگے ۱۰۱/۴

- آسمان کا شق ہونا ۲۵/۲۵ ۸۲/۱ ۸۴/۱
- آسمان کے دروازوں کا کھلنا ۷۸/۱۸-۲۰
- آسمان کے سوراخ ۷۷/۹
- آسمان کا پوست اتارنا ۸۱/۱۱
- آسمان کا حال بروز قیامت ۷۰/۸-۱۰
- آسمان کا لرزنا ۵۲/۹-۱۰
- آسمان لپیٹے ہوئے خدا کے دائیں ہاتھ میں ہونگے ۳۹/۶۷

(۲) قیامت

(ک) - کے کوائف :-

(پ) - پہاڑوں کا کیا حال ہوگا ۷۰/۸-۱۰

- پہاڑوں کا چلنا ۵۲/۹-۱۰ ۷۸/۱۸-۲۰
- پہاڑوں کا اڑنا ۲۰/۱۰۵-۱۰۷ ۷۷/۱۰
- پہاڑوں کا ریت ہونا ۷۸/۱۸-۲۰
- پہاڑوں کا ریت کے تودے ہو جانا ۷۳/۱۴
- پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہونگے ۱۰۱/۵

(چ) - قیامت کے دن جھگڑا ۵۰/۴۴

(د) - دوست دوست کو نہ پوچھے گا ۷۰/۸-۱۰

- دریا پھیل جائیں گے۔ ۸۲/۳

(ن) - زمین لرزہ کھائیگی ۷۳/۱۴ ۹۹/۱-۳

- زمین خدا کی مٹھی میں ہوگی ۳۹/۶۷
- زمین پھٹے گی اور مردے نکل کر دوڑیں گے ۵۰/۴۴

(ک)

(س) - زمین پھیلا دی جائے گی ۸۴/۳

- زمین ہموار کر دی جائے گی ۸۴/۳
- زمین صاف میدان ہوگی ۲۰/۱۰۵-۱۰۶
- زمین کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائیگی ۸۹/۲۱

(ص) - ستاروں کا ٹوٹنا ۸۲/۲

- ستاروں کا بے نظام ہونا ۸۱/۲

(ع) - صور کا نفخ ۷۸/۱۸-۲۰

(ف) - فوج در فوج ۷۸/۱۸-۲۰

(ق) - قبروں کا زیر و زبر کر دیا جانا ۸۲/۴

(ا) قیامت

- قبروں سے نکل کر منتشر ہوں گے (۳۶ / ۲-۱)
- (گ) لوگ گروہ گروہ ہو گے (۹۹ / ۶)
- (ف) اللہ کے نور سے زمین کا چمکنا (۳۹ / ۶۹)
- (گ) کے دن **گنہگاروں** کا حال:-
- (ا) آنکھیں نیلی ہوں گی (۲۰ / ۱۰۲)
- اعمال کی وجہ سے ڈریں گے (۴۲ / ۲۲)
- (ج) جماعت بندی (۲۷ / ۸۵-۸۳)
- جماعت بندی باعتبار نوعیت (۸۱ / ۷)
- (چ) چہروں سے پہچانے جائیں گے گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی (۵۵ / ۴۱-۳۹)
- (د) پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر یا پاؤں سے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے (۵۵ / ۴۱-۳۹)
- (ہ) کئی مونہوں کی ذلت (۸۸ / ۳-۲)
- (س) رسولؐ کی طرف طمع نجات کیلئے دوڑے آئیں گے (۶۰ / ۳۸-۳۶)
- (ص) جمع کئے جائیں گے اور سوال و جواب (۳۷ / ۲۴-۲۲)
- خدا کے سامنے سر جھکائے کھڑے ہونگے (۳۲ / ۱۲)
- (ع) گنہگاروں کی علیحدگی (۳۶ / ۵۹)
- (ق) قسمیں کھائیں گے (۳۰ / ۵۵)
- (م) کئی منہ روشن ہونگے (۸۰ / ۴۲-۳۸)
- کئی منہ سیاہ ہونگے (۳ / ۱۰۶-۱۰۵) (۸۰ / ۴۲-۳۸)
- کئی منہ سفید ہونگے (۳ / ۱۰۶-۱۰۵)

(ا) قیامت

- کئی منہ تازہ ہونگے (۷۵ / ۲۴-۲۲)
- کئی منہ اداس ہونگے (۷۵ / ۲۴-۲۲)
- کسی منہ پر گرد پڑی ہوگی (۸۰ / ۴۲-۳۸)
- کئی منہ ہنستے ہونگے (۸۰ / ۴۲-۳۸)
- کے دن **گھبراہٹ**:-
- بڑی گھبراہٹ ہوگی (۲۱ / ۱۰۳)
- دل منقلب ہو جائیں گے (۲۴ / ۳۷)
- آنکھیں منقلب ہو جائیں گے (۲۴ / ۳۷)
- آنکھیں پتھرا جائیں گی (۱۴ / ۴۳)
- دل کا اڑنا (۱۴ / ۴۳)
- سر اوپر اٹھا کر دوڑیں گے (۱۴ / ۴۳)
- آوازیں خوف خدا سے دب جائیں گی (۲۰ / ۱۰۸)
- دل گلو تک پہنچیگا (۴۰ / ۱۸)
- دل گلو کو دبائیں گے (۴۰ / ۱۸)
- قبروں سے نکل کر گھبرائے ہوئے دوڑنے کا نظارہ آنکھیں جھکائے اور یہ کہتے ہوئے کہ "آج کا بڑا مشکل دن ہے" پکارنے والے کی طرف دوڑیں گے (۵۴ / ۸-۷) (۷۰ / ۴۴-۴۳)
- انسان کہیگا "کہاں بھاگ کر جاؤں" (۷۵ / ۱۰)
- **لڑکے بوڑھے ہو جائیں گے** (۷۳ / ۱۸-۱۷)
- قیامت بڑی چیز ہے بشر کو ڈرانے والی ہے (۷۴ / ۳۷-۳۵)

(ل) قیامت

(گ) ۔ کے دن گواہی:۔

۔ ہر شخص کو ایک ایک فرشتہ ہانکے گا اور ایک فرشتہ عمل جتائے گا ۵۰/۲۴-۲۱

۔ زمین انسانوں کے اعمال بتائے گی ۹۹/۵-۴

۔ کان آنکھ اور چمڑا گواہی دیں گے۔ ۴۱/۲۳-۲۰

۔ کفار کان آنکھوں سے پوچھیں گے تم نے کیوں گواہی دی۔ ۴۱/۲۴-۲۰

۔ زبان پر مہر، ہاتھ پاؤں کی گواہی ۳۶/۶۵

۔ ہاتھ پاؤں کی گواہی ۲۴/۲۴

۔ زبانوں کی گواہی ۲۴/۲۴

(م) ۔ کے دن مدد:۔

(ا) ۔ اولاد کام نہ آئے گی ۲۶/۸۸ ، ۵۸/۱۸-۱۶ ، ۷۰/۱۴-۸

(ب) ۔ بیع کام نہ آئے گی ۱۴/۳۱

۔ بھائی کام نہ آئیں گے ۷۰/۱۴-۸

۔ بیوی کام نہ آئے گی ۷۰/۱۴-۸

۔ بہانے کام نہ آئیں گے ۴۰/۵۲

۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کے کام نہ آئیں گے ۳۱/۳۳

۔ کوئی کسی کے بھلے بُرے کا مالک نہ ہوگا۔ ۳۴/۴۲

(خ) ۔ خوشامد کام نہ آئے گی ۴۱/۴۴

(د) ۔ دوستی کام نہ آئے گی ۱۴/۳۱ ، ۴۳/۶۷ ، ۷۰/۱۴-۸

۔ دوست دوست نہ رہیں گے الا المتقون ۴۳/۶۷

۔ دوستوں کا فدیہ قبول نہ ہوگا ۷۰/۱۴-۸

(ل) قیامت

(س) ۔ رشتہ دار کام نہ آئیں گے ۶۰/۳

۔ رشتہ دار رشتہ دار سے بھاگیں گے ۸۰/۳۷-۳۴

۔ صرف رحمت خدا کام آئے گی ۴۴/۴۲-۴۱

(ص) ۔ تکبر خوشامد کام نہ آئے گی ۴۱/۴۴

(ط) ۔ ظالموں کا سفارشی کوئی نہ ہوگا ۴۰/۱۸

(ع) ۔ عذر معذرت کام نہ آئیں گے ۳۰/۵۷

(ف) ۔ ہر شخص کو اپنی فکر کافی ہوگی (کسی کی مدد کیا معنی!) ۸۰/۳۷-۳۴

۔ فدیہ قبول نہ ہوگا ۵۷/۱۵-۱۴

(ق) ۔ قرابتیں نہ ہوں گی ۲۳/۱۰۱

(م) ۔ مال کام نہ آئے گا ۲۶/۸۸ ، ۵۸/۱۸-۱۶

(ن) ۔ نفسی نفسی ہوگی (کسی کی مدد کیا معنی!) ۸۰/۳۷-۳۴

۔ مدد کی نفی ۲/۴۸ ، ۲/۲۵۴ ، ۱۴/۳۱ ، ۸۲/۱۹ ، ۸۹/۱۰

۔ کا **مقصد** (جزا و سزا) ۱۰/۴

(م) ۔ کی **مثال**:۔

۔ بارش اور مُردہ شہر ۳۵/۹

۔ پھر اُٹھانا تو ایک ہی جھڑکی کے مشابہ ہے ۳۷/۲۱-۱۶

۔ مردہ کھیتی اور بارش ۴۱/۳۹ ، ۴۳/۱۱ ، ۵۰/۱۱-۳

۔ اور **ملائکہ**

۔ خدا کا دربار اور ملائکہ کی قطاریں ۸۹/۲۲

۔ جبرئیل اور ملائکہ کا خدا کی طرف چڑھنا ۷۰/۴

۔ عرش کو ملائکہ اُٹھائیں گے ۶۹/۱۸-۱۴

ک

(ک-ا)

(۳) **کام** (ہر کام کا انجام خدا کے ہاتھ ہے) ۲۲/۴۱

(۱) **کان** (گوش کے متعلق سوال ہوگا) ۱۷/۳۶

کاناپھوسی (سرگوشی)۔ کے آداب ۵۸/۱۰-۹

۔ مجلس میں ۵۸/۹-۸

صلح کرانے، صدقہ، عیب دیکھکر نیک ہدایت کرنے کے لئے جائز ہے ۴/۱۱۴

بری باتوں کے لئے شیطانی کام ہے کیونکہ وہ دوسرے مسلمانوں کو دلگیر کرتی ہے ۵۸/۱۰-۸

(ک-ب)

(۱) **کبائر** سے بچنا مومنین کا کام ہے۔ ۴۲/۳۷

و فواحش سے بچنے والے "محسنین" ہیں (خواہ کچھ آلودگی ہو) ۵۳/۳۲

(ک-ت)

(۱) **کتاب** ۲۹/۴۵ ۲۹/۴۷ ۲۹/۵۱

۔ کا آسمان سے نازل ہونا ۴/۱۵۳ ۱۴/۱

۔ مبین ۲۸/۲

۔ مبین (یعنی کتاب غیب) ۳۴/۳

۔ مبین سے مراد خدا کا علم غیب ۶/۵۹ ۲۲/۷۰ ۲۷/۷۵-۷۴

۔ مبین میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہے ۱۰/۶۱ ۱۱/۶ ۳۴/۳

۔ میں کوئی چیز ذکر کے بغیر نہیں چھوڑی گئی ۶/۳۸

۔ میں ہر چیز گنی ہوئی ہے۔ ۷۸/۲۹

۔ کا نزول رحمت ہے۔ ۲۸/۸۶ ۲۹/۵۱

۔ مکنون (لوح محفوظ یا قرآن جو لکھا ہوا فرشتوں کے پاس ہے) ۵۶/۷۹-۷۵

۔ مکنون کو مطہرون کے سوا ہاتھ کوئی نہیں لگاتا ۵۶/۷۹-۷۵

(ب) **کتب** اور میزان (شرع)، رسُل کو دی گئیں ۵۷/۲۵

۔ سماوی سب پر مسلمانوں کا ایمان ہے ۲/۱۳۶

۔ سماوی اختلاف مٹانے کیلئے آئی تھیں ۲/۲۱۳

۔ ، میں تحریف اور اس پر عذاب ۲/۷۹

۔ ، کی تعلیم کو چھپانا (دیکھئے (ح) میں حق کا کتمان)

۔ ، (خود دیکھکر کتاب الٰہی کہنا) ۲/۷۹

حقیقت اسلام

ھندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق رجب المرجب ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۱ نمبر ۱

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام کو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

نحمدہ و نصلی — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — علیٰ رسولہ الکریم

حال و قال

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا۔ اور اس میں وہ خصوصیات ودیعت فرمائیں۔ جو حقِ نیابت ادا کرنے کے لئے ضروری تھیں۔ تاکہ یہ اس کارخانۂ عالم کو اس کی مشیت کے مطابق چلائے۔ جن قوانین کے ماتحت یہ کارخانہ پُرامن طریق سے چل سکتا ہے وہ مختلف زمانوں میں رسولوں کے ذریعے بھیجے گئے۔ جن میں سے آخری کتاب جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید ہے جو اس سے پہلے نازل شدہ تمام کتابوں کو منسوخ قرار دیتی ہے۔ اور قیامت تک آنے والے بنی نوع انسان کو راہِ ہدایت دکھانے کے لئے کامل و مکمل ہے۔ اس میں وہ تمام قوانین درج ہیں۔ جو موجودہ زمانے کے جنگ و جدل اور فسادات کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انسان اپنی حیثیت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کے ساتھ جو سلوک دنیا و آخرت میں ہونے والا ہے۔ اُس کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔ کلامِ الٰہی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ بدامنی کا باعث مسلمانوں کی اُن قوانین سے بے اعتنائی اور لاعلمی ہے۔ وہ خود اس پر عامل ہیں۔ اور نہ دوسری اقوام کو اس کی کماحقہٗ تبلیغ کرتے ہیں۔ اگر آج مسلمان اپنے فرائض کو محسوس کر کے قرآن کریم کا باقاعدہ مطالعہ کرنا شروع کر دیں۔ اور اس کے احکام پر عمل کر کے دوسری قوموں کے لئے اپنے آپ کو بطور نمونہ پیش کرنے کے قابل بنا لیں۔ تو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح دُنیا کی کایا پلٹ سکتے ہیں۔

سب سے پہلا کام جو مسلمانوں کو کرنا چاہیئے۔ وہ کلامِ الٰہی کے ارشاد کے مطابق یہ ہے کہ :-

"تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اچھے کاموں کا حکم دے۔ اور بُرائی سے باز رکھے ایسے ہی لوگ ہوں گے۔ جو کامیاب ہوں گے"

آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ علما کا گروہ تو مسلمانوں میں موجود ہے۔ اور کوئی شہر گاؤں یا قصبہ ایسا نہیں۔ جس میں مسجدوں کے اماموں کی حیثیت سے یہ لوگ اپنے فرائض کو ادا نہ کر رہے ہوں۔ مگر واضح رہے۔ کہ قرآن کریم نے اس گروہ کو جو فرائض سپرد کئے ہیں۔ اور جو خوبیاں اُس گروہ میں ہونی چاہیئں۔ وہ ہمارے اِن مسجدوں کے اماموں میں نہیں پائی جاتیں۔ قرآن کریم کا منشا اس گروہ سے مومنِ کامل اور باعمل علماء یعنی صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کا گروہ ہے۔ جن کی صحبت انسانوں کو ناقص سے کامل اور کامل سے رہنما بنا دے۔ جن کے پاس بیٹھنے

سے غوایا دآجائے جس کی دعا قبعا رہو۔ اور جو مسلمانوں میں فرقہ بندیوں کی بجائے اتفاق و محبت کی لہر پیدا کر دیں۔

یہ بات [illegible] مگر مسلمان اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے محلوں کے امام مسجدوں کو مجبور کریں کہ وہ کسی [illegible] سے وابستہ ہو کر پہلے خود اپنی اصلاح کریں۔ اور پھر مسجدوں میں امامت کے فرائض انجام دیں۔ چونکہ عوام الناس کی بجائے ان لوگوں کو کافی سے زیادہ وقت [illegible] ہے۔ اس لئے یہ بہت جلد اپنے آپ کو مسلمانوں کی رہنمائی کے قابل بنا سکتے ہیں۔

ہمارے موجودہ مسجدوں کے اماموں، مولویوں اور ملاؤں کے علاوہ خطیبوں اور مختلف فرقوں کے لیڈروں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ اس جماعت بندی سے اُن کو جو ذاتی مفاد حاصل ہے۔ فرقہ بندی مٹ کر ایک جماعت ہو جانے سے اس میں کمی واقع ہو جائے گی۔ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم اور ایک سیدھی راہ پر لے آنے سے ان کی جو قدر و منزلت ہو گی موجودہ وقت میں اُس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ جو محبت اور عزت ایک طالب حق کے دل میں اپنے مرشد کامل کی ہوتی ہے۔ وہ اس سے کم نہیں جو صحابہ کرامؓ کے دلوں میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پس اگر دنیا اور آخرت میں بھلائی چاہتے ہوں تو ضد، تکبر، خود پسندی اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر کسی اہل الذکر سے واسطہ قائم کریں۔ اور اُس کی بتائی ہوئی راہ پر خود بھی چلیں اور اپنے مقتدیوں کو بھی چلانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کو فلاح و کامیابی عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

دوسرا فرض جس سے موجودہ مسلمانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ وہ والدین کے ذمے ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو قرآنِ کریم کا کوئی عام فہم اردو ترجمہ بلا ناغہ پڑھنے کے لئے مجبور کریں۔ اگر پانچویں چھٹی جماعت کے طالب علم روزانہ چوتھائی یا آدھ پارہ یا کم از کم ایک رکوع صبح کو سکول جانے سے پہلے پڑھ لیا کریں۔ تو بالغ ہونے تک اُن کو قرآن کریم کے صحیح مطالب یاد ہو جائیں گے۔ اور وہ اس قابل ہو سکیں گے۔ کہ ہمارے [illegible] علما کی تقاریر سُن کر یہ معلوم کر سکیں۔ کہ آیا وہ قرآن کریم کے مطابق صحیح ہے یا نہیں۔ اس طرح وہ فرقہ بندیوں سے بچ کر صحیح راہ اختیار کر سکیں گے۔

اس مقام پر یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ تراجم میں سے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا فارسی ترجمہ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے اردو تراجم ایسے صحیح ہیں کہ ہر فرقے میں مقبول مانے گئے ہیں۔ چونکہ اُن کی اُردو سلیس نہیں۔ اس لئے "پیکو کا ترجمۂ قرآن موسومہ بہ مطالب القرآن" انہی تراجم کو پیشِ نظر رکھکر عام فہم اور سلیس اُردو زبان میں کروایا گیا ہے۔ اس لئے یہ باقی تمام موجودہ تراجم سے مفید ثابت ہوا ہے۔ اور ہر فرقہ کے علما نے اسے پسند کیا ہے۔

اُمید ہے۔ کہ وہ حضرات جن کے بچے اُردو لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ ہماری اس تجویز کے مطابق اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی کر کے اپنے ضروری فرض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کریں گے۔ جو یقیناً اُن کے لئے ثواب دارین کا باعث ہو گا۔

(ادارہ)

وابستۂ حقیقت

خداوند پاک پروردگار کی ذاتِ گرامی کو کماحقہٗ پہچاننا انسانی عقل و خرد سے دُور ہے۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے "مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ" اور اگر جاننا چاہتا ہے تو اپنے نفس کو پہچاننے کی کوشش کرے جس طرح فرمایا "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ" نورِ خداوندی ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہے اگر واقعی اس سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر پوری طرح عمل کریں۔ پھر نہیں احساس ہوگا کہ وہ تمہارے ساتھ ہے۔

نہیں اور کوئی ہے منتظِر[1] وہی خود ہے پردۂ راز میں — جسے تم سمجھتے ہو منتظَر[2] وہ چُھپا ہے شکلِ مجاز میں

کرے غور جو کہ حقیقتاً کوئی اپنی اصلِ حیات پر — تو عیاں اُسی سے ہو وہ حسیں، ہے تلاش جس کی نماز میں

جو شراب خانہ میں عشق کے پئے جاکے پیرِ مغاں[3] سے جام — پھر ہو ہمکنار وہ نازنیں تو مزا ہو راز و نیاز میں

یہ تمام قصۂ حُسن و عشق، ہیں اُسی کی فطرتِ ناز سے — وہی عشقِ غزنوی بن گیا جو نہاں تھا حُسنِ ایاز میں

کبھی جس نے دیکھا تھا طُور پر وہی آکے مُردے جلا گیا — ہُوا پھر عرب میں وہ جلوہ گر، تو مٹایا کفر حجاز میں

وہی نور شمس و قمر میں ہے جو عیاں ہے ریت کے ذرّوں سے — وہی ذکر دَیر و حرم میں ہے جو ہے مرغِ صبح کے ساز میں

ہے شجاعؔ بس وہی نازنیں جو جُدا[4] نہیں ہے کسی سے بھی

کہ بندھے ہوئے ہیں سبھوں کے دل[5] تو اسی کی زُلفِ دراز میں

شجاعت علیخاں شجاعؔ شاہجہانپوری

---

[1] منتظِر بمعنی انسان [2] منتظَر بمعنی رحمان [3] مرشدِ کامل [4] کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو ہر اُس چیز کا علم ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تین آدمیوں کا مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ضرور اُن کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور نہ پانچ آدمیوں کا مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ پھر وہ ان کو قیامت کے دن بتلائیگا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں بلاشبہ اللہ کو ہر ایک چیز کا علم ہے (سورۃ)

[5] مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں (یعنی قبضۂ قدرت) میں ہوتا ہے (الحدیث)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم باطن میں اپنے نانا امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ نیز اپنے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نسبت ہے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ یعنی میں ابوبکر صدیقؓ سے دو مرتبہ پیدا ہوا۔ ایک ولادت ظاہری کہ میری والدہ کے باپ قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ تھے۔ دوم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی میں نے انہی سے پایا ہے۔

حضرت امامؓ کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہا کرتے تھے۔ آپ سادات اہل بیت سے تھے۔ سلسلہ نسب آپ کا یہ ہے امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقرؓ بن امام زین العابدینؓ بن سید الشہداء حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی مرتضیٰؓ کرم اللہ وجہہ۔

امام ابوحنیفہؓ و امام یحییٰؓ بن سعید انصاریؓ و ابن جریحؓ و امام مالکؓ و محمد بن اسحٰقؓ و موسیٰ بن جعفرؓ و سفیان ثوریؓ و سفیان عیینہؓ آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمرو بن المقدام کا مقولہ ہے۔ کہ جس وقت حضرت امام جعفر صادقؓ کو دیکھتا ہوں فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں۔ آپ کے اخلاق حسینہ و فنون ظاہری تفسیر قرآن بلکہ جملہ علوم میں اسرار جلیلہ و اشارہ جمیلہ ہیں۔ آپ صاحب زہد و تقویٰ و ورع کامل تھے۔ شہوات و لذات سے نہایت مجتنب اور سراپا ادب تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں لوگوں کو افاضہ و افادہ فرماتے تھے۔ بعد ازاں آپ عراق تشریف لے گئے۔ اس جگہ مدت تک قیام فرمایا۔ مگر کبھی بھی امامت کے خواہاں نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کچھ نصیحت فرمایئے کہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ کہ بھلا آپ کو میری نصیحت کی کیا حاجت ہے تم خود زاہد زمانہ ہو۔ اُنہوں نے کہا آپ کی فضیلت تمام پر ثابت ہے۔ آپ کو واجب ہے کہ سب کو پند و نصیحت فرمادیں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ اے ابا سلمان مجھ کو خود اندیشہ ہے کہ قیامت کے دن میرے جد امجد مجھ سے فرمائیں کہ تو حق متابعت کیوں نہ بجا لایا۔ اے ابا سلمان یہ کام نسب پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ شائستہ رکھنے پر موقوف ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ بہت روئے۔ کہ جب ایسے شخص کا کہ جن کی معجون طینت نبوت سے ہو اور جس کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں بتول رضی اللہ عنہا ہو یہ حال ہے۔ تو داؤد بیچارہ کس حساب میں ہے۔

ایک روز آپ معہ اپنے خادموں کے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے آؤ آپس میں بیعت و اقرار کریں۔ کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع خلائق ہیں۔ فرمایا کہ مجھ کو اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر ان کے روبرو ہوں۔

ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی۔ اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔ عرض کیا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا اے سفیان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچاتا تاکہ عابد ہو۔ اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا راضی ہو تاکہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آ جائے۔ اپنے معاملہ میں ایسے آدمیوں سے مشورت کر کہ طاعت خدا خوب کرتے ہوں۔ پھر سفیان ثوریؒ نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے فرمایا اے سفیان جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو۔ اور ہیبت بلا حکومت ہو اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے۔ اور طاعت اختیار کرے۔ اور فرمایا جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ وہ سلامت نہیں رہتا۔ اور جو کوئی برے راستہ جاتا ہے اُسے اتہام لگتا ہے۔ اور اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا۔ وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے اُنس رکھتا ہے۔ اُسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے فرمایا بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے کیوں کہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے۔ اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک روز حضرت امام جعفر صادقؓ نے امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جو خیر اور شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے۔ فرمایا عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے۔ خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے۔ اور شر میں شر الشرین کو۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا درویش صابر کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے۔ اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں اور فرمایا عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ، توبہ ابتدا مقامات اور عبودیت انتہا مقامات اور درجات ہے

نقل ہے ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہو گئی تھی۔ اس نے حضرت امام سے ناواقفی میں کہا کہ تم نے لی ہے۔ آپ نے فرمایا کس قدر اشرفی تھی اس نے کہا کہ ایک ہزار اشرفی تھی۔ آپ اس کو اپنے گھر لے گئے۔ اور گن کر اسے ایک ہزار اشرفی دے دی۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس گیا وہاں اُس کو وہی تھیلی مل گئی۔ یہ شخص دوڑتا ہوا حضرت امامؓ کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ مجھ سے خطا ہوئی۔ مجھے اپنی تھیلی مل گئی ہے آپ اپنی اشرفیاں واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لے جاؤ۔ ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے اس شخص نے بعد میں دریافت کیا کہ یہ کون ہیں کسی نے کہا کہ یہ حضرت امام جعفر صادقؓ ہیں۔ وہ شرمندہ ہو کر چلا گیا

ایک مرتبہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادقؓ کو لاؤ کہ قتل کریں۔ وزیر نے کہا کہ انہوں نے گوشہ عبادت

اختیار کر رکھی ہے۔ ملک سے ہاتھ کو تاہ کر لیا ہے۔ اب ان کے قتل سے کیا فائدہ۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر نے ہر چند کہا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخر کار وزیر آپ کے بلانے کو گیا۔ اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے غلاموں سے کہدیا کہ جس وقت امام صادق آویں اور میں ٹوپی سر سے اتاردوں تم ان کو قتل کر ڈالنا۔ اسی اثنا میں حضرت امام جعفر صادق بھی تشریف لائے۔ اُن کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور مسند پر اُن کو بٹھایا۔ اور آپ باادب تمام آگے بیٹھا۔ اور عرض کیا کہ کیا حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ اور آپ تشریف لے گئے۔ فی الفور خلیفہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور کئی وقت اور کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے ایک اژدہا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا۔ اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا

نقل ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ بازار میں جاتے تھے۔ کیا دیکھا کہ ایک بڑھیا کے آگے ایک گائے پڑی ہوئی ہے اور وہ عورت مع اپنے بچوں کے روتی ہے۔ حضرت نے اس سے رونے کا سبب دریافت کیا۔ اس بڑھیا نے کہا کہ یہ ایک گائے تھی اس کے دودھ سے ہماری پرورش ہوتی تھی یہ مر گئی ہے۔ اب حیران ہیں کہ ہماری گذر کس طرح ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ کو یہ منظور ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے۔ اس عورت نے جواب دیا۔ کہ ہم پر تو یہ مصیبت پڑی ہے۔ اور تم ہنسی کرتے ہو آپ نے فرمایا اے بڑھیا میں ہنسی نہیں کرتا۔ اور پھر آپ نے ٹھوکر ماری کہ اُٹھ اللہ کے حکم سے گائے فی الفور اُٹھ کھڑی ہوئی اور آپ عام لوگوں میں جا ملے کہ کوئی شناخت نہ کرے۔ سبحان اللہ کیوں نہ ہو اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ کی یہی شان ہے اور یہ حدیث صادقہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ پر خوب صادق آئی۔ آپکے فضائل اور ارشادات بکثرت ہیں۔ اگر آپ کی کرامتیں اور مکاشفات مفصل لکھے جاویں۔ تو بہت طویل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسی پر اکتفا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرماوے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ میں سنہ [illegible]ھ میں پیدا ہوئے ۱۴۸ھ میں وفات پائی (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمْ

مذہبی تاریخی و ادبی کتب

ترجمان القرآن از تصنیف حضرت العلامہ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد۔ اب کسی انسان کے لئے جو اردو میں لکھی ہوئی عبارت پڑھ سکتا ہے۔ یہ عذر باقی نہیں رہا۔ کہ وہ قرآن کو اس حد تک نہیں سمجھ سکتا جس قدر قرآن چاہتا ہے۔ کہ ہر شخص اسے سمجھ لے۔ قیمت جلد اوّل (مجلد) سات روپے۔ جلد دوم [illegible]

عقائد اسلام اسلام میں عقائد کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہے کہ اعمال اسی وقت اعمال صالحہ کہلا سکتے ہیں۔ جب کہ عمل کرنے والے کے عقائد درست ہوں۔

چونکہ مسلمانان ہند کا ایک بڑا طبقہ اس سے بالکل ناواقف ہے۔ لہذا ضروری تھا کہ اردو زبان میں عقائد کی جس قدر کتابیں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ایسی کتاب منتخب کی جائے۔ جو عقائد اسلامیہ کو عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں لانے کے باوجود عام فہم اور روانی زبان کے لحاظ سے بہترین ہو۔ اس غرض کے لئے ہم نے "عقائد اسلام" مصنفہ مولانا عبدالحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی کو پسند کیا ہے۔ لہذا قارئین کرام سے پُرزور سفارش کی جاتی ہے کہ خود پڑھیں۔ اور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔ ہر گھر میں اس کے ایک نسخہ کا ہونا ضروری ہے۔ قیمت بے جلد عہ مجلد عہ

رہنمائے ابرار مصنفہ حضرت مولانا صوفی حاجی محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی مجددی کلکتوی۔ اس رسالہ میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو نہایت صحت و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فن تصوف میں یہ رسالہ نہایت مختصر و جامع ہے مبتدی اور منتہی دونوں اس کی رہنمائی میں منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں جب کہ ہر چہار طرف کفر و شرک کی زہریلی ہوائیں دہریت و الحاد کے جراثیم ملت اسلامیہ کے جسم میں نفوذ کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں رسالہ رہنمائے ابرار کا مطالعہ نہایت ہی مفید ہے۔ اس کے محاسن کا اندازہ اسی وقت بخوبی ہو سکتا ہے جب کہ اس کا مطالعہ کیا جائے۔ بلا خوف تردید آپ کہہ اٹھیں گے۔ کہ مصنف نے سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ اس کا سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۴۴۰۔ قیمت دو روپے (عہ)

سیرۃ النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، غزوات اور اخلاق و عادات کے متعلق بہت سے رطب و یابس واقعات تاریخ و سیر میں مذکور ہیں لیکن اس کتاب کی اصلی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں اس قسم کی تمام روایات سے قطع نظر کی گئی ہے۔ اور صرف وہ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جو قرآن [illegible] اور احادیث میں مذکور ہیں۔ اور جن کی صحت میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ تاریخ و سیر سے بھی وہ واقعات لئے گئے ہیں جن کی صحت اور روایت کمزور اور مشکوک نہ ہو۔ اس کے چار حصے ہیں۔ قیمت حصہ اول طبع دوم مجلد صہ۔ حصہ دوم مجلد للعہ۔ حصہ سوم مجلد لّے۔ حصہ چہارم مجلد عہ۔

زوال غازی امان اللہ خاں مسٹر عزیز ہندی کی تصنیف ہے آپ کے نام نامی سے بہت کم لوگ ہوں گے۔ جو ناواقف ہوں گے۔ آپ نے اپنی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ افغانستان میں گزارا ہے۔ انقلاب افغانستان سے پہلے اور عین اس وقت اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک کے آپ افغانستان میں رہے اور جو شاہی قیدی کی حیثیت سے آج تک نظر بند ہیں۔ یہ کتاب آپ ہی کی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ ضخامت ۵۶۴ صفحات۔ قیمت بلا جلد ہے

رحمۃ للعالمین مصنفہ علامہ عصر قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان مرحوم و مغفور، یہی وہ کتاب ہے جسے ہندوستان اور بیرون ہند میں وہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ کہ اور کسی کتاب کو نہیں ہوئی۔ یہی وہ کتاب ہے جسے اسلامی مدارس میں درساً درساً پڑھایا جاتا ہے۔ اور جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور دارالعلوم دیوبند غرضیکہ ہر اسلامی یونیورسٹی کے نصاب میں داخل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات پر اس سے جامع کتاب آج تک نہیں لکھی گئی۔ قیمت جلد اوّل عہ جلد دوم للعہ جلد سوم عہ

اسلام اور قومیت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ کی تصنیف لطیف ہے۔ مولانا نے اس کتاب میں اسلام اور نیشنلزم (اسلام اور قومیت) پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کا نام اس کتاب کی معنوی خوبیوں کی ضمانت کے لئے کافی ہے۔ قیمت ۱۲؍

ملنے کا پتہ: بیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ۔ لاہور

ادعیۂ قرآنی

از جناب پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بی۔اے (آنرز)

دعا کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ دعا کے لفظی معنی ہیں پکارنا اور اصطلاحی معنی میں دعا اس التجا یا التماس کو کہتے ہیں۔ جو بندہ اپنے اللہ سے کرتا ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو مخ العبادۃ فرمایا تو اس کی صحت و صداقت میں شک بھی کیا ہے۔ اگر خدا اور بندہ کے درمیان یہ تعلق نہ ہو تو پھر عبادت درکنار، مذہب کا وجود عبث اور بے کار ٹھہرے گا۔ کیونکہ ہم خدا کو اسی لئے تو مانتے ہیں کہ اپنی ضرورت کے وقت اُسے پکاریں۔

انسان کی فطرت کا مطالعہ کرنے سے بھی یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ کہ اس کی سرشت اس نہج پر ہوئی ہے۔ کہ جب وہ تکلیف میں ہوتا ہے تو بے اختیار خدا کو پکارتا ہے۔ اور یہ پکارنا دراصل اس کی فطری کیفیت کا اظہار ہے۔

قرآن مجید سے بڑھ کر انسانی فطرت کا نباض اور کون ہو سکتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کیسی خوبصورتی کے ساتھ انسان کی قلبی حالت کا نقشہ کھینچا ہے:۔

"قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝

(یعنی اے رسول! کہہ دیجئے کہ کون نجات دیتا ہے تم کو خشکی اور تری کے اندھیروں (مصیبتوں) سے (پکارتے ہو تم اس کو بڑی عاجزی کے ساتھ اور دل ہی دل میں) اور کہتے ہو کہ اگر وہ نجات دے ہم کو اس (مصیبت) سے تو ہم آئندہ اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی نجات دیتا ہے تم کو ان مصائب سے اور تمام تکالیف سے اس کے باوجود تم شرک کا ارتکاب کرتے ہو۔

چونکہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بنی نوع آدم کی طمانیت خاطر کیلئے قرآن مجید میں ان کو یہ مژدہ سنایا

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○

(یعنی اے رسول! جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں (تو ان سے کہہ دیجئے) کہ میں تو ان سے قریب ہوں اور جواب دیتا ہوں پکارنے والے کی پکار کا جب وہ مجھے پکارے پس لازم ہے کہ وہ ہمارا حکم مانیں اور ہم پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

چونکہ انسان کمزور ہے۔ وہ کبھی کبھی تکلیف کے وقت غیر اللہ کو بھی پکار بیٹھتا ہے۔ اور ایسا کرنا چونکہ منشائے الٰہی کے خلاف ہے اس لئے اللہ نے بندوں کو متنبہ فرما دیا ہے کہ بجز میرے غیر کو پکارنا موجب خسران ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ قف كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ط لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو کیونکہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ سوائے خدا کے اور جو کچھ بھی ہے سب فانی ہے حکومت اسی کی ہے۔ اور مرنے کے بعد تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اب ہم ذیل میں قرآن مجید کی تلقین کردہ مشہور دعائیں لفظی ترجمہ کے ساتھ ناظرین کے فائدے کے لئے درج کرتے ہیں۔

(۱) حضرت آدمؑ کی دعا برائے طلب مغفرت

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ○

اے رب ہمارے! بتحقیق ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو بلاشبہ ہم برباد ہو جائیں گے۔

(۲) حضرت ابراہیمؑ کی دعا برائے برکت رزق

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَّارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط

اے رب بنا دے اس شہر کو امن کی جگہ اور رزق دے یہاں کے باشندوں میں سے اس کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔

(۳) مخالفین کی ایذا سے محفوظ رہنے کی دعا۔

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ○ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○

اے رب ہمارے ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور انجام کار تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے رب ہمارے! ہم کو کافروں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق نہ بنا اور ہمارے گناہوں کو معاف کر۔ اے رب ہمارے بیشک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔

(۴) حضرت یونس کی دعا برائے طلب عافیت

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ

اے خدا تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں نے بلاشبہ

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے

(۵) حضرت موسٰیؑ کی دعا برائے طلب مغفرت

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

اے رب! مغفرت کر میری اور میرے بھائی کی اور ہم کو اپنی رحمت کے دامن میں پناہ دے اور بیشک تو بہت ہی زیادہ رحم کرنے والا ہے

(۶) مخالفین پر غالب آنے کی دعا

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

اے رب ہمارے! ہم کو دولت صبر سے مالا مال کر اور (مقابلہ کے وقت) ہم کو ثابت قدم رکھ اور جماعت منکرین پر ہمیں غلبہ عطا فرما

(۷) شرح صدر اور تبلیغی مہمات میں کامیابی کی دعا

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝ وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝

اے رب! میرا سینہ کھول دے (یعنی مجھ میں حوصلہ اور ہمت عطا کر) اور میرے جملہ امور متعلقہ کو میرے لئے آسان کر دے، اور میری زبان میں جو گرہ پڑی ہوئی ہے اس کو (بھی) کھول دے

(۸) طلب خیر و برکت کی دعائیں

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس دنیا میں بھی نیکیاں اور خوبیاں عطا کر اور آخرت میں بھی نیکیاں اور خوبیاں عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا

(۹) رحم و کرم اور دشمنوں پر غلبہ پانے کی دعا

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۝

اے رب ہمارے! مت مواخذہ کر ہم سے اگر ہم سے بھول چوک یا خطا ہو جائے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر ویسا بار نہ ڈال جیسا کہ تو نے اُن لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اے رب ہمارے! ہم پر اتنا بوجھ مت ڈال جس کے اُٹھانے کی ہمارے اندر طاقت نہ ہو، اور ہمارے گناہوں کو معاف کر، اور ہماری مغفرت کر، اور ہم پر رحم کر، تو ہمارا آقا ہے، منکرین کے مقابلے میں ہماری مدد کر

(۱۰) استقامت کی دعا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا

اے رب ہمارے! ہم کو ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں میں

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ -

بھی ہدایت کیجئو اور اپنی طرف سے ہمیں رحمت (کا انعام) عطا کر، تحقیق تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔ اے رب ہمارے! بے شک تو تمام لوگوں کو ایک دن اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے تو اس دن ہم پر مہربانی کی نظر کیجیو، بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا

(۱۱) طلب مغفرت اور حصول رحمت کی دعا

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اے رب ہمارے! ہم نے منادی کرنے والے کو سنا۔ جو ایمان کی منادی کرتا تھا۔ کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ پس ہم تجھ پر ایمان لائے۔ اے رب ہمارے! ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے۔ اور نکوکاروں کے ساتھ ہمیں اٹھائیو۔ اے رب ہمارے جو وعدہ تو نے رسولوں کی معرفت کئے ہیں۔ وہ ہمارے حق میں پورے کر اور ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کیجیو، بے شک اے خدا! تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

(۱۲) اخوت اسلامی کے استحکام کی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے رب ہمارے! گناہ معاف کر ہمارے اور ان بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ پیدا نہ ہو، جو ایمان لا چکے ہیں اے رب ہمارے! بیشک تو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

(۱۳) طلب توفیق اعمال حسنہ و اولاد صالح :-

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔ اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں، مجھے ایسے اعمال صالح بجا لانے کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو، اور میری اولاد کی اصلاح کر جو میرے لئے موجب راحت ہو۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔

(۱۴) طلب رزق کی دعا

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اے ہمارے رب اتار ہمارے واسطے آسمان سے رزق کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کیلئے عید یعنی وجہ مسرت قرار پائے اور ہمارے لئے تیری قدرت کی ایک نشانی ہو اور ہم کو روزی عطا کر اور تو سب سے اچھا روزی دینے والا ہے۔

(۱۵) حصول مراتب عالیہ کی دعا :-

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اے خدا تو اس دنیا کا مالک ہے جس کو چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے حکومت چھین لے تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے ہر طرح کی نیکی تیرے ہی قبضہ میں ہے تو شامل کرتا ہے رات کو دن میں اور تو ہی شامل کرتا ہے دن کو رات میں تو نکالتا ہے بیجان میں سے جاندار کو اور تو نکالتا ہے جاندار میں سے بے جان کو اور تو جسے چاہے بے حساب رزق دے۔

برکات شعبان المعظم

(از جناب مولوی سید عبدالرؤف صاحب ناظم کتب خانہ لدنیہ)

شعبان المعظم کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شعبان شھری و رمضان شھر اللہ ــــ شعبان میرا مہینہ ہے۔ اور رمضان اللہ تعالیٰ کا ہے

اس کا مفہوم ومطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ رمضان کے بعد سب سے افضل مہینہ شعبان کا مہینہ ہے۔ اور اسے وہ فضیلت حاصل ہے۔ جو رمضان کے سوا اور کسی مہینہ کو حاصل نہیں۔ جن کے قلوب وابصار پر کثرت معاصی اور شدت تغافل سے مہریں لگی ہوئی ہیں اور جو ختم اللہ علیٰ قلوبھم وابصارھم کے مصداق ہیں وہ نہ ہمارے مخاطب ہیں۔ اور نہ ہمیں ان سے کوئی غرض وسروکار ہے۔ لیکن جنھیں خدائے قدوس نے حساس دل عطا کیا ہے۔ اور اس دل میں مذہبی تڑپ موجود ہے۔ ان کے قلوب کو وجد میں لانے کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ مہینہ رسول کا مہینہ ہے۔ اور اسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مہینہ بتایا ہے۔

ہمیں گمراہی وضلالت کی گھاٹیوں سے نکلنے والے کفر وعصیان کی گہرائیوں سے باہر لانے والے ہمارے رنج وتکلیف سے تڑپ جانے والے جس مہینہ کو اپنا بتائیں اپنا کہیں اپنی ذات گرامی سے منسوب کریں اس کی عظمت وجلالت کی رعنائیوں کو کچھ وہی افراد سمجھ سکتے ہیں جن کے دل میں محبت کی چسک اور عشق کی آگ موجود ہو۔ رسول کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ اور آپکا اتباع قادر ذوالجلال کا اتباع ہے خوب سمجھ لیجئے کہ مسلمانوں پر جس طرح اللہ کی اطاعت [illegible] اسی طرح رسولؐ کی اطاعت بھی فرض ہے۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس مہینے کی فضیلت وعظمت کا اعتراف ہر مسلمان کے لئے اسی طرح واجب ہے جس طرح کہ رمضان کا اور جس طرح کہ رمضان کی عبادات کا بندوں کو اللہ کا محبوب بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح انسان شعبان کی عبادات سے سرور دوعالم کا محبوب بن جاتا ہے جو اللہ کی محبوبیت ہی کے مترادف ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ سے محبت کرنے والے شہنشاہ حقیقی کی محبت کے ثمر عمل سے محروم رہ جائیں۔

اللہ کی شان کریمی | جس مسلمان کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان باقی ہے ممکن نہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینہ کا احترام نہ کرے۔ اس کی فضیلت کی عظمتوں کو نہ سمجھے اور اس میں نوافل وعبادات کی سعادتوں سے محروم رہے بلکہ جب

بھی اُسے یہ خیال ہوگا کہ یہ مہینہ میرے سرکار کا مہینہ ہے۔ تو اس پر معاً ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجائے گی۔ وہ جھومنے لگے گا اور اس کا ذوق وشوق اور بڑھ جائے گا جن کے دل کی آنکھیں بند ہیں۔ ان کے لئے واقعی یہ حدیث ایک معمولی چیز ہے۔ لیکن سرشاران محبت اور اہل دل حضرات کے لئے تو اس کے مختصر اور بظاہر معمولی الفاظ سمند شوق کے لئے ایک مہمیز عمل سے کم نہیں آپ فرمایا کرتے تھے خذوا من العمل ما تطیقونه فان الله لا یمل حتی تملوا یعنی اس ماہ میں اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو۔ اور اپنی طاقت سے زیادہ عمل کی طرف قدم نہ بڑھاؤ کہ نباہ نہ سکو۔ اور تھک جاؤ مگر اللہ تعالےٰ وہ ہے جو بندوں کو عطا کرنے سے کبھی نہیں تھکتا کیسی بصیرت افروز کتنی دلربا اور کس قدر پیاری حدیث ہے۔

اس کے اندر اتنی کشش اتنی جاذبیت اور ایسی رعنائی ہے کہ بے ساختہ قربان ہوجانے کو دل مچلنے لگتا ہے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ سے محبت و بندہ پروری ٹپک رہی ہے۔ اور آقائیت کی شانِ کرم نمایاں ہے۔ تاکید عمل بھی ہے۔ اور ساتھ ہی خیال ہے کہ ضعیف بندے کہیں تھک نہ جائیں۔ ان پر بار نہ پڑ جائے۔ انہیں عبادت و عمل گراں نہ گذرنے لگے۔ کیونکہ اس سے ایک طرف تو انہیں تکلیف ہوگی۔ اور دوسری طرف یہ خیال بھی ہے۔ کہ ناگواری کا احساس کہیں ثواب سے محروم نہ کر دے۔ گویا نہ بندوں کی تکلیف گوارا ہے۔ اور نہ اجر و ثواب سے محرومی بعض لوگوں کو قدرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جتنا عمل ہوگا اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اور اسی لئے وہ تکلیف اُٹھا کر بھی عمل و عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو یہ منظور نہیں اس لئے انہیں اطمینان دلایا جا رہا ہے۔ کہ تم یہ نہ سمجھو کہ زیادہ عبادت کرنے پر ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب کچھ ہے اس کے یہاں کچھ کمی نہیں وہ نیت دیکھتا ہے۔ اگر تم اپنی نیت کے مطابق خلوص دل سے عبادت و عمل کرو گے تو وہ مزید ثواب بھی عطا کرے گا۔

عبادت حسب استطاعت ظاہر ہے کہ اگر عبادت میں طبیعت پر گرانی پیدا ہونے لگے اور اکتاہٹ پیدا ہوجائے۔ تو وہ کیفیت اور وہ وجدانیت باقی نہیں رہتی تھوڑی ہی عبادت ہو مگر ہو ذوق وشوق کے ساتھ پھر یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ بندہ جوش فدائیت و مذہبیت میں ہر طرف سے بے پرواہ ہوجاتا ہے۔ اور عبادات ہی کا ہو رہتا ہے۔ اس سے اس فدائیت پر بھی اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے دنیا کے کاروبار کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے بھی یہ ہدایت ہوئی۔ ہم سے پوچھئے تو ہم تو یہی کہیں گے کہ ذوق و محبت کی دو رکعت ان ہزار رکعت سے کہیں بہتر ہیں۔ جو بے کیفی کے ساتھ صرف خانہ پری اور تعداد و مقدار بڑھانے کے لئے پڑھی جائیں۔

الغرض رسول امینؐ نے اس حدیث میں مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ عمل ضرور کرو۔ عبادت بھی کرو۔ اللہ کے سامنے جھکو بھی مگر اپنی استطاعت و قدرت سے زیادہ عمل نہ کرو بندے تو تھک جاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکتا سب سے اہم امر یہ

ہے کہ وہ کام کیا جائے جو نبھ سکے۔ ایک کام نہ نبھا تا اور چھوڑ دینا گناہ نہ بھی سہی تو بھی عمل و عبادت کی گونہ توہین تو ہے ہی مسلمان کو یہ حدیث غور سے پڑھنی چاہیئے بار بار پڑھنی چاہیئے۔ اور اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے عمل کم ہو تھوڑا ہو مگر توا تر کے ساتھ دل بہ ساتھ ہو۔ کیفیت و ذوق کے ساتھ ہو تو وہ اس بہت سے عمل سے یقیناً بہتر ہے جو نبا ہا نہ جا سکے۔ اور نبا ہا بھی جائے تو اس میں آ کا رنگ باقی نہ رہے۔ یا بے کیفی کے ساتھ ہو۔

عبادات نبویؐ کی شان | فرض کیجیے شعبان کا مہینہ ہے۔ گرمی شدت کے ساتھ پڑ رہی ہے۔ یا جسم میں طاقت نہیں یا مصروفیاتِ معاش اتنی زیادہ ہیں۔ کہ جسم کو چکنا چور کر دیتی ہیں۔ تو کوئی ضرورت نہیں کہ بیس پچیس ہی روزے رکھے جائیں۔ پوری پوری راتیں عبادات و نوافل کی نذر کر دی جائیں۔ پندرہ رکھو۔ بارہ رکھو۔ پانچ رکھو۔ تین رکھو ممکن نہ ہو تو ایک ضرور رکھو۔ کہ اس بلند منزلہ ماہ کی برکتوں اور سعادتوں میں تمہارا بھی حصہ ہو جائے۔ اگر اس ماہ میں زیادہ عبادات نہ کر سکو تو کم از کم پندرھویں شب تو ضرور ہی نوافل کے لئے معین و مقرر کر لو گراں گذرنے لگے تو نصف شب تک تو ضرور ہی مصروف رہو کہ یہ بڑی سعادت ہے۔

بلاشبہ یہ روزے اور یہ عبادات فرض نہیں۔ لازمی نہیں مگر محبت نبویؐ اور وارفتگی شوق کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ کم از کم پندرھویں شب کی سعادتوں میں ضرور ہی شمولیت کی جائے۔ کہ تقاضائے غیرت و محبت یہی ہے۔ ہمارے رسولِ کریمؐ کی تو حالت تھی کہ آپؐ شعبان میں بکثرت روزے رکھتے تھے۔ اکثر پوری پوری راتیں عبادت اور یادِ الٰہی میں گذار دیتے تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ کی عادت تھی۔ کہ آپ نفلی روزے بکثرت رکھا کرتے تھے۔ اور جب آپ روزے رکھنے شروع کر دیتے تھے۔ تو خیال ہوتا تھا کہ اب آپ زندگی بھر روزے ہی رکھتے چلے جائیں گے۔ اور جب آپ چھوڑ دیتے تھے۔ تو یہ محسوس ہونے لگتا تھا۔ کہ اب آپؐ نے روزے رکھنے ہی ترک کر دیئے ہیں۔ رمضان میں سب کے سب روزے رکھتے تھے۔ اور شعبان میں بکثرت رکھتے تھے۔

شب برات کی عظمت و منزلت | سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ رجب اور رمضان کے مابین ایک مبارک مہینہ ہے۔ جس کی فضیلت و بلندی اور عظمت و تقدیس سے بندے بے خبر ہیں۔ یہ مہینہ شعبان کا مہینہ ہے۔ اس میں بندوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میں مناسب و بہتر سمجھتا ہوں۔ کہ جب میرے اعمال اللہ جل شانہٗ کے سامنے پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

شب برات کی یہ عظمت و فضیلت کتنی اہم اور کتنی بلند ہے۔ کہ اس شب میں خالق ارض و سما سب سے نچلے آسمان پر نزول اجلال فرماتا ہے۔ اسی شب میں اس کے سامنے دنیا والوں کے اعمال نامے پیش ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس سال تک پیدا ہونے والے اور مرنے والوں کی فہرستیں بھی پیش ہو جاتی ہیں۔ رزق تقسیم ہوتا ہے۔ مغفرت کی بشارتیں ملتی ہیں۔ امن و

عافیت کی دولت لٹائی جاتی ہے۔ اور بندوں سے خطاب ہوتا ہے کہ الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلی فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر۔ میرے بندوں میں کوئی ہے۔ بخشش و مغفرت کا طلبگار کہ میں اسے بخش دوں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا کہ میں اُسے رزق عطا کردوں۔ اور ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اُسے عافیت و صحت مرحمت کردوں۔ اللہ تعالیٰ صبح تک یونہی اپنے بندوں کو مخاطب کرتا رہتا ہے۔

کتنی غیرت و بے حسی کا مقام ہے۔ کہ آقائے حقیقی تو رات بھر بندوں کو بخشش و عطا کے لئے پکارتے رہیں۔ مانگنے والوں کو ڈھونڈتا رہے۔ طلب کرنے والوں کے انتظار میں رہے۔ اور ہم ہوں کہ اپنے بستروں پر پڑے خواب خرگوش میں خراٹے لیتے رہیں۔ کیا بندگی کی شان یہی ہے۔ کہ آقا پکار رہا ہو۔ آواز دے رہا ہو۔ بلا رہا ہو۔ دینے کے لئے۔ بخشنے کے لئے۔ نوازنے کے لئے اور ہمیں پرواہ بھی نہ ہو۔ آج اگر حضور نظام رات کے سینما میں آجائیں۔ اور وہ اسی طرح پکارنا اور لٹانا شروع کریں۔ تو دہلی والے ایک شب کیا سو راتوں کی نیند خراب کردیں۔ اور ہر طرف کے مسلمان اُس طرف دیوانہ وار دوڑتے اور جاتے نظر آئیں اس لئے کہ انہیں اس کا حتمی یقین ہوگا۔ اور وہ سو جتن کرکے اور ہزار تکلیف و مصائب اُٹھا کر بھی وہاں پہنچیں گے۔

شب برات یا شب مسرت لیکن اللہ کی پکار سننے والے ہزاروں میں نہیں۔ لاکھوں میں چند ہی نکلتے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثرتِ گناہ اور شدت معاصی سے قلب سیاہ ہوگئے ہیں۔ اور طائر ایمان آشیانہ قلب کو چھوڑ کر اُڑ گیا۔ غیب کی باتوں پر ایقان ایمان والوں کا کام ہے۔ ایمان ہوتا اور اس میں قوت و قدرت باقی ہوتی تو مسلمانوں کو اس کا یقین بھی فوراً آجاتا اور وہ کم از کم اس رات میں تو سونے کا نام بھی نہ لیتے اور اللہ کی پکار پر دوڑتے اور اس کی عطا و بخشش سے بہرہ مند ہونے کی سعی کرتے لیکن حقیقت پوچھئے تو اب ایمان کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ یہ چیزیں کسی کے نزدیک اب کوئی یقینی صورت نہیں رکھتی یا پھر یہ ہے کہ ایمانوں میں اتنی قوت ہی نہیں رہی۔ کہ وہ اِن سے کوئی کام لے سکیں۔ سب کچھ جانتے سمجھتے اور یقین کرتے ہوئے شب برات کی فائز المرامیوں سے بہرہ اندوز ہونے کی سعی نہ کرنے کے معنی اس کے سوا اور ہو ہی کیا سکتے ہیں۔ جب ایمان قوی تھے۔ تو دنیائے اسلام میں یہ رات ایک امتیازی شان کی حامل تھی۔

"شب برات" کا نام تو سنتے ہو۔ اور بچہ بچہ اسے جانتا اور سمجھتا ہے۔ شب برات نام اس لئے نہیں پڑا کہ اس شب میں خوب حلوے پکتے اور آتشبازیاں چھوٹتی ہیں۔ یہ اس لئے ایک خوشی کی رات مشہور ہوگئی۔ بلکہ اس لئے کہ اس شب میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت و رزق اور عافیت و صحت بکثرت تقسیم ہوتی تھی۔ اور مسلمانوں کو اس کا حتمی یقین تھا۔ وہ اس پر خوشیاں مناتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیائے اسلام میں شب برات مشہور ہوگیا۔ اور ہے بھی یہ رات واقعی شب برات جس شب میں بندے اللہ کی تقسیم نعائم سے بہرہ اندوز ہوں۔ اور دینے والا انہیں پکار پکار کر اور بلا بلا کر دے تو اس سے زیادہ

اور کونسی وہ خوشی ہے۔ جس کا انسان نام بتا سکتا ہے۔ نہ اس سے زیادہ فی الواقع کوئی خوشی اور نہ فی الحقیقت کوئی خوش قسمتی کاش مسلمان اسے سمجھیں بیدار ہوں اور آنکھیں کھولیں کہ بہت سو چکے بہت مدہوش رہے اور بہت کھو چکے اب بیدار ہوں۔ اور اپنے سنبھلنے کا سامان مہیا کریں۔ اور کھوئے ہوئے کو دوبارہ حاصل کریں۔

شعبان کی پندرھویں شب | حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ ینزل اللہ تعالیٰ الیٰ سماء الدنیا لیلۃ النصف من الشعبان فیغفر لکل الا رجل مشرک او قبلہ شحنا یعنی شعبان کی پندرھویں شب میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اپنی خاص توجہ مبذول کرتا ہے۔ اور مشرک و کینہ ور کے سوا اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں۔ کہ شعبان کی پندرھویں شب کا مرتبہ شب قدر کے بعد تمام راتوں سے بلند و افضل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب عالم لاہوت کے انتظامات ہیں۔ جو بندوں کی بہتری و مغفرت کے لئے قائم ہیں۔ اور ہم سے پوچھئے تو یہ سب کچھ خلاق کریم کی بندہ نوازیاں کے مظاہر جلیل ہیں۔ وہ نہایت مہربان و کریم آقا ہے۔ جانتا ہے کہ میرے بندے ظلوم و جہول ہونے کے ساتھ ضعیف الخلقت بھی ہیں۔ غریبوں کے پیچھے نفس و شیطان لگا ہوا ہے بہ آسانی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان سے اگر حساب لیا جائے۔ بازپرس کی جائے۔ اور اسی حالت میں اُٹھا لیا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ بہت کم جنت کے اہل نکلیں۔ اس لئے وہ مغفرت کے بہانے تلاش کرتا رہتا ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ وہ "قاہر و جبار" سب کچھ سہی مگر اس کی رحمت و رافت بہت وسیع ہے۔ وہ اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اُن کی ذرہ برابر بھی تکلیف بھی اُٹھا نہیں واللّٰہ رؤف بالعباد اسی لئے اس نے ہمیں یہ دو راتیں (شب قدر شب برات) ایسی عطا کر دی ہیں۔ کہ بندے ذرہ بھی توجہ کریں۔ تو وہ اپنے سال بھر کے تمام گناہ ان میں بخشوا سکتے ہیں۔ ایک لیک رات کی عبادت ہزار ہزار راتوں کی عبادت کے برابر ہے۔ یہ اس کی کریمی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو ان راتوں کی عبادت پر بشرطیکہ بندہ بندہ بن کر اپنے آقائے حقیقی کے سامنے گڑگڑاتے اور معافی چاہے۔ وہ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور دوسری طرف ہزار ہزار راتوں کی عبادت کا ثواب عطا کر دیتا ہے۔ یہ اسی کی شان کرم ہے۔ اور اسی کی بندہ نوازی اور کون اس خصوص میں سامنے نکل سکتا ہے پھر بھی بندے نہ سمجھیں اور شب برات میں عبادات و نوافل کے بجائے لغویات و معاصی میں مبتلا ہیں۔ تو اس کا تو کوئی مداوا ہی نہیں۔ کاش مسلمان اس کی اہمیت سمجھیں۔ اور اس متبرک مہینہ کی منزلت و اہمیت پر غور کریں۔

خوش نصیب ہیں وہ افراد جنہیں اس شب میں عبادات استغفار کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔

قلب و روح کی پاکیزگی و صفائی | ہم نے اپنے مضامین میں اس امر پر مسلسل زور دیا ہے۔ اور دیتے رہتے ہیں کہ انسان

کو سب سے پہلے اپنی اندرونی صفائی اور باطنی تزکیہ پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔ مسلمان ظاہری صفائی کا تو بہت اہتمام کرتے ہیں نہاتے ہیں وضو کرتے ہیں۔ پاک کپڑے پہنتے ہیں۔ اور اِن پر ایک چھینٹ بھی نہیں پڑنے دیتے۔ لیکن باطنی صفائی اور پاکیزگی قلب و روح کی طرف اِن کا خیال بھی منتقل نہیں ہوتا۔ اور کسی کا نہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر والبغی نماز بے حیائیوں برائیوں اور بدامنیوں سے روکتی ہے۔ مگر مشاہدہ ہے۔ کہ نہیں روکتی اللہ تعالیٰ کا کلام تو غلط ہو نہیں سکتا خرابی در حقیقت ہمارے ہی اندر کوئی ہے۔ ہماری نماز نماز ہی نہیں رہی۔ جو ہمیں برائیوں سے سد کرے ہم نے غلطی سے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ گندگیاں اور غلاظتیں یہی ہیں جو ہمیں آنکھوں سے نظر آتی ہیں۔ اور "مطہرین" وہی ہیں جن کے جسم و لباس پاک و صاف ہوں۔ ایک چھینٹ بھی جسم پر پڑ جاتی ہے۔ تو کئی کئی بار دھوتے اور پاک کرتے ہیں

لیکن روح و قلب کی غلاظتوں سے بچنے کی فکر ہزار میں کیا لاکھ میں بھی کوئی نہیں کرتا۔ کپڑوں میں غلاظت بھی ہو تو کون نماز پڑھنے کھڑا ہو گا۔ سب جانتے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی۔ لیکن دل کی غلاظت کی بھی کسی کو پرواہ ہے۔ ہم گندی روح اور غلیظ قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے نہ نماز کامل ہوتی ہے اور نہ اس میں کوئی لطف حاصل ہوتا ہے۔ نماز پڑھئے تو پابندی شرائط اور پاکی کے ساتھ پڑھیئے۔ مسلمان بھی ایک حد تک بے قصور ہیں۔ سب جسمانی صفائی پر زور دیتے چلے آئے ہیں۔ کوئی یہ نہیں بتاتا کہ جھوٹ، شرک۔ حسد۔ کینہ۔ غیبت۔ بہتان۔ عداوت اور افترا۔ روح و قلب کی غلاظتیں ہیں جو ظاہری غلاظتوں سے زیادہ ناپاک ہیں۔ اب اگر کوئی ان متعفن غلاظتوں کو سینے میں لے کر اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے۔ تو اس پر پھٹکار پڑے گی۔ یا وہ ذات قدسی اسے گلے لگائے گی۔

کسی دنیوی دربار میں بھی کسی غلیظ انسان کو بار مل سکتا ہے؟ نہیں مل سکتا اور یقیناً نہیں مل سکتا۔ تو اللہ کے دربار میں کیوں کر مل سکتا ہے۔ نماز کامل نہیں ہوتی۔ اور نہ ہم برائیوں سے رکتے ہیں۔ البتہ اگر ہم ظاہری و باطنی پاکیزگی کے ساتھ نماز ادا کریں۔ تو قبول ہونا تو ایک طرف اس میں وہ کیف و سرشاری حاصل ہو کہ پھر دنیا کے تمام لذائذ و نعائم ہیچ ہو جائیں۔ آپ آزما کیجئے کہ اس مرتبہ اپنے قلب و سینہ کو تمام کینوں، حسدوں، عداوتوں اور اسی قسم کی تمام کدورتوں اور غلاظتوں سے صاف کر کے اور خلوص دل سے توبہ کر کے شب برات میں نماز کے لئے کھڑے ہو جائیے پھر دیکھئے کہ کیا لطف آتا ہے کیسی لذت ملتی ہے۔ بس ہماری ناچیز استدعا یہ صرف ایک مرتبہ اس کا تجربہ کر لیجئے پھر آپ انشاءاللہ تعالیٰ خود ہی سمجھ لیں گے۔ خود ہی دیکھ لیں گے۔ وہ سرشاری طاری ہوگی کہ پکار اٹھیں گے کہ ع

دل من داند و من دانم و داند دل من

فرقہ بندی کی ممانعت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ایسی تیار کی تھی جو آپ کے بتائے ہوئے طریق پر قرآن کریم کے مفہوم کو سمجھتی اس پر ایمان لاتی اور اسی کے مطابق عمل کرتی تھی۔ یہ وہ جماعت تھی جس میں امیر و غریب تاجر و ملازم سرمایہ دار و مزدور، فقیر و مسکین، صنعت و زراعت پیشہ سب قسم کے لوگ شامل تھے۔ اور اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب و سنت پر پوری طرح عامل تھے۔ اگر ان میں کبھی کسی قسم کا اختلاف رائے ہو جاتا۔ تو وہ حضور علیہ السلام سے دریافت کر کے مختلف فیہ مسائل کو حل کر لیتے اور پھر صحیح راستہ پر قائم رہتے تھے۔ اس جماعت میں کوئی اصولی اختلاف اور تفرقہ ہرگز نہ تھا۔

چونکہ قرآن کریم فرقہ بندی سے روکتا۔ اور جماعت بن کر رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم سے انکار کرنے والوں کو اس جماعت سے خارج قرار دیتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ان تمام اصولی باتوں کا بیان کر دیا گیا ہے جن کا قیامت تک آنے والے تمام بنی نوع انسان کو اپنی زندگی کے دوران میں کسی نہ کسی طرح واسطہ پڑ سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی کی جماعت کو ان تمام اصولوں پر عمل کروا کر ایک ایسی مثال قائم کر دی جو رہتی دنیا تک ہر شخص کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات میں رہنمائی کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضور علیہ السلام نے ہر قسم کے دینی و دنیاوی امور کو تمام ان مختلف طریقوں سے جو صحیح ہیں حتی الوسع خود کر کے دکھایا۔ یا بتا کر لوگوں سے کروایا۔ جو کچھ آپ نے اپنی تمام زندگی میں کر کے دکھایا۔ یا لوگوں سے کروایا۔ اسے سنت کہتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی کی وہ جماعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عامل تھی۔ اور آئندہ ان کی صحیح طور پر پیروی کرنے والی جماعت کو اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو اس جماعت سے علیحدہ ہو کر نیا طریق اختیار کرنے اور اپنا ایک علیحدہ فرقہ یا جماعت بنانے کی ممانعت فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور دھیان رکھو کہ تمہاری موت صرف اسی حالت میں آئے کہ تم اس کے فرماں بردار ہو۔ اور سب کے سب اللہ کی رسی (یعنی قرآن کریم اور شریعت اسلامیہ) کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور فرقہ بندیوں سے بچو۔ اور اللہ کے تم پر جو انعامات ہیں انہیں یاد کرو۔ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی۔ اور تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم دوزخ کی آگ کے گڑھے

کے کنارے پر کھڑے تھے۔ پس اللہ نے تمہیں اس حالت سے نکال لیا۔ اسی لئے اللہ اپنے کلام کو تمہارے لئے واضح کرتا

ہے۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ ۳/۱۰۳

اس کے بعد ایک گروہ کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کو صحیح راستہ دکھا کر فرقہ بندیوں سے بچائے رکھے۔ اور کتاب وسنت کے اس مفہوم کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو سمجھایا تھا۔ واضح کر کے اسی ایک جماعت میں شامل رکھنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ فرقہ بندی یعنی اس جماعت سے علیحدہ ہو کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا انسان کو دوزخ میں لے جائے گا چنانچہ فرمایا ہے:۔

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہئیے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اچھے کاموں کا حکم دے اور برائی سے باز

رکھے۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے جو کامیاب رہیں گے ۳/۱۰۴

یہ علمائے حق عالم باعمل یعنی اولیاء اللہ کی جماعت ہے جن کی صحبت سے انسان نیک کاموں کی طرف مائل ہو۔ اور برائیوں سے باز رہے چونکہ جماعت سے علیحدگی اختیار کرنے کی سزا بہت سخت ہے۔ اس لئے تاکیداً دوبارہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اور تم ان لوگوں کی مانند نہ ہو جانا۔ جو فرقے بناتے اور واضح احکام پا چکنے کے بعد بھی ایک دوسرے سے اختلاف روا

رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو اس دن سخت عذاب دیا جائے گا۔ جس روز کئی چہرے نورانی ہونگے۔ اور کئی سیاہ پڑجائیں گے

بس وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ پڑجائیں گے (ان سے پوچھا جائے گا) کہ کیا تم نے ہی ایمان لا چکنے کے بعد کفر اختیار

کیا تھا۔ پس اپنے کفر کی وجہ سے عذاب کا مزہ چکھو۔ لیکن وہ لوگ جن کے چہرے نورانی ہوں گے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہوگی اور

وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے ۳/۱۰۷

اگرچہ قرآن کریم میں اس مضمون کی بے شمار آیات موجود ہیں۔ مگر ایک سمجھدار انسان کے لئے مذکورہ بالا صاف اور صریح احکام کے بعد کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ باوجود ایسے کھلے حکم موجود ہونے کے مسلمانوں میں فرقہ بندی بکثرت رائج ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی کے لئے بطور پیشگوئی صاف لفظوں میں فرما دیا تھا کہ:۔

عنقریب میری امت میں بہتّر فرقے ہو جائیں گے۔ اور سب کے سب دوزخی ہوں گے۔ مگر ایک فرقہ دوزخی نہ ہوگا

صحابہ کرامؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ کونسا فرقہ ہے۔ آپ نے فرمایا جو میرے طریق اور میرے اصحابؓ کے طریق پر ہوگا۔

اس کے علاوہ آپ نے اپنی جماعت میں شامل رہنے کے فضائل بیان فرماتے ہوئے اپنی امت کے لوگوں کو مختلف طریق سے سمجھایا ہے کہ جن باتوں میں قرآن کریم اور احادیث سے واضح احکام نہ ملیں۔ ان میں تم اس بات پر عمل کرو۔ جس پر میری جماعت کا اجماع ہو چنانچہ

چند ایک احادیث کا مضمون درج ذیل ہے۔

اور میرے اصحاب کی مثال ستاروں کی مانند ہے۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے۔ ہدایت پا جاؤ گے۔ الخ

حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام میں سے کوئی فرد بھی (نعوذ باللہ) گمراہی پر نہ تھا۔ بلکہ سب کے سب راہ راست پر تھے۔

۲۔ "اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی پر متفق نہ ہوگی" (ترمذی)

(واضح رہے۔ کہ یہاں اُمت سے مراد وہ جماعت ہے جو کتاب و سُنت پر پوری پوری عامل ہو۔ وہ لوگ جو کسی اختلاف کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں۔ وہ امت میں شامل نہیں۔

۳۔ "اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو شخص جماعت سے نکلا وہ اکیلا جہنم میں داخل کیا جائے گا" (ترمذی)

۴۔ "بڑے گروہ کی تابعداری کرو" (ابن ماجہ) یعنی میری اُمت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔ کیونکہ اس اُمت کی جماعت کثیر گمراہ نہ ہوگی)

متذکرہ بالا قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت کا گروہ ہی نجات پانے والا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ فی زمانہ مسلمانوں کا ہر فرقہ اور ہر جماعت اپنے آپ کو ہی اس نجات یافتہ گروہ میں شامل سمجھتی اور باقی تمام جماعتوں کو گمراہ قرار دیتی ہے۔ مگر قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں کونسا فرقہ حق پر ہے۔ اور کون سے فرقے ایسے ہیں۔ جو اعتقاد و عمل کی بنا پر اسلام سے خارج ہونے کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اور جب تک یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ جماعت کے مطابق اعتقاد و عمل میں متفق ہو کر اسی جماعت میں شامل نہ ہو جائیں۔ اور ہر معاملے میں عملاً اس فرقے سے اتحاد کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات پانے والے قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

واضح رہے۔ کہ قرآن کریم کی بعض آیات کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والا اگر اپنے آپ کو مومن سمجھے۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ یہودیوں میں سے تورات کی بعض باتوں کو ماننے اور بعض سے انکار کرنے والوں کی مذمت کا ذکر قرآن کریم میں اس لئے آیا ہے۔ کہ بعد میں آنے والے مسلمان بھی قرآن کریم کی بعض آیات سے انکار نہ کر بیٹھیں۔ ورنہ وہ بھی اُسی سزا کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

کیا تم کتاب الٰہی کے بعض حصوں کو مانتے ہو۔ اور بعض سے انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے۔ اُس کی سزا دنیاوی زندگی میں سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ۲/۸۵

اب اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں کے موجودہ تمام فرقوں یا اُن کے افراد میں اکثر باتیں ایسی ہیں۔ جن سے قرآنی آیات کا صریح انکار واضح ہوتا ہے۔ ہمارا ارادہ کسی کی مخالفت کرنے کا نہیں۔ مگر یہاں مختصر طور پر چند ایسے فرقوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو دیدہ دانستہ یا لاعلمی کی وجہ سے قرآن کریم کی بعض آیتوں سے صاف طور پر منکر ہیں۔ اس اظہار سے ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ عوام الناس خود قرآن کریم کا مطالعہ کر کے صحیح و غلط فرقہ میں تمیز کر سکیں۔ اور وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جو قرآن کریم کے صریح مخالف ہو۔ اور کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ قیامت کے دن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن کے متعلق بدیں طور شکایت کرنی پڑے گی :-

"اے میرے رب! میری قوم نے اِس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا" ۲۵/۳۰

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا ایک فرقہ صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ پر غصب خلافت کا الزام لگا کر اُن کو نعوذ باللہ بُرا بھلا کہتا اور گالیاں نکالتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم سب سے پہلے ایمان والوں اُن کی مدد کرنے والوں اور صحیح معنوں میں اُن کی پیروی کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے :-

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے پہلے لوگوں اور بطریق احسن اُن کی پیروی کرنے والوں سے اللہ خوش ہوگیا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہوگئے۔ اور اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ وہ وہاں تاابد رہیں گے۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے ۹/۱۰۰

وہ حدیث جو اُوپر گزر چکی ہے جس میں صحابہ کرامؓ کو ستاروں کی مانند کہا گیا ہے۔ اس آیت کے عین مطابق ہے چنانچہ اس آیت قرآنی اور اُن تمام احادیث پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے فضائل میں بیان فرمائی ہیں۔ ایمان لاتے ہوئے قرآن کریم کے بیشتر حصہ میں اُن ایمان والوں کی تعریف مذکور ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت میں شامل تھے۔ پس اُن کے حق میں بدگمانی کرنا قرآن کریم اور احادیث سے انکار ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والے اگر اپنے آپ کو صحابہ کرام کی پیروی کرنے والی جماعت میں شمار کریں اور اپنی جماعت کو ناجی فرقہ قرار دیں۔ تو یہ اُن کی غلطی ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو اس فرقے کے افراد کو برحق تسلیم کریں۔ وہ بھی قرآنی آیات کے منکر شمار کئے جا سکتے ہیں۔

اِسی طرح قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے۔ اور اس کی تشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں مختلف احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور میری اُمت تمام اُمتوں سے آخری اُمت ہے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کا ایک فریق خود ساختہ نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مومن سمجھنا صریح گمراہی ہے۔

موجودہ زمانے میں ایک فرقہ ایسا ہے۔ جو ضرورتِ احادیث سے منکر ہے۔ اور بزرگانِ دین کے تمام طریقے چھوڑ کر اور صرف قرآن کریم سے خود ہی تمام مسائل کو استنباط کرنا چاہتا ہے۔ اس فریق کا ہر شخص قرآن کریم کے معانی اپنی رائے سے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے پڑھے لکھے فرد کا ایک علیحدہ ہی فرقہ ہے۔ صرف ایک اصول میں کہ حدیث کی ضرورت نہیں ہمیں قرآن کریم ہی کافی ہے۔ یہ سب لوگ متفق ہو جاتے ہیں

حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی فرد بھی (نعوذ باللہ) گمراہی پر نہ تھا بلکہ سب کے سب راہ راست پر تھے)

۲۔ "اُمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم گمراہی پر متفق نہ ہوگی" (ترمذی)

(واضح رہے کہ یہاں اُمت سے مراد وہ جماعت ہے جو کتاب و سُنت پر پوری پوری عامل ہو۔ وہ لوگ جو کسی اختلاف کی وجہ سے اہل سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں۔ وہ امت میں شامل نہیں۔

۳۔ "اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو شخص جماعت سے نکلا وہ اکیلا جہنم میں داخل کیا جائے گا۔" (ترمذی)

۴۔ "بڑے گروہ کی تابعداری کرو" (ابن ماجہ) یعنی میری اُمت میں جس مسئلہ میں بہت سے لوگ ایک طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔ کیونکہ اس اُمت کی جماعت کثیر گمراہ نہ ہوگی)

متذکرہ بالا قرآنی آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت کا گروہ ہی نجات پانے والا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ فی زمانہ مسلمانوں کا ہر فرقہ اور ہر جماعت اپنے آپ کو ہی اس نجات یافتہ گروہ میں شامل سمجھتی اور باقی تمام جماعتوں کو گمراہ قرار دیتی ہے۔ مگر قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں کونسا فرقہ حق پر ہے۔ اور کون سے فرقے ایسے ہیں۔ جو اعتقاد و عمل کی بنا پر اسلام سے خارج ہونے کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اور جب تک یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ جماعت کے مطابق اعتقاد و عمل میں متفق ہو کر ہی جماعت میں شامل نہ ہو جائیں۔ اور ہر معاملے میں عملاً اس فرقے سے اتحاد کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات پانے والے قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

واضح رہے۔ کہ قرآن کریم کی بعض آیات کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والا اگر اپنے آپ کو مومن سمجھے۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ یہودیوں میں سے تورات کی بعض باتوں کو ماننے اور بعض سے انکار کرنے والوں کی مذمت کا ذکر قرآن کریم میں اس لئے آیا ہے۔ کہ بعد میں آنے والے مسلمان بھی قرآن کریم کی بعض آیات سے انکار نہ کر بیٹھیں۔ ورنہ وہ بھی اُسی سزا کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

> کیا تم کتاب الہی کے بعض حصوں کو مانتے ہو۔ اور بعض سے انکار کرتے ہو۔ پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے۔ اُس کی سزا دنیاوی زندگی میں سوائے ذلت و رسوائی کے اور کچھ نہیں اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ۲/۸۵

اب اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو مسلمانوں کے موجودہ تمام فرقوں یا اُن کے افراد میں اکثر باتیں ایسی ہیں۔ جن سے قرآنی آیات کا صریح انکار واضح ہوتا ہے۔ ہمارا ارادہ کسی کی مخالفت کرنے کا نہیں۔ مگر یہاں مختصر طور پر چند ایسے فرقوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو دیدہ دانستہ یا لاعلمی کی وجہ سے قرآن کریم کی بعض آیتوں سے صاف طور پر منکر ہیں۔ اس اظہار سے ہماری غرض صرف یہ ہے۔ کہ عوام الناس خود قرآن کریم کا مطالعہ کر کے صحیح و غلط فرقہ میں تمیز کر سکیں۔ اور وہ راہ اختیار نہ کریں۔ جو قرآن کریم کے صریح مخالف ہو۔ اور کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ قیامت کے دن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن کے متعلق بدیں طور شکایت کرنی پڑے کہ :-

"اے میرے رب! میری قوم نے اِس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا" ۲۵/۳۰

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا ایک فرقہ صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدینؓ پر غصب خلافت کا الزام لگا کر اُن کو نعوذ باللہ بُرا بھلا کہتا اور گالیاں نکالتا ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم سب سے پہلے ایمان والوں، اُن کی مدد کرنے والوں اور صحیح معنوں میں اُن کی پیروی کرنے والوں کی مدح فرماتا ہے چنانچہ ارشاد ہے :-

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے پہلے لوگوں اور بہ طریقِ احسن اُن کی پیروی کرنے والوں سے اللہ خوش ہوگیا۔ اور وہ اللہ سے خوش ہوگئے۔ اور اُن کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ وہ وہاں تا ابد رہیں گے۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے ۹/۱۰۰

وہ حدیث جو اُوپر گذر چکی ہے۔ جس میں صحابہ کرامؓ کو ستاروں کی مانند کہا گیا ہے۔ اِس آیت کے عین مطابق ہے چنانچہ اس آیت قرآنی اور اُن تمام احادیث پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ کے فضائل میں بیان فرمائی ہیں۔ ایمان لاتے ہوئے قرآن کریم کے بیشتر حصے میں اُن ایمان والوں کی تعریف مذکور ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت میں شامل تھے۔ پس اُن کے حق میں بدگمانی کرنا قرآن کریم اور احادیث سے انکار ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے والے اگر اپنے آپ کو صحابہ کرام کی پیروی کرنے والی جماعت میں شمار کریں اور اپنی جماعت کو ناجی فرقہ قرار دیں۔ تو یہ اُن کی غلطی ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو اس فرقے کے افراد کو برحق تسلیم کریں۔ وہ بھی قرآنی آیات کے منکر شمار کئے جا سکتے ہیں۔

اِسی طرح قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے۔ اور اس کی تشریح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں مختلف احادیث بیان فرمائی ہیں جن میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور میری اُمت تمام اُمتوں سے آخری اُمت ہے۔ لیکن اِس کے باوجود مسلمانوں کا ایک فریق خود ساختہ نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مخالفت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مومن سمجھنا صریح گمراہی ہے۔

موجودہ زمانے میں ایک فرقہ ایسا ہے۔ جو ضرورتِ احادیث سے منکر ہے۔ اور بزرگانِ دین کے تمام طریقے چھوڑ کر اور صرف قرآنِ کریم سے خود ہی تمام مسائل کو استنباط کرنا چاہتا ہے۔ اِس فریق کا ہر شخص قرآنِ کریم کے معانی اپنی رائے سے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس کے ہر پڑھے لکھے فرد کا ایک علیحدہ ہی فرقہ ہے۔ صرف ایک اصول میں کہ حدیث کی ضرورت نہیں ہمیں قرآن کریم ہی کافی ہے۔ یہ سب لوگ متفق ہو جاتے ہیں

مگر عملی رنگ میں سب ایک دوسرے سے علیحدہ اور اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کے علاوہ کسی کی تقلید کے قائل نہیں۔ یہ لوگ ابھی تک اپنے فرقہ کا صحیح نام تجویز کرنے سے قاصر ہیں۔ اس فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی تھا۔ چنانچہ پہلے یہ چکڑالوی کہلاتے تھے۔ پھر انہیں سے بعض نے اپنی جماعت کا نام اہل قرآن رکھا۔ بعض امت مسلمہ کہلاتے ہیں۔

مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے۔ جو صرف ظاہری اور محسوس ہونے والی اشیا کی ہستی کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس تمام مخلوق سے منکر ہے جو حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوتی۔ اس بنا پر وہ فرشتوں، جنات، بہشت، دوزخ، عذاب قبر، نامۂ اعمال اور پل صراط وغیرہ سے انکار کرتا ہے۔ یہ لوگ معجزات وغیرہ کے بھی قائل نہیں۔ اور صرف انہی باتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو اُن کی عقل میں آسکتی ہوں۔ یہ لوگ معتزلہ کہلاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اس قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں ایک فریق ایسا ہے۔ جو اپنے آپ کو علیحدہ فرقہ تسلیم نہیں کرتا۔ ہر فرقہ میں اس کے افراد موجود ہیں۔ اُن کا اعتقاد اور عمل اُن کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج کر دینے کے لئے کافی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم شریعت کے قائل نہیں بلکہ رواج کے پابند ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام پابندِ شریعت رہنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے سے علیحدہ راہ اختیار کرنے والا ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔

مسلمانوں میں اکثر لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو ولایت اور اولیاءُ اللہ کی کشف و کرامات سے انکار کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ فی زمانہ کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ قرآن کریم میں ولی اُن لوگوں کو کہا گیا ہے۔ جو صحیح معنوں میں مومن یعنی عالم باعمل ہوں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ سب ولی تھے۔ اور ہر زمانے میں ولی ہوتے رہے ہیں۔ اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی زندگی صحیح معنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اتباع میں بسر کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہی وہ جماعت ہے۔ جس کو اہل سنت والجماعت کہا جا سکتا ہے۔ اولیاءُ اللہ کی اتباع ہی دراصل صحابہ کرامؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔

چنانچہ اہل سنت والجماعت اور دیگر فرقوں کا امتیاز یہی ہے۔ کہ اس جماعت میں کثرت سے اولیاءُ اللہ ہوتے ہیں۔ دیگر کسی فرقے میں آپ ولی نہ پائیں گے۔ پس اہلِ سنت والجماعت میں شامل ہونے کے لئے اولیاءُ اللہ کی تلاش کر کے اِن کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔

محمد احسان عفی عنہٗ

(ک) ملک — (م) — کی فوج نے رسولؐ کو غار کے بعد مدد کی ۹/۴۰

— الموت ۳۲/۱۱

— موت کے — (موت کے فرشتے) ۶/۶۱ ۶/۹۴ ۸/۵۰

— " " کفار کی جان لیتے وقت ان کی پیٹھ اور منہ پر مارتے ہیں ۸/۵۰

(ی) ملوک .... دیکھئے ب میں بادشاہ

(م — ن)

منّ (احسانِ عظیم) — خدا کا احسانِ عظیم:

— عذابِ جہنم سے بچانا ۵۲/۲۷

— ظالموں سے نجات دینا ۳۷/۱۱۴–۱۱۵

— کمزوروں کو آزادی عطا کرنا ۲۸/۵–۶

— رسولؐ کو مبعوث فرمانا (مومنوں پر احسانِ عظیم) ۳/۱۶۴

(ا) منات (لات و منات) ۵۳/۲۰

منافق — (منافقین)

— کا استہزا ۹/۶۴–۶۵ ۹/۸۱

— کے اعمال ضائع ۵/۵۳ ۴۷/۲۸–۲۷

— کے اقوال:—

— مسلمان اپنے دین پر مغرور ہیں (توکل کا طعنہ) ۸/۴۹

— مسلمان نمود کے لئے خیرات کرتے ہیں ۹/۷۹

— خیرات نہ دو صحابہؓ کو ۶۳/۷

— کی تعریف:— ۲/۸–۲۰ ۲/۷۶

— کی تعریف (علامات) ۴/۶۴ ۵/۴۱–۴۲

— کے کام ۴/۸۱

(ا) منافق — مذبذب رہتے ہیں ۴/۱۴۳

— کفار کو دوست بناتے ہیں ۴/۱۳۹

— اللہ سے دغا کرتے ہیں ۴/۱۴۲

— نماز سستی سے پڑھتے ہیں ۴/۱۴۲

— نماز دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں ۴/۱۴۲

— جہنمی ہیں ۴/۱۴۰

— خیرات سے نفرت کرتے ہیں ۹/۶۷

— بُری بات سکھاتے ہیں ۹/۶۷

— اچھے کام سے روکتے ہیں ۹/۶۷

— آپس میں دوست ہیں ۹/۶۷

— فاسق ہیں ۹/۶۷

— جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں ۹/۶۲ ۹/۷۴ ۵۸/۱۴

— کی کانا پھوسی مجلسِ رسولؐ میں ۵۸/۸

— کا تکبر ۶۳/۵

— کی بزدلی ظاہراً اولیاء باطناً نامرد ۶۳/۴

— کا بخل ۹/۷۶–۷۵

— کا ظاہراً رسولؐ کی شہادت دینا ۶۳/۱

— کا فریب۔ دغا۔ جھوٹ کفار کو مدد دینے کا وعدہ کرتے ہیں مگر ایفا نہیں کرتے ۵۹/۱۲–۱۱

— کے جھوٹ پر خدا کی گواہی ۶۳/۱

— ڈرتے تھے کہ ان کے دل کا راز قرآن فاش نہ کر دے ۹/۶۴

— کے دغا کی مثال شیطان کی سی ہے ۵۹/۱۶

(۱) **منافقین** (ت) ۔ نہ مسلمانوں میں ہیں نہ کفار میں ۵۸/۱۴

- سے **تولّی** (معاملہ دوستی) ۴/۸۹-۸۸

(ج) ۔ سے جہاد ۴/۹۵

- سے جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم رسولؐ کو ۶۶/۹

- جہاد میں بھاگ جاتے ہیں ۹/۵۷

- جہاد کے بعد تقسیم غنیمت میں رسولؐ پر طعن کرنے لگے ۹/۵۹-۵۸

- جہاد میں مسلمانوں کو دُکھ پہنچنے پر شکر پڑھتے کہ ہم بچ رہے ۹/۵۰

- جہاد سے گریز کرتے ہیں ۳۳/۲۰-۱۲

- جہاد سے کتراتے ہیں اور گرمی کا بہانہ کرتے ہیں ۔ ۹/۸۱ ۹/۹۶-۹۴

- جہاد میں فتنہ پیدا کرتے ہیں ۹/۴۸-۴۷

(د) ۔ کا دشمنی کرنا :-

- اصلی دشمن ہیں ۶۳/۴

- کمزور صحابہؓ کو مدینہ سے نکال دینے کا مشورہ (بوجہ دشمنی اسلام) ۶۳/۸

(س) ۔ کی پہچان رسولؐ کو بتا دی گئی تھی ۴۷/۳۱-۲۹

(ص) ۔ کی سزا :-

- کی جان فرشتے منہ اور پیٹھ پر مار مار کر نکالیں گے ۴۷/۲۷

- کے لئے عذابِ الیم دُنیا و آخرت میں ۹/۷۴

- دنیا میں بے مددگار رہ گئے (یعنی مغلوب ہو گئے) ۹/۷۴

- جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے ۴/۱۴۵

- کے لئے جہنم، لعنت و عذاب ۹/۶۸ ۹/۷۳

(۲) **منافق** (ج) ۔ کا منافقانہ سلام (سلام علیکم) ۵۸/۸

(ش) ۔ کے لئے شفاعت نبویؐ قبول نہیں ۹/۸۰

(ع) ۔ کو عذاب :-

- کے لئے عذاب ۴۸/۶

- کے لئے عذابِ الیم ۴/۱۳۸ ۹/۶۶ ۵۹/۱۵-۱۱

- کے لئے عذابِ مقیم ۹/۶۸ ۹/۷۳

- کی علامات :- (نیز دیکھئے منافقین کی تعریف)

تنزیل آیات پر مجلس سے اُٹھ جانا ۹/۱۲۷

جہاد سے بھاگ جانا مدد نہ کرنا ۵۹/۱۲-۱۱

خانہ جنگی ۵۹/۱۴

خدا کے خوف سے بندوں کا خوف زیادہ ہونا ۵۹/۱۳

بُزدلی ۵۹/۱۴

جھوٹی قسم کھانا ۶۳/۲ ۵۸/۱۴

(غ) ۔ کے لئے غضبِ الٰہی ۴۸/۶

(ق) ۔ قیامت کے دن مومنوں سے کہیں گے کہ پل صراط پر اپنے نور سے ہمیں بھی روشنی دو ۵۷/۱۴-۱۳

(ل) ۔ کے لئے لعنت ۳۳/۶۰ ۴۸/۶

(م) ۔ کی مثال ۲/۲۰-۱۷

- اور مسلمانوں کی فتح ۵/۵۲

- بعض اعراب اور اہلِ مدینہ بھی ہیں ۔ اور ان کے لئے عذاب ۹/۱۰۱

- کی مغفرت رسولؐ کی شفاعت پر بھی نہیں ہوگی ۶۳/۶-۵

(۱) منافقین (ج) — اللہ کے وعدوں پر شک کرتے ہیں ۳۳/۱۲

(ت) — منّت ماننا ۷/۲۷۰

(ک) منکر کے معنی اوپرا ۵۱/۲۵

(۷) منہ بولا بیٹا ۳۳/۵-۴

(ی) منی صلب و ترائب کے درمیان سے نکلتی ہے ۸۶/۷-۵

(م - و)

(۱) مواخات دیکھئے م-۲ ۔ "مواخات"

مواخذہ دیکھئے م-۲ "مواخذہ"

مواقات بالکفار کی شرط ۔ ان کفار سے موالات ہوسکتی ہے ۔ جو لڑائی نہ کریں ۔ اور جو گھر سے نکالیں } ۶۰/۸

— بالکفار کی تحدید ۔ انصاف ۔ بھلائی کرنا ۶۰/۸

— کی ممانعت اُن سے جو لڑائی کریں گھر سے نکالیں ۶۰/۹

— محاسب کفار سے کرنا ظلم ہے ۶۰/۹

(ت) موت — وحیات کی پیدائش اور اُن کا مقصد (آزمائش اعمال) } ۶۷/۲

— کا مقدر ہونا ۵۶/۶۰

— دنیا میں ہے ۷/۲۵

— ایک ہی بار ہے جنتی میں نہ آئے گی ۴۴/۵۶

— کی سختیاں (غمرات)

— کے فرشتے ۶/۶۱ ۶/۹۳ ۷/۳۷ ۱۶/۳۲

— ہر جان کو چکھنی ہوگی ۳/۱۸۵ ۲۱/۳۵

— سب کو آئے گی خواہ کوئی مضبوط قلعوں میں ہو ۴/۷۸

— یقینی امر ہے ۷۴

(ت) موت — ملاقی ہوکر رہتی ہے ۶۲/۸

— کی ساعت آگے ٹلتی نہیں ۶۳/۱۱

— کی بیہوشی ٹلتی نہیں ۵۰/۱۹

— کے بعد زندگی (ثم یمیتکم) ۲/۲۸ ۳۰/۴۰

— اور قبر ۸۰/۲۱

— کا عمل اور احتضار موت کی کیفیت (ساق باساق) جان کا ترقوں تک پہنچنا } ۷۵/۳۰-۲۶

— وحیات دو دو بار ۴۰/۱۱

— میں تفکر کرو ۳۹/۴۲

— بغیر حکم خدا نہیں آسکتی ۳/۱۴۴

— اللہ کے ہاتھ میں ہے ۱۰/۱۰۴

— کا وقت مقرر ہے ۔ ۳/۱۴۴

(ت) مؤتفکات دیکھئے م-۲ میں "مؤتفکات"

(س) موسیٰؑ و —

۲/۹۱-۸۷ ۲/۹۲ ۲/۲۴۸-۲۴۳ ۴/۱۶۴ ۴/۱۵۳ ۶/۸۵
۷/۱۵۷-۱۰۳ ۱۰/۶۵ ۱۱/۹۹-۹۶ ۱۴/۹-۵ ۱۴/۸-۷
۱۶/۲ ۱۹/۵۳-۵۱ ۲۰/۲۴-۹ ۲۱/۴۰ ۲۲/۴۴ ۲۳/۴۹-۴۵
۲۵/۳۵ ۲۶/۶۸-۱۰ ۲۷/۱۴-۷ ۲۹/۳۹ ۳۳/۷ ۴۱/۴۵ ۴۲/۱۳
۷۹/۱۵

موسیٰؑ (۲) پر خدا کا احسانِ عظیم (یعنی نجات از فرعون ۔ غلبہ بر کفار ۔ کتاب ہدایت) } ۳۷/۱۲۲-۱۱۴

— پر خدا کے احسانات ۲۰/۵۴-۲۵

— پر الزام اور بریت ۳۳/۶۹

(س) موسیٰ (ب) کی بچپن میں پرورش کیسے ہوئی ۲۰/۳۸-۴۰ ، ۲۸/۷-۱۴

- اور بنی اسرائیل :-
- کا بنی اسرائیل کو صبر کی تلقین کرنا ہلاکت اعداء اور خلافت فی الارض کی پیشگوئی کرنا ۷/۱۲۸-۱۲۹
- کا طور سے واپس آکر بھائی سے ناراض ہونا ۷/۱۵۰-۱۵۱
- کا طور سے واپسی پر غصہ۔ بنی اسرائیل کو سامری نے بہکایا تھا ۲/۳۶-۳۹
- کا غصہ تھم جانا اور تختیاں (توریت کی) اٹھا لینا ۷/۱۵۴
- سے بنی اسرائیل کی ضدیں اور ستانا ۶۱/۵
- کا حکم بنی اسرائیل سے شرک کرنے کے خلاف (جب انہوں نے بچھڑا بنایا تھا) ۲/۵۴
- سے یہ مطالبہ کرنا کہ خدا ہمیں سامنے نظر آئے ۲/۵۵-۵۶
- سے کہنا کہ ہمیں بھی بت بنادو (پوجنے کے لئے) ۷/۱۳۸
- سے سبزیاں مانگنا ۲/۶۱
- پر بنی اسرائیل کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا ۱۰/۸۳
- کا قوم کو توکل کی تلقین کرنا ۱۰/۸۴-۸۵
- کا حکم نکل چلنے کا (شہر فرعون سے) ۲۰/۷۷ ، ۲۶/۵۲
- کا بنی اسرائیل سے ۷۰ سردار چننا ان کا مرنا زندہ ہونا وغیرہ۔ اور موسیٰ کی دعا انکے حق میں ۷/۱۵۵-۱۵۶
- کا حکم ذبح بقرہ ۲/۶۷-۷۱

(ت) — کی تعریف :-

- مخلص اور رسول نبی تھے ۱۹/۵۱

(س) موسیٰ (ت) وجیہ عنداللہ تھے ۳۳/۶۹

- رسول و مصطفےٰ تھے ۷/۱۴۴-۱۴۵
- رسول کریم و رسول امین تھے ۴۴/۱۷-۱۸
- کی آل اور ہارون کی آل کے تبرکات کا صندوق ۲/۲۴۸

(ج) — کا چلہ ۷/۱۴۲

- کا چلہ۔ چالیس رات ۲/۵۱

(خ) — و خضر ۱۸/۶۰-۸۲

(د) — کی دعائے عذاب فرعون کے حق میں ۱۰/۸۸

- کی دعا کی قبولیت ۱۰/۸۹
- کی دعائے شرح صدر و آسانی امور رفع لکنت ۲۰/۲۵-۳۵
- کی دعا ہارون کو ساتھ ملائے گی کام میں شریک کرے گی ۲۰/۳۰-۳۲
- دعا رب انی ظلمت نفسی ۲۸/۱۶

(س) — کی ملاقات رسول اکرم سے معراج کی رات وغیرہ ۳۲/۲۳

- کے بعد رسل ۳۲/۲۳
- کے بعد پے در پے رسل (انبیاء) آئے ۲/۸۷

(س) — پر سلام ۳۷/۱۲۰

(ش) — شاہد تھے ۷۳/۱۵-۱۶

- کی ہجرت اول مدین کی طرف اور شعیب سے ملاقات ان کی بکریوں کو پانی پلانے کا واقعہ ۲۸/۲۲-۲۸
- کی شادی ۲۸/۲۲-۲۸

(س) موسٰے (ص) ــ کا صحیفہ ۹۶/۱۹

ــ کے صحف ۵۳/۳۶

(ط) ــ اور طور پر ندا ۱۹/۵۲

(ع) ــ کا عیال لے کر مدین سے آنا ۲۸/۲۹

(غ) ــ کو غلبہ کا وعدہ خدا نے طور پر دیا تھا ۲۰/۳۵

(ف) ــ و فرعون :-

ــ و فرعون ۴۳/۵۶-۴۶

ــ و فرعون کے احوال میں مظلوم مومنوں کے لئے نصیحت ہے۔ ۲۸/۳

ــ کو فرعون نے ساحر کہا ۴۰-۳۸

ــ ″ ″ ″ مسحور کہا ۱۷/۱۰۱

ــ کو قتل کرنے کا ارادہ فرعون ایک مرد مومن کی تنبیہ اور عمدہ وعظ و مکالمہ دربار فرعون میں ۴۰/۳۵-۲۸ ۴۰/۴۴-۳۸

ــ سے فرعون نے اپنے آپ کو بہتر کہا ۴۳/۵۳-۵۲

ــ کو فرعون نے ″مہین″ کہا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں سونے کے کنگن نہیں۔ اور وہ صاف بول نہیں سکتا ۴۳/۵۳-۵۲

ــ نے فرعون سے بنی اسرائیل کی حوالگی مانگی ۴۴/۲۹-۱۷

ــ کا اعلانِ نبوت دربار فرعون میں ۴۴/۲۹-۱۷

ــ کو ہجرت کا حکم، عذاب غرق فرعون اور بنی اسرائیل کی وراثت مصر ۴۴/۲۹-۱۷

ــ کو فرعون نے احسانات جتائے مثلاً پرورش (اور موسیٰؑ کا جواب) ۲۶/۲۲-۱۸

(س) موسیٰؑ ــ کا جواب :- تو احسانات کے بدلے میں بنی اسرائیل کو غلام رکھنا چاہتا ہے ۲۶/۲۲

ــ نے فرعون کو معجزے دکھائے، فرعون نے انکار کیا۔ رعایا کو جمع کر کے اعلان دعوائے خدائی۔ فرعون پر عذاب دنیوی و آخروی ۷۹/۲۶-۱۹

ــ اور ان کی آل کی نجات اور غرقِ فرعون اور آلِ فرعون کی غرقابی ۲/۵۰ ۷/۱۳۶ ۱۰/۹۰ ۲۶/۶۸-۵۲

ــ کے اعلانِ رسالت پر کفار کی تضحیک قوم فرعون پر یکے بعد دیگرے کئی عذاب موسٰے کی دعا سے عذابوں کا ٹلنا ۴۳/۵۶-۴۶

ــ و فرعون کے سوال و جواب ربّ کے متعلق ۲۶/۲۹-۲۳

ــ کو فرعون نے قید کی دھمکی دی ۲۶/۲۹-۲۳

(ق) ــ کا ایک قبطی کو قتل کرنا ۲۰/۴۰ ۲۸/۱۹-۱۴

ــ اور ندائے طور و قرب الٰہی ۱۹/۵۲

(ک) ــ کی کتاب ۴۶/۱۲ نیز دیکھئے ″توریت″ ت میں

ــ ″ ″ (صحیفہ) ۸۷/۱۹

ــ ″ ″ (صحف) ۵۳/۳۶

ــ ″ ″ (اور فرقان) ۲/۵۳ ۲/۸۷ ۶/۱۵۵ ۲۳/۴۹

ــ کا کلام طور پر خدا سے :-

ــ کو ندائے طور اور قرب الٰہی ۱۹/۵۲

ــ کو آگ نظر آنا۔ ندائے طور اور قرب الٰہی ۲۰/۲۴-۱۰ ۲۸/۴۲-۲۹

(س) موسیٰؑ (ی) ۔ کا کلام طور پر خدا سے :۔

۔ کا خدا سے ہم کلام ہونا ۲۰/ ۱۷ - ۵۴

۔ " " " " اور خدا کا حکم موسیٰؑ کو فرعون کے پاس جانے کا ۲۰/ ۴۱ - ۴۸

۔ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم موسیٰؑ کا عذر خوف لکنت دعوائے قتل ۲۶/ ۱۰ - ۱۷

۔ کو ندائے خدا وادی مقدس "طوی" پر اور فرعون کی طرف جانے کا حکم ۷۹/ ۱۶ - ۲۶

۔ کا طور پر "رب ارنی" کہنا ۷/ ۱۴۳

(م) ۔ اور معجزات :۔

۔ کا آگ لینے طور پر جانا اور معجزات ملنا ۲۷/ ۷ - ۱۳ ، ۲۸/ ۲۹ - ۴۲

۔ کو معجزات اور سلطان مبین دیا ۴۰/ ۲۳

۔ کے معجزات دیکھ کر انہیں ساحر کذاب کہا گیا ۴۰/ ۲۴

۔ کو نو ۹ معجزات ملے ۱۷/ ۱۰۱ ، ۲۷/ ۱۲

۔ کا معجزہ عصا و ید بیضا ۲۰/ ۱۷ - ۲۳

۔ سے بنی اسرائیل کا پانی مانگنا اور معجزہ ضرب عصا ۲/ ۶۰ ، ۷/ ۱۶۰

۔ اور بنی اسرائیل کا بحر سے پار ہو جانا ۲/ ۵۰

۔ کا جادوگران فرعونی سے مقابلہ ۲۰/ ۵۵ - ۷۶

جادوگروں کا ایمان لانا ۷/ ۱۰۹ - ۱۲۶ ، ۱۰/ ۷۹ - ۸۲ ، ۲۶/ ۳۴ - ۵۱

۔ کے معجزے: عصا مارنے سے دریا کا پھٹنا، ید بیضا و عصا وغیرہ ۷/ ۱۰۳ - ۱۰۸ ، ۲۶/ ۳۰ - ۳۳ ، ۲۶/ ۶۳ ، ۲۸/ ۳۰ - ۳۲

۔ کو احساس خوف ہوا جب جادوگروں کی رسیوں کو سانپ کی شکل میں دیکھا اور حکم کہ لا تخف ۲۰/ ۶۷

(س) موسیٰؑ (م) ۔ اور معجزات

۔ کا طور پر عصا کو اژدہا کی شکل میں دیکھ کر ڈر کر بھاگنا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا اور خدا کا فرمان لا تخف ۲۷/ ۱۰ ، ۲۸/ ۳۱ ، ۲۰/ ۲۱

(و) ۔ کو پہلی وحی طور پر (احکام نماز وغیرہ) ۲۰/ ۱۰ - ۲۴

۔ کی طرف وحی: بنی اسرائیل کا محلہ جدا بسانے کا حکم ۔ نماز کا حکم ۱۰/ ۸۷

۔ کو پہلی ہی وحی میں نماز کا حکم ۲۰/ ۱۴

۔ کی والدہ کی طرف وحی (نومی) (جو نیند میں ہوتی ہے) ۲۰/ ۳۸ ، ۲۸/ ۷

(ہ) کا وزیر ہارونؑ ۲۵/ ۳۵

۔ کی ہارونؑ کو وصیت اصلاح ۷/ ۱۴۲

۔ کو ھدیٰ ملی ۴۰/ ۵۳

(م) **مومنین** :۔ مومنین :۔

(ا) ۔ کو انعامات :۔

۔ متقین کے لئے آسمان و زمین کی نعمتیں ہیں (یعنی دنیا و عقبیٰ کی) ۷/ ۹۶

۔ صالحین کے لئے اجر کبیر ۳۵/ ۷

۔ کے لئے اجر عظیم ۴/ ۱۴۶

۔ " " اجر کریم ۳۴/ ۴

۔ صالحین کے لئے اجر غیر ممنون ۴۱/ ۸

مخصلین کے لئے جو آنکھوں کی ٹھنڈک جنت میں ہے کسی کو معلوم نہیں ۳۲/ ۱۷

(م) **مومنین** (۱) — کو انعامات :-

— کا پایہ سچا ہے ۴/۲

— صالحین کے لئے وعدۂ خلافت ۲۴/۵۵

— کے لئے انعام جنت :-

— صالحین کے لئے جنت ۳۱/۸

— کے لئے جنت ۱۱/۲۴

— صالحین کے لئے جنت الماوٰی ۳۲/۱۹

— ״ ״ کیلئے روضات الجنت (جو کچھ چاہیں گے) ۴۲/۲۲

— کے لئے انعامات :-

— جنت میں ہمیشہ (ابداً) رہیں گے ۴/۱۲۲ ۱۵/۱۰۷—۱۰۸ ۹۸/۸

— فردوس کے وارث ہوں گے ۲۳/۱۱

— کا ایمان ۲/۲۸۵

— کا اقرار اطاعت کرنے کا ۲/۲۹۶

— کو ایمان لانے کا حکم یعنی ایمان کی تشریح ۴/۱۳۶

— صالح اصلی انسان ہے اس کیلئے اجر بے انتہا ۹۵/۴—۶

— کی آزمائش (بوقت جہاد- غزوہ احزاب) ۳۳/۱۱

— کی آزمائش (مالی نقصان) ۲/۱۵۵

— کی آپس کی الفت ۸/۶۳ ۹/۷۲ ۹/۷۱

— کی باہمی اخوت (کُل مومن بھائی بھائی ہیں) ۴۹/۱۰

(ت) — اور تدبر و تفکر فی آیات اللہ
— کے لئے ہر چیز میں نشانی ہے } ۶/۱۰۰

— و مومنات پر تہمت لگانا ۳۳/۵۸

(م) کی جان خدا نے جنت کے عوض خرید لی ہے ۲/۲۰۷ ۹/۱۱۱

(م) **مومنین** (ج) — حق - مجاہد - مہاجر - انصار (جہاد کرنیوالے) ۸/۴ ۹/۱۴

— جہاد سے چھٹی نہیں مانگتے ۹/۴۴

— جہاد کرنیوالے فتح و نصرت پانے والے ہوتے ہیں ۶۱/۱۰—۱۳

(خ) — صالحین کے لئے وعدۂ خلافت ۲۴/۵۵

(د) — کا دوست کون ہے ۵/۵۵

— پر اللہ اور ملائکہ درود بھیجتے ہیں ۳۳/۴۳

(ر) — اور رسولؐ کی شفقت - رسولؐ کو حکم کہ مومنوں
کے سامنے بازو نیچے رکھ (یعنی شفقت کی نظر رکھ) } ۲۶/۲۱۵

— رسولؐ کیلئے خدا کی نصرت کے طور پر تھے ۸/۶۲

— صالحین رسولؐ پاک کے رفیق تھے ۶۶/۴

— کو رسولؐ پاک کا سمجھانا نفع دیتا ہے ۵۱/۵۵

— کے لئے رضوان اللہ ۹/۷۲ ۱۴/۲۲

— صالح خدا سے راضی خدا ان سے راضی ۹۸/۸

— کے لئے رحمت لکھ لی گئی ہے ۶/۵۴ ۷/۱۵۶

— پر رحمت ۹/۷۱

— کے رستے کے خلاف چلنا ۴/۱۱۵

(ش) پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا ۱۶/۹۹

(ع) لئے ہے عزت اور غلبہ ۶۳/۸

— کی **علامات** :-

— تائب عابد ساجد سالم راکع حامد آمر (غیرہ) ہوتے ہیں ۹/۱۱۲

— ذکر سنیں تو ان کے دل نرم ہوتے ہیں ۸/۲

— ״ ״ تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے ۸/۲

— امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہیں ۹/۷۱

(م) مومنین (ع) کی علامات

۔۔ زکوٰۃ دیتے ہیں
۔۔ اطاعت کرتے ہیں } ۹/۷۱

۔۔ متوکلین کبائر سے بچتے ہیں
غصہ کے وقت عفو کرتے ہیں
نماز قائم کرتے ہیں
حملہ ہو تو بدلہ لیتے ہیں
حکومت باہمی مشورہ سے کرتے ہیں } ۴۲/۳۹-۳۷

۔۔ شک کے بغیر ایمان رکھتے ہیں ۴۹/۱۵
۔۔ جہاد کرتے ہیں ۴۹/۱۵

۔۔ کی اصلی نشانی، قرآن حکیم سننے پر خشوع اور سجدہ
ان کے پہلو بستر سے الگ رہتے ہیں (یعنی رات
کو عبادت کرتے ہیں)
خوف و طمع سے خدا کو پکارتے ہیں } ۳۲/۱۹-۱۵

۔۔ کی ضروری علامت خشوع قلب ہے ۵۷/۱۶

۔۔ رسولؐ کے مخالفین سے دوستی نہیں رکھ سکتے
خواہ وہ مخالفین ان کے رشتہ دار ہوں } ۵۸/۲۲

۔۔ کے دل کو مصیبت پر خدا صبر سکھاتا ہے ۶۴/۱۱
۔۔ کو خدا محبت عطا کرتا ہے ۱۹/۹۶
۔۔ اللہ سے اشد محبت کرتے ہیں ۲/۱۶۵
۔۔ دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ ثابت ہیں ۱۴/۲۷
۔۔ عاجزی کرتے ہیں ۱۱/۲۳
۔۔ غیر اللہ سے نہیں ڈرتے ۳/۱۷۵

(م) مومنین (ع) کی علامات

۔۔ اللہ سے ڈرتے ہیں کفار سے نہیں ڈرتے ۹/۱۳
۔۔ سمع و اطاعت کرتے ہیں ۲۴/۵۱
۔۔ مجلس نبویؐ سے بلا اجازت نہیں اٹھا کرتے تھے ۲۴/۶۲
۔۔ جہاد سے چھٹی نہیں مانگتے ۹/۴۴
۔۔ مصیبت پر توکل کرتے ہیں ۹/۵۱
۔۔ اللہ پر توکل کرتے ہیں ۱۴/۱۱ ۶۴/۱۳
۔۔ صالحین اللہ سے ڈرتے ہیں ۹۸/۸
۔۔ صالحین کے اچھے کام عمل صالح نماز روزہ ۲/۲۷۷ ۲۷/۳

(غ) ۔۔ کو سست و غمگین نہ ہونے کی نصیحت ۳/۱۳۹
۔۔ مسلمین کو نہ غم نہ خوف ۴۳/۶۸
۔۔ کے لئے غلبہ عزت اور زور ۶۳/۸
۔۔ غلام، مشرک آزاد سے اچھا ہے ۲/۲۲۱

(ف) ۔۔ کی **فضیلت** :۔

۔۔ کی فضیلت کبریٰ ۳۳/۴۷
۔۔ اگر مومن ہوں تو وہی اعلےٰ ہیں ۳/۱۳۹
۔۔ صالح خیر البریہ ہیں ۹۸/۷
۔۔ صالح اور بدکار برابر نہیں ۴۰/۵۸
۔۔ و فاسق کہاں برابر ہو سکتے ہیں ۳۲/۲۱-۱۸
۔۔ غلام مشرک آزاد سے اچھا ہے ۲/۲۲۱
۔۔ قیامت کے دن کفار پر فوقیت لے جائیں گے ۲/۲۱۲

۔۔ قیامت کے دن مرد و عورت پلصراط پر دوڑیں گے نور
ان کے آگے آگے ہوگا دائیں طرف جنت کی خوشخبری } ۵۷/۱۲

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۴۲ء مطابق شعبان المعظم سنہ ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۱ نمبر ۲

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان پرنٹر، پبلشر نے اتحاد پریس مل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام پیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حال و قال

پچھلے ماہ حال و قال میں لکھا گیا تھا۔ کہ محلہ داروں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی مساجد کے اماموں اور مولویوں کو مجبور کریں کہ وہ کسی مرشدِ کامل سے وابستہ ہوں تاکہ وہ اپنے مقتدیوں کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔ مگر ہمارے موجودہ علماء میں سے ایک بڑے طبقے کا خیال ہے کہ فی زمانہ مرشدِ کامل یعنی اولیاء اللہ کوئی نہیں۔ غالباً وہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے اُن فرقوں میں تلاش کرتے ہیں جو گمراہی اختیار کر چکے ہیں۔ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کے بیشمار فرقوں میں سے اہل سنت والجماعت کے علاوہ کسی فرقے میں کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ولی وہ ہیں جن کے دلوں میں خوفِ خدا ہو۔ اور وہ اسی خوف کے باعث اپنے زمانے کے نبی کی اس حد تک اتباع کریں کہ ان کو اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کا خوف نہ رہے۔ اسکے صلے میں جب اللہ تعالےٰ ان کو اپنا محبوب بنالے اور درجۂ ولایت عطا فرمائے تو دنیا اور آخرت میں ان کو کسی غیر کا خوف نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

خبردار! تحقیق اللہ تعالےٰ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ ان کے لئے دُنیا اور آخرت کی زندگیوں میں بشارت ہے۔ اللہ کے وعدوں میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے ۱۰/۶۴

وہ لوگ جو اپنے زمانے کے نبی کی ہدایت پر پُورا پورا عمل کریں اللہ تعالےٰ ان کو دوست بنا لیتا ہے۔ ایسے لوگ ہر زمانے میں ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ہم نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ تم سب بہشت سے نکل جاؤ۔ اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی پیغامِ ہدایت پہنچے۔ تو وہ جو میری ہدایت پر چلیں گے۔ اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے ۲/۳۸

اس میں کسی زمانے کی تخصیص نہیں۔ درجۂ ولایت حاصل کرنے کے لئے ایمانِ کامل، خوفِ خدا اور اتباعِ رسول شرط ہے۔ اہلِ سنت والجماعت سے کسی طرف ہٹ کر یہ شرائط پوری نہیں ہوسکتیں اور بہت بڑی کامیابی کی بشارت صرف انہی لوگوں کو ہے۔ جو یہ مرتبہ حاصل کرلیں۔ مسلمانوں کو خصوصاً یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ

تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرائی

سے باز رکھے۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے جو کامیاب رہیں گے ۳/۱۰۴

انہی لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:۔

(کہ اے دوستانِ خدا!) تم بہترین جماعت ہو جو اس واسطے پیدا کئے گئے ہو۔ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائیوں سے باز رکھو اور اللہ پر ایمان لاؤ۔ اگر اہلِ کتاب بھی (تمہاری طرح) ایمان لے آتے تو البتہ ان کے لئے بہت اچھا ہوتا۔ ان میں سے بعض تو مومن ہیں اور زیادہ تر فاسق یعنی نافرمان ہیں ۳/۱۱۰

یہاں اہلِ کتاب سے صرف یہود و نصاریٰ ہی مراد نہیں۔ بلکہ آجکل کے مسلمان بھی جن کی کتاب قرآنِ کریم ہے ان میں شامل ہیں اگر وہ اپنی کتاب پر پوری طرح ایمان لا کر اُس کے تمام احکام پر عمل نہ کریں تو وہ بھی اسی سزا کے مستحق ہوں گے جو پہلی اُمتوں کو دی جا چکی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

اے ایمان والو! یہ نافرمان لوگ سوائے تھوڑی سی تکلیف پہنچانے کے تمہیں کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے اگر تم سے جنگ کریں گے تو تمہارے سامنے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر انہیں کوئی مدد بھی نہ ملے گی۔ ان لوگوں (یعنی کتابِ الٰہی کی نافرمانی کرنے والوں) پر جہاں کہیں بھی رہیں ذلّت کی مار ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ کے قانون اور لوگوں کے آئین (یعنی کسی حکومت کے ضابطے) میں رہیں تو اور بات ہے۔ یہ لوگ اپنے سر پر اللہ کا غضب لائے اور ان پر محتاجی و مسکینی کو مسلط کر دیا گیا ہے۔ یہ سزائیں اس واسطے دی گئی ہیں کہ وہ احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرتے اور نبیوں (یا ان کے نائبوں) کو بلا قصور مار ڈالتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ نافرمانی کرنے اور حد سے گزر جانے کے عادی ہو چکے تھے ۳/۱۱۱

یہ خطاب مسلمانوں کی اُس جماعت سے ہے جن کو کامیابی کا تمغہ عطا ہوا ہے جنہیں دُنیا میں اپنے مخالفین سے کسی قسم کا خوف خطر نہیں ہوگا۔ ایسے لوگوں یعنی اولیاء اللہ کو نافرمانوں سے جو تھوڑی سی بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ وہ اسے صبر سے برداشت کرتے اور اس کا اجر پاتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے مسلمان بھی احکامِ الٰہی کی نافرمانی کرنے کے عادی ہو جانے کی وجہ سے متذکرہ بالا سزائیں بھگت رہے ہیں۔ اگر اب بھی وہ قرآنِ کریم کی طرف رجوع کر کے اپنی حالت درست کرلیں تو وہی انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ جن کا نیکو کاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد انہی کامیاب ہستیوں کو مخاطب کر کے ارشاد ہوتا ہے:۔

کہ یہ تمام لوگ ایک جیسے ہیں۔ اہلِ کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو راہِ ہدایت پر قائم ہیں۔ رات کے وقت کلامِ الٰہی کی تلاوت کرتے اور اس کے حضور سربسجود رہتے ہیں۔ وہ اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے برائی سے باز رکھتے اور نیک کاموں کو سُرعت سے انجام دیتے ہیں یہ لوگ صالحین میں شامل ہوں گے ۳/۱۱۴

متذکرہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین امت اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ اس میں صالحین کے علاوہ ایک جماعت اسی لئے پیدا کی گئی ہے جو لوگوں کی رہنمائی کرے ' نیکی کا حکم دے ' برائی سے باز رکھے اور ایمان و عمل کے لحاظ سے لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جماعت کے متعلق حسب ذیل پیشینگوئی فرمائی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی۔ اس جماعت کو نہ تو وہ لوگ نقصان پہنچا سکیں گے جو اس کی تائید و اعانت چھوڑ دیں گے اور نہ وہ شخص ضرر پہنچا سکے گا جو اس کی مخالفت کریگا یہاں تک کہ خُدا کا حکم (یعنی موت) آجائے اور وہ اپنے اسی حال پر ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

اس پیشینگوئی کی صداقت میں تاریخ شاہد ہے۔ کہ ہر زمانہ' ہر شہر اور ہر ملک میں اولیاء اللہ موجود رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں۔ کہ اے طالب صادق! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ طریقت تصوف اور معرفت کی بنیاد ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔ اور جملہ مشائخ رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ اولیاء اللہ ہر زمانے میں ہوتے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ انہی کے وجود سے نظامِ عالم قائم ہے۔ جب ان کا وجود نہ ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ خداوند تعالےٰ نے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب امتوں سے اشرف و اعلےٰ فرمایا ہے۔ اور اس امت کی یہ صفت اولیاء اللہ اور ان کے متبعین کی وجہ ہی سے ہے۔ اگر اس امت میں کسی زمانہ میں اولیاء اور صالحین نہ ہوں۔ تو اس وقت اس کو بہترین اُمت کہنا کیونکر سچا ہو سکتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ قرآنِ کریم' احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عینی شہادتوں کے باوجود فرقہ معتزلہ ایمان داروں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہونے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ عام لوگوں کی نسبت ولیوں کے برتر ہونے سے انکار کرنا نبیؑ کے ارشادات سے انکار کرنا ہے۔ اور نبیؑ کا انکار کفر ہے۔ فرقہ معتزلہ کے قریب ایک اور فرقہ ہے۔ جو مومنوں میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہونے کو جائز قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ وہ لوگ ہو چکے ہیں اور اب نہیں ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ ماضی و مستقبل کا انکار برابر ہے۔ اولیاء اللہ کے وجود اور ان کے کشف و کرامات تو اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ جس نبیؑ کی پیروی کرنے سے ان کو یہ رتبہ حاصل ہوا ہے۔ اُس نبیؑ کی تعلیم برحق ہے۔

واضح رہے کہ جن لوگوں نے کتاب و سنت کی پوری پوری اتباع کرتے ہوئے نفسانی خواہشات کی متابعت ترک کر دی ہو اللہ تعالےٰ ان کو دوست رکھتا اور مرتبۂ ولایت سے سرفراز فرماتا ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کو اس نے اپنے فعل یعنی خرقِ عادت باتوں کے اظہار کا نشان بنایا ہے۔ لہٰذا ان سے قسم قسم کی کرامتیں ظہور میں آتی ہیں۔

آپ کا قول ہے جس پر تمام اہلِ سنت والجماعت اور اولیاء اللہ کا اجماع ہے۔ کہ دنیا میں چار ہزار اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے حال کی خوبی سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ ان کی حقیقت یعنی ولایت کا حال خلقت پر واضح نہیں ہوتا۔ بالفاظِ دگر باوجود ولی ہونے کے اُن سے کشف وکرامات کا ظہور نہیں ہوتا۔ لیکن جو لوگ اللہ کے حکم سے مشکلات کو حل کرنے والے اور حل شدہ مشکل کو بند کرنے والے اور درگاہِ الٰہی کے سپاہی ہیں۔ وہ صرف تین سو ہوتے ہیں جن کو اخیار کہتے ہیں ان کے اوپر چالیس افسر مقرر ہیں جو ابدال کہلاتے ہیں۔ ان کے اُوپر سات اور ہیں جو ابرار کہلاتے ہیں۔ ان پر چار اور ہیں جن کو اوتاد کہتے ہیں۔ ان کے اوپر تین اور ہیں جو نقباد کے نام سے نامزد ہیں۔ اور ان سب پر ایک حاکم ہوتا ہے جس کو قطب کہتے ہیں۔ اور بعض اُسی کو غوث کہتے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کو پہچانتے اور کاروبار میں ایک دوسرے کی اجازت کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کا علم لدنی ہوتا ہے۔ یہ سب مقبول الدعوات اور اللہ تعالےٰ کی رضا پر راضی رہنے والے ہوتے ہیں۔ اور ہر معاملہ میں اُس کی مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

ان کی ہستی کی دلیل درکار ہو۔ تو قرآن کریم میں حضرت موسےٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ بغور مطالعہ فرمائیں۔ نیز حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف کا واقعہ جنہوں نے ملکہ سبا کا تخت آنکھ جھپکنے سے پیشتر لا حاضر کیا تھا۔ مرتبۂ ولایت اور ان کے کشف وکرامات کے برحق ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور دیگر اولیاء کرامؒ کی سوانح حیات پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کس درجہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کے فضائل کے متعلق حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ نبی اور شہید اُن پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون ہیں۔ ان کی صفت فرمائیے۔ کہ ہم اُن سے محبت کریں۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ ایک گروہ ہے۔ جو محض خُدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان نہ تو قرابت داری ہوتی ہے اور نہ کوئی لین دین کا معاملہ۔ ان کے چہرے نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر چڑھیں گے اُس دن جبکہ لوگ ڈریں گے وہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمناک ہوں گے وہ غمناک نہ ہوں گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ خبردار تحقیق اللہ تعالےٰ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (ابوداؤد)

ایسے لوگوں سے محبت اور اُس کے اجر کے متعلق حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔

کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! اُس شخص کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں۔ جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہو لیکن اُن لوگوں سے ملاقات نہ کی یا ان کی صحبت اس کو میسر نہ ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص قیامت میں انہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن لوگوں سے وہ محبت رکھتا ہو۔ وہ انہی میں شامل ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس جو شخص اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں یعنی اولیاء کرام سے محبت رکھے گا اور اُن کے نقشِ قدم پر چلے گا وہ قیامت میں نیک لوگوں کے ساتھ ہو گا۔ اور جو کوئی اِس دنیا میں گمراہ لوگوں کے ساتھ دوستی رکھے گا۔ اپنی شکل و صورت، وضع و قطع، رسم و رواج اور طور طریقوں میں اُن کی طرز اختیار کرے گا وہ اُسی قوم میں شمار ہو گا۔

موجودہ زمانے کے وہ لوگ جو اس غلط خیال میں مبتلا ہیں کہ فی زمانہ اولیاء اللہ کوئی نہیں ہے۔ اُن کو متذکرہ بالا آیات احادیث اور اقوالِ بزرگانِ دین پر غور کرکے اللہ تعالےٰ سے استعانت طلب کرنی چاہیئے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُن کے قلب کو روشن کرے تاکہ وہ ان لوگوں کو پہچان کر اُن سے استفادہ حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں۔

(ادارہ)

مسئلہ تقدیر اور قرآنی تعلیمات

مسئلہ تقدیر ایک ایسا پیچیدہ اور بہت زیادہ اُلجھاؤ کا مسئلہ ہے۔ کہ اس کا سُلجھانا ہر شخص کا کام نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے مسئلہ تقدیر پر غور و خوض کرنے سے روک دیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس مسئلے کو قرآن کی روشنی میں اِس طرح واضح کر دیا ہے۔ کہ اس موضوع کا کوئی گوشہ پڑھنے والے کی نگاہ میں تاریک نہیں رہتا۔ طرزِ بیان میں دلائل کا جو رنگ اختیار کیا گیا ہے۔ اس سے "اجر و ثواب کی زیادتی" اور دیگر مسائل متعلقہ تقدیر خود بخود حل ہوتے گئے ہیں۔ عام فہم اور زبان کی روانی مصنف کا فطری حصہ ہے۔ قیمت ۴ر

ختمِ نبوت

مسلمان کا عقیدہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں حضورؐ کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ اس کے باوجود بعض سرپھرے نبوت کے مدعی بن رہے اور قرآن و حدیث میں تحریف کرکے ناواقف مسلمانوں کے دین و ایمان اور اُن کی جیبوں پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں ایسی حالت میں اشد ضرورت تھی۔ کہ مسلمانوں کو "ختمِ نبوت" کے مسئلے سے آگاہ کیا جائے۔ پروفیسر خان محمد یوسف خان سلیم چشتی بی اے نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ رسالہ "ختمِ نبوت" اگرچہ ۲۴ صفحات کا بہت ہی مختصر رسالہ ہے لیکن فاضل مصنف نے زورِ قلم سے قرآن کریم حدیث شریف، اجماعِ اُمت اور عقلِ سلیم سے "ختمِ نبوت" کے مسئلہ کو ثابت کرکے رکھ دیا ہے۔ موجودہ زمانے میں اس رسالے کا ہر مسلمان کے ہاتھ میں ہونا ضروری ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بائبل کی پیشگوئیاں

از جناب صوفی محمد ابراہیم قصوری

پیشگوئی نمبر ۱

"اور یہ وہ برکت جو موسٰے مرد خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اس نے کہا۔ کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"۔ (بائبل کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۱-۲)

(تشریح) سینا سے آنے سے مراد موسٰے علیہ السلام اور شعیر سے خداوند کے آنے سے مراد حضرت عیسٰے علیہ السلام ہیں۔ باقی تمام پیشگوئی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں ہے۔ جو دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ فاران کے پہاڑ سے فاران والوں پر جلوہ گر ہوئے۔ آتشی شریعت سے مراد نورانی اور آسمانی شریعت ہے۔ کیونکہ موسٰے علیہ السلام نے آگ میں سے خدا کا کلام سُنا۔ اُن کے لئے اس سے مراد یہ تھی۔

پیشگوئی نمبر ۲

"چنانچہ موسٰے علیہ السلام نے کہا۔ کہ خداوند تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سُننا۔ اور یہ ہوگا کہ جو شخص اُس نبی کی نہ سُنے گا۔ وہ اُمت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا"۔

(انجیل کتاب اعمال باب ۳ آیت ۲۲-۲۳)

(تشریح) اب ناظرین انصاف فرمائیں۔ کہ جب موسٰے علیہ السلام نے کہا کہ میری مانند یا مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ تو دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ باہمی مماثلت و مشابہت عیسٰے علیہ السلام میں پائی جاتی ہے یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک میں۔ اور یہ پیشگوئی کس پر صادر ہوتی ہے؟

بطور ثبوت مناسبت ملاحظہ ہو۔

۱۔ موسٰے علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔

۲۔ آپ نے ہجرت کی۔

۳۔ کفار سے جنگ کیا۔

۴۔ جہاد کیا۔

۵۔ اپنی شادی کی اور بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے پاس کوئی شریعت تھی؟ اور آپ نے کونسا جنگ کیا؟ اور ہجرت کب اور کہاں کی؟ کیا آپ نے شادی کی؟ ہرگز نہیں۔ سو معلوم ہوا کہ یہ پیشگوئی حضرت رحمۃ اللعالمین افضل البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع صفات کے متعلق ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی مانند کفار سے جنگ کیا۔ ہجرت کی۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اور صاحب شریعت تھے۔ اور نکاح کئے بال بچے ہوئے وغیرہ وغیرہ وہ تمام صفات آپ میں کلیۃً موجود تھیں۔ اور اس پیشگوئی کے آخر میں کہا گیا ہے۔ کہ "جو اس کا حکم نہ مانے گا نیست و نابود کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کی تواریخ شاہد ہے برخلاف اس کے عیسےٰ علیہ السلام کے ماننے والوں میں سے ایک نے جس کا نام یہودا تھا تیس روپیہ سردار کاہنوں سے لے کر یسوع کو پکڑوا دیا (دیکھو انجیل متی باب ۲۶ آیت ۴۷ تا ۵۰ و متی باب ۲۷ آیت ۳)

اور نہ ماننے والوں نے تو کمال ہی کیا۔ کہ انہوں نے صلیب پر لٹکا دیا۔ اب ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہ پیشگوئی کس کے حق میں تھی

پیشگوئی نمبر ۳

"عرب کی الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کر پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیمہ کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کر بھاگنے والوں کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا" (بائبل کتاب یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۷)

(تشریح) مندرجہ بالا آیات میں حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے ہمراہی مہاجرین کی طرف اشارہ ہے جب کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ حتیٰ کہ جان کے بھی درپے آزار ہوئے۔ تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور کفار مکہ مسلح ہو کر ہر چہار جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے تھے۔ اور حضور بفضل ایزدی معہ اپنے رفقا کے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے مذکورہ بالا پیشگوئی آیت ۱۵ میں انہی مہاجرین کا ذکر ہے۔ اور آیت ۱۳ میں ددانیوں اور آیت ۱۴ میں تیمہ والوں کو حکم ہے۔ کہ ان کا

استقبال اور روٹی پانی سے اُن کی تواضع کریں۔

واضح ہو کہ ددان نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے یقسان کے بیٹے سبا کے بھائی کا۔ سبا اور ددان کی اولاد ملک یمن میں آباد ہوئی تھی۔

سیل عرم کے آنے سے یہ قبائل متفرق ہوئے۔ اوس و خزرج کے قبائل جو انصار کہلاتے ہیں انہی میں سے ہیں۔ مورخ ابن خلدون نے اسے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ یہ پیشگوئی ہے۔ کہ مہاجرین کی ہجرت قریش کی تلواروں اور کمانوں کی وجہ سے ہوگی۔ ایسے ہی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ اُن کے انصار نسل ددان سے ہوں گے جیسا کہ ہوا

تیمہ نام ہے حضرت اسمٰعیلؑ کے آٹھویں فرزند کا۔ جن کی اولاد مدینہ کے عقب میں آباد ہوئی۔ اہل مدینہ و حوالی مدینہ کو نصرت و تائید کا حکم دینے کے بعد آیت ۱۶-۱۷ میں اُن ظالموں کا انجام بتلایا ہے

قیدار حضرت اسمٰعیلؑ کے دوسرے فرزند کا نام ہے۔ قریش انہی کی نسل میں سے ہیں۔ بتلایا گیا ہے۔ کہ اس واقعہ ہجرت کے ایک سال بعد قیدار کے بہادر کمان انداز گھٹ جائیں گے۔ اور اُن کی شان و شوکت کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ہجرت سے ایک سال بعد ہی جنگ بدر کا وقوع ہوا۔ جس میں قریش کے نامی سردار مشہور بہادر مارے گئے۔ اور اُن کے رعب داب، حشمت و عزت کو بہت نقصان پہنچا۔ جن کی بابت آیات مذکورہ میں صاف صاف پیشگوئی کی گئی ہے۔

پیشگوئی نمبر ۴

"بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سَلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اور بحری ممالک میں اُس کی ثناخوانی کریں گے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اُسکائے گا۔ وہ چلّائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بُلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔" (یشعیا باب ۴۲ آیت ۱۱ تا ۱۳)

(تشریح) مورخ طبری کے بیان سے ثابت ہے۔ کہ جنگ خندق میں مسلمانوں نے جب خندق کھودی تھی۔ وہاں ایک ٹیلہ کوہ ہے جس کا نام اہل مدینہ کی زبان پر سَلع ہے۔ اور اہل مدینہ دوست کو یہاں تک چھوڑنے آیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔ مذکورہ بالا پیشگوئی میں درج ہے۔ کہ" سلع کے باشندے گیت گائیں گے۔ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو انصار جو مدینہ میں آباد تھے ان کی لڑکیوں نے یہ ترانہ سنجی کی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

أَشْرَقَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ——— ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب

من ثنیات الوداع	چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا
واجب الشکر علینا	شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا
ما دعٰ للہ داعٍ	بلانے والا اللہ کی طرف سے جس کام کیلئے بلائے
ایہا المبعوث فینا	اے وُہ ذات جو ہم میں بھیجا گیا ہے
جئتنا بالامر المطاع	ہر حکم کی اطاعت کریں گے۔

پھر لکھا ہے۔ وہ چلائے گا۔ ہاں وہ جنگ کے لئے بُلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا' چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ ہجرت کے ایک سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا حکم دیا۔ کفار سے جنگِ بدر۔ جنگِ احد۔ جنگِ خندق۔ جنگِ خیبر۔ جنگِ مُوتہ۔ جنگِ حنین۔ جنگِ تبوک وغیرہ وغیرہ بڑی بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں جس میں خدا کے فضل وکرم سے دشمنوں پر فتح نصیب ہوئی اسی طرح یہ پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات پر حرف بحرف صادق آئی۔

پیشگوئی نمبر ۵

"اور یُوحنّا کی گواہی یہ ہے۔ کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تُو کون ہے تو اس نے اقرار کیا۔ اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ مَیں تو مسیح نہیں ہوں۔ اُنہوں نے اُس سے پُوچھا۔ پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے اس نے کہا مَیں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ "نبی" ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں پس اُنہوں نے اس سے کہا۔ پھر تو ہے کون؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تُو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا مَیں جیسا یشعیاہ نبی نے کہا ہے۔ بیابان میں پُکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اُنہوں نے اُس سے یہ سوال کیا۔ کہ اگر تُو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ "نبی" تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (انجیل یُوحنّا باب ا آیت ۱۹ تا ۲۵)

(تشریح) اس پیشگوئی میں صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت علمائے یہود تین انبیاء کی آمد اور ظہور کے منتظر تھے۔ اول ایلیاہ۔ دوم مسیح۔ سوم وہ نبی۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ جب اُس سے کہا گیا۔ کہ تُو نہ مسیح ہے۔ نہ ایلیاہ نہ وہ "نبی" ہم پوچھتے ہیں کہ انکارِ مسیح کے بعد وہ "نبی" کا اشارہ کس وجود پر آتا ہے۔ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ اشارہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر عائد ہوتا ہے کیونکہ مسیح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ظہور ہونا تھا۔

یہاں اگر کوئی عیسائی اس وہ "نبی" کے اشارے کی تاویل کرے۔ تو اُسے یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ وجودِ مسیح کے علاوہ وہ "نبی" کا اطلاق کس پر آئے گا۔

خدا کے فضل سے اس کا جواب آج تک نہیں ملا۔

پیشگوئی نمبر ۶

(مسیح کی اپنے شاگردوں کو وصیت)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا۔ تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں تصور وار ٹھرائیے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۳)

(تشریح) ناظرین آپ نے مذکورہ بالا پیشگوئی کو جو مسیح کی زبان سے نکلی ہے پڑھا ہے۔ یہ ایسی صاف صاف اور کھلے لفظوں میں پیشگوئی ہے۔ کہ ہر ایک ذی عقل انسان خود بخود سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ آنے والی سچائی کی روح سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور آخر میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ وہ تمہیں سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا۔ وہی کہے گا۔ اس کی تائید قرآن مجید نے اس طرح فرمائی ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اُن کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے بارے میں ہے۔

پیشگوئی نمبر ۷

"یسوع مسیح کا مکاشفہ جو اُسے خدا کی طرف سے اس لئے ہوا۔ کہ اپنے بندوں کو وہ باتیں دکھائے جن کا جلد ہونا ضرور ہے۔" (یوحنا عارف کا مکاشفہ۔ باب ۱ آیت ۱)

اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ مکاشفات میں اُن باتوں کا ذکر ہے جو یوحنا اور مسیح کے بعد دُنیا میں ہونے والی تھیں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ یہ یوحنا مسیح کا حواری ہے۔ جس نے یہ مکاشفہ حضرت مسیح کے دنیا سے جانے کے بعد دیکھا تھا۔ آگے چل کر اس کتاب میں یوں لکھا ہے:۔

"پھر میں نے آسمان کو کُھلا ہوا دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس پر ایک سوار ہے۔ جو سچا اور برحق کہلاتا ہے۔ اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں۔ اور اس

کے سر پر بہت سے تاج ہیں۔ اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے۔ جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ اور اس کا نام کلامِ خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اُس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کے لئے اس کے مُنہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔ اور وہ لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت کرے گا۔ اور قادرِ مطلق خدا کے سخت غضب کی مَے کے حوض میں انگور روندے گا۔ اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔ پھر مَیں نے ایک فرشتے کو آفتاب پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ اور اُس نے بڑی آواز سے چلّا کر آسمان کے سارے اُڑنے والے پرندوں سے کہا۔ کہ آؤ۔ خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو جاؤ۔ تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت اور زورآوروں کا گوشت اور گھوڑوں اور اُن کے سواروں کا گوشت اور سارے آدمیوں کا گوشت کھاؤ۔ خواہ آزاد ہوں خواہ غلام خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے۔" (دیکھو مکاشفہ یوحنا عارف باب ۱۹ آیت ۱۱ تا ۱۸)

(تشریح) اب بندہ نہایت اختصار سے اس کی تشریح کر دیتا ہے۔ سفید گھوڑے اور اس کے سوار کا ذکر مکاشفہ یوحنا عارف باب ۶ آیت ۲ میں بھی ان الفاظ سے ہے" اور مَیں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس کا سوار کمان لئے ہوئے ہے۔ اُسے ایک تاج دیا گیا۔ اور وہ فتح کرتا ہوا نکلا۔ تاکہ اور بھی فتح کرے"۔ مکاشفہ باب ۱۹ آیت ۱۱ میں سفید گھوڑے کا سوار اور مکاشفہ باب ۶ آیت ۲ میں اُس کے صاحبِ کمان اور صاحبِ فتح ہونے کی علامت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہی صادق آتی ہیں۔

پہلا ثبوت: نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں بھی سفید گھوڑا تھا۔ جس کا نام بحر تھا دیکھو کتاب سعد السعادت۔

دوسرا ثبوت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی کمان کو ہاتھ میں رکھتے تھے۔ بسا اوقات خطبہ کے وقت بھی کمان ہاتھ مبارک میں رکھتے تھے مسلمانوں کو کمان چلانے کی تاکید فرماتے۔ حدیث شریف ہے ارموا فان اباکم کان رامیا یعنی تیر چلایا کرو۔ تمہارے باپ (اسمٰعیل) تیرانداز تھے۔

تیسرا ثبوت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فتح مبین ہونے کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبعوث ہوئی۔ اُسے بدرجۂ کمال پہنچا کر دُنیا سے رخصت ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں موسےٰ علیہ السلام اپنی امت کو وعدہ کی زمین میں پہنچانے سے پہلے اور مسیح علیہ السلام اپنی بہت سی باتیں بتلانے سے پہلے دُنیا سے الگ ہوئے جس کا ذکر پیشگوئی نمبر ۶ میں آچکا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو مکمل کر کے اور بحکم خدا اَلْیَوْمَ

اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ دِيْنُكُمْ کا اعلان کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ تو حضورؐ کی فتح مبین میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔

پھر لکھا ہے۔ کہ "اُس پر ایک سوار ہے۔ جو سچا اور برحق کہلاتا ہے"۔

(تشریح) اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ ابتداً سچا اور حق بات کہنے والا ہوگا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وحی آنے سے پہلے اہلِ مکہ امین اور صادق کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ اور لکھا ہے "راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے" سو قرآن مجید نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ اس مکاشفہ کو دیکھ کر کوئی عیسائی غلطی سے بھی اس کو مسیح پر چسپاں نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اُس سوار کے لئے مجاہد اور غازی ہونا بھی ضرور ہے۔ چنانچہ یوحنا و مسیح کے بعد مجاہد و غازی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے ہیں۔

اور لکھا ہے "اس کی آنکھیں شعلے کی مانند ہیں"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک میں جو تمام پاک نوشتوں میں ہے۔ آنحضرتؐ کی آنکھوں میں سُرخی کا ہونا ضرور درج ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ کہ مرامکِ انور کے گرد سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔

پھر لکھا ہے "اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں"۔

انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ کو دیکھو کوئی واعظ ہے (سلیمانؑ) کوئی مبشر ہے (عیسےٰ) کوئی منذر ہے (نوحؑ) کوئی منجی ہے (موسےٰ) کوئی مناظر ہے (ابراہیمؑ) کوئی مجاہد ہے (داؤدؑ) لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جملہ صفات جامعیت کے ساتھ موجود ہیں۔ چنانچہ رب العزت اپنی کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتے ہیں يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا یعنی اے نبی ہم نے تم کو شاہد، مبشر، نذیر اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے امر سے اور منور چراغ بنا کر بھیجا ہے (خلقت کی جانب)۔ سر پر بہت سے تاج ہونے کے یہی معنی ہیں۔

اور لکھا ہے "اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارک احمد و محمدؐ ہیں۔ اور یہ دونوں وہ اسماء پاک ہیں جو پہلے کسی بشر کے نہیں تھے مسیح اور یسوعؑ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام سے قبل بیسیوں ہوئے۔

اور لکھا ہے "خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے"۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں منادی کرتے وقت ایسا ہی ہوا۔ کہ حضورؐ کا تمام جسم اطہر پتھروں کی ضربوں سے خون سے لتھڑ گیا تھا۔ اور پوشاک بھی تمام خون آلود تھی۔ اس وقت خون جسم مبارک سے بہہ کر نعلین مبارک میں جا کر ایسا جم گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کے وقت پاؤں مبارک نکالنے مشکل ہو گئے۔

اور لکھا ہے" اس کا نام کلامِ خدا کہلاتا ہے"۔

یہ علامت حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنے سب سے آخری وعظ" استثنا باب ۳۱ اور حضرت عیسےٰ نے اپنے آخری وعظ میں خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اب یوحنا حواری نے بھی یہی بیان کیا جس سے صاف معلوم ہوا کہ یوحنا کا مکاشفہ تک کلامِ خدا کا پورا ہونا باقی ہے۔ پس یہ قرآن مجید فرقانِ حمید وہی کلامِ خدا ہے جس کی اطلاع یوحنا حواری کو بذریعہ مکاشفہ قبل از ظہور دی گئی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے قرآنِ پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے ہی یہ قرآن تجھ پر پوری شان کے ساتھ نازل کیا ہے۔

اور لکھا ہے" اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور اس کے پیچھے ہیں"۔

فرشتوں اور ملکوتی طاقتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونا قرآن مجید میں بھی ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ۔ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ یعنی فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جنگِ بدر کا واقعہ جس میں فرشتوں کا نزول اور مدد کرنا تائیدِ غیبی وغیرہ تمام واقعہ تاریخ میں اظہر من الشمس ہے۔

اور فرشتوں کے صاف سفید لباس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں داخل ہیں۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو سفید لباس مرغوب تھا۔ آپ کے جنگی نشان یعنی عَلَم کا رنگ بھی سفید تھا لتنازع جنگ اور پیامِ صلح کیلئے بھی سفید پھریرا بلند کیا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے"۔ اور اس کے مُنہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے"۔

یہ جہاد کا کلمہ ہے۔ چنانچہ جن لوگوں پر جہاد کیا گیا اُن کا ذکر بھی اسی مکاشفہ میں باب ۱۹ آیت ۱۷۔۱۸ میں صاف طور پر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے" اے پرندو آؤ اور خدا کی بڑی ضیافت میں شریک ہونے کے لئے جمع ہو جاؤ۔ تاکہ تم بادشاہوں کا گوشت اور فوجی سرداروں کا گوشت گھوڑوں کا گوشت کھاؤ"۔ لڑائی میں جو کُفار مارے گئے یہ اشارہ اُن کی لاشوں وغیرہ کی طرف ہے۔

اور لکھا ہے" لوہے کے عصا سے اُن پر حکومت کرے گا"۔

اس کے متعلق اسی مکاشفہ میں اُوپر آچکا ہے۔ کہ آپؐ لوہے کی کمان اپنے پاس رکھتے تھے

اور لکھا ہے"۔ قادرِ مطلق خدا کے غضب کی مے کے حوض میں انگور روندے گا"۔

سرکش قبائل کا تباہ ہونا قیصر و کسریٰ کو نافرمانئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا کا ملنا۔ خدا کے غضب سے ہی ہو سکتا ہے۔

اور لکھا ہے"۔ اس کی پوشاک اور ران پر لکھا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب عالیہ میں سے امام الانبیاء اور سید المرسلین بھی ہیں۔ یہی مراد مکاشفہ کے ان الفاظ کی ہے۔

حضرت شیخ اکبرؒ کے زمانہ میں بائبل میں بیشمار پیشینگوئیاں تھیں جو موجودہ بائبل میں نہیں ہیں۔ پھر بھی اس میں سے جتنی ہو سکیں۔ اخذ کر کے لکھ دیں۔ جو اہلِ بصیرت کے لئے کافی ہیں۔

مُرشدِ کامل سے بیعت کا مقصد

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا۔ کہ قرآن کریم میں تو سب کچھ ہے۔ پیر مرشد کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں جو آیات ذکر، معیت، اقربیت یا نفس کے متعلق ہیں۔ پیر کامل ان کی کیفیت اور مشاہدہ طاری کرا دیتا ہے۔

خداوند تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی وہ تمہارے نفسوں میں ہے کیا تم نہیں دیکھتے دوسری جگہ فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یعنی میں تمہاری شاہ رگ کے قریب ہوں۔ حدیث قدسی میں ہے اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ کہ انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں۔ ایک اور حدیث ہے۔ کہ قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میری وسعت کو نہ زمین سما سکتی ہے اور نہ آسمان مگر مومن کا دل۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جب مجھے عروج ہوا۔ میں عرش پر گیا اور حاملانِ عرش سے دریافت کیا کہ یہاں خداوند تعالےٰ کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ زمین والوں کو آسمان کا پتہ دیتے ہیں اور آسمان والوں کو زمین کا۔ پھر فرمایا کہ میرے دل میں ندا آئی۔ کہ اے بایزیدؒ اپنے دل میں تلاش کر۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں۔ کہ دل دُنیا اور آخرت دونوں سے بہتر ہے کیونکہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا لیکن دل خداوند تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے۔

جناب حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد ہوا کہ اے عبد القادر! میری طرف آنے کا راستہ تو دل میں ہے آپ کو یہی الہام ہوا۔ کہ اوّل ظہور کے تو میرا باطن تھا اور بعد ظہور کے میں تیرا باطن ہوں۔

واضح رہے۔ کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم محسوسات جو حسّوں کے ذریعے آتا ہے یعنی کانوں کے ذریعے سننے سے آنکھوں کے ذریعے دیکھنے سے زبان سے چکھنے سے ناک سے سونگھنے سے اور لطائف یعنی باقی اعضاء کے ساتھ چھونے سے۔ یہ پانچوں ماننے محسوسات کے ہیں۔ دوسرا علم کیفیات جو دل یعنی روح کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جس شخص کو علم محسوسات ہو اور علم کیفیات نہ ہو۔ چونکہ وہ کیفیات نہیں سمجھ سکتا۔ جب تک کہ اس پر علم کیفیات نہ کھلے۔ اگر استدلال سے کسی نے مان بھی لیا۔ تو وہ علم ناقص ہوگا۔ کیونکہ اس پر یقین کامل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ علم حاصل کیا جائے تاکہ

ایمان کامل ہو۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

قال را بگذار و مرد حال شو   پیشِ مرد کامل پامال شو

یعنی باتوں کو چھوڑ عارف بن۔ اور کسی مرد کامل کے پاؤں تلے روندا جا۔

علمِ محسوسات ظاہری ہے اور علمِ کیفیات باطن سے علاقہ رکھتا ہے۔ اور اسی کو علمِ لدنی بھی کہتے ہیں۔ یہ علم استدلال سے حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ استدلال کا حال یہ ہے۔ کہ ایک دلیل دوسری دلیل کو توڑ دیتی ہے۔ مثلاً ایک دریا کا مینڈک کنوئیں میں گر جائے اور اس سے کنوئیں کا مینڈک دریا کا حال دریافت کرے۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ وہ بیان کرے کہ میں اتنے وسیع پانی سے آیا ہوں جس کی انتہا اور اندازہ نہیں۔ اور اتنا آسمان دیکھا۔ کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کنوئیں کا مینڈک کہتا ہے کہ کیا اس سے بھی زیادہ ہے جس میں مَیں رہتا ہوں؟ اس کنوئیں سے زیادہ پانی تو ہو نہیں سکتا۔ نہ کبھی سُنا ہے اور نہ کبھی دیکھا دریا کا مینڈک حیران ہوگا کہ اسے کس طرح سمجھایا جائے۔ کیونکہ اس کے لئے اس بات کا سمجھنا نہایت دشوار ہوگا۔ اگر کسی استدلال سے سمجھا بھی دے تو اس کا علم ناقص ہوگا۔ تاوقتیکہ اس کو کسی طرح کنوئیں سے نکال کر دریا کا مشاہدہ نہ کرا دیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی بچہ کو ماں کے پیٹ میں یہ کہے۔ کہ زمین بڑی وسیع ہے اُس کے اوپر بہت بڑا آسمان ہے اس میں ایک آفتاب نکلتا ہے۔ جو چھوٹے حجم کا ہوتا ہے۔ مگر تمام زمین کو روشن کرتا اور گرمی پہنچاتا ہے۔ وہ بچہ اُس کے سمجھانے سے سمجھ جائے کہ ہاں ایسا ہی ہوگا۔ مگر ایک دوسرا شخص اُس بچے کو دلیل سے ثابت کر دے۔ کہ یہ بات غلط ہے تو اس کا پہلا یقین ٹوٹ جائے گا۔ یہ علمِ محسوسات کا حال ہے۔ جب وہ بچہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے اور خود تمام کیفیات اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے تو پھر اگر اس کو تمام دنیا کے استدلال دے کر کہا جائے۔ کہ یہ بات غلط ہے تو ہرگز نہیں مانے گا۔ مثلاً ایک شخص کو کہا جائے۔ کہ اس مٹکے میں پانی ہے۔ تو وہ اُس کے کہنے سے مان لے گا۔ مگر اُسے تسلی نہیں ہوگی۔ اس یقین کو علم الیقین کہتے ہیں لیکن جب وہ مٹکے کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھ لے گا۔ تو اس کو عین الیقین ہو جائے گا۔ کہ اس کے اندر پانی ہے۔ مگر ابھی تک یہ شک باقی رہے گا۔ کہ اس میں پانی ہے یا کوئی اور شے۔ لیکن جب وہ خود پانی کو پی لے گا تو حق الیقین ہو جائے گا۔ کہ واقعی یہ پانی ہے۔ پس مرشدانِ کامل طالب کو علم الیقین سے حق الیقین کے درجے تک پہنچا دیتے ہیں۔ علمِ معرفت حاصل ہونے پر اُسے کامل یقین ہو جاتا ہے۔ کہ مَیں اُسی ہستی اور اُنہی تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جن پر ایمان لانا چاہیئے تھا۔

حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ کہ صاحبِ مشاہدہ کے سامنے صاحبِ مجاہدہ اس طرح ہے۔ جیسا دریا کے مقابلہ میں قطرہ۔ نیز ایک حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دریا کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اپنی انگلی مبارک اس دریا میں ڈال کر فرمایا۔ کہ عالمِ روحی کے مقابل میں یہ جہان اتنا ہے جتنا کہ اس انگلی

کو پانی لگا ہے۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ اور عالمِ روحی ایسا ہے۔ جیسا یہ دریا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

آپ نے سُنا ہوگا۔ کہ اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ یعنی علم بڑا پردہ ہے۔ علم سے مراد علمِ محسوسات ہی ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند — گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

حضرت سید شاہ بھیک رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں ؎

انکھ کان مکھ بند کر نام نرنجن لے — اندر کے درتب کھلیں باہر کے بند کر دے

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک حوض میں پانی پانچ راستوں سے آتا ہے۔ ان پانچوں راستوں کو بند کر دیا جائے اور جو پانی حوض میں ہے۔ اسے باہر پھینک دیا جائے۔ اور حوض کو سطح سے کھودتے کھودتے گہرا لے جائیں۔ حتّٰی کہ چشمہ یعنی کنواں نکل آئے۔ تو اس چشمے کا پانی کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ اس مثال میں پانچ راستوں سے مراد یہی پانچ حسیں ہیں یعنی کان، آنکھ ناک زبان اور جسم۔ اور حوض سے مُراد دل ہے۔

چونکہ آجکل اکثر لوگوں کے مذاق بگڑ چکے ہیں۔ اس لئے یہ باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ مثلاً ایک شخص کو شعر و اشعار کا مذاق نہیں ہے۔ تو اس کے سامنے شاعری کی کچھ وقعت نہیں۔ ایک شخص کو راگ کا علم نہیں۔ وہ راگ سے کچھ لذت نہیں اٹھا سکتا۔ جس کو شاعری اور موسیقی سے کچھ مس نہیں وہ مجلس میں چُپکا بیٹھا رہے گا۔ اور جس کو مس ہے۔ وہ مرحبا، مکرر فرمائیے کہہ رہا ہے۔ کوئی مزے میں آکر سر ہلاتا ہے۔ گویا ایک خاص کیفیت میں محو ہے جس طرح ایک بیمار کے منہ کا ذائقہ بسبب صفرا بگڑ جاتا ہے۔ اگر اسے میٹھی چیز بھی کھلائی جائے تو وہ اُسے کڑوی کہتا ہے۔ اسی طرح جن کو علمِ کیفیات سے مس نہیں۔ اول تو انکار ورنہ تاویل کر دیتے ہیں۔

واضح رہے کہ ہر ایک حس کی غذا علیحدہ ہے۔ کانوں کی غذا خوش الحانی ہے لیکن جس کے کان میں قوتِ سماعت نہیں اس کو خوش الحانی سے مطلق مزہ نہیں آسکتا۔ آنکھوں کی غذا خوبصورت اشیا کا دیکھنا ہے جن کی آنکھوں میں بصارت نہ ہو وہ دیکھنے سے محروم ہیں۔ ناک کی غذا خوشبو ہے جس کے دماغ میں بیماری ہو۔ وہ خوشبو سونگھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ زبان کی غذا اچھی چیزوں سے لذت اٹھانا ہے جس کی زبان کی حس جاتی رہے وہ مزہ اٹھانے سے محروم ہے۔ اسی طرح دل کی غذا اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے۔ جب دل ماسویٰ سے بھرا ہوا اور غیر اللہ میں ڈوب جائے۔ گویا اس کی فطرت خراب ہوگئی تو ایسی صورت میں اللہ تعالےٰ کے ذکر کا ذوق پیدا نہیں ہوتا۔ اور معرفت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے انسان کے دل پر آٹھ پہر میں تین سو ساٹھ نظر پڑتی ہے۔

مگر اس کے اغراض درمیان میں آکر مانع ہو جاتے ہیں۔ اور حجاب بن جاتے ہیں۔ اغراض کو اٹھانا اور ماسوٰی سے فارغ ہونا یہی مقصود کسی شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ہے۔

موجودہ زمانے میں جو لوگ بیعت کے خلاف ہیں۔ اُن کی نظر صرف جاہل اور نقلی پیروں پر ہوتی ہے۔ مُرشد پکڑنے سے پہلے یہ معلوم کرلینا نہایت ضروری ہے۔ کہ آیا اُس میں وہ قابلیت موجود ہے یا نہیں جس سے گوہرِ مقصود حاصل ہو سکے۔ جن کے قلب خود روشن نہ ہوں وہ دوسروں کے قلب پر روشنی کیونکر ڈال سکتے ہیں۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے۔ کہ قرآن کریم اور احادیث کا علم حاصل کر لینے یا بعض درود وظائف جو کتابوں میں درج ہیں۔ بغیر مرشدِ کامل رٹتے رہنے سے علم کیفیات حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اُن اشیاء کا جن کا تعلق دل سے ہے۔ مشاہدہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر حال ہی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا۔ کہ کسی امر کا مشاہدہ کرانے میں مرشدِ کامل کا کس حد تک تعلق ہوتا ہے۔

ہمارے جدِ مرشد حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ حاجی نواب خان صاحب ولد عمر خان صاحب راجپوت سکنہ میر محمد علاقہ قصور بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے یہ خواہش تھی۔ کہ حضرت سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ مولوی عزیز الدین صاحب امام مسجد سنتو کی نے مجھے ترغیب دی۔ کہ میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں شرقپور شریف جاؤں۔ بنابریں ہم دونوں شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ ایک شب و روز وہاں قیام کیا۔ اگلے روز عصر کے وقت حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میں بہت گنہگار ہوں میری یہ خواہش ہے۔ کہ میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے باریاب ہو جاؤں۔ میں نے یہ سُنا ہے۔ کہ آپ مکہ معظمہ میں کبھی کبھی نماز گذارتے ہیں۔ آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم کو کس نے کہا ہے۔ جب میں نے مولوی عزیز الدین صاحب کا حوالہ دیا۔ تو آپ نے انہیں سرزنش کی۔ بعد ازاں میرے زانوؤں کو دبا کر فرمایا۔ کہ نمازِ عشا کے بعد چار سو مرتبہ درود شریف خضری پڑھ کر کسی سے کلام کئے بغیر سو جایا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم کو گوہرِ مقصود مل جائے گا۔ میں نے آٹھ روز تک یہ عمل کیا۔ اور نوافل تہجد ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر بیٹھا تھا۔ کہ مجھے اونگھ آگئی۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں بیت اللہ شریف میں ہوں اور میرے آگے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ طواف فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی آپ کی تقلید کی۔ بعدہٗ میں نے عرض کیا کہ آپ تو فرماتے تھے۔ کہ ہم یہاں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ آپ نے مجھے اس وقت لبوں پر مہرِ سکوت لگانے کی ہدایت کی۔ بعدہٗ سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک معہ اصحابِ اربعہؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ تشریف لائے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے اُن حضرات کے اسماء گرامی بتائے میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں۔ میرے قلب پر حضور علیہ السلام کی زیارت سے ایک خاص کیفیت طاری

ہوئی۔ مَیں نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو آبِ زمزم لے جانے کے لئے کہا۔ نیز عرض کی کہ مجھے اپنے ہمراہ باطنی راستے سے واپس لے چلیں۔ کیونکہ مجھے بحری راستہ سے بڑی دقت کا سامنا ہؤا ہے۔ آپ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ بعدہٗ تمام جماعت وہاں سے روانہ ہوئی۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہی جماعت مدینہ منورہ میں تشریف لے آئی ہے۔ پھر مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کی۔ اور میاں صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یہاں سے احباب و رفقاء کے لئے کھجوریں تبرکاً لے جائیں۔ پھر بھی مجھے آپ نے خاموشی کی ہدایت کی۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ مجھ سے بحری راستہ کے سفر کی زحمت گوارا نہ ہوسکے گی۔ آپ نے فرمایا میرے پاؤں پر اپنے پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کرو۔ مَیں نے ایسا ہی کیا۔ اور چشم زدن میں مَیں نے اپنے آپ کو لاہور پایا۔ وہاں سے مَیں نے راجہ جنگ کا ٹکٹ لیا۔ اسٹیشن سے اُتر کر گاؤں کی طرف جارہا تھا۔ کہ آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہی مصلیٰ اور وہی مکان تھا۔ فقط سبحان اللہ!

حاجی نواب خان صاحب کا بیان ہے۔ کہ اس سے پہلے بہت سے علماء کی خدمت میں مَیں نے عرض کی۔ انہوں نے مجھے بہت ساری چلہ کشی کرائی۔ اور مولوی عبدالجبار اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور دیگر حضرات کی خدمت میں بھی حاضر ہؤا ہر ایک صاحب نے وظائف فرمائے۔ مگر اپنے مقصود میں کامیاب نہ ہؤا۔ اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر گوہرِ مقصود کو پا لیا۔ جو مکانات وغیرہ خواب میں دیکھے تھے۔ ویسے کے ویسے مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر جا دیکھے۔ وہاں ہوبہو وہی سب کچھ تھا۔ جو کہ خواب کے درمیان دیکھا تھا۔ کیوں نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص نے مجھ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے درحقیقت مجھ ہی کو دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ (بخاری و مسلم)

دُعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو کسی ایسے مرشدِ کامل سے بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو اُسے علمِ کیفیات سے واقف کرا دے۔ تاکہ ایمان، ایمانِ کامل ہو جائے۔ آمین ثم آمین

محمد احسان

لیلۃ القدر

قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ہم نے اسے شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے دیا د رکھو کہ) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے۔ ہر کام کے لئے سلامتی کی رات ہے فجر کے طلوع ہونے تک

جس طرح دنیاوی شہنشاہوں کے ہاں ایک روز ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس میں الطاف وعنایتِ خسروانہ بیشمار ہوتی ہیں انعام تقسیم ہوتے ہیں اور فرمانبرداروں کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔ اسی طرح مومنوں کے لئے سال بھر میں ایک رات ایسی رکھی گئی ہے جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اس میں انسان ہماری طرف توجہ کرے اور عبادت واستغفار میں رات گزارے تو اس کو بے انتہا انعام ملیں گے۔ دعائیں قبول ہوں گی۔ گناہ معاف ہوں گے اور اس ایک رات کی عبادت برسوں کی عبادت سے افضل قرار دی جائے گی۔

یہ رحمتِ خاص نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیروؤں کیلئے ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ پہلی اُمتوں کی عمریں دراز اور قویٰ مضبوط تھے۔ اس لئے اُن کے لئے عمل اور احکام کی پابندی کی مشقت زیادہ تھی۔ اسی بات کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ میری اُمت اور اگلی امتوں کی مثال ایسی ہے۔ کہ جیسا کسی نے نصف دن کیلئے ایک معین اجرت پر کسی کام کو لگایا۔ اور پھر نصف دن سے لے کر عصر تک اسی کام اور اسی اجرت پر دوسرے کو معین کیا۔ پھر عصر سے لے کر غروب آفتاب تک دوگنی اجرت پر تیسرے شخص کو معین کیا۔ پہلے نے کہا۔ کہ میرا وقت اتنا اور مزدوری اسیقدر جس قدر نصف دن سے لے کر عصر تک والے کی ہے۔ اور اس کا وقت مجھ سے نصف۔ پھر دوسرے نے بھی تیسرے کی نسبت یہی شکایت کی۔ کہ اس کا وقت مجھ سے کم اور اجرت دوچند۔ مالک نے فرمایا کہ یہ میری عنایت ہے جس پر چاہوں کروں مگر تمہارے حق میں سے تو میں نے کوئی کمی نہیں کی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ وہ پہلا شخص یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت اور دوسرا عیسائی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی امت اور تیسرا میری امت ہے۔ تمہارے لئے وقت کم اور اُجرت دوچند ہے۔

مؤرخین کا اتفاق ہے۔ کہ قرآن کریم تئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا ہے۔ اور سب سے اول سورۂ اقراء مالم یعلم تک ماہ شوال کے مہینے غالباً پہلے عشرہ میں غار حرا میں نازل ہوئی تھی۔ پھر یہ کیونکر صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ قرآن کریم شب قدر میں نازل ہوا ہے اس کا

جواب یہ ہے۔ کہ انزال اور تنزیل میں فرق ہے۔ تنزیل کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا اور انزال کے معنی یکبارگی نازل کرنا ہے۔ سو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ تنزیل تیئیس برس میں ہوئی اور ابتدائے تنزیل ماہ شوال میں ہوئی۔ مگر اس آیت میں انزال کا ذکر ہے۔ نہ کہ تنزیل کا بات دراصل یہ ہے۔ کہ قرآن مجید کل یکبارگی شب قدر میں جو رمضان کے مہینے واقع تھی (جیسا کہ فرمایا گیا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ کہ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا) لوح محفوظ سے بیت العزۃ (یا جو آسمان پر ایک جگہ ہے) نازل کیا گیا۔ اس کے بعد وہاں سے حسب حاجت جبریل علیہ السلام آنحضرتؐ کے پاس لاتے رہے۔ اور آپ ہر کلام کو اس کے اصلی موقعہ پر جمع کرا دیتے تھے۔ اور قرآن کریم کی اصلی ترتیب یہی ہے جو اب موجود ہے۔ اور اسی ترتیب سے لوح محفوظ سے بیت العزۃ میں اوپر سے لا کر رکھا گیا۔ واضح رہے کہ لوح محفوظ علم الٰہی ہے اور یہ وہ مقام ہے۔ جہاں فرشتوں کی رسائی نہیں۔ جیسا کہ معراج شریف کے موقعہ پر حضرت جبریلؑ نے آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ میں اگر اس مقام سے آگے جاؤں تو میرے پر جل جائیں۔ اور بیت العزۃ وہ مقام ہے جہاں فرشتے اللہ تعالٰے سے احکام حاصل کرتے ہیں۔

لیلۃ القدر کیا ہے؟ قدر کے لغوی معنی اندازہ کرنا ہے اور قدر شرف و منزلت کو بھی کہتے ہیں۔ اس رات کی قدر و منزلت تو اگلی آیات سے بخوبی واضح ہے لیکن بعض اصحاب نے قدر کے معنی اندازہ کے لیتے ہوئے یہ سمجھا ہے کہ یہ وہی رات ہے جس میں برس بھر میں آنیوالی باتیں عالم بالا میں مقرر و معین کی جاتی ہیں۔ مثلاً کسی کا مرنا، بیمار ہونا، رزق کی تنگی و فراخدستی، عزت و ذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہان میں ظاہر ہوگا۔ وہ سب اس رات میں عالم بالا میں مشہور کر دیا جاتا ہے۔ اور ہر کام پر ملائکہ معین کر دئے جاتے ہیں۔ حالانکہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ کہ وہ رات ۱۵ شعبان المعظم یعنی شب برات ہے۔ چونکہ قرآن کریم کی سورہ دخان میں لیل بھی آیا ہے۔ کہ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ہم نے اس قرآن کو بلا شبہ ایسی رات میں نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے۔ ہم واقعی خبردار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اس رات کے متعلق اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہوتا ہے فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۙ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ اس رات ہر مناسب حکم صادر کیا جاتا ہے۔ ایسا حکم جو ہمارے ہاں سے جاری ہوتا ہے۔ اور بیشک ہم ہی رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ کیا تم جانتی ہو کہ اس رات یعنی ۱۵ شعبان المعظم میں کیا واقع ہوتا ہے حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ اس میں کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اس میں لکھا جاتا ہے۔ بنی آدم میں سے ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے۔ اور اسی رات میں لکھا جاتا ہے وہ شخص جو اس سال میں مرنے والا ہوتا ہے۔ اور اسی رات میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق نازل کئے جاتے ہیں۔ الخ (مشکوٰۃ شریف)

ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ اس رات اللہ تعالٰےؑ آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا تا کہ میں اسے بخش دوں۔ کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ میں اسے رزق دوں۔ کوئی ہے گرفتار بلا کہ میں اسے عافیت

دوں اور ایسے ہی فرماتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ صبح روشن ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مبارک رات جس کا ذکر سورہ دخان میں ہے شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے مگر چونکہ اس میں بھی اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ آیا ہے۔ کہ قرآن کریم اس رات میں نازل ہوا۔ اس لئے بعض حضرات شب مبارک اور شب قدر کو ایک ہی رات قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ شب برات کو آسمان دنیا پر نزول فرما کر جس طرح سال بھر کا پروگرام اور احکام فرشتوں کو صادر فرماتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو قرآن کریم کی وہ آیات جو جس سال میں نازل کرنی منظور ہوتی تھیں۔ شان نزول کے اعتبار سے جبریل اور دیگر موکل فرشتوں کو ان کے متعلقہ احکام صادر کئے جاتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پس شب قدر وہ رات ہے جس کا ذکر پارہ نمبر ۳۰ کی سورہ قدر میں موجود ہے اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مہینہ تم میں آیا ہے اور اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے پس جو شخص اس میں بھلائی کرنے سے محروم رہا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا۔ اور نہیں محروم رکھا جاتا اس میں نیکی کرنے سے مگر صرف وہ شخص جو بے نصیب ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ رات کب آتی ہے؟ اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ سال بھر میں ایک بار۔ مہینے کا کوئی تعین نہیں۔ اکثر کا قول یہ ہے۔ کہ ماہ رمضان میں یہ رات ہوتی ہے۔ پھر اکثر اسی پر متفق ہیں۔ کہ رمضان کے اخیر عشرے کی طاق راتوں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ میں سے کسی ایک رات۔ بہت سی احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ یہ رات رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس رات کی کوئی خاص تاریخ معین نہیں ہے بلکہ ہر سال مختلف تاریخوں میں تبدیل ہو کر آتی ہے اور حکمت اس اخفا کی یہ ہے۔ کہ اس کا طالب سال بھر عبادت میں گزارے۔ گناہوں سے بچے۔ ورنہ رمضان شریف اور اخیر عشرہ میں تو بڑی کوشش کرے۔ اس رات میں نیکی کرنا تو بڑی قبولیت کا باعث ہے۔ مگر اس رات گناہ کرنا بھی قہر الٰہی کا موجب ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص خاص بادشاہ کے دربار میں بغاوت اور نافرمانی ظاہر کرتا ہے تو وہ بہ نسبت اور دن کے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے اس بات کی زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے۔ کہ انسان اس رات کو بالخصوص گناہ سے بچے اور غفلت و عیش میں یہ رات نہ گنوا دے۔ کیونکہ جس کو دربار کے روز بھی حضوری نصیب نہ ہو۔ تو پھر وہ خلوت میں کیا مل سکتا ہے۔ اور معلوم نہیں۔ کہ اس کی زندگی میں یہ رات اس کو نصیب بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر رات کی قدر کرنے والے کو یہ رات نصیب ہو جاتی ہے۔ اسی لئے صلحا کا رات کو جاگنا، عبادت کرنا، نماز تہجد پڑھنا ہمیشہ سے دستور رہا ہے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت اول یہ ہے۔ کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اگرچہ ہر مہینہ میں رات اور دن ہوتے ہیں۔ اور رات دن بلکہ ہر ساعت انوار الٰہی کی تجلیات ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ لیکن جو تجلی اس رات ہوتی ہے۔ وہ ان سے ہزارہا مرتبہ زیادہ

ہے۔ اس رات کی تجلی کو روزمرہ کی تجلی سے وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے اور عدد ہزار سے حصر مراد نہیں کہ ہزار ہی مہینے سے بہتر ہے زائد سے نہیں۔ بلکہ ہزار سے کثرت مراد ہے۔ چنانچہ اس ایک رات کی عبادت ایک خاص خصوصیت ہونے کی وجہ سے ایسے ہزاروں مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے جن میں یہ رات نہ ہو۔

دوسری فضیلت اس رات کی یہ ہے۔ کہ اس رات فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ کل ملائکہ یکے بعد دیگرے ایمانداروں کو دیکھنے اور ملنے کے لئے آتے ہیں۔ پھر بعض آسمانِ دُنیا ہی تک اُتر کر رہ جاتے ہیں اور بعض دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ فرشتوں نے انسان کی ابتدائی حالت دیکھ کر طنزاً یہ کہا تھا۔ کہ یارب! کیا آپ زمین پر ایسی قوم پیدا کرتے ہیں جو وہاں فساد کرے اور اس کو اپنے گناہوں سے ناپاک کر دے مگر حق سبحانہٗ نے انسان پر یہ انعام کئے اور اس کی بتدریج ایسی ترقی کی۔ کہ اب اس کے کمالات کے مشتاق بن کر وہی فرشتے آتے ہیں بعض فرماتے ہیں۔ کہ سب نہیں بلکہ ایک گروہ خاص جن کا جبریل علیہ السلام سے تعلق ہے۔ پھر جب یہ واپس جاتے ہیں تو اُوپر کے ملائکہ اور جنّت کے کارکن اُن سے حال دریافت کرتے ہیں۔ پھر وہ ایک ایک مرد وعورت کا نام لے کر بیان کرتے ہیں۔ کہ فلاں بن فلاں کو اب کے سال عبادت میں پایا۔ اور فلاں کو خراب وخستہ اور غفلت کی حالت میں۔ چنانچہ اوّل کیلئے دُعا اور دوسرے کے لئے افسوس کرتے ہیں۔ روح سے مراد بعض کے نزدیک جبریل علیہ السلام ہیں جو اس گروہ ملائکہ کے سردار ہیں۔ اس لئے خاص کر ان کا ذکر بھی کیا۔ ورنہ ملائکہ میں یہ بھی داخل تھے۔ مگر بعض کے نزدیک روح سے مُراد روح القدس ہے یعنی وہ تجلیاتِ الٰہی جن کا مقام مومن کا قلب ہے۔ اور ان کو انسان کی روحانی ترقی میں کمال دخل ہے گویا یہ وہ روحانی طاقت ہے جس کی مدد سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مُردے زندہ کرتے اور دیگر معجزات کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے حواریوں پر تو ایک بار روح القدس نازل ہوا تھا۔ جبکہ وہ ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے جس کی برکت سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگ گئے تھے (کتاب اعمال)، مگر امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلحا کے پاس یہ ہر سال تشریف لاتے ہیں۔ جس کا اثر اُس کے اُوپر جس کے پاس آتے ہیں۔ یہ ہوتا ہے۔ کہ عبادت کے اوقات میں اُس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ کرامات وبرکات کا سلسلہ حواریوں تک چل کر ختم ہو گیا۔ برخلاف اس امتِ مکرمہ کے کہ اس پر روح القدس کی برکت وتاثیر سے قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جو چاہے اب بھی مشاہدہ کر لے کہ ہر زمانہ میں اسی امت میں اولیاء وصلحا پائے جاتے ہیں۔ کہ اِن سے عجائب وغرائب کرامات وبرکات سرزد ہوتے ہیں۔ جو اس دین کے برحق ہونے کی کھلی نشانی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ کسی زمانہ اور کسی جگہ میں ایسے لوگ بہت ہوتے ہیں۔ اور کہیں تھوڑے۔ مگر کوئی زمانہ

خالی نہیں رہتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ روح سے ایمان داروں کی روحیں مراد ہیں۔ کہ وہ بھی اپنے بھائیوں سے ملنے، ان کے حالات دیکھنے اور اس عالمِ سفلی کی جہاں سے یہ گئی ہیں سیر کرنے کے لئے آتی ہیں۔ اپنے عزیز و اقربا کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھتی ہیں تو خوش ہوتی ہیں۔ اور دُعا کرتی ہیں۔ اور جو بُرے کاموں میں مبتلا ہوں تو ناراض ہوتی ہیں اور دل میں فرشتوں سے شرماتی ہیں۔ جن کی ناراضگی کا اس بدنصیب پر خسارۂ مال، زوالِ اقبال اور دُنیاوی مصائب کی صورت میں بُرا اثر پڑتا ہے۔ تاکہ تنبیہ ہو کر رجوع الی اللہ کرے۔ وہ اس کے معمولی درود و فاتحہ، خالی نام کی تعظیم اور انتسابِ نسبی یا سلسلۂ بیعت وغیرہ سے کبھی خوش نہیں ہوتیں۔ بلکہ اپنی طرف نسبت کرنے سے شرماتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

تیسری صفت اس رات کی یہ ہے۔ کہ یہ سلامتی اور امن کی رات ہے۔ اور یہ تجلیات صبح صادق کے طلوع تک رہتی ہیں۔ اور پھر ملائکہ اور روح اپنے اپنے مقام پر اُوپر کو چلے جاتے ہیں۔

فی زمانہ مسلمانوں کی غفلت اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے اس احسانِ عظیم کو کہ اُس نے ان کو مسلمانوں کے گھر پیدا کیا، بالکل ہی فراموش کر چکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ نہ کسی کو دینی تعلیم سے کوئی دلچسپی ہے۔ اور نہ اس قدر بے بہا انعامات سے فائدہ حاصل کرنے کا شوق باقی ہے۔ ایسے احسان فراموش اور ناشکر گزار نہ معلوم آخرت پر ایمان رکھنے کے کیا معنی سمجھتے ہیں۔ روزِ قیامت میں پوچھا جائے گا۔ کہ یہ انعامات جو ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے بن مانگے عطا کر رکھے تھے۔ ان سے کیا فائدہ حاصل کیا؟ مسلمان اپنے عملوں کا نتیجہ دُنیا میں بھگت رہے ہیں مگر پھر بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کا نام نہیں لیتے۔

دُعا ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ مجھے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو شب بیداری اور عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ ہم اپنی زندگی میں شبِ قدر کو پا سکیں۔ اور اُن تمام انعامات سے جو اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے لئے مخصوص فرمائے ہیں فائدہ حاصل کر سکیں۔ آمین ثم آمین

محمد احسان عفی عنہٗ

(م) مومنین (ق) — قیامت کے دن کُفار پر فوقیت لے جائیں گے ۲/۲۱۲

— کا قتل عمد ۴/۹۳

— کا قتل خطا ۴/۹۲-۹۴

(م) کو غیبی مدد ا۔

— مستقل اور ثابت قدم رہنے والوں پر فرشتے اطمینان دلانے کے لئے اُترتے ہیں ۴۱/۳۰-۳۱

— کا اللہ ولی ہے ۲/۲۵۷

— کا اللہ مولیٰ ہے ۴۷/۱۱

— کو اللہ کی معیت حاصل ہے ۸/۱۹

— کی غیبی مدد بذریعہ "سادۃ منۃ" ۸/۹

— کی غیبی مدد کُفار کے دلوں میں رعب ۸/۱۲

— کی مدد اللہ کے ذمہ ہے ۳۰/۴۷

— کی مدد اور ان کو بچانا خدا پر حق ہے ۱۰/۱۰۳

— کی نصرت عقبیٰ اور دُنیا میں بھی ۴۰/۵۱

— کو اللہ چھوڑ نہیں دیتا (یعنی ساتھ رہتا ہے) ۳/۱۷۹

— صالحین کے لئے مغفرت ۵/۹

— حق کے لئے خدا کے ہاں عزت کی روزی اور مغفرت ۸/۴

— کی مائیں ۳۳/۶

— کا مال خدا نے جنت کے عوض خرید لیا ہے ۹/۱۱۱

— اور مسلمین میں فرق اور اعراب کا ایمان ۴۹/۱۴

(م) مومنین (ن) — ہونا نجات کے لئے شرط ہے ۴۰/۱۴

(ی) مویشی — کے متعلق رسومات کفر نذر و نیاز ۵/۱۰۳

(م - ہ)

(ہ) مہاجر — سے محبت کرنا فلاح ہے ۵۹/۹ نیز دیکھئے ۃ میں ہجرت

مہر — دیا ہوا واپس لینا ۲/۲۲۹ نیز دیکھئے ن میں نساء

— طلاق قبل مس ۲/۲۳۶-۲۳۷

— اگر عورت خوشی سے معاف کر دے ۴/۴

— کم کر دینا تاکہ صلح ہو سکے ۴/۱۲۷

— خوشی سے دو ۴/۴

مُہر — دلوں پر ۲/۷ ، ۷/۱۰۰-۱۰۱ ، ۶/۱۲۶

مُہلت — انسانوں کو نہ ملتی تو سب ہلاک ہو جاتے (یعنی گناہ کی پاداش میں) ۳۵

مہینہ — حُرمت والا ۵/۲ ، ۵/۹۷

— بارہ کی تعداد میں ہیں ۹/۳۶

— ادب کے چار ہیں ۹/۳۶

— کا گھٹانا بڑھانا جو دستور کُفار تھا ۹/۳۷

(م - ی)

(ق) میثاق دیکھئے ع میں "عہد نامہ"

(س) میراث ارض و سما خدا تعالیٰ کی ہے ۵۷/۱۰

(س) میزان . . . ۵۵/۷-۸

(س) میسر . دیکھئے ج میں "جُوا"

(ک) میکائیل . . . ۲/۹۸

ن

(ن - ا)

(س) **نازل** نزول کا استعمال :-

چارپاؤں کا نزول اعتراض
کا جواب ۔ لوہے کا نزول } ۳۹/۶

(ق) **ناقور** (صُور) ۴۲/۸

(م) **نام** (بُرا نام ڈالنا) ۴۹/۱۱

(ن - ب)

(۱) **نباتات** :- نباتی غلافوں اور حمل کی مناسبت ۴۱/۴۷

— میں ازواج (جوڑا جوڑا ہونا) ۳۱/۱۰

(و) **نبوّت** :- . . . نیز دیکھئے "ر" میں رسالت

— فضیلت کا باعث ہے ۴۵/۱۹

— رحمت ہے ۴۳/۳۱-۳۲

— کی تقسیم انسان کی مرضی پر نہیں ۴۳/۳۱-۳۲

— کا اختتام یا ختم ۳۳/۴۰

— کا جھوٹا دعوے افترا علی اللہ ہے ۶/۹۴

(و) **نبوّت** — کا انتخاب (جسے اللہ چاہے) ۴۰/۱۵

— نوحؑ و ابراہیمؑ کی اولاد میں دی گئی ۵۷/۲۹

(ی) **نبیوںؑ کا قتل** ۳/۶۱ نیز دیکھئے "ر" میں رسلؑ کا قتل

(ن - ت)

(ی) **نتیجہ** ہر کام کا خدا کے ہاتھ ہے ۲۲/۴۱

(ن - ج)

(۱) **نجات** — کے لئے شرط ایمان ۱۷/۱۹

— کے لئے خالی زبانی ایمان کافی نہیں آزمائش
بھی ضروری ہے مثلاً جہاد ۔ } ۲۹/۲

— اُخروی (لفظِ نجات) متقیوں کے لئے ۳۹/۶۱

نجاشی والے نصاریٰ کا ایمان اور ان کو دوہرا ثواب ۲۸/۱۵-۱۸

(ن - ح)

(۱) **نحوست** — مخلوق میں نہیں بلکہ تقدیر میں ہے
(عنداللہ ہے) (عذاب کی تکلیف پر فرعونیوں نے
موسٰےؑ کی نحوست کو سبب ٹھہرایا) } ۷/۱۳۱

ن - ذ

(س) **نذر** ۲/۱۲۵

— کا پورا کرنا ۷۶/۷

— و نیاز (کھیتی اور مواشی میں سے مقرر کرنا، اللہ کے سوا کسی کے نام کی نذر ماننا) ۶/۱۳۷

(ی) **نذیر** ۶۷/۸-۹

— ہم چاہتے تو ہر بستی میں بھیجتے ۲۵/۵۱

— ہر فرقہ میں ہوئے ۳۵/۲۴

— عرب کی قوم کے پاس نہ آیا تھا ۳۲/۳

(ن - س)

(۱) **نساء** :— (عورت)

(۱) — کا اصول ازدواج
بُرے مرد بُری عورتوں کیلئے بُری عورتیں بُرے مردوں کے لئے۔ ہذا القیاس ۲۴/۲۶

— اور ایلا
(عورت کے پاس جانے کے متعلق قسم کھا لینا۔ اور عدت) ۲/۲۲۶

(ب) بیوہ کی عدت ۲/۲۳۴

— بیوگان کا نکاح ۲/۲۳۴ ۲۴/۳۲

— سے رسولؐ بیعت توبہ کس طرح لیں ۶۰/۱۲

(پ) — کا پردہ ۲۴/۳۱

— پیر (بوڑھی عورتوں) کا پردہ ۲۴/۶۰

— کے لئے گھونگٹ کا حکم بطور پردہ ۳۳/۵۹

— کا وقار خانہ نشینی میں ہے ۳۳/۳۳

(۱) **نساء** :—

(ت) — اور تعدد ازدواج
(ایک ایک دو دو، چار چار بیویاں) ۴/۳

ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل (حقیقی) نہیں رہ سکتا ۴/۱۲۸

— کی تعریف و شان :—

صالحات قانتات ۴/۳۴

مرد عورت ایک دوسرے کا لباس ہیں ۲/۱۸۷

نیک عورتوں اور نیک مردوں کے اوصاف ۳۳/۳۵

— آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہیں ۲۵/۷۴

— تسکین، مودہ اور رحمتِ باہمی کے لئے ہیں ۳۰/۲۱

— تسکین کے لئے ہیں ۷/۱۸۹

(ج) — جو جہاد میں پکڑی جائیں ان کا حکم ۴/۲۴

— اور ان کے خاوندوں کے درمیان جھگڑوں
کا تصفیہ منصفوں کے ذریعہ ۴/۳۵

(ح) — کے حقوق :—

— اور رجال کے حقوق برابر ہیں ۲/۲۲۸

— کے حقوق :— نان نفقہ حسبِ مقدور۔ دودھ
پلانے کا اجر۔ بچے کا خرچ۔ رہنے
کے لئے گھر۔ ایذا نہ دینا۔ ۶۵/۶-۷

— مطلقہ کو حمل چھپانا جائز نہیں ۲/۲۲۸

— کی **حیثیت** :—

— کی مذہبی حیثیت مرد کے پہلو بہ پہلو ہے
— ہر صفت اور ثواب میں شامل ہیں ۳۳/۳۵

(۱) نِسَاء (ح) — کی حیثیت :-

— کی شان میں ایک آیت کا نزول خاص (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بی بی نے کہا تھا کہ سب حکم مردوں کو مخاطب کرکے نازل ہوتے ہیں۔ عورتوں کا ذکر نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔) ۳۳/۳۵

— پر مردوں کو فضیلت (وجہ رزق) ۲/۲۲۸

— پر مردوں کی فضیلت اور اس کی ایک وجہ۔ (عورت زیوروں میں پلتی ہے میدان میں مقابلہ نہیں کرسکتی) ۴۳/۱۸

— تمہاری کھیتیاں ہیں ۲/۲۲۳

— اور مرد ایک دوسرے کا لباس ہیں ۲/۱۸۷

— آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہیں ۲۵/۷۴

— کی مالکانہ حیثیت (اپنی کمائی کی مالکہ ہے) ۴/۳۲

— اور مرد عمل اور جزا میں ایک جیسے ہیں ۱۶/۹۷

— مرد ہی سے بنی ہیں (علیحدہ جنس نہیں) ۴۲/۱۱

— عزت کا باعث ہیں ۴۳/۷۰

— سے ایام حیض میں مباشرت حرام ہے ۲/۲۲۲

(خ) — کی خلقت (مرد ہی سے بنی) ۴۲/۱۰

(س) — کو بدخوئی کی سزا ۴/۳۴

(ط) — کو طلاق بغیر خلوت یا مس ۲/۲۳۶-۲۳۷ ، ۳۳/۴۹

— کو طلاق بغیر مس اور مہر ۲/۲۳۶-۲۳۷

— مطلقہ کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے ۲/۲۴۱

— مطلقہ کو حمل نہیں چھپانا چاہیئے ۲/۲۲۸

— مطلقہ کی عدت (۳ حیض) ۲/۲۲۸

(۱) نِسَاء (ظ) — (بیویوں) کو ماں کہہ بیٹھنا (ظہار) ۵۸/۱-۴

(ع) بیوہ کی عدت ۲/۲۳۴

— مطلقہ کی عدت (تین حیض) ۲/۲۲۸

(ف) — میں سے بعض دشمن ہوتی ہیں اور فتنہ ۶۴/۱۴-۱۵

(ک) — کی کمائی انہی کا حصہ ہے ۴/۳۲

(ل) — مملوکہ (لونڈی) ۴/۳

(م) مودت باہمی کا باعث ہیں ۳۰/۲۱

— (سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے) ۴/۲۲

— سے مباشرت کا اصول ۲/۲۲۲-۲۲۳

— (محرمات نکاح) (یعنی وہ عورتیں جن سے نکاح نہیں ہوسکتا مثلاً ماں) ۴/۲۳

— جن سے پردہ نہیں اُن مردوں کی فہرست مثلاً خاوند باپ وغیرہ ۲۴/۳۱

— پر مردوں کی فضیلت ۲/۲۲۸

— مسلمہ کافر کے لئے حلال نہیں ۶۰/۱۰

— مشرکہ سے نکاح جائز نہیں ۲/۲۲۱

— مطلقہ کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے ۲/۲۴۱

— کو معلقہ نہ رکھو (ستانے کے لئے) ۲/۲۳۱ ، ۴/۱۲۹

— کو قبل مس طلاق اور مہر ۲/۲۳۶-۲۳۷

— کو مہر خوشی سے دو ۴/۴

— ورجال ہیں صلح کے لئے مہر کم کر دینا ۴/۱۲۷

— مطلقہ کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے (مہر) ۲/۲۴۱

(ن) — وہ جن سے نکاح حرام ہے مثلاً ماں بہن ۴/۲۳

(۱) **نصائح** ۔ (ٹ) ٹھٹھا مخول نہ کرو ۴۹/۱۲

(ج) درمیانی چال چلو ۳۱/۱۹

اترا کر نہ چلو ۱۷/۳۶ ۳۱/۱۸

(خ) خیرات کرو ۱۷/۲۲-۳۰

خیرات میں میانہ روی چاہیئے ۱۷/۲۳-۳۰

(د) بے علمی میں دعوےٰ نہ کر بیٹھو ۱۷/۳۶

(ز) زنا سے بچو ۱۷/۳۲

(ظ) ظن شرور سے بچو ۴۹/۱۲

(غ) غیبت سے بچو ۴۹/۱۲

(ق) قتلِ اولاد سے بچو ۱۷/۳۱-۳۲

قتلِ انسان سے بچو ۱۷/۳۳

(ک) کانا پھوسی ۵۸/۸-۱۰

(گ) گال نہ پھلاؤ ۳۱/۱۸

(م) ماپ تول پورا رکھو ۱۷/۳۵

مجلس کے آداب ۵۸/۸-۱۲

(ن) برا نام نہ ڈالو ۴۹/۱۱

(و) والدین سے احسان کرو ۱۷/۲۳-۳۰

(ی) یتیم کا مال نہ کھاؤ ۱۷/۳۴

(س) **نصرت** ۔ نبی اپنی ہمت پر منحصر ہے
(ان تنصروا اللہ ینصرکم) } ۴۷/۷

غیبی ۔ وہ فوجیں جنہیں تم نہیں دیکھتے ۳۳/۹

۔ جسے بہت پسند کرتے ہو جہاد سے ملتی ہے ۶۱/۱۰-۱۳

۔ رسلؑ اور مومنین کو عقبےٰ اور دنیوی زندگی میں بھی ملتی ہے ۴۰/۵۱

(ن ۔ ظ)

(س) **نظر و فکر** (فی ملکوت السموات) ۷/۱۸۴-۱۸۵

(ن ۔ ع)

(ھ) **نعمت** ۔ اللہ کی طرف سے ہے ۱۶/۵۳

۔ پر اعراض اور خدا فراموشی ۴۱/۵۱

۔ ربی کا بیان کرنا بتلا دیا ۹۳/۱۱

۔ کسی قوم پر نہیں بدلتی جب تک قوم نہ بدل جائے ۸/۵۳

۔ مسلمانوں پر تمام کر دی گئی ہے ۵/۳

۔ تشکر سے بڑھتی ہے ۱۴/۷

۔ کیا کیا ہے:۔

(ا) یا احسانِ عظیم یعنی منّ
آزادی و نجات از ظالمین (فرعون) } ۳۷/۱۱۴-۱۲۲

نیک اعمال ۹۲/۱۹

اعضائے جسمانی ۱۶/۷۸

آنکھ کان دل ۲۳/۷۸

دو آنکھیں ۹۰/۸

اسبابِ مال ۱۶/۸۱

اون کے کپڑے ۱۶/۸۱

اولاد ۷۱/۹-۱۳

آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی بیوی بچے) ۲۵/۱۴

(ب) بارش ۷۱/۹-۱۳

باغ ۷۱/۹-۱۳

بیویاں ۱۶/۷۲

(۴) **نعمت** - کیا کیا ہے:-

(ب) بیٹے پوتے ۱۶/۷۲

(ت) تسخیر ارض وسما ۳۱/۱۲

(ج) جسم کا پھیلاؤ ۷/۴۹

جہاد میں خدا کی مدد ۳۳/۹

جہاز ۳۱/۳۱

(ح) حکمت وعقل ۳۱/۱۲

مکہ کا حرم آمن ہونا ۲۹/۹۷

حیوانات کی سواری ۴۳/۱۲-۱۵

(د) مجنون نہ ہونا دانا ہونا ۶۸/۲

دل ۳۳/۶۸

(س) رزق {۱۶/۷۱ ۱۶/۱۱۴ (حلال وطیب رزق)، ۲۸/۷۷ ۳۵/۳ ۴۳/۳۲ وفضل}

(ش) زرہ بکتر ۱۶/۸۱

زبان ۹۰/۹

(ص) صحت ۷/۶۹

(ع) عقل ۳۱/۱۲

(غ) کفار پر غلبہ ۳۷/۱۲۲-۱۱۴

غنیمت کا مال ۴۸/۱۸-۲۰

(ف) فتح ۴۸/۱۸-۲۰

(ک) کپڑے دھون کے ۱۶/۸۱

کان ۳۳/۶۸

کشتی ۴۳/۱۲-۱۵

(۴) **نعمت** - کیا کیا ہے:-

(ک) کتاب اللہ ۳۷/۱۱۴-۱۲۲

(گ) گھر ۱۶/۸۰

(م) مال ۱۶/۸۰ ۵۹/۸ ۷۱/۹-۱۳

مکہ معظمہ کا حرم آمن ہونا ۲۹/۹۷

مغفرت ۲۹/۲۱

(ن) نہریں ۷۱/۹-۱۳

کفر وعصیان سے نفرت ۴۹/۷-۸

(ہ) ہدایت (اھدنا الصراط ..... انعمت علیہم) ۱/۷-۵

ہدایت وکتاب اللہ ۳۷/۱۱۴-۱۲۲

ہونٹ ۹۰/۹

(ن - ف)

(۱) **نفاق** (یعنی ظاہر وباطن کے اختلاف) میں اعراب زیادہ سخت ہیں } ۹/۹۸

- (یعنی آپس میں جھگڑنے) سے نامرادی (دل میں) پیدا ہو جاتی ہے اور رعب جاتا رہتا ہے } ۸/۴۶

- (یعنی خانہ جنگی) منافقوں کا کام ہے ۵۹

- کفار سے سازباز (غداری) ۴۷/۲۶

(۳) **نفس** - اور اُس کا تسویہ، اُسے نیکی بدی کا الہام } ۹۱/۷-۸

- کا تزکیہ ۲/۱۲۹

- کا تزکیہ فلاح کا باعث ہے ۹۱/۷-۱۰

- کی تین اقسام:-

حقیقت اسلام

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق شوال المکرم ۱۳۶۱ھ

جلد ۲۱ نمبر ۳

فہرست مضامین

ماسٹر محمد احسان، پرنٹر، پبلشر نے اتحاد پریس بل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام بیکو لمیٹڈ بیرون موچی دروازہ لاہور سے شائع کیا

نحمدہٗ ونصلی   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   علیٰ رسولہ الکریم

حال و قال

"پچھلے چند ماہ کے مضامین سے متاثر ہو کر ہمارے ایک عزیز دوست نے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر مشورہ دیا ہے کہ "طریقت" ، باطن ، صوفیہ ، تصوّف وغیرہ الفاظ کی جگہ شرعی مصطلحات استعمال کیا کریں۔ مثلاً تصوّف اور طریقت کی جگہ احسان ، شریعت اور سُنت سلسلہ کی جگہ جماعت اسلامی۔ مرشد کی جگہ امیر۔ نائب امیر اور امام وغیرہ الفاظ رائج کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس بات پہ زور دیں کہ آئندہ صوفیوں اور مرشدوں ہی کو ائمہ مساجد بنایا جائے اور انہیں مجبور کیا جائے کہ وہ امام کہلائیں۔ صوفی ، مرشد اور پیر نہ کہلائیں۔ نیز یہ کہ وہ ایک اور صرف ایک ہی جماعت اسلامی کے ماتحت ہو جائیں"۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ صوفی صرف متقی ، مومنِ کامل اور ولی اللہ کو کہتے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے مضامین میں صوفیائے کرام کی جگہ اولیا اللہ یا مومنِ کامل اور متقی کا لفظ استعمال کر لیا کریں گے تو قارئین کرام کو ہمارے مضامین کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ مگر یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ تصوّف کی بجائے اگر ہم احسان کا لفظ استعمال کریں گے تو ہمارے قارئین حدیثِ جبرئیل کے تمام مضمون کی طرف اپنے ذہن منتقل کر لیا کریں گے؛ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ احسان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طور پر کی جائے کہ گویا تُو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور اگر (ابتدا میں) یہ حالت پیدا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ضرور ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں دیکھتا ہے"۔

شریعت اور طریقت کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اسی پرچے میں کسی اور جگہ درج ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ شریعت اور طریقت ایک ہی شے کے دو مختلف نام ہیں۔ شریعت پر عمل کرنے کا نام طریقت ہے۔

سلسلہ اور اسلامی جماعت میں فرق ہے۔ جس طرح چند ایک مسلمان مل کر ایک انجمن بنا لیتے ہیں اور وہ اسلامی جماعت کہلاتی ہے۔ اسی طرح مسجد میں نماز کی جماعت بھی اسلامی جماعت ہوتی ہے۔ خواہ وہ مرزائی ، چکڑالوی ، شیعہ

یا وہابی (مقلد عبدالوہاب) ہی کی جماعت کیوں نہ ہو ۔ مگر سلسلہ اس کو کہتے ہیں کہ مسلمان ایک ایسی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں ۔ جس کا رشتہ شجرۂ طریقت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہو ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے پتے درخت کے ساتھ لگے ہوں اور درخت اپنی ٹہنیوں شاخوں اور تنے سمیت اپنی جڑ کے ساتھ قائم ہو ۔ پھر جس طرح کوئی ٹہنی درخت سے ٹوٹ کر علیحدہ ہو جاتی ہے ۔ اور اُس ٹہنی کے ساتھ لگے ہوئے پتے درخت سے غذا حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح کسی اختلاف کی بنا پر اہلِ سنت والجماعت سے علیحدہ ہونے کے بعد وہ شخص یا جماعت امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجر سے وابستہ یا سلسلہ میں داخل نہیں کہلا سکتی ۔ اس قیام کا سنت طریقہ بیعتِ مرشدِ کامل ہے ۔ اور اس سنت کے تارک کا منزلِ مقصود پر پہنچنا از حد مشکل ہے ۔ تجربہ شاہد ہے ۔ کہ کوئی علم یا ہنر کسی استادِ کامل سے تعلیم حاصل کئے بغیر نہیں آتا ۔ شریعت کی پابندی بھی صرف قرآنِ کریم اور کتبِ احادیث و فقہ پڑھ لینے سے نہیں ہوتی ۔ بلکہ اس کے لئے اولیاء اللہ یعنی مرشدانِ کامل کی بیعت اور صحبت لازمی ہے ۔ اور اس بیعت کے بعد جب اعضاء کے جملہ حرکات و سکنات اور قلب کے تمام جذبات و خیالات شریعت کے تابع ہو جاتے ہیں تو اس کو طریقت کہتے ہیں ۔

مرشد یا پیر فی زمانہ ہر جماعت کے امیر، نائب امیر یا امام کو نہیں کہا جا سکتا ۔ بلکہ مُرشد اس ہادی کو کہا جا سکتا ہے ۔ جو خود ہدایت یافتہ اور لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی قابلیت رکھتا ہو ۔ جو اپنے کسی مرشدِ کامل کی صحبت سے فیض حاصل کرنے کے بعد اس بات کی سند حاصل کر چکا ہو کہ وہ اُن لوگوں کو جن میں کچھ تھوڑی بہت صلاحیت موجود ہو راہِ راست پر لا کر شریعت کی پابندی کرا سکے ۔ اس سند کو خلافت کہا جاتا ہے جس طرح مدرسہ کی جماعت کے بیسیوں طالب علموں میں سے ایک یا دو ہی اس قابل ہوتے ہیں کہ پوری تعلیم حاصل کر لینے کے بعد پروفیسر یا استاد بن سکیں اسی طرح ہر مرشد کے مریدوں میں سے چند ایک ہی خلافت کے مستحق قرار پاتے ہیں ۔ اور جب خلافت نہ ملے کسی مرید کو یہ حق نہیں پہنچتا ۔ کہ وہ دوسروں کو مرید کر سکے ۔ اس لئے ہر مسجد کے امام کو یا ہر جماعت کے امیر کو مرشد نہیں کہا سکتا ۔

باقی رہی یہ بات کہ صوفیائے کرام، مرشدانِ کامل اور پیرانِ طریقت کو مجبور کیا جائے کہ وہ امام کہلائیں تو یہ بات ہمارے بس کی نہیں ۔ کیونکہ اگر آج مسجدوں کے مؤذن امام نہ بن گئے ہوتے اور امام کا وہ صحیح مفہوم قائم ہوتا ۔ جو قرونِ اولیٰ میں تھا ۔ تو واقعی وہ لوگ امام کہلانے میں فخر محسوس کرتے ۔

ایک اور صرف ایک ہی جماعت قائم کرنے کے متعلق واضح رہے ۔ کہ شجرِ اسلام یعنی اہلِ سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے کسی جماعت کا بن جانا ممکن نہیں جس طرح درخت کے ہر پتے کا باقی پتوں، شاخوں، تنے اور جڑ کے ساتھ وابستہ رہنا ہی اس کی سلامتی کا باعث ہوتا ہے ۔ اور جس طرح درخت کی بیشمار شاخیں جڑ سے غذا

حاصل کر کے پتوں کو پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کے مختلف سلسلے اور اُن کے افراد آپس میں محبت قائم رکھ کر اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل رہ سکتے ہیں۔ اور چونکہ محبت بغیر اتباع کے ممکن نہیں اس لئے جب تک انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح اتباع نہ کرے۔ اور ہر معاملے میں پابند شریعت نہ ہوجائے اس وقت تک محبت کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ بس ایک جماعت قائم کرنے کے لئے کسی سلسلہ میں منسلک ہو کر شجرِ اسلام کی جڑ سے غذا حاصل کرنے کی کوشش کرنا لازمی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جس طرح درخت کی مختلف شاخیں اس کا وجود قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح ہمارے ائمہ کرام اور مختلف سلسلوں یعنی حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی اور چشتی، صابری، نقشبندی، مجددی، قادری وغیرہ کے بانی حضرات کا وجود جو اہلِ سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی جن کا سلسلہ طریقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتا ہو مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں منقسم نہیں کرتا۔ بلکہ یہ ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں۔

(ادارہ)

غریبوں کی عید

از جناب محمد عبداللہ قریشی

یوں تو ہر قمری مہینے کی آخری شام کو آسمان کے مغربی گوشہ میں ایک نورانی ٹکڑا ظاہر ہو کر نئے مہینے کے آغاز کا پیغام دیتا ہے۔ مگر قمری سال کا ہر نواں مہینہ ختم ہونے کے بعد آنے والی صبح کی آغوش میں ایک ایسے مولود کی ولادت کا اعلان کرتا ہے جس کا نام "عید" ہوتا ہے۔

عید ہر سال آتی ہے اور اپنی تمام سعادتوں۔ برکتوں۔ رنگینیوں۔ دلفریبیوں۔ مسرت پاشیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آکر گزر جاتی ہے۔ یہ کسی کے لئے مژدۂ عشرت و شادمانی لاتی ہے اور کسی کے لئے پیغام سوگ۔ اس کا آنا اک شانِ استغنا کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس کا اثر ہر بچے بوڑھے ہر مرد و زن اور ہر امیر و غریب پر گوناگوں۔ اسے مطلق پروا نہیں ہوتی کہ اس کا ورود کتنے دلوں کے لئے باعثِ عیش و راحت ثابت ہوگا اور کتنے قلوب کے لئے موجبِ رنج و کلفت۔ اسے پروا نہیں کہ اس کے آنے سے کتنوں کے دل معمورۂ عشرت سے لبریز ہو جائیں گے اور کتنوں کے گھر صفِ ماتم بچھ جائے گی۔

بہت سے گھرانے جو معمولی ایام میں بھی عشرت کے نشہ میں مخمور اور بادۂ مسرت سے چور رہتے ہیں بعض حوادث جانکاہ کی وجہ سے روز نالہ کناں اور مہجور نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اور بہت سے مفلس و قلاش خاندان اپنی عسرت اور فاقہ مستی کے باوجود اس یومِ سعید کو خوشی و بہجت اور مسرت و انبساط کے عالم میں گزار دیتے ہیں۔

صبح عید اپنے ساتھ نہ معلوم کس قدر مسرتیں لاتی ہے کہ ایک طرف تو امرا و رؤسا اپنے زرق برق لباس اور خوش رنگ جامے زیبِ تن کر کے آراستہ ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف غریب اور بے سرو سامان غربا فرطِ طرب سے اپنے پھٹے پرانے کپڑوں کو اُلٹا سیدھا اوڑھ کر دلی خوشی کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ مگر اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہی صبح عید جو شادمانیوں عیش کامیوں اور عشرت سامانیوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی آتی ہے۔ بعض گھروں میں اس شان سے نمودار ہوتی ہے کہ شامِ مصیبت کا سماں چھا جاتا ہے۔ بھلا جس حرماں نصیب بی بی کا جوان خاوند عید سے کچھ دن

پیچھے ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے جائے اور اس کا سہاگ لٹ جائے اور جن بد قسمت معصوم بچوں کے سر سے شفقتِ پدری کا سایہ اٹھ جائے اور وہ یتیم رہ جائیں ان کے گھر "صبح عید" "شامِ غم" بن کر نہ آئے تو کیا ہو!

ہلالِ عید جس طرح امیروں کے محلوں پر جلوہ افروز ہوتا ہے اسی طرح اس بیوہ اور یتیموں کے گھر پر بھی نمودار ہوتا ہے۔ مگر آخر الذکر چار دیواری میں بسنے والوں میں سے کوئی بھی عید کی مسرتوں سے واقف نہیں ہوتا۔ ان کے حصے میں سوائے رنج و غم اور حسرت و اندوہ کے اور کچھ نہیں آتا۔ غم نصیب اور شکستہ دل بیوہ جس پر چند ہی روز ہوئے یہ الم ٹوٹ پڑا ہے عید کا چاند دیکھتے ہی پہلے سے زیادہ مضمحل اور اداس ہو جاتی ہے۔ اس کا دل بجھ جاتا ہے۔ طبیعت افسردہ ہو جاتی ہے اور وہ مایوسی و نامرادی کی مجسم تصویر بن کر کہتی ہے ؎

لیتا ہے میرے دل میں غم آرام اس طرح — سنسان جنگلوں میں پڑے شام جس طرح

وہ اپنے سارے وقت کو جو رونے دھونے اور بے باپ کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر کڑھنے سے بچتا تھا محنت و مشقت میں لگاتی تھی۔ اپنا پیٹ کاٹتی تھی۔ انہیں کھلاتی تھی۔ خود پھٹا پرانا پہنتی تھی۔ انہیں اچھے سے اچھا پہناتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ بات پیدا نہ کر سکتی تھی جو اس بندھی ہوئی آمدنی میں میسر تھی۔ گزشتہ دس دنوں سے وہ اسی فکر میں مبتلا تھی کہ عید کے موقعہ پر بچوں کے پاس نئے کپڑے ہو جائیں۔ اور دو چار آنے مٹھائی اور کھلونوں کے لئے بھی مل جائیں۔ وہ اپنے رنڈاپے کے غم کو بھول گئی تھی۔ اور ہر وقت اسی تردد میں رہتی تھی کہ عید آرہی ہے۔ اور سب کام ادھورے ہیں۔

اس نے خون پانی ایک کر دیا تھا۔ اپنی تمام امکانی طاقت اس کام میں لگا دی تھی۔ مگر پھر بھی بچے کے پاس نئی ٹوپی نہ ہو سکی۔ لڑکی کی اوڑھنی تو سنور گئی مگر نیا کرتہ میسر نہ آسکا۔ اس کی ماتا بھڑک رہی ہے۔ دل بے چین ہو رہا ہے۔ آنکھیں پُرنم ہیں۔ ایک خیال آتا ہے ایک جاتا ہے۔ بچوں کو دیکھتی ہے اور روتی ہے۔ دو پیسے بڑی مشکل سے دونوں کو دئے ہیں۔ مگر اندر والا خوش نہیں ہے۔ تھوڑی سی سویاں پکائی ہیں مگر کیا ان سے تینوں کا پیٹ بھر جائے گا!

گزشتہ عید کے موقعہ پر تو ان کا باپ ملازمت کی وجہ سے باہر گیا ہوا تھا۔ لیکن بچے کو بوڑھے نانا کے ہمراہ عیدگاہ بھیج دیا تھا۔ اب کے نہ باپ ہے نہ بوڑھا نانا۔ بچہ کس کے ساتھ جائے؟ دن بھر آپ روئے اور بچوں کو رلائے بس یہی کرے۔ خیر یہ مشکل خدا نے آسان کر دی۔ ہمسائی کے میاں اپنے بچوں کے ساتھ اس کے بچے کو بھی لے گئے۔ بے چارے خود بھی مفلوک الحال تھے۔ تنگی ترشی سے گزارہ کرتے تھے۔ پھر بھی دو ڈھائی آنے کی چیزیں اسے

خرید دیں۔ بچہ اس قدر خوش ہوا گویا اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی۔

ایسے لوگ خدا کی نگاہ میں ان امیروں سے ہزار درجہ اچھے ہیں جن کے نام پر دُنیا تھو تھو کرتی ہے۔ اور جن کی کمائی میں فضول خرچیوں کے لئے تو ہزاروں لاکھوں روپے موجود ہیں۔ مگر یتیموں۔ بیواؤں محتاجوں اور بے کسوں کے حق کا ایک پیسہ بھی نہیں۔ حیف ہے ان ارباب غفلت ونشاط پر جو عید کے دن خود تو خوشیاں منائیں۔ عیش کریں۔ اچھے سے اچھے لباس پہنیں اور لذیذ کھانے کھائیں مگر ان کے پڑوس میں رہنے والے غربا ومساکین شکم پری سے بھی محروم رہیں۔ ان کی خبر تک نہ لی جائے۔ انہیں پوچھا تک نہ جائے۔ متمول اور دولت مندوں کے لاڈلے تو ریشم وکمخواب کے جوڑے زیب تن کریں لیکن گھر کے پاس بسنے والے غریبوں کے جگر گوشے ستر پوش کے لئے بھی آنسو بہائیں۔

آہ ایک زمانہ تھا کہ لوگ اپنے سے زیادہ دوسروں کی ضرورت کا خیال رکھا کرتے تھے اور حاجت مندوں کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کرتے تھے۔ مشہور مورخ اور سیرت نگار واقدی جس نے ۲۰۷ھ میں بعہد مامون الرشید وفات پائی۔ اپنے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانے کے لوگ بے حد ایثار پیشہ اور باموت ہوتے تھے۔

واقدی لکھتا ہے کہ میرے دو دوست تھے۔ جن میں سے ایک ہاشمی تھا۔ ہم تینوں اپنے آپ کو ایک جان سمجھتے تھے ایک دفعہ میں افلاس میں اتنا مبتلا ہوا کہ سامان خورونوش مہیا کرنے سے بھی عاجز آگیا۔ بہتیری دوڑ دھوپ کی مگر ہاتھ نہ کھلا۔ اتنے میں عید آگئی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسے مُصیبتوں کا پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑا۔ بیوی نے کہا۔ کہ ہم تو محتاجی کی تکلیف برداشت کرلیں گے اور صبر شکر کرکے جوں توں دن کاٹ لیں گے۔ مگر بچوں کی حالت مجھ سے نہ دیکھی جائے گی۔ کل جب ان کے ہم عمر بچے رنگا رنگ کپڑے پہن کر نکلیں گے تو میرے بچے روئیں گے۔ منہ بسوڑیں گے اور عیدی کے لئے ایک ایک کا منہ دیکھ کر ترسیں گے۔ اگر آپ سے ہو سکے تو کوئی تدبیر کرو۔ کہیں سے تھوڑی بہت نقدی لاؤ اور ان کلیجے کے ٹکڑوں کی ضروریات میں خرچ کرو۔ تاکہ ان کی عید خیریت سے گزر جائے۔

بیوی کی یہ بات میرے دل میں کھُب گئی۔ اور میں اتنا متاثر ہوا کہ میں نے اسی وقت دو فقرے لکھ کر اپنے ہاشمی دوست کی طرف بھیج دئے۔ جن میں اپنی ناداری اور محتاجی کا اشارہ اس طرح کیا "بے نوائیم وعید مے آید" یعنی ہم ہیں محتاج۔ عید آئی ہے۔

رقعہ ملتے ہی اس نے ایک سربمہر تھیلی جس میں ایک ہزار درہم تھے میرے پاس بھیج دی۔ اتفاق کی بات ہے کہ

ابھی میں نے تھیلی کا منہ نہ کھولا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا رقعہ میرے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا ۔

شُد مدتے کہ نسفتہ تیغ تحیدرم　　گر ہیچ ممکن است مرا مرہمے زِست

میں نے اپنی ضرورت کا خیال چھوڑ دیا ؎ اور وہی سربمہر تھیلی اٹھا کر اس کے پاس بھیج دی ۔ اور بیوی بچوں سے شرمندہ ہونے کے سبب سے وہ رات گھر کی بجائے مسجد میں بسر کی ۔

دوسرے دن میرا ہاشمی دوست اسی سربمہر تھیلی کو لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کل جو تھیلی میں نے تمہیں بھیجی تھی وہ کہاں ہے ۔ میں نے اسے سارا قصہ سُنایا ۔ اس نے کہا کہ جب تمہارا رقعہ میرے پاس پہنچا تو اس وقت اس تھیلی کے سوا میرے پاس کچھ نہ تھا ۔ مگر مروت نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اس میں سے کچھ اپنے پاس رکھوں اور پوری کی پوری رقم تمہیں نہ بھیج دوں ۔ اور چونکہ مجھے بھی ضروری اخراجات درپیش تھے ۔ میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ فلاں شخص کو جو میرا اور تمہارا دونوں کا دوست ہے ۔ پیغام بھیجوں اور اس سے کچھ طلب کروں ۔ جب میرا پیغام اس کے پاس پہنچا تو اس نے میری ہی تھیلی جوں کی توں میرے پاس روانہ کر دی ۔ میں سخت متعجب ہوا ۔ میں نے خیال کیا کہ بعض اوقات لوگ وفا کی خاطر سونے چاندی کی حفاظت پہ لات مار دیتے ہیں ۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آیا ہوں کہ اصل حال معلوم کروں ۔

اس کے بعد ہم نے تیسرے دوست کو بُلایا اور ایک سو درم الگ کرنے کے بعد جو بچوں کے خرچ کے لئے منظور ہوئے ۔ باقی رقم ہم نے تین برابر حصوں میں تقسیم کر لی اور سب کی عید ہو گئی ۔

مشرق و مغرب دوستوں سے بھرے پڑے ہیں لیکن ایسے دوست کہاں میسر آتے ہیں جو اپنی ضرورتوں اور آسائشوں کا خیال نہ کرتے ہوئے اپنے دوستوں اور عزیزوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں خوشی محسوس کرتے اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں ۔

خاتمیت و جامعیت قرآن

از جناب پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بی اے (آنرز)

قرآن مجید، دنیا کی تمام مذہبی کتابوں میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے۔ یعنی جو خصوصیات اس کتاب میں موجود ہیں وہ کسی مذہبی کتاب میں نظر نہیں آتیں۔ اسی بنا پر مسلمانوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ قرآن مجید خاتم الکتب یعنی کامل ہدایت ہے اور اس کی موجودگی میں بنی نوع آدم کو، اپنی تمام دینی اور دنیاوی ضروریات میں، کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حقیقت کا بطور اختصار، ذیل میں اعادہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ وجوہ امتیاز، اجمالی طور پر ناظرین کے سامنے آجائیں۔

(ا) قرآن مجید آج بھی ہمارے سامنے اُسی زبان میں موجود ہے جس میں نازل ہُوا تھا۔

(ب) اس کی زبان، آج بھی زندہ ہے اور دنیائے اسلام میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

(ج) اس کی تلاوت آج بھی اسی زندہ زبان میں ہوتی ہے جس میں وہ نازل ہُوا تھا۔

(د) قرآن مجید آج بھی بجنسہٖ موجود ہے، اس میں ایک لفظ یا حرف یا شوشہ کی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ اور مثل سابق آج بھی، اس کے حفاظ دنیائے اسلام میں ہر شہر اور ہر قریہ میں موجود ہیں۔

(ہ) اس کے متن کی صحت پر غیر مسلموں نے بھی گواہی دی ہے۔ کہ روئے زمین پر، قرآن مجید کے علاوہ اور کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا متن بجنسہٖ موجود ہو۔

(و) اس کتاب میں اوّل سے آخر تک کوئی بات تہذیب کے خلاف مندرج نہیں ہے۔

(ز) قرآن مجید سے بڑھ کر کسی کتاب نے توحید الٰہی کو مبرہن نہیں کیا۔

(ح) قرآن مجید سے بڑھ کر کسی کتاب نے شرک کی تردید نہیں کی۔

(ط) قرآن مجید ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر قوم اور ہر انسان کے لئے کافی ہے۔

(ی) اس کی تعلیم سر تا سر، عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔

(ک) قرآن مجید فرد اور جماعت دونوں کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

(ل) قرآن مجید انسانی شخصیت کے تینوں پہلوؤں (علم، احساس، ارادہ) کی یکساں طور پر آبیاری اور نشوونما کرسکتا ہے۔

(م) قرآن مجید عقائد، عبادات اور معاملات زندگی کے تینوں شعبوں میں مکمل دستورالعمل پیش کرتا ہے۔

(ن) قرآن مجید دین اور دنیا یا مذہب اور سیاسیات میں تفریق نہیں کرتا۔

(س) قرآن مجید تمام ہادیانِ مذہب کی تعظیم و تکریم کا حکم دیتا ہے۔

(ع) قرآن مجید نے بنی نوع آدم کو حریت سہ گانہ (حریت نفس، حریت علم، حریت ضمیر) عطا کی، جو اُس سے پہلے انہیں حاصل نہ تھی۔

(ف) قرآن مجید نے بنی نوع آدم کو اصول سہ گانہ (حریت، اخوت، مساوات) عطا کرکے، انسانیت کی معراج حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا۔

(ص) قرآن مجید نے، انسانوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جنگ کا مقصد، دنیا میں امن و امان قائم کرنا ہے نہ کہ تسکین جوع الارض۔

(ق) قرآن مجید انسانوں کو طریقِ فکر بھی سکھاتا ہے، اصولِ اخلاق بھی اور آئینِ سیاست کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اور ایک نظامِ معاشرت بھی عطا کرتا ہے۔

(ر) قرآن مجید، انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض، اور کائنات کو انسان کا خادم قرار دیتا ہے۔ تاکہ وہ اُسے حصولِ نصب العین کے لئے استعمال کرسکے۔

(ش) قرآن مجید نے دنیا کو توہم پرستی، انسان پرستی، آثار پرستی اور بت پرستی سے ہمیشہ کے لئے نجات دے دی۔

(ت) قرآن مجید نے، سب سے پہلے، دنیا میں عورت کو اس کے فطری حقوق عطا کئے۔

(ث) قرآن مجید میں کسی جگہ تناقض لفظی یا معنوی نہیں پایا جاتا۔

(خ) قرآن مجید نے دنیا کو سب سے پہلے، مذہب میں عقل کو استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اور بتایا کہ مذہب اور عقل میں کسی قسم کا تناقض یا اختلاف نہیں ہے۔

پس مسلمانوں کا یہ دعوے بالکل بجا ہے کہ قرآن مجید ایک بےنظیر کتاب اور مکمل دستورالعمل ہے۔

۴۸۶

اے حبیبِ کبریا

(از جناب مرزا عزیز فیضانی (داراپوری)

تیرے اسما با مسمّٰی دِلکُشا مصطفٰے مجتبٰے سیدِ ہر دو سرا
شان تیری رحمت و لُطفِ خُدا حبّذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

~~~

سجدے میں رو رو کے تُو نے بارہا کی دُعا یا خُدا بخش اُمّت کی خطا
اللہ اللہ! یہ کرم! صلِّ علیٰ! حبّذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

~~~

ختم تجھ پر ہو گئی پیغمبری سروری رہبری دلربائی دلبری
رُتبہ اب کوئی اگر پائے تو کیا حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

~~~

وصف ہو کیونکر بیاں احسان کا آن کا شان کا علم کا عرفان کا
ہم سے ممکن ہی کہاں تیری ثنا حبّذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

~~~

ہے لقب تیرا شفیع المذنبیں الامیں شاہِ دیں رحمۃ للعالمیں
سرورِ کونین ، ختمِ انبیاء حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

(ل) قرآن مجید انسانی شخصیت کے تینوں پہلوؤں (علم، احساس، ارادہ) کی یکساں طور پر آبیاری اور نشو ونما کرسکتا ہے۔

(م) قرآن مجید عقائد، عبادات اور معاملات زندگی کے تینوں شعبوں میں مکمل دستور العمل پیش کرتا ہے۔

(ن) قرآن مجید دین اور دُنیا یا مذہب اور سیاسیات میں تفریق نہیں کرتا۔

(س) قرآن مجید تمام ہادیانِ مذہب کی تعظیم وتکریم کا حکم دیتا ہے۔

(ع) قرآن مجید نے بنی نوع آدم کو حریت سہ گانہ (حریت نفس، حریت علم، حریت ضمیر) عطا کی، جو اُس سے پہلے انہیں حاصل نہ تھی۔

(ف) قرآن مجید نے بنی نوع آدم کو اصول سہ گانہ (حریت، اخوت، مساوات) عطا کر کے، انسانیت کی معراج حاصل کرنے کا طریقہ بتا دیا۔

(ص) قرآن مجید نے، انسانوں کو پہلی مرتبہ اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جنگ کا مقصد، دنیا میں امن وامان قائم کرنا ہے نہ کہ تسکین جوع الارض۔

(ق) قرآن مجید انسانوں کو طریقِ فکر بھی سکھاتا ہے، اصولِ اخلاق بھی اور آئینِ سیاست کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ اور ایک نظامِ معاشرت بھی عطا کرتا ہے۔

(ر) قرآن مجید، انسان کو خلیفۃ اللہ علی الارض، اور کائنات کو انسان کا خادم قرار دیتا ہے۔ تاکہ وُہ اُسے حصولِ نصب العین کے لئے استعمال کر سکے۔

(ش) قرآن مجید نے دُنیا کو توہم پرستی، انسان پرستی، آثار پرستی اور بُت پرستی سے ہمیشہ کے لئے نجات دے دی۔

(ت) قرآن مجید نے، سب سے پہلے، دُنیا میں عورت کو اس کے فطری حقوق عطا کئے۔

(ث) قرآن مجید میں کسی جگہ تناقض لفظی یا معنوی نہیں پایا جاتا۔

(خ) قرآن مجید نے دُنیا کو سب سے پہلے، مذہب میں عقل کو استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اور بتایا کہ مذہب اور عقل میں کسی قسم کا تناقض یا اختلاف نہیں ہے۔

پس مسلمانوں کا یہ دعوے بالکل بجا ہے کہ قرآن مجید ایک بے نظیر کتاب اور مکمل دستور العمل ہے۔

اے حبیبِ کبریا

(از جناب مرزا عزیز فیضانی رداراپوری)

تیرے اسما با مسمّٰی دلکشا مصطفٰے مجتبٰے سیدِ ہر دوسرا
شان تیری رحمت و لطفِ خدا حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

سجدے میں رو رو کے تو نے بارہا کی دعا یا خدا بخش اُمت کی خطا
اللہ اللہ! یہ کرم! صلِّ علیٰ! حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

ختم تجھ پر ہو گئی پیغمبری سروری رہبری دلربائی دلبری
رتبہ اب کوئی اگر پائے تو کیا حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

وصف ہو کیونکر بیاں احسان کا آن کا شان کا علم کا عرفان کا
ہم سے ممکن ہی کہاں تیری ثنا حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

ہے لقب تیرا شفیع المذنبیں الامیں شاہِ دیں رحمت للعالمیں
سرورِ کونین، ختمِ انبیاء حبذا! مرحبا! اے حبیبِ کبریا

مال بھی اُس کا ہے تُو اور جان بھی — آن بھی — شان بھی — دین بھی ایمان بھی
کس قدر اُمت کا ہے تُو دلربا — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا

~~~~~~~~

بزمِ ہستی میں بھلا تجھ سا کہاں — مہرباں — پاسباں — غمگسارِ انس و جاں
تُو ہے واللہ بے مثل بعد از خدا — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا

~~~~~~~~

باغ دہر و گلشنِ جنت میں تُو — رنگ و بُو — آبرو — ہُو بہو اور سُو بسُو
ابرِ رحمت کی گھٹا، بادِ صبا — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا

~~~~~~~~

تیرا قرآں بہرِ انساں چارہ گر — پُر اثر — بیضرر — داروئے دردِ جگر
بے نتیجہ ہر دوا جس کے سوا — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا

~~~~~~~~

تُو دل و رُوحِ عرب، جانِ عجم — محتشم — محترم — تاجدارِ ذوالکرم
جملہ عالم راہ رو تُو رہنما — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا

~~~~~~~~

عشق سے تیرے عزیزؔ نعت خواں — جاوداں — شادماں — دو جہاں میں کامراں
عشق تیرا کیمیا ہے کیمیا — حبذا! — مرحبا! — اے حبیبِ کبریا
~~~~~~~~

فضائلِ قرآن مجید

(ازجناب پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی بی۔اے (آنرز)

عام ناظرین کی آگاہی اور مسلمانوں کے ازدیادِ ایمان کے لئے صحیح بخاری شریف میں سے بعض احادیثِ صحیحہ جو قرآن مجید کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں، ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کو ان آدمیوں کے برابر معجزات عطا کئے گئے جو اس پر ایمان لائے، اور جو معجزہ مجھے دیا گیا وہ قرآن مجید ہے، جو خدا تعالےٰ نے بذریعہ وحی نازل فرمایا۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری امت کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کے معجزات اُن کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قیامت تک زندہ رہے گا، گویا قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معجزہ آج بھی ہماری آنکھوں کے سامنے بجنسہٖ موجود ہے۔

۲۔ سورۂ اخلاص، ایک ثلث قرآن کی برابر ہے

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص رات بھر میں ایک ثلث قرآن پڑھنے سے عاجز ہے؟ صحابہؓ کو یہ بات دشوار معلوم ہوئی۔ پس اُنہوں نے کہا یا رسول اللہؐ اتنی طاقت کس میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا" سورۂ اخلاص جس میں اللہ احد والصمد کی صفات مذکور ہیں، فی الحقیقت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس چھوٹی سی سورت کو ایک تہائی قرآن فرمایا ہے، ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہوسکتا کہ الفاظ کی تعداد کے لحاظ سے یہ سورت ایک تہائی قرآن کے برابر ہے بلکہ اپنی قیمت اور مرتبہ کے لحاظ سے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید میں جو کچھ مذکور ہے وہ تین امور کے ذیل میں آسکتا ہے (۱) عقائد (۲) عبادات اور (۳) معاملات، چونکہ اس

سورت میں عقیدۂ توحید کا جامع بیان مذکور ہے اور توحید جملہ عقائد کے لئے بمنزلہ سنگ بنیاد ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ اخلاص کو ایک ثلث قرآن کی برابر قرار دیا ہے۔

۳۔ صرف تلاوتِ قرآن ہی قابلِ رشک چیز ہوسکتی ہے:۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسد کرنا اگرچہ بُرا ہے مگر صرف دو شخصوں پر جائز ہے ایک تو اس پر جسے خدا نے قرآن مجید کا علم دیا ہو اور وہ اسے رات دن پڑھتا ہو اور اس کا ہمسایہ اُسے سُن کر کہے کاش مجھے بھی یہ نعمت ملتی جو فلاں شخص کو ملی ہے تو میں اس کی طرح عمل کرتا، دوسرے اُس پر جسے خدا نے دولت دی ہو اور وہ اُسے راہِ حق میں صرف کرے، اور ایک شخص اُسے دیکھ کر یوں کہے کاش مجھے بھی دولت ملتی تو میں بھی اسی طرح صرف کرتا۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ شخص قابلِ رشک ہے جسے خدا قرآن مجید کا علم عطا کرے اور وہ دن رات اس کی تلاوت میں مشغول رہے۔ کیونکہ ایسا آدمی اپنی زندگی کو بہترین طریق پر استعمال کرتا ہے۔

۴۔ افضل الناس کون ہے؟

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے افضل شخص وہ ہے جو قرآن مجید کا علم خود بھی حاصل کرے اور پھر دوسروں کو بھی سکھائے۔

مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید تمام علوم اور تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے پس جو شخص خود بھی ہدایت حاصل کرے اور دوسروں کو بھی اس نعمت سے بہرہ اندوز کرے اُس سے بڑھ کر خوش نصیب کون ہوسکتا ہے؟

۵۔ قرآن پڑھنے والوں کے متعلق ایک تمثیل۔

ابوموسیٰؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ ذائقہ بھی اچھا اور بُو بھی اچھی۔ اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا مگر اس پر عمل کرتا ہے اسکی مثال کھجور کی سی ہے کہ ذائقہ تو اچھا ہے مگر خوشبو نہیں ہے، اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ ہے مگر ذائقہ تلخ ہے، اور جو منافق قرآن بھی نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی سی ہے کہ ذائقہ بھی کڑوا اور بُرا اور بُو بھی خراب اور ناگوار

۶۔ تلاوت اسی وقت تک کرنی چاہیئے جب تک دلبستگی قائم رہے۔

جندب بن عبداللہؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہاری دلچسپی قائم رہے اسی وقت تک تلاوت کیا کرو، اور جب تمہارا دل اکتانے لگے تو تلاوت ختم کر دو۔

مطلب یہ ہے کہ تلاوت کا مقصد تدبر اور تفکر فی القرآن ہے اور یہ بات دلبستگی پر موقوف ہے۔

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ

از جناب محمد عبداللہ قریشی

ابو محمد خواجہ حبیب فارس کے رہنے والے تھے۔ اس لئے عجمی کہلاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ ابتدائے حال میں بہت مال دار تھے۔ بصرہ میں سودی لین دین کیا کرتے تھے اور سود بھی اتنا زیادہ لیتے تھے کہ چند ہی دنوں میں رقم دُگنی تگنی ہو جاتی تھی۔ آپ ہر روز قرض داروں کی طرف سود کی رقم فراہم کرنے کے لئے جاتے تھے اور زبردست تقاضا کرتے تھے۔ جب تک رقم نہ ملتی تھی وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ اگر کوئی قرض دار کسی وجہ سے پوری رقم ادا نہ کر سکتا تو اس سے اپنے آنے جانے کی اجرت طلب کرتے تھے اور جو کچھ ملتا اس سے اپنے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ قرض دار اُن کے شدید تقاضوں سے تنگ آ کر چیخ اٹھتے تھے اور محض ان کو خوش رکھنے اور تقاضوں کی تکلیف سے بچنے کے لئے تحفے تحائف بھی دیا کرتے تھے۔ اس طرح حلال کی کمائی سے اپنے اوپر کچھ خرچ کرنا ان کے لئے قسم کے برابر تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مُفت میں جو چیز بھی حاصل ہو جائے خواہ جائز طریق سے یا ناجائز طریق سے وہ دنیوی زندگی کا خزانہ ہے۔ اور اس سے متمتع ہونا ہمارا حق ہے۔

یہ کچھ انہی پر منحصر نہیں تھا۔ ہر سود خوار ایسا ہی سنگ دل اور قسی القلب ہوتا ہے۔ سود انسان کو لالچی، بے رحم اور ظالم بنا دیتا ہے۔ اس کے دل کی بستی میں بنی نوع انسان کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہتا۔ وہ خود کاہلی اور سستی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ محنت سے جی چراتا ہے لیکن دوسروں کی ضروریات اور احتیاجات سے فائدہ اٹھا کر اپنی بیکاری کی بھی اجرت حاصل کر لیتا ہے۔ اس کے دماغ میں عفو و درگزر اور احسان و کرم کا تصور بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا بخل اسے فیاضی اور نیکی کے کاموں سے روکتا ہے۔ اور وہ ایمان و اخلاق کی نعمتوں سے محروم ہو کر انسانیت کے بلند مقام سے گر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سود کی سخت ممانعت کی ہے۔ اور اسے حرام مطلق قرار دیا ہے۔ چنانچہ سورۃ بقر میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ:۔

"جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) اس شخص کی مانند (اپنے پاؤں پہ) کھڑے نہ ہو سکیں گے

جیسے شیطان نے چھو کر دیوانہ کر دیا ہو۔ یہ انہیں اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے کہہ دیا ہے ۔ کہ خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے ۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے خرید و فروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے "۔

پھر سورۃ آل عمران میں حکم ہوتا ہے کہ :۔

"اے ایمان والو! تم دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ ۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے واسطے تیار ہے اور اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف لپکو تاکہ تمہیں آئندہ کی زندگی میں ایسی جنت نصیب ہو جس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کے برابر ہے ۔ اور جو ان پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ۔ غصے کو دباتے ہیں ۔ اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے"۔

ہاں تو جیبؒ سود کھاتے تھے ۔ اور ان تمام اوصاف سے محروم تھے جن کی وجہ سے اللہ کسی کو دوست رکھتا ہے لوگ انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے نام پر تھو تھو کرتے تھے ۔

ایک دن حسب معمول آپ ایک قرض دار کے ہاں گئے ۔ وہ اپنے کاروبار کے سلسلے میں کہیں باہر گیا ہوا تھا اس کی بیوی نے کہا کہ میرا شوہر گھر میں موجود نہیں اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو ادا کرسکوں ۔ آپ پھر کبھی تشریف لے آئیں ۔ خواجہ نے کہا کہ یہ درست ہے ۔ میں پھر آسکتا ہوں لیکن اس وقت خالی ہاتھ کیسے جاسکتا ہوں کچھ نہ کچھ تو دینا ہی پڑے گا ۔ عورت نے کہا کہ اس وقت گھر میں بکری کی گردن کے سوا کوئی شے باقی نہیں ۔ اگر وہ آپ کو دے دی گئی تو میرے بچے بھوکے رہ جائیں گے ۔ مگر جیب نے ایک نہ سُنی اور نہایت سنگ دلی کے ساتھ گردن اس سے لے لی ۔ اور وہ بیچاری خون کے آنسو بہا کر اس کا منہ دیکھتی رہ گئی ۔

جیب گردن اٹھا کر گھر واپس آئے ۔ اور بیوی سے کہا کہ اسے پکاؤ ۔ بیوی نے کہا کہ لکڑی اور آٹا بھی تو نہیں ہے ۔ جواب دیا ۔ کہ میں یہ اشیا بھی سود ہی کے عوض کہیں سے لاتا ہوں ۔ چنانچہ آپ الٹے پاؤں باہر گئے اور اسی طریق سے لکڑی اور آٹا بھی لے آئے ۔

عورت نے ہانڈی چڑھائی ۔ جب پک گئی تو ایک سائل نے آکر صدا دی کہ بابا کچھ موجود ہو تو راہِ خدا میں دو ۔ خواجہ تڑپ کر مکان سے باہر نکلے اور پوچھا کیا چاہتے ہو ۔ فقیر نے پھر وہی التجا کی ۔ خواجہ نے کہا کہ جو کچھ میں

تجھے دوں گا اس سے نہ تیرا پیٹ بھر سکے گا نہ تو امیر ہو سکے گا۔ البتہ مجھے نقصان ضرور پہنچ جائے گا۔ اس لئے چپ چاپ آگے چلا جا یہاں سے تجھے کچھ نہیں مل سکتا۔ فقیر بیچارہ مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔

اتنے میں جیب کی بیوی نے سرپوش اٹھا کر ہانڈی میں چمچہ ڈالا تو دیکھا کہ گوشت کی بجائے خون اُبل رہا ہے اور تمام ہانڈی لہو سے بھری ہوئی ہے۔ شوہر کو آواز دی کہ دیکھ آج تیری بدبختی کیا رنگ لائی ہے۔ تُو لوگوں کا خون چوسنے سے دریغ نہیں کرتا۔ وہ اپنی اصلی صورت میں موجود ہے۔ وہ آیا اور یہ دل ہلا دینے والا ماجرا دیکھ کر سکتے کے عالم میں ہوگیا۔ دل پہ ایک چوٹ سی لگی اور سینے میں ایک ایسی آگ بھڑک اٹھی جو کسی کے بجھائے نہ بجھ سکی۔ وہی جیب جو چند لمحہ پیشتر سود کی وصولی اور تقاضے کی شدت میں سرگرم و مستعد تھا۔ برف کی طرح سرد ہوگیا۔ بیوی سے کہا کہ تُو دیکھ اور گواہ رہنا کہ آج سے میں تمام بُری باتوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ کبھی سودی کاروبار نہ کروں گا۔

خواجہ نے وہ تمام دن اور رات بڑی بے چینی اور اضطراب کے عالم میں بسر کی۔ اپنی گزشتہ زندگی کے واقعات پہ غور کرتے تھے اور شرمساری کی وجہ سے زار زار روتے تھے۔ صبح ہوتے ہی قرض داروں کو تلاش کرنے نکلے کہ اصل روپیہ واپس لیں اور پھر سود پر نہ دیں۔ جمعہ کا دن تھا۔ بچے کھیل رہے تھے۔ جیب کو دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ جیب سود خوار آرہا ہے۔ پرے ہٹ جاؤ تاکہ اس کے پاؤں کی گرد ہم تک نہ پہنچے۔ ایسا نہ ہو ہم بھی اسی طرح بدبخت ہو جائیں۔ حبیب یہ سُن کر سخت رنجیدہ ہوئے۔ دامن سے اپنا منہ چھپالیا۔ سیدھے خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں پہنچے۔ اور رو رو کر اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت نے وعظ و نصیحت کا مرہم پشیمانیوں کے زخم پر رکھا۔ اور ہر طرح تسلی دی۔ جس سے طبیعت کو کسی قدر قرار حاصل ہوا۔ اور آپ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

جب وہاں سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک قرض دار آپ کی شکل دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ نے اسے آواز دی اور کہا کہ بھائی تمہارے بھاگنے کا زمانہ گیا۔ اب میں خود تم سے بھاگ رہا ہوں۔ فکر نہ کرو۔ بے فائدہ تردد کی ضرورت نہیں۔

وہاں سے آپ اس جگہ پہنچے جہاں بچے کھیل رہے تھے۔ لڑکوں نے آپ کو دیکھتے ہی ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ ہٹ جاؤ۔ حبیب تائب آیا ہے۔ ہماری گرد اس کے مبارک جسم پر نہ پڑ جائے جس سے ہم گنہگار ہو جائیں۔ حبیب نے یہ سُنا تو کہا الٰہی! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ تُو نے ایک توبہ سے مجھے کچھ کا کچھ بنا دیا۔ تجھ سے دوستی کئے چند ہی لمحے گزرے ہیں کہ تُو نے اس کا اثر اپنے دوستوں بلکہ معصوم بچوں کے دلوں تک پہنچا دیا ہے۔ اور میرا نام اچھی صفات کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اعلان کر دیا کہ میں نے جو کچھ کسی سے لیا ہے وہ مجھ سے واپس لے جائے۔ سب لوگ آئے اور جو مال جمع تھا ان کو دے دیا۔ اور ان کے دستاویزات بھی واپس کر دئے۔ یہاں تک کہ کچھ پاس نہ رہا۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ قرضہ تو آپ نے معاف کر دیا لیکن یہ پیرہن جو آپ نے پہنا ہوا ہے وہ بھی تو آپ نے مجھ سے سود ہی میں وصول کیا تھا۔ آپ نے یہ سنتے ہی وہ پیرہن بھی اتار کر اسے دے دیا۔ دوسرے شخص نے آپ کی بیوی کے جسم پر سفید چادر دیکھ کر دعویٰ کیا کہ یہ چادر میری ہے۔ آپ نے وہ چادر بھی اتر وا دی اور دونوں میاں بیوی نیم برہنہ رہ گئے۔

آپ نے سب کچھ لٹا کر دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت گاہ بنالی۔ اور توبہ و استغفار شروع کر دی۔ آپ دن بھر خواجہ حسن بصریؒ کے درس میں شامل ہو کر علم سیکھتے اور رات کو عبادت کرتے۔ کوئی شخص کچھ دے جاتا تو کھا لیتے ورنہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔

کچھ دن یونہی گزر گئے۔ ایک دن بیوی نے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ اور کہا کہ کئی دنوں سے جسم کو نیا کپڑا نہیں چھوا اور پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ اس طرح کب تک بسر ہوگی۔ آپ نے کہا کہ اچھا کل سے کہیں کام پر جاؤں گا۔ اور جو کچھ ملے گا تمہیں لا دوں گا۔ فکر نہ کرو۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر عبادت خانے میں چلے گئے اور سارا دن عبادت کرتے رہے۔ رات کو جب گھر واپس آئے تو بیوی نے پوچھا کتنے کچھ لائے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے جس کا کام کیا ہے وہ بڑا کریم ہے۔ مجھے اس سے اجرت طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جب وقت آئے گا وہ خود دے دے گا۔ عورت بیچاری خاموش ہو رہی اور اسی تنگی ترشی سے بسرِ اوقات کرتی رہی۔

آپ ہر روز عبادت خانے میں جا کر عبادت کرتے۔ حتیٰ کہ دس روز گزر گئے۔ دسویں دن چند آدمی جَو۔ آٹا۔ گوشت۔ گھی۔ شہد اور تین ہزار درہم لے کر آپ کے دروازے پر آئے۔ دستک دی۔ اور وہ تمام چیزیں حبیب بیوی کے سپرد کر کے کہا۔ کہ یہ کام والے نے بھیجی ہیں۔ اور کہا ہے کہ حبیب اپنے کام میں جتنی ترقی کرے گا اتنی ہی مزدوری بڑھتی رہے گی۔

رات کو جب حبیب گھر آئے تو بیوی نے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے تعجب سے کہا کہ دس دن کی محنت کا یہ معاوضہ ہے تو زیادہ کام کرنے پر وہ کیا کچھ نہ دے گا۔ اس دن کے بعد دُنیا سے بالکل مُنہ موڑ لیا۔ اور خدا کے سوا سب کو بھلا دیا۔ یہاں تک کہ خدا ان کا ہو گیا۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے آنے لگے۔

اس ضمن میں یہ پیشِ نظر رہے کہ آپ نے جو اپنے تعلقاتِ دنیوی میں تخفیف اختیار کی یا انقطاع گوارا فرمایا تو اس سے

آپ کا مقصد ترکِ دنیا نہ تھا بلکہ آپ کی خلوت پسندی یا گوشہ نشینی جلوت کے لئے تھی۔ جس طرح ایک طالب علم امتحان کی تیاری کی غرض سے اپنے دیگر روابط سے بعض اوقات بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے اہل و عیال سے علیحدہ ہو کر عبادت و ریاضت اختیار کی۔ تاکہ آپ میں بندگانِ خدا کی خدمت کرنے کی زیادہ سے زیادہ قابلیت اور اہلیت پیدا ہو جائے۔ مومن دُنیا کو بُرا نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنی دنیا کو دُعا اور کسب سے بہترین بنانے کی سعی کرتا ہے۔

اس تغیر سے پہلے آپ گوشت کثرت سے کھاتے تھے۔ مگر اس کے بعد حالت یہ ہوگئی کہ آپ نے سات برس تک گوشت کو منہ تک نہ لگایا۔ اس طویل عرصے میں کئی دفعہ گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مگر ایک دن نفس نے زیادہ مجبور کیا تو آپ نے بازار جا کر نان کباب خرید لیا۔ مگر ابھی گھر نہ پہنچے تھے کہ ایک غریب لڑکے کو بازار میں بھیک مانگتے دیکھا آپ کو اس کی حالت پر اتنا ترس آیا کہ آپ نے وہ نان کباب اسے دے دیا۔ اور اپنے دل کا معاملہ دل ہی میں طے کر لیا۔

اس ریاضت اور نفس کشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ جو بات منہ سے نکالتے پوری ہو کر رہتی اور جو دُعا کرتے مستجاب ہوتی۔ ایک دن ایک عورت روتی ہوئی آپ کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی کہ میرا لڑکا کئی روز سے گم ہو گیا ہے۔ مجھ کو اس کے فراق کی تاب نہیں۔ اس کے بغیر گھر سُونا نظر آتا ہے۔ میں سخت فکر میں ہوں۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہے۔ میرا کوئی اور بال بچہ بھی نہیں کہ آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک ہوتا گھٹتی کے پہرے ڈھارس بندھتی۔ آپ خدا کے لئے دُعا کریں۔ کہ وہ جلد لوٹ آئے۔ آپ نے اس کی گریہ وزاری سُن کر فرمایا کہ دُعا تو ہم کر دیں گے۔ مگر ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور وہ نقدی ہے۔ اگر تیرے پاس کچھ ہے تو خدا کی راہ میں خیرات کر۔ عورت کے پاس اس وقت دو درم تھے۔ اس نے دونوں فقیروں میں بانٹ دئے۔ آپ نے خشوع و خضوع سے دُعا کی اور فرمایا۔ کہ جا تیرا بیٹا گھر آ گیا ہے۔ عورت گھر آئی۔ اور بیٹے کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئی۔ پوچھا کہاں چلا گیا تھا اور اب کیسے واپس آیا ہے۔ کہا میں کرمان میں تھا استاد نے بازار میں گوشت خریدنے بھیجا تھا کہ آندھی آئی۔ اور اس زور سے آئی کہ مجھے اڑا کر یہاں چھوڑ گئی۔

ایک دفعہ بصرہ میں سخت قحط پڑا۔ آپ نے بہت سا اناج ادھار خرید کر فقیروں اور مسکینوں کو دے دیا۔ اور ایک تھیلی سی کر سرہانے رکھ لی، جب قرض خواہ تقاضے کو آتے تو تھیلی باہر نکالتے جو روپیوں سے بھری ہوئی ہوتی اور دام ادا کر دیتے۔

آپ ہمیشہ ایک پوستین زیبِ تن کئے رہتے تھے۔ ایک دن آپ نہانے کے لئے گئے تو پوستین اتار کر راستے ہی میں چھوڑ گئے۔ خواجہ حسن بصریؒ ادھر سے گزرے تو پوستین کو پہچان کر وہاں کھڑے ہو گئے۔ اور اس وقت تک وہیں کھڑے

جب تک خواجہ حبیب نہا کر واپس نہ آ گئے۔ آپ نے آتے ہی خواجہ حسن بصریؒ کو سلام کیا۔ اور پوچھا۔ اے امام المسلمین آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی پوستین دیکھی تھی۔ خیال کیا کہ کوئی اٹھا کر نہ لے جائے اس لئے یہاں کھڑا ہو گیا ہوں کہ اس کی حفاظت کروں۔ مگر آپ کو یہ کیا سوجھی کہ اس طرح سرِ راہ پھینک دی؟ آپ نے کہا کہ میں نے اس کے اعتماد پر چھوڑی تھی جس نے آپ کو اس کی حفاظت کے لئے کھڑا کر دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ جب تک اس کی مرضی نہ ہو اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔

ایک دن خواجہ حسن بصریؒ ملاقات کو آئے۔ آپ جو کی روٹی نمک لگا کر کھا رہے تھے۔ وہ خواجہ کے سامنے پیش کر دی۔ ابھی انہوں نے چند ہی لقمے منہ میں ڈالے تھے کہ ایک سائل آ نکلا۔ آپ نے روٹی کا باقی ٹکڑا اٹھا کر اسے دے دیا۔ خواجہ نے کہا کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مہمان کے سامنے سے روٹی اٹھانی نہیں چاہیئے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر عمل کے ساتھ کچھ علم بھی ہوتا۔ مناسب یہ تھا کہ کچھ روٹی سائل کو دیتے اور کچھ کھانے کے لئے رہنے دیتے۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک غلام آیا اور اس نے حلوے اور روٹیوں کا خوان اور پانچ سو درہم کی ایک تھیلی آپ کے سامنے لاکر رکھ دی۔ آپ نے نقدی فقیروں میں بانٹ دی اور روٹی دونوں نے کھالی۔ پھر کہا اے استاد! جو علم یقین کے بغیر ہو کسی کام کا نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ علم بھی ہو اور یقین بھی ہو۔

ایک شام آپ اپنے عبادت خانے میں بیٹھے تھے کہ خواجہ حسن بصریؒ اوپر آ نکلے۔ جب نماز مغرب کا وقت آیا تو خواجہ صاحب نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ آپ نے قرأت میں پہلے ہی لفظ کا تلفظ غلط ادا کیا یعنی الحمد کو الہمد پڑھا۔ خواجہ صاحب فوراً سلام پھیر کر جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اپنے طور پر الگ نماز پڑھی۔ رات خواجہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد ہوا۔ اے حسن بصریؒ! حبیب عجمیؒ نے بیشک تلفظ غلط ادا کیا۔ لیکن ان کا دل خدا کی طرف رجوع تھا۔ اللہ تعالےٰ صحتِ عبادت اور کسی زبان کے حرف و نحو کی پروا نہیں کرتا۔ وہ تو صحتِ نیت کو دیکھتا ہے۔ اور خشوع و خضوع کو پسند فرماتا ہے۔ زبان اور دل ٹھیک کرنے میں بہت فرق ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ قرآنِ مجید کے مطالب و معانی کو ایسا نہ سمجھتے تھے جیسا کہ عربی جاننے والے لوگ سمجھتے ہیں۔ پھر بھی جب کوئی آپ کے سامنے قرآن کی آیات پڑھتا تو آپ رو پڑتے اور نہایت اضطراب کا اظہار کرتے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ عربی تو جانتے نہیں۔ پھر عجمی ہو کر قرآن کو کس طرح سمجھتے ہیں جو اس طرح زار زار روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ عربی زبان کو میں تو واقعی نہیں جانتا۔ لیکن میرا دل ضرور جانتا ہے۔ قرآن دل پر اترا اس لئے دل ہی اس کی

حقیقتوں اور رمزوں سے کما حقہٗ واقف ہو سکتا ہے ؎

اگرچہ عرضِ ہنر پیشِ یار بے ادبی ست
زبان خموش ولیکن دہاں پُر از عربی ست (حافظ)

ایک دن امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ بیٹھے تھے کہ آپ ادھر سے گزرے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ آؤ حبیبؒ سے کوئی سوال پوچھیں۔ دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا۔ کہ یہ اور طرح کے بزرگ ہیں۔ ان سے سوال نہیں کرنا چاہیئے۔ جب آپ قریب آ گئے تو امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ حضرت ایک شخص کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو گئی ہے۔ لیکن اسے یاد نہیں پڑتا کہ کون سی نماز قضا ہوئی ہے۔ آپ بتائیے کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دل خدا سے غافل ہو اسے تنبیہ ہونی چاہیئے۔ اور پانچوں نمازوں کی قضا کرنی چاہیئے حضرت امام احمدؒ یہ جواب سُن کر حیران رہ گئے۔

ایک دفعہ اندھیرے گھر میں آپ کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ تمام گھر روشن ہو گیا۔ آپ نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے اور کہا نہیں نہیں مَیں بغیر چراغ کے سوئی ڈھونڈھنا نہیں چاہتا۔

آپ شرم و حیا کے پیکر تھے۔ اپنی بیوی کے سوا کسی غیر عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بیس سال سے جو کنیز کہ گھر میں تھی اسے بھی نہ پہچانتے تھے۔

آپ کی وفات خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ہوئی۔ آپ کا مزار بصرہ میں مرجع خلائق ہے۔

ایمان وعمل

ایمان وعمل کی مثال دو پروں کی سی ہے ۔جن کی بدولت پرندے اڑ کر جہاں چاہیں جاسکتے ہیں ۔اگر ایک پر کمزور ہو تو پرندہ اُڑ نہیں سکتا ۔ انسان کی منزلِ مقصود قربِ الٰہی ہے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے ایمان وعمل دو پر ہیں ۔جب تک دونوں ایک جیسے نہ ہوں انسان منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتا ۔ ایک شخص اعمالِ صالح بجالاتا ہے مگر جن باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے اُن کو غیر ضروری سمجھتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ کے مقرر کردہ قوانین کے رو سے اُس کے اعمال اکارت جائیں گے ۔جیسا کہ ارشاد ہے :۔

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ

اور حکم دیا جا چکا ہے تجھ کو اور اُن کو جو تجھ سے پہلے ہو گزرے ہیں کہ اگر تُو نے کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا تو تیرے عمل اکارت جائیں گے اور تُو نقصان اٹھانے والوں میں ہو جائے گا ۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جا

اسی طرح وہ لوگ جو اُن تمام باتوں کو جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ معلوم ہوئیں صحیح یقین کرتے ہیں مگر عملِ صالح بجا نہیں لاتے ان کو اُن کے کئے کا بدلہ ملے گا ۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

لہٰذا جس کسی نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس کسی نے ذرہ بھر بُرائی کی ہو گی وہ اُسے (بھی) دیکھ لے گا

مندرجہ بالا آیات سے پتہ چلتا ہے ۔کہ ایمان کے بغیر انسان کے تمام عمل اکارت جاتے ہیں اور آخرت میں ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی دُوری اور سزا کے علاوہ راحت کا کوئی سامان نصیب نہیں ہو سکتا ۔مگر ایمان درست ہونے پر جس قدر بُرے عمل ہوں گے اُن کی سزا ملے گی اور پھر ایمان وعملِ صالحہ کی جزا یعنی قربِ الٰہی اور اللہ تعالےٰ کی وہ نعمتیں عطا ہوں گی جن کا ایک مومن سے قرآنِ کریم میں وعدہ ہو چکا ہے ۔بس عمل سے پیشتر ایمان لازمی ہے اور آخرت کی خوشگوار زندگی حاصل کرنے کے لئے ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ہونا لازمی امر ہے ۔ بالفاظِ دیگر ایک مومن کے لئے نورِ ایمان اور اعمالِ صالحہ

دونوں کا ہونا ضروری ہے۔

ایمان کا تعلق قلبِ انسانی یعنی روح سے ہے اور اعمال کا تعلق نفس اور اعضائے جسمانی سے ہے۔ اگر ایمان ہونے کی وجہ سے روح کمزور ہو تو اعضا روح کے تابع نہیں ہوتے بلکہ نفس کی خواہشوں پر عمل کرتے ہیں۔ جن سے اعمالِ بد ظہور میں آتے ہیں۔ لیکن جس روح میں نورِ ایمان موجود ہو۔ وہ نفس اور تمام اعضاء کو قابو میں رکھتی ہے بُرے عمل صادر نہیں ہونے دیتی۔ مومن کی روح ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتی ہے۔ اور کسی وقت بھی اُس سے غافل نہیں ہوتی۔ اس لئے توفیقِ الٰہی اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔ اور اُس سے خود بخود اعمالِ صالحہ سرزد ہوتے رہتے ہیں پس اگر غور سے دیکھا جائے تو ایمان و اعمالِ صالحہ لازم ملزوم ہیں۔

اعمال کے بجا لانے کے لئے نفس کی پرورش ضروری ہے۔ تاکہ جسم مردہ نہ ہو جائے۔ لہٰذا اگر ایمان کی روشنی میں پاک صاف اور حلال غذا سے نفس کی پرورش کی جائے۔ اور صرف وہ اشیاء کھانے پینے اور پہننے کو دی جائیں۔ جن کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے۔ اور نفس کی کسی ایسی خواہش کو پورا نہ کیا جائے جو شریعت کے خلاف ہو۔ تو نفس روح کے قابو میں رہ سکتا ہے۔

ایمان صحیح علم اور اس پر یقینِ کامل کو کہتے ہیں۔ سچ اور جھوٹ، نیکی اور بدی، حلال و حرام میں تمیز کے لئے شریعت کا علم اور اس پر ایمان ضروری ہے۔ چنانچہ دنیاوی زندگی کے دوران میں جس قدر معاملات پیش آتے ہوں اُن کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے۔ نیز قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے۔ اُن کو برحق تسلیم کرنا اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کرنا صحیح ایمان ہے۔

پس اگر آپ ایمان و عمل کے دونوں بازوؤں کو برابر رکھنا چاہتے ہوں۔ تو اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات اور عقائد پر ایمان لا کر صحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ زندگی کا اصل مقصد یعنی قربِ الٰہی حاصل ہو سکے۔

محمد احسان عفی عنہٗ

اقوالِ امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

از جناب صاحبزادہ حکیم بشیر محمدؐ۔ لاہور

۱۔ گناہ کبیرہ سے مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر اس کو حلال جاننا کفر ہے۔

تشریح:۔ گناہ کبیرہ سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ اُسے گناہ متصوّر کرے لیکن اگر اُسے گناہ ہی نہ سمجھے اور اس فعل کو جائز قرار دے۔ تو ایسا کرنا کفر ہے۔

۲۔ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ تک اور گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

تشریح:۔ معمولی گناہوں کو بار بار کرتے رہنے سے انسان گناہ کبیرہ کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور گناہِ کبیرہ کو بار بار کرنے والے کی سزا وہی ہے جو کافروں کے لئے مقرر ہے یعنی آتشِ دوزخ۔ تاوقتیکہ وہ اپنی زندگی کے دوران میں سچے دل سے توبہ نہ کرے۔ اور اس گناہ کو ہمیشہ کے لئے ترک نہ کر دے۔

۳۔ شرع ظاہر کے احکام کو شریعت کہتے ہیں۔ اور شریعت کی حقیقت کو حقیقت کہتے ہیں۔ شریعت سے حقیقت ہرگز جدا نہیں۔ شریعت کی حقیقت تک پہنچنے کی جو راہ ہے اُسے طریقت کہتے ہیں۔ شریعت سے طریقت ہرگز جدا نہیں۔ اطمینانِ قلب سے پہلے صورتِ اطمینان ہے اور اطمینانِ نفس کے بعد حقیقتِ ایمان۔ زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے وسواس دُور کرنا طریقت و حقیقت ہے۔

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سردارِ بنی آدم ہیں۔ اور شریعتِ محمدیؐ بہترین شریعت ہے۔ تعجب ہے کہ بعض خام درویشوں نے اپنے کشفِ محض پر اعتبار کر کے شریعت سے اختلاف کیا ہے۔ حالانکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام بھی آج ہوتے تو اسی شریعت پر عمل کرتے۔

تشریح:۔ شریعت کی مخالفت کفر ہے۔ کشف کو شریعت یعنی کتاب و سُنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہیئے۔ اگر اسکے مطابق ہے تو واقعی کشف ہے ورنہ شیطان کا فریب۔ پس صاحبِ کشف کو چاہیئے۔ کہ قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت نظر رکھے تاکہ کسی وقت بھی خداوند تعالےٰ سے غافل ہو کر شیطان کے فریب میں نہ آسکے۔

دربارِ رسولؐ کے فیصلے

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم جن حیثیتوں میں تشریف لائے تھے، ان میں سے آپ کی ایک حیثیت مصلح اخلاق کی ہے۔ اور دوسری قاضی باحق کی۔ آپ نے اپنی دوسری حیثیت میں جن مقدمات و قضایا کے فیصلے صادر فرمائے ہیں ان کا ایک مجموعہ کتابی شکل میں "اقضیۃ الرسولؐ" کے نام سے عربی میں شائع ہوا تھا۔ حال ہی میں ایک بزرگ نے اس کتاب کا ترجمہ اُردو میں کر کے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فیصلے مسلمانوں کے لئے قانونی نظائر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہونا چاہیئے۔ قیمت بے جلد تین روپے۔ مجلد چار روپے

شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک

از حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

شاہ ولی اللہ کی ہستی دنیائے اسلام میں محتاجِ تعارف نہیں فاضل مصنف نے اس کتاب میں شاہ صاحب کا سیاسی نظریہ پیش کیا ہے۔ اس کتاب سے ملک و قوم کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوتی ہے اسکا مطالعہ نوجوانوں کیلئے ازحد ضروری ہے اس کتاب میں ایک زندگی اور شاہراہ عمل ہے قیمت دو روپے

سیرت سید احمد شہید

تالیف سید ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی اور حضرت مولانا اسمٰعیل کی سوانح اور اُن کے تجدیدی، اصلاحی اور مجاہدانہ کارناموں کی تاریخ اور ہندوستان بلکہ ماضی قریب میں عالمِ اسلامی کی سب سے بڑی تحریک جہاد و تنظیم، اصلاح و تجدید اور احیاءِ خلافت کی ولولہ انگیز تاریخی داستان ہے۔ قیمت دو روپے

آثارِ جمال الدین افغانی

سید جمال الدین افغانی

گذشتہ صدی کے اُن نامور اشخاص میں سے ہیں، جنھوں نے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب پیدا کئے ہیں۔ اُن کی زندگی کے عجیب و غریب حالات پڑھیئے اور کئی عبرت آموز سبق سیکھئے۔ قیمت تین روپے

محمد عبدہٗ

مصر کے بطلِ حریت مفتی محمد عبدہٗ علامہ جمال الدین افغانی کے رفقائے کار میں سے ہیں۔ آپ کی زندگی کے حالات آج تک اُردو زبان میں شائع نہیں ہوئے تھے۔ محمد عبدہٗ کی زندگی کے اس مختصر مرقع میں انیسویں صدی کے اواخر کی مصری سیاست کا پورا عکس موجود ہے۔ جس سے ہمیں بہت کچھ سبق حاصل ہو سکتا ہے۔ قیمت بارہ آنے

سیرت النبیؐ

از علامہ شبلی نعمانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و غزوات، اخلاق و عادات اور تعلیم و ارشاد کا یہ عظیم الشان ذخیرہ جس کا نام سیرۃ النبیؐ ہے مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کو سامنے رکھ کر صحت و اہتمام کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھ حصوں میں شائع ہوئی ہے۔

قیمت جلد اوّل	پانچ روپے
" جلد دوم	چار روپے آٹھ آنے
" جلد سوم	چھ روپے
" جلد چہارم	چھ روپے آٹھ آنے
" جلد پنجم	چار روپے آٹھ آنے
" جلد ششم	پانچ روپے چار آنے

الفاروقؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور ان کی طرزِ حکومت پر اس قدر مفصل اور مکمل کتاب کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ مصنفہ علامہ شبلی نعمانی قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

سیرت النعمان

امام اعظم کی زندگی اور ان کے طریقِ اجتہاد کے تفصیلی حالات۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

مکاتیب شبلی

مولانا شبلی مرحوم کے خطوط کا مجموعہ جو مولانا مرحوم کے علمی و ادبی، مذہبی، قومی اور اصلاحی خیالات و نظریات کا ذخیرہ ہے۔

قیمت حصہ اوّل	دو روپے
" حصہ دوم	ایک روپیہ آٹھ آنے

بانگِ درا (چوتھا ایڈیشن) علامہ سر محمد اقبالؒ کے اُردو کلام کا مجموعہ جو نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو گیا ہے لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی تصویر سے مزین ہے۔
قیمت بے جلد دو روپے آٹھ آنے مجلد تین روپے آٹھ آنے

بالِ جبریل اُردو کلام کا دوسرا مجموعہ۔ اس کتاب میں زیادہ تر غزلیات اور نظمیں ہیں جو یورپ ہسپانیہ اور دیگر اسلامی ممالک میں لکھی گئیں۔ ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔ قیمت تین روپے

ارمغانِ حجاز علامہ اقبالؒ کا آخری فارسی اور اُردو کلام یہ کتاب مرحوم و مغفور ڈاکٹر صاحب کی وفات سے چند روز پیشتر مرتب ہوئی تھی۔ اب چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔
قیمت بے جلد دو روپے آٹھ آنے مجلد تین روپے آٹھ آنے

اسرار و رموز (فارسی) یعنی اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی ہر دو یکجا علامہ اقبال مرحوم کی یہی وہ مثنویاں ہیں جن سے اہلِ تصوف میں کھلبلی پڑ گئی تھی۔ ان کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے کشتیٔ قوم منزلِ مقصود پر پہنچ سکتی ہے۔ قیمت بےجلد دو روپے مجلد دو روپے آٹھ آنے

ضربِ کلیم اس کتاب میں علامہ مرحوم نے زمانۂ حاضر کے الحاد و زندقہ کے خلاف نہایت زبردست اور موثر جہاد کیا ہے۔
کتابت، کاغذ، چھپائی بہترین۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

شکوہ از علامہ سر محمد اقبال مرحوم۔ نہایت نیازمندانہ شکایتیں جو عام مسلمانوں کو اپنے خدا سے تھیں ایک دلآویز ناز کے ساتھ کی ہیں۔ اس کے ساتھ پھر جوابِ شکوہ بھی لکھا گیا ہے جو شامل ہے۔ قیمت قسم اول ۱۲ر قسم دوم ۴ر

Six lectures on Reconstruction of Religious thought in Islam.
(in english)

یہ وہ لیکچر ہیں جو علامہ سر اقبالؒ نے مدراس اور علی گڑھ میں دیئے۔ کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہو گئے ہیں۔ قیمت پانچ روپے

شرح اسرارِ خودی از پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی
علامہ اقبال کی مثنوی اسرار و رموز کی کوئی قابلِ قدر شرح اُردو میں نہیں لکھی گئی تھی۔ پروفیسر صاحب کو مرحوم سے بڑی عقیدت تھی اور اکثر اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے مثنوی کے اکثر مشکل مقامات کو آپ نے مرحوم ہی سے سمجھا تھا اسلئے جس وثوق اور یقین کے ساتھ آپ نے اِن دقیق مقامات کو حل کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

تعلیماتِ اقبالؒ علامہ اقبال کی زندگی میں جو پہلا یومِ اقبالؒ منایا گیا تھا اُس میں پروفیسر محمد یوسف خان سلیم چشتی نے جو مقالہ پڑھا وہ کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں پروفیسر صاحب نے نہایت اختصار کے ساتھ اقبالؒ کے پیغام کو اُردو دانوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

اقبال کا مطالعہ اور دوسرے مضامین یہ کتاب سید نذیر نیازی صاحب کے چند مضامین کا مجموعہ ہے جن کا علامہ اقبال کی فضیلت علم اور فلسفیانہ عظمت سے تعلق ہے۔ جو بیشتر ان کے اشارہ اور ایما پر لکھے گئے ان میں بعض تصریحات خود علامہ کی ہیں قیمت بجلد عہ مجلد ۲؍

یادِ اقبال علامہ اقبال کی یاد میں ہندوستانی شعراء نے جو مرثیے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب انکا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

تصنیفات مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی

رسالہ دینیات اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کیا ہے، کیا چاہتا ہے۔ اور کیوں چاہتا ہے۔ عقائد کا انسان کی زندگی سے کیا تعلق ہے۔ اُن کے تسلیم کرنے اور نہ کرنے سے کیا فائدہ اور نقصان ہے۔ اِس رسالہ میں تعلیمِ دینیات کا بالکل جدید طرز اختیار کیا گیا ہے۔ قیمت بجلد بارہ آنے مجلد ایک روپیہ

مسئلہ قومیت ۱۔ اقوام اور قومیت کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ قوم اور جماعت میں فرق کیا ہے؟

۳۔ مسلمان قوم ہیں یا جماعت؟

۴۔ اسلامی قومیت کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟

۵۔ ہندوستان میں جو متحدہ قومیت بنائی جارہی ہے مسلمانوں کو من حیث المسلم اسے قبول کرنا چاہیئے یا رد؟

اِن سوالات پر اِس کتاب میں سیر حاصل بحث کا مطالعہ
کرنا چاہیئے اور اسلامی نقطۂ نظر سے واقف
ہونا چاہتے ہیں وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں

قیمت ایک روپیہ

تنقیحات اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم اور اس سے پیدا شدہ مسائل پر مختصر تبصرے۔ یہ کتاب مولانا کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم اور اس سے پیدا شدہ مسائل پر تنقیدی اور تعمیری دونوں حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے۔ ضخامت ۲۴۰ صفحات قیمت بے جلد ایک روپیہ ۔ مجلد دو روپے

تفہیمات بعض معرکۃ الآرا مسائل اسلامی کی تشریح و توضیح یہ کتاب مؤلف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں اسلام کے ان مہمات مسائل کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جن کے متعلق آجکل عموماً لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ قیمت بے جلد دو روپے مجلد دو روپے آٹھ آنے

پردہ مغربی نظامِ معاشرت پر تنقید۔ اسلامی نظامِ معاشرت کی تشریح۔ قوانینِ فطرت کے لحاظ سے احکامِ نفسی کے نقطۂ نظر سے۔ جو لوگ اس مسئلے کو واقعی سمجھنا چاہتے ہیں وہ اس میں بڑی حد تک اطمینان بخش مواد اور دلائل پائیں گے۔ قیمت بے جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔ مجلد دو روپے

خطبات دیہاتی مسلمانوں کو اسلام کی حیثیت اور اس کی رُوح سے واقف کرنے اور انہیں اسلام کے پیش کردہ نظامِ زندگی سے آگاہ کرنے کی ایک کوشش۔

مولانا نے جمالپور (پٹھانکوٹ) کے دیہاتیوں کے سامنے اسلام پیش کرنے کیلئے جمعہ کے خطبات کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ ان خطبات میں آپنے نہایت آسان اور دلنشین پیرایہ میں اسلام کے مہمات مسائل کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اس میں ۲۴ خطبات شامل ہیں۔ قیمت بجلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔ مجلد دو روپے

مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش یہ کتاب تین حصوں میں شائع ہوئی ہے۔ حصہ اول میں اسلامی ہند کی گذشتہ تاریخ، موجودہ حالت اور مستقبل کے امکانات پر ایک سبق آموز تبصرہ کیا گیا ہے جس سے مسلمانانِ ہند کے قومی مسئلہ کا ایک نیا تصور پیدا ہوتا ہے۔

حصہ دوم میں ہندوستان کے موجودہ سیاسی حالات پر مفصل تبصرہ کر کے بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی غفلت سے اس وقت تک ملک کے سیاسی تغیرات کس طرح اصولِ اسلام اور مسلمانوں کے قومی مفاد کے خلاف ہوتے رہے ہیں۔ حصہ سوم میں مولانا نے مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں پر ایک ناقدانہ نظر ڈال کر بتایا ہے کہ ہماری جماعتوں کی سیاسی جدوجہد کچھ اس قسم کی ہے۔ کہ اس سے دینِ اسلام کو کوئی تقویت نہیں پہنچتی۔ ان کا مطمح نظر ہندوستان میں حکومتِ الٰہیہ کا قیام نہیں ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی نجات صرف اس میں ہے کہ وہ حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے جدوجہد کریں۔ اس کے متعلق عملی تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ قیمت حصہ اول ۸/ ۔ حصہ دوم ایک روپیہ آٹھ آنے ۔ حصہ سوم ایک روپیہ چار آنے

رسالہ حقیقت اسلام اُردو زبان کا یہ ماہوار رسالہ دس برس سے باقاعدہ نکل رہا ہے۔ اور ہندوستان بھر کے مشہور رسالوں کی صفِ اوّل میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ رسالہ اُمتِ مسلمہ کو ایک نئی زندگی کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے دل اور دماغ کو مسلمان بناؤ۔ جاہلیت کے طریقے چھوڑ کر اسلام کی صراطِ مستقیم پر چلو۔ ہر چیز میں قرآن و سنت کے پیش کردہ اصولوں کی تشریح کرنا اس رسالہ کا خاص موضوع ہے۔ چندہ سالانہ مبلغ دو روپے
نمونہ کا پرچہ مفت طلب فرمائیں

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ناشران قرآن مجید و اسلامی مطبوعات بیرون موچی دروازہ لاہور

زندگی از چوہدری افضل حق صاحب
کہتے ہیں کہ ہندوستان کے جیلوں کی مصیبت زا زندگی کسی ادبی یا علمی کاوش کی متحمل نہیں ہوسکتی لیکن چوہدری صاحب موصوف نے جیل کی غم انگیز تنہائیوں میں اقوام و افراد کی ظاہری و باطنی تربیت کیلئے ایک ایسی کتاب لکھی ہے جس کا جواب اُردو ادب میں موجود نہیں۔ یہ کتاب غافل قوموں کیلئے صورِ اسرافیل اور گمراہ نوجوانوں کیلئے مشعلِ ہدایت ہے۔ قیمت مجلد مطلاّ دو روپے چار آنے

محبوبِ خدا
یہ کتاب چوہدری افضل حق صاحب مرحوم نے ملتان اور راولپنڈی جیل کی تنہائیوں میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ کتاب کیا ہے عشق رسولؐ کا بہتا ہوا دریا ہے جس میں علم و ادب کی موجیں ہزار لطافتوں کو لے کر اُٹھتی ہیں۔ سرکار مدینہؐ کی زندگی ہزاروں اہل قلم نے بیان کرنے کی کوشش کی لیکن یہ مرتبہ کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا کہ وہ مجاہدانہ اقدام کے باعث پابندِ سلاسل کرکے قید خانہ میں بٹھا دیا گیا ہو اور پھر عرب کے مجاہدِ برحق اور آخری نبیؐ کی سیرت قلمبند کرے۔ ایسی کتاب کے پڑھنے سے افراد و اقوام کے دل میں خوشگوار انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ حجم کتاب ۲۰۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

آزادیٔ ہند
مجاہدِ اعظم چوہدری افضل حق صاحب مرحوم نے اس کتاب میں ایسے اچھوتے انداز سے ملکی تحریک پر اظہار خیال کیا ہے کہ کتاب ادبی اور افادی لحاظ سے دورِ حاضر کی بہترین تصنیف سمجھی جانے کے قابل ہے۔ یہ پُراثر افسانہ خود ہی دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے نصب العین کو ایک غیر فانی شخصیت کی زبان سے بیان کرکے دل پر ایک غیر فانی نقش چھوڑتا ہے۔ قیمت تین روپے

میرا افسانہ
چوہدری افضل حق صاحب مرحوم کی خود نوشت سوانح حیات۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے بچپن سے لیکر آخیر عمر تک کے واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ یہ کتاب مطالعہ کی دلچسپیوں سے خالی نہیں۔ اس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ چوہدری صاحب سب سے پہلے ایک پولیس سب انسپکٹر تھے اور پھر کس طرح اس نوکری سے مستعفی ہوکر ملک کے محبوب لیڈر بنے۔ قیمت دو روپے

پاکستان اور اچھوت بزبان انگریزی مصنفہ چوہدری افضل حق صاحب احرار لیڈر
انگریزی زبان میں یہ کتاب ہند و مسلم تعلقات کو ایک اچھوتے رنگ میں پیش کرتی ہے۔ یہ تحریر ہندوستان سے دور بیٹھے کسی مبصر کا بیان نہیں بلکہ اُس شخص کے خیالات ہیں جس کی عمر وطن عزیز کی خاطر تکلیفوں میں گذری۔ چوہدری صاحب جب چوتھی بار جیل میں گئے تو یہ کتاب جیل میں لکھی گئی۔ اس میں ان اسباب پر بحث کی گئی ہے کہ ہندوستان میں تحریکاتِ آزادی کیوں ناکام رہیں۔ چونکہ یہ کتاب ایک ذمہ وار شخص کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اس لئے ملکی اخبارات نے اس کو بہت اہمیت دی ہے۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ

جواہرات
کتاب "زندگی" کے مصنف چوہدری افضل حق صاحب ادبِ اُردو میں محتاجِ تعارف نہیں۔ جواہرات چوہدری صاحب کی ہنگامہ خیز تصنیف ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے زندگی کی لہریں دوڑانے کی کوشش کی ہے۔ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں علم و ادب کی موجیں ہزاروں لطافتیں لئے اٹھتی ہیں۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

پیکو لمیٹڈ۔ ناشر [illegible] مجید والعلامی مطبوعات بیرون موچی دروازہ۔ لاہور

شاہنامہ اسلام
جلد اوّل

اس میں ابتدائے آفرینش سے لے جنگِ بدر کی ابتدا تک کے حالات نہایت آسان اور دلچسپ اُردو نظم میں بیان کئے گئے ہیں۔ عہد ابراہیم علیہ السلام اور پیغمبران بنی اسرائیل کے واقعات۔ بعثت رسول کریمؐ کے وقت دُنیا کی حالت اس کتاب کے اہم عنوانات ہیں۔ ان کے علاوہ ساقی نامہ اور سرور کائنات کے حضور میں محبت بھرا اسلام، عاشقان رسولؐ کیلئے نوید حیات کا کام دیتا ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسکے کئی ایڈیشن فروخت ہو چکے ہیں۔ قیمت تین روپے مجلد چار روپے

شاہنامہ اسلام
جلد دوم

اس حصہ میں جنگ بدر، غزوہ سویق اور غزوہ احد کے ابتدائی حالات درج ہیں قیمت تین روپے مجلد چار روپے

شاہنامہ اسلام
جلد سوم

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے کلام بہ سلسلۂ شاہنامہ کا تیسرا مجموعہ قیمت تین روپے، مجلد چار روپے۔

نغمہ زار

جناب حفیظ کے کلام کا سب سے پہلا مجموعہ جس میں جواں سال شاعر کا جوانی کی امنگوں بھرا کلام درج ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

سوز و ساز

یہ کتاب حفیظ کے کلام کا دوسرا مجموعہ ہے جس میں دلچسپ نظمیں، دلگداز گیت، پرکیف غزلیں اور سوز آمیز مرثیے درج ہیں۔ قیمت دو روپے

ہفت پیکر

حفیظ جالندھری کے سات طبع زاد افسانوں کا مجموعہ۔ یہ افسانے ہندستانی دیہاتی تمدن، معاشرت کے زیر اثر لکھے گئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

معیاری افسانے

جناب حفیظ نے اپنی ادبی زندگی میں جو بہترین افسانے لکھے ہیں، اُن کو یکجا جمع کر دیا ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے

مولانا محمد علی مرحوم کے یورپ کے سفر | مصنفہ پروفیسر سرور صاحب

جامعہ ملیہ دہلی۔ مولانا محمد علی مرحوم چھ بار یورپ تشریف لے گئے تھے۔ مرحوم نے یورپ کو بہت دیکھا تھا اور یورپ پر بہت لکھا بھی۔ یہ کتاب اُن کے بعض اپنے لکھے ہوئے حالات کا مجموعہ ہے۔ اور یہ ادب اُردو کا ایک رتبہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

بہار داغ | یعنی انتخاب فصیح الملک بہار۔ نواب مرزا خان داغ دہلوی مرحوم

ترتیبہ سید نذیر نیازی۔ داغ کی شاعری کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی رندی اور شوخی ضرب المثل ہے۔ وہ شباب کے مفسر اور عشق و محبت کے رازدار تھے لیکن اس کے باوجود ان کا دل حقیقت سے بے خبر نہ تھا۔ اقبالؒ نے ان کا مرثیہ کہتے ہوئے لکھا تھا ؎

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں
آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

لہٰذا ایسے جیسے انتخاب کی ضرورت تھی۔ یہ کتاب اس مقصد کو پورا کرتی ہے۔ قیمت بے جلد ایک روپیہ۔ مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے

جمہوریت و آمریت —— ایک تمثیل —— مترجمہ سید نصیر احمد

مصنف نے ایک فرضی عدالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے تبلایا ہے کہ آمریت کس طرح جمہور کی آواز کو دباتی اور کس طرح تہذیب، تمدن کے آزادانہ نشو و نما میں حارج رہتی ہے۔ اس تمثیل کا مطالعہ اتنا ہی دلچسپ ہے جتنا کہ کوئی کامیاب ناول یا ڈرامہ۔ قیمت مجلد ایک روپیہ

سازِ شکستہ | مصنفہ مولانا رشید اختر ندوی۔ عبدالمجید صاحب سالک

ایڈیٹر روزنامہ انقلاب اس کتاب کے متعلق حسب ذیل سطور تحریر فرماتے ہیں "افسانے کو سرسری نظر سے دیکھتے ہی مجھے احساس ہوا کہ مصنف صرف ندوۃ العلماء کا مولوی ہی نہیں، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے! اور اسکی تحریر میں کامیاب فسانہ نگاری کے تمام عناصر موجود ہیں۔ مولانا کے نزدیک افسانہ خالص تفریحی صنفِ ادب نہیں، بلکہ سماج کی بعض دُکھتی ہوئی رگوں کو چھیڑنا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔ قیمت ایک روپیہ

مسافر کی ڈائری | از خواجہ احمد عباس صاحب مصنف نے جاپان، انگلستان، فرانس، جرمنی اور ترکی وغیرہ ملکوں کے سفر سے لوٹ کر اُن کے سیاسی، معاشرتی اور تمدنی حالات پر دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ نیز اپنے سفر کی پوری کہانی درج کی ہے۔ قیمت ایک روپیہ

سیرت امام ابن تیمیہ

مصنفہ ڈاکٹر غلام جیلانی برق

مولانا شبلی فرماتے ہیں "مجددیت کی جس قدر خصوصیتیں امام کے وجود مبارک میں جلوہ گر ہیں اُن کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔ اور ریفارمر یا مصلح ومجدد کا اگر کوئی مصداق ہو سکتا ہے تو وہ ابن تیمیہ ہیں۔"
مصنف نے اس کتاب کو سالہاسال کی محنتِ شاقہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ قیمت دو روپے

حیات امام مالکؒ

امام مالکؒ کی سوانح حیات۔ علمِ حدیث کی مختصر تاریخ، نقہ مدنی کی خصوصیت اور علمِ حدیث کی پہلی کتاب موطاء امام مالکؒ پر تبصرہ۔ قیمت ایک روپیہ

سیرت عمر بن عبد العزیز

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفۂ الوی کے سوانح حیات۔ اور اُن کے مجددانہ کارنامے۔
بنوامیہ میں آپ ہی ایک ہستی ہیں جنہوں نے از سرِ نو خلافتِ راشدہ کا نمونہ پیش کیا۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

الغزالی

امام غزالیؒ کی سوانح عمری اور اُن کا فلسفہ اور علم کلام، اخلاق اور تصوف میں اُن کے مجددانہ کارنامے۔ علمائے سلف میں امام غزالیؒ کی اہمیت سے کوئی شخص ناواقف نہیں۔ مگر اُن کے حالات، خیالات اور تحقیقات سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اس کتاب کو پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ قیمت ایک روپیہ

سوانح مولانا رومؒ

اسلام کے مشہور صوفی متکلم مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری۔
اس کتاب میں اُن کے تصوف کے اسرار، علمِ کلام کے رموز اور مثنوی شریف پر مبسوط تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

المامون

خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہدِ سلطنت کے حالات، مولانا شبلی مرحوم کی یہ پہلی تصنیف ہے جس میں ممدوح نے تاریخ اسلام کے پُر فخر عہد کے سیاسی، علمی، مذہبی، اخلاقی اور تمدنی حالات قلمبند کئے ہیں جن سے دولتِ عباسیہ کے عروج وکمال کے زمانہ کا مرقع آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کمپنی کی حکومت

از کارڈ باری۔ کمپنی کی حکومت کا عہد ہندوستان کی تاریخ کے ایک پُر آشوب دور کی دردناک اور حیران کر دینے والی داستان ہے۔ ہندوستان کے اس پُر آشوب دور کے متعلق غرض یہ ہی ایک واحد کتاب ہے جس میں اس عہد کی خونچکاں داستان کو نئے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے

رہنمایانِ ہند

سوشلسٹ لیڈر یوسف مہر علی ہندوستان کے کانگرسی اور لیگی لیڈروں کے خدوخال و پیش کرتا ہے۔ یوسف مہر علی نے ہندوستانی لیڈروں کے رجحانات کو نہایت خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے۔ قیمت چھ آنے۔

ترکی جمہوریہ

یورپ کے تنگ نظر اور متعصب مؤرخوں نے ترکوں کو بدنام کرنے کے لئے ہر امکانی کوشش کی۔ سید ضمیر احمد ہاشمی اس قابلِ قدر کتاب میں عثمانی ترکوں کا تذکرہ کرنے کے بعد ترکی جمہوریہ کی تشکیل وتعمیر اور اس کے کارناموں کو فاضلانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ قیمت دو روپے

رضا شاہ پہلوی

جنگِ عظیم کے بعد ایران نے ایک بہت بڑا انقلاب دیکھا۔ اس انقلاب کا ہیرو رضا شاہ پہلوی تھا۔ اس نے اپنے ملک کی کایا پلٹ دی۔ اس کتاب میں اس کی ابتدائی زندگی، اس کی فوجی سرگرمیوں اور اُس کی اصطلاحات کا تذکرہ ہے قیمت چھ آنے

کتاب العلم

یہ کتاب اُردو زبان کی اوّلین انسائیکلو پیڈیا ہے۔ دُنیا بھر کے علوم و فنون کا ایک دلنواز اور بے نظیر مجموعہ ہے۔ جو نثر و نظم کا جامع ہے اس کی نظیر اُردو میں موجود نہیں۔ کوئی ضروری موضوع ایسا نہیں، جو اُردو کی اِس مضمون وار اوّلین انسائیکلو پیڈیا میں درج ہونے سے رہ گیا ہو۔ زبان کی سلاست، اندازِ بیان کی نفاست، فنی اُمور کی وضاحت، الفاظ کی صحت اور عبارات کی کتابت میں خاص اہتمام برتا گیا ہے۔ کثیر التعداد یک رنگی و سہ رنگی تصویروں کی پوری آئینہ دار ہے۔ یہ کتاب کسی حالت میں بھی مطالعہ کی دلچسپیوں سے خالی نہیں۔ قیمت تین روپے بارہ آنے

خطبات مولانا احمد علی صاحب

کتاب ہٰذا کے مصنف حضرت مولانا احمد علی صاحب کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اِس کتاب میں حضرت مولانا کے بیش قیمت خطبات درج ہیں۔ جن میں قال اللہ و قال الرسول کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ زمانہ و حالاتِ حاضرہ پر توحید و سنت کی روشنی میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۸؍

خطبات سلمان

اِس کتاب میں قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان مصنف رحمۃ اللعالمین کے وہ خطبے درج ہیں۔ جن کی مدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ یہ خطبات ضرورتِ زمانہ کے موافق مرتب کئے گئے ہیں جو بیش بہا علمی معلومات کا گنجینہ ہیں۔ اِن کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ رسول اللہؐ کی محبت بڑھتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

مکاتیب سلمان

اِس کتاب میں علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم کے وہ خطوط درج ہیں، جو مرحوم نے اپنی زندگی میں پرائیویٹ حیثیت سے لکھے۔ مگر وہ اپنے اندر علمی اور تبلیغی حیثیت رکھتے تھے۔ اِن خطوط کے لئے مدت سے علمی دُنیا چشم براہ تھی۔ لہٰذا اِن خطوط کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

اصحاب بدر

اِس کتاب میں جنگ بدر کا پورا پورا فوٹو و نقشہ کھینچنے کے علاوہ اُن تین سو تیرہ صحابۂ کرام کے حالات بھی درج ہیں جو اسلام کی سب سے پہلی جنگ میں شریک ہوئے۔ یہ کتاب قاضی محمد سلیمانؒ مرحوم منصورپوری کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

انتخاب صحاح ستہ

مؤلفہ مولوی نیاز علی صاحب مرحوم یہ کتاب حدیث کی چھ صحیح ترین کتابوں کی اُن احادیث کا مجموعہ ہے جو تمام مذہبوں کے پیروؤں کے لئے مفید اور مؤثر ہیں۔ اِس کتاب میں سب سے پہلے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر سوانح حیات درج ہیں۔ پھر احادیث اُردو زبان میں درج ہیں۔ اِس کے بعد عربی متن درج ہے

اِس کتاب کا ہر گھر میں ہونا لازمی ہے قیمت مجلد مطلّا دو روپے

تاریخ المشاہیر

یہ کتاب قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم مصنف رحمۃ اللعالمین کی تصنیف ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ امام غزالیؒ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ جیسے پچاس بزرگوں، اماموں، صوفیوں، بادشاہوں، جرنیلوں اور شاعروں کے حالات درج ہیں۔ گویا یہ ایک کتاب پچاس کتابوں کا کام دیتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

عرب کا چاند

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جامع سیرت ہے۔ جو ایک ہندو فاضل سوامی لکشمی جی نے لکھی ہے۔ آپ کا بیان ہے۔ کہ میں نے تمام بزرگوں کے حالاتِ زندگی پڑھے ہیں مگر جتنی پاک، مفید اور اہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پائی اور کسی کی سیرت میں نہیں دیکھی۔ چنانچہ میں نے پھر خود اسے لکھنا شروع کیا اور تین سو صفحات کی کتاب لکھ دی۔ یہ ایک غیر مسلم کی محبت اور پریم سے لکھی ہوئی سیرت ہے۔ قیمت دو روپے

الہاماتِ غالب

یعنی

شرحِ دیوانِ غالب

دیوانِ غالب کی یوں تو بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "الہاماتِ غالب" جس انداز و نہج پر مرتب کی گئی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ دیوانِ غالب کے مشکل اور پیچیدہ اشعار پر ایسی خوبی سے نقد و تبصرہ کر کے اس کی گتھیوں کو سلجھایا گیا ہے کہ بے ساختہ منہ سے واہ نکل جاتی ہے۔ حرف اتنا کہہ کر کہ "مطلب صاف ہے" ٹالنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ

مرقعِ چغتائی | اس کا دوسرا نام "دیوانِ غالب مصوّر" ہے۔ دنیا کی رنگین ترین کتاب ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۱۰ روپیہ فی کاپی کے حساب تین ماہ میں فروخت ہو چکا ہے۔ ایسا صحیح اور خوشخط اور رنگین نسخہ آج تک شائع نہیں ہوا۔ جس کی لکھائی چھپائی اور حسنِ ترتیب کی مثال ہندوستان ایک صدی تک پیش نہیں کر سکے گا۔ یہ مرقع پچاس رنگین شاہکاروں کا مرقع ہے۔ قیمت بارہ روپے

غالب نامہ | مصنفہ مسٹر محمد اکرم ایم۔اے۔ مرزا غالب کے متعلق یہ کتاب ایک تاریخی انکشاف کی حیثیت رکھتی ہے غالب کی زندگی اور کلام پر اس وقت تک جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں، یہ ان سب سے جامع اور پہلی کتاب ہے۔ جو ہر لحاظ سے معیاری حیثیت کی حامل ہے۔ قیمت تین روپے

نقشِ فریادی

"نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا"

پروفیسر فیض اُردو شاعری کے جدید اسکول کے بہت بڑے استاد و شارح ہیں۔ وہ الفاظ کے بے جان پیکر میں ایک بے چین روح پیدا کر دیتے ہیں۔ فیض کی نگاہِ تیز دلِ موجود کو چیر جاتی ہے۔

یہ مجموعہ سوز اور خلوص، تغزل اور سیاسی تفکر، روحانیت اور حقیقت پسندی کا نہایت کامیاب امتزاج ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ چار آنے

شعلہ و شبنم | حضرت جوش ملیح آبادی کی پُر جوش اور کیف آور نظموں کا مجموعہ جس میں آپ کو سیاسیات اور اسلامی حریت کے پُر جوش واقعات کی سرمستیاں اور گلبانگِ فطرت کے رُوح پرور نغمے ملیں گے۔ قیمت تین روپے۔

حرف و حکایت | شاعرِ انقلاب جوش کے کلام کا چوتھا نوبنو اور تازہ ترین مجموعہ ہے جس کا ہر شعر اُردو شاعری کے دورِ ارتقا کا آئینہ دار ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

فکر و نشاط | حضرت جوش کی وجد آفریں اور کیف آور نظموں کا مجموعہ جنہیں پڑھ کر انسان پر احساس اور سرور کے نئے باب کھلتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

جنون و حکمت | شاعرِ انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کی پُر حکمت رُباعیات کا مجموعہ۔ اس میں ۱۴۸ رباعیاں ہیں۔ قیمت تین روپے

رُوحِ ادب | حضرت جوش کا یہ مجموعۂ کلام آج سے بائیس برس پیشتر شائع ہوا تھا۔ اب یہ پھر دوبارہ شائع ہوا ہے۔ اس میں جوش کا نو برس کی عمر سے لے کر سنہ ۱۹۲۰ء تک کا کلام ہے۔ دیباچہ میں جوش صاحب نے مختصر طور پر اپنی زندگی کے حالات بچپن سے قلمبند کئے ہیں۔ جو دلچسپ ہیں۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

شعلۂ طور

از جگر مراد آبادی

حضرتِ جگر کی غزل میں روانی کو دیکھ کر اربابِ ذوق کا متفقہ فتویٰ ہے کہ "جگر اِس زمانہ میں غزل کا بادشاہ ہے"۔ جگر کے نزدیک شاعری نام ہے وجدان، حقیقت اور نغمہ کا۔ شعلۂ طور میں آپ کو سراسر مستی، عشق و محبت کی سچی تصویریں اور ترنم و نغمہ کا لطف بدرجۂ اتم ملے گا۔ قیمت تین روپے

جذباتِ فطرت

جلد اول۔ میر و سودا کے کلام کا انتخاب۔ قیمت ایک روپیہ

جلد دوم۔ غالب۔ ذوق، ظفر اور حسرت موہانی کے کلام کا انتخاب قیمت ایک روپیہ

جلد سوم تقریباً تیس قدیم مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا انتخاب۔ قیمت ایک روپیہ

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب قیمت ایک روپیہ

ہندوستان کا تبلیغی علمی اور مذہبی رسالہ

بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ مطابق مئی ۱۹۴۲ء

جلد ۲ نمبر ۵

فہرست مضامین

دماسٹر محمد احسان پرنٹر و پبلشر نے اتحاد پریس مل روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر رسالہ حقیقت اسلام برن چیڈ انڈ لاہور سے شائع کیا)

حال و قال

دُنیا میں ہر جگہ بدامنی پھیل رہی ہے۔ ہر شخص بلکہ ہر قوم اپنے بچاؤ کی تجاویز سوچتی ہے۔ خواہ اُن پر عمل کرنے سے دوسرے برباد ہی کیوں نہ ہو جائیں لیکن اس طریق کار سے امن قائم ہونا ممکن نہیں۔ پُرامن زندگی بسر کرنے کے لئے تمام دُنیا کے لوگوں کو ایک اصول پہ کاربند ہونا پڑے گا۔ اور وہ یہ کہ جو کچھ اپنے لئے چاہتے ہوں۔ وہ دوسروں کے لئے بھی چاہیں۔ اور اس بات کا ہر وقت خیال رکھا جائے۔ کہ ہمارے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، زبان اور دیگر اعضا سے کسی دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ دل میں ایک دوسرے سے دشمنی اور حسد نہ ہو۔ بلکہ محبت اور ہمدردی کا جذبہ موجود ہو۔ بداخلاقی کی بجائے عمدہ اخلاق پیدا کئے جائیں۔ ہر شخص پہلے اپنی اصلاح کرے اور پھر اپنے حلقۂ اثر میں اس بات کی تبلیغ کرے۔ حاکم اپنے محکوموں سے، دوست اپنے دوستوں سے، ہمسایہ اپنے ہمسایوں سے خوش خلقی سے پیش آئے۔ اور دوسروں میں جو نقائص ہوں۔ احسن طریق سے اُن کو دُور کرانے کی نہ صرف ہدایت کی جائے بلکہ اُن کو دُور کرنے میں خود اُن کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھے۔ ہر شخص اپنے ماحول کو درست کرنے میں مصروف ہو جائے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں اور ہمسایوں میں سے غربا کی ہر ممکن مدد کی جائے۔ جب غریب لوگوں کو کھانے کو نہیں ملتا تو چوری، ڈاکہ، لوٹ مار وغیرہ کا زور ہو جاتا ہے کسی مُلک کی آبادی زیادہ ہو اور پیداوار کم۔ تو اُس کا ہمسایہ مُلک پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنا بعینہٖ ایسا ہے جیسے ایک غریب کا بھوک کے مرتے وقت لوٹ مار اور ڈاکہ ڈالنا پس اگر مناسب شرائط سے ہمسایہ مُلکوں کی ضروریات بہم پہنچانے اور ایک دوسرے کی جائز مدد کرنے کا جذبہ حکومتوں میں پیدا ہو جائے۔ تو مُلک گیری کی ہوس کے لئے جنگوں اور بے گناہ پبلک کی تباہ کاریوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اگر ایثار و درگزر اور پہلی خطاؤں کو معاف کرنے کی خوبیاں ذہن نشین ہو جائیں۔ تو پرانی عداوتوں کے باعث آئندہ سالہا سال تک انتقام لیتے رہنے کی عادت دُور ہو سکتی ہے۔ اگر سُود، سُؤر، جوا، شراب اور حرام خوری کو ترک کرنے کی کوشش کی جائے۔ تو ہر قسم کی حرام کاری، بے حیائی اور زنا وغیرہ کا سدِ باب بآسانی ہو سکتا ہے۔ اگر عورتیں گھروں سے بے ضرورت باہر نہ نکلیں۔ اور نہایت ہی ضرورت کے وقت بھی پردہ میں اور آنکھیں نیچی کر کے

چلیں۔ کہ غیر مردوں پر نظر نہ پڑے۔ اور ہر مذہب وملت کے مرد بھی نامحرم عورت کو تاکنے کی بجائے اپنی نظریں اس قدر نیچی کر کے چلیں۔ کہ کسی غیر محرم پر نظر پڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ تو نفسانی خواہشات پیدا ہونے کی وہ بُری عادتیں دُور ہو سکتی ہیں جن سے آجکل شریف عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہے۔ یورپ اور امریکہ کی اندھی تقلید کے باعث ہندوستان اور بعض اسلامی ممالک میں پردہ کی ضرورت کا احساس کم ہو چکا تھا۔ اس کے نتائج بدظاہر ہو رہے ہیں اب بھی اگر آنکھیں نہ کھلیں اور ایک دوسرے کو اخلاقِ حمیدہ کی تبلیغ کرنے کا جذبہ دلوں میں پیدا نہ ہو۔ تو اُس غضب الٰہی کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جو گذشتہ اقوام پر ہمیشہ سے آتا رہا ہے۔

زن، زر اور زمین دنیا میں پُرامن زندگی بسر کرنے کا ذریعہ ہیں اور یہی ہر قسم کے فتنہ وفساد کا موجب ہوتے ہیں۔ ان کی ایسی تقسیم کہ ان سے کوئی شخص بھی محروم نہ رہے اطمینان بخش زندگی کا موجب ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسروں کی ملک پر قبضہ کرنے کی حرص اور ان کے حقوق سے لاپرواہی کرنے سے انسان میں درندوں کی خصلتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک ان اشیاء کی تقسیم اور ان کا استعمال اس طریق سے نہ کیا جائے۔ جو ان کے بنانے والے کی منشا کے مطابق ہو دنیا میں امن قائم ہونا ممکن نہیں۔ اس لئے ہر شخص کو اپنے اثر و رسوخ سے اپنے حلقۂ اثر لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس قدر جلدی، تیزی اور پوری طاقت سے اس کام کو سرانجام دیا جائے گا اسی قدر جلد امن قائم ہو سکتا ہے۔ اور جس قدر لاپرواہی کی گئی۔ اسی قدر زبوں حالی بڑھتی جائے گی۔ پُرامن زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ یہی ہے۔ اس سے منحرف ہونا خطرات سے خالی نہیں۔

موت ایک یقینی شے ہے جس سے کسی کو انکار نہیں۔ اس دنیا میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ رہے گا۔ خداوند تعالےٰ کی ہستی کے منکر بھی موت سے انکار نہیں کر سکتے۔ موت کیا ہے؟ کس کے حکم سے آتی ہے؟ کیونکر آتی ہے، موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اگر انسان ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ تو آج یہ تمام فتنے وفساد دُور ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے آخرت یعنی موت کے بعد ہونے والے تمام واقعات کو جاننا اور اُن پر یقین کرنا شرطِ ایمان قرار دیا ہے۔ اگر موت دکھائی دینے والی شے ہوتی تو انسان فرشتہ ہوتا۔ اور اللہ تعالےٰ کے کسی حکم سے کبھی سرمُو انحراف نہ کرتا۔ آج جو یورپین اقوام موت کو کھینچ کھینچ کر بُلا رہی ہیں۔ اگر ان کو یہ علم ہوتا۔ کہ موت کے بعد ان سے کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ تو دُنیا کی حالت کچھ اور ہوتی۔ یہ علم کے دعوے دار مادہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ ان کی سائنس ابھی تک ہوا، آگ، پانی اور مٹی کے تجربوں تک محدود ہے۔ اس دنیا میں ایک اور طاقت بھی اپنا کام کر رہی ہے۔ جو

تمام کائنات بلکہ خود حضرتِ انسان کی حرکت کا باعث ہے۔ جب تک یہ اُس طاقت کے کرشموں کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ موت سے غافل ہی رہیں گے۔ موت کے بعد ان دل کے اندھوں کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور ان کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دُنیا ایک امتحان گاہ تھی۔ مگر اس وقت سوائے افسوس اور حسرت کے کوئی چارہ نہیں ہوتا جس نے دُنیا میں جو کچھ کیا ہے۔ اُس کا بدلہ نظر آنے لگتا ہے۔ اور قیامت تک یہ حالت اُسی طرح پیشِ نظر رہتی ہے۔ جیسے انسان خواب میں راحت کے سامان دیکھ کر خوش ہوتا یا خوف کے واقعات کا نظارہ دیکھ کر ڈرتا اور چیختا چلاتا ہے۔ حالانکہ پاس بیٹھنے والے لوگوں کو اُس کی حالت کا کوئی اندازہ نہیں لگتا۔ اگر انسان نیند کو موت کی بہن تصور کر کے آئندہ کے واقعات پر غور کرے۔ تو موت کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے۔ اور اُسے یہ تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہ ہو گا۔ کہ موت کے بعد انسان اپنے اعمال کے باعث دو گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک مقامِ علیین میں راحت اور آرام پاتے ہیں۔ اور دوسرے مقامِ سجیین میں عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور ان دونوں جگہوں میں بھی ہر شخص کے لئے مختلف مدارج اور مقام ہیں۔ جو اس دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے مطابق ہوتے ہیں۔ موت کے بعد قیامت تک اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نیک و بد عملوں کے باعث درجات میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اور آخری فیصلے کے لئے قیامت کا ایک دن مقرر ہے جس میں ہر ایک کو اپنے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ جس شخص نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی اُسے اُس کا نیک بدلہ ملے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہو گی۔ اُس کا بھی بدلہ مل کر رہے گا۔ دوسروں پر ظلم کرنے کے بعد خود پُر امن رہنے کی ہوس کرنا ایک خطرناک جہالت ہے۔

غیر اقوام اور باطل مذاہب کے پیروکار اس ابتلا کے زمانے میں غلطی کھا جائیں تو کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔ مگر مسلمان صحیح تعلیم موجود ہونے کے باوجود اگر غفلت اختیار کریں تو غالباً زیادہ مجرم قرار دئے جائیں گے اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ایمان لائیں۔ اسلام اور ایمان کے فرق کو سمجھیں۔ مومن بننے کی کوشش کریں اللہ تعالےٰ اس کے رسول اور اُس کے نیک بندوں یعنی مومنوں کی محبت کو دل میں جگہ دیں۔ گناہوں سے بچیں۔ ہر بات اور ہر معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اتباع کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو، ہر وقت ہر معاملے اور ہر کام میں ہمیں سیدھی راہ دکھائے اور نیک عملی کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

(ادارہ)

قطعہ

بمدح حضرت امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی نقشبندی سرہندی

چہ عالی شان دربارِ امامِ دینِ ربانی ملائک صف بہ صف استادہ ایں جابہرِ دربانی

چو دیدہ طوطیٔ ہندوستاں آں خواجۂ باقی شکر دادہ بہ منقارِ ازاں شد شیرِ یزدانی

محمد مصطفےٰ ختم الرسل آمد دریں عالم مجدد الف ثانی آمد از بہرِ نگہبانی

جہانگیرِ زماں بر دست توبہ کرد در آخر شد آگاہِ حقیقت دیگر از رازِ جہانبانی

عیاں ست نورِ ذاتِ رحمت اللعالمیں اینجا کہ تقلیدِ محمدؐ کرد احمد شیخ لاثانی

کہ مہتندیا چہ شانِ ہست پس جائے ادب ایں ست گلوئی کلمہ بسیار اے دل گر نمی دانی

شجاؔع ادنے گدائے بر سرِ بازار میگویم

گدائے ایں درِ دولت کند ہر جا سلیمانی

شجاعت علیخاں شجاؔع نقشبندی مجددی شاہجہانپوری

منافقوں کی قسمیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ محدث دہلوی نے اپنی کتاب الفوز الکبیر میں بیان فرمایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافقین کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو زبان سے کلمہ ایمان کہتے تھے۔ مگر اُن کا قلب کفر و سرکشی پر پختہ تھا۔ اور کفر و جحود ان کے دل میں چھپے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کے حق میں ارشاد ہے کہ

فی الدرك الاسفل من النار ——— یہ دوزخ کے پست ترین طبقہ میں ہوں گے

دوسرا گروہ جس نے اسلام قبول کیا مگر اُن کا ایمان ضعیف تھا۔ مثلاً وہ اپنی قومی خصائل و عادات کے پابند تھے۔ اگر اُن کے ساتھی مسلمان ہوں تو یہ بھی مسلمان ہوجاتے ہیں۔ وہ کافر ہے تو یہ بھی کافر رہتے ہیں۔ یا دنیاوی لذات کا اتباع قلوب میں بھر گیا ہے کہ اُس نے خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کے لئے جگہ ہی باقی نہیں رہنے دی۔ یا حرص مال اور حسد و کینہ وغیرہ اُن کے دلوں پر اس قدر مسلط ہوگیا تھا۔ کہ اُس نے ان کے دلوں میں مناجات کی حلاوت اور عبادات کی برکات کے لئے جگہ نہیں چھوڑی تھی۔ یا اُمور دنیا میں وہ اسقدر منہمک ہوچکے تھے کہ ان کو معاد یعنی آخرت کی امید اور اس کے لئے فرصت کرنے کی فرصت تک باقی نہ رہی تھی۔ یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نسبت بیہودہ خیالات اور رکیک شبہات ان کے قلوب میں گزرتے تھے۔ باوجودیکہ وہ اس حد تک نہ پہنچتے تھے کہ وہ اسلامی طوق کو گردن سے نکال کر اس کشمکش سے صاف نکل جائیں۔ منافقین کے ان شبہات کا سبب یہ تھا۔ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں بشری صفات پائی جاتی تھیں۔ نیز اسلام کا ظہور شاہی غلبہ وغیرہ کی صورت میں ہوا۔ یا ان کو اپنے قبائل اور گھرانے کی محبت نے ان کی امداد تقویت اور تائید پر کہ گو کوئی بات اہل اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہو وہ سعی بلیغ کر کے اسلام کو ضعف پہنچاتے تھے۔

نفاق کی یہ دوسری قسم نفاق عمل اور نفاق اخلاق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب نفاق کی پہلی صورت کا علم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ منجملہ علم غیب ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ دلوں کے مخفی خیالات کی اطلاع عوام کو نہیں ہوسکتی۔ اور نفاق ثانی اب بھی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ احادیث میں جو علامات مذکور ہیں ان میں اسی نفاق کی طرف

اشارہ ہے۔ چنانچہ آپؐ کا ارشاد مبارک ہے:۔

۱۔ تین خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا۔ جب بات کہے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔ اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔

۲۔ منافق صرف اپنے پیٹ کی فکر کرتا ہے اور مومن اپنے گھوڑے (یعنی نفس) کی فکر رکھتا ہے۔

خداوند تعالےٰ نے ایسے منافقوں کے اخلاق و اعمال کو قرآن کریم میں خوب آشکارا کیا ہے۔ اور ان کے گروہ کے احوال بکثرت بیان فرمائے ہیں۔ تاکہ تمام اُمت اُن سے احتراز کرے۔

اگر آپ کو ان منافقین کا نمونہ دیکھنے کا شوق ہو۔ تو امراء کی مجالس میں جاکر ان کے مصاحبین کو دیکھ لو۔ جو امراء کی مرضی کو شارع علیہ السلام کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں۔ یعنی جو شریعت کی نسبت رواج پر چلنا پسند کرتے ہیں۔ انصاف کی رُو سے ایسے منافقین میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ کلام سُن کر نفاق اختیار کیا۔ اور اُن میں جواب پیدا ہوئے اور اُنہوں نے یقینی ذرائع احکامِ شریعت کی اطلاع پاکر مخالفت اختیار کی کوئی فرق نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس موجودہ زمانے کے تعلیم یافتہ معقولیوں کی وہ جماعت جن کے دلوں میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور جنہوں نے موت کے بعد کے حالات کو نسیاً منسیاً کر دیا یعنی بالکل بھلا دیا ہے، گروہ منافقین میں داخل ہیں۔

آج جبکہ ہر طرف منافقت کا زور ہے۔ اکثر علماء کی زبانی سُنا گیا ہے۔ کہ "فی زمانہ منافق کوئی نہیں ہے"۔ وہ اپنے زعم میں پہلی قسم کے منافقوں کو ہی منافق خیال کرتے ہیں۔ اِسی طرح عوام کے دل میں یہ بات سما چکی ہے۔ کہ اگر یہ منافقت ہے۔ تو اس طرح تو تمام دنیا کے مسلمان منافق ہیں۔ چونکہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا بُرا ہے اسی طرح منافق کہنا بھی بُرا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ مسلمان منافقوں کی خصلتوں کا ذکر قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے معلوم کرکے اُن عادات کو ترک کر دیں۔ اور کسی کو کافر و منافق کہنے کا موقع ہی نہ دیں۔ ورنہ کسی منافق کو مسلمان کہنے سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا اور نہ خود اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے کوئی مسلمان بن سکتا ہے۔ اسلام ایک عملی زندگی کے دستور العمل پر پُورا اترنے کا نام ہے۔ جب تک اپنے ہر قول و فعل سے اس کی تائید نہ ہو۔ برائے نام مسلمان کہلانا مفید نہیں۔

محمد احسان عفی عنہٗ

نویدِ حیات

از جناب خواجہ فیض محمد فیضؔ لودھیانوی

ہُما بن کر اُڑی ہے آج فکرِ نکتہ داں میری
زمینِ شعر میں دیکھ آسماں پروازیاں میری

بلا کا درد مضمر ہے غضب کا سوزِ پنہاں ہے
تڑپ اُٹھو اگر سُن لو کبھی تم داستاں میری

سرِ شوریدہ میں سودا ہے ملت کی محبت کا
وطن کے عشق میں گُھلتی ہے جانِ ناتواں میری

یہاں تک زار ہوں مجبور ہوں بے بس ہوں لاغر ہوں
ہوئی ہے مائلِ گفتار مُشکل سے زباں میری

ہمیشہ میرے گلشن میں تباہی رہ نہیں سکتی
بدل جائے گی آخر موسمِ گُل سے خزاں میری

کسی دن میرا نالہ فرشِ گیتی کو ہلا دے گا
فلک کو چیر کر تا عرش پہنچے گی فغاں میری

فنا ہو کر ملے گی فیضؔ عمرِ جاوداں مجھ کو
پیامِ زندگی لائے گی مرگِ ناگہاں میری

ایمان کا صحیح مفہوم

از جناب حافظ نذر احمد نگینوی منشی فاضل مولوی فاضل لاہور

ایمان کی لفظی بحث | ایمان کا مادہ "امن" ہے۔ جس کے دو معنی ہیں۔

(۱) "محفوظ کرنا" یعنی وُہ ذات جس پر ایمان لایا جائے۔ اس کو شکوک و شبہات اور عیوب و نقائص سے محفوظ کرنا اور منزہ و مبرا سمجھنا۔ اس طرح جس عقیدہ یا حقیقت کو تسلیم کیا جائے۔ اس کو تمام اعتراضات و سوالات سے پاک کر دینا۔

(۲) دوسرے معنی ہیں تسلیم کرنا۔ ماننا۔ یقین رکھنا۔ ایمان لانا یعنی جس ذات یا وجود کو اور جس عقیدے یا حقیقت کو مانا جائے اس کا پکا طرح یقین ہو جائے۔ کہ اُس کے خلاف کوئی شک و شبہ دل میں گزرنے تک نہ پائے۔

مفسرین کرام نے ایمان کے تین درجے قائم کئے ہیں:-

(۱) کسی دوسرے کے کہنے اور سمجھانے پر کوئی عقیدہ رکھنا یا کسی بات پر ایمان لانا۔

(۲) اپنے دلائل و شواہد سے تجربہ و تجزیہ سے کسی وجود یا عقیدہ پر یقین رکھنا اور ایمان لانا۔

(۳) ایمان کا اس قدر ارفع و راسخ ہو جانا کہ ارادۂ عمل بھی پیدا ہو جائے۔ مثلاً وجود خداوندی کو تسلیم کر لینے کے بعد اُن فرائض و لوازمات کا احساس ہو جائے۔ جو خدا کی ہستی کو ماننے کے بعد نتیجہ کے طور پر ایک انسان پر عاید ہوتے ہیں۔ ایسے احساس کے ساتھ ارادۂ عمل کا پیدا ہو جانا لازمی ہے۔

یہ تھی ایمان کی لفظی بحث اب ہم مختصر طور پر اس کی معنوی حیثیت "معیارِ ایمان" "اجزائے ایمان" "وجوبِ ایمان" اور "شانِ مومن" کے عنوانات کے ماتحت بیان کریں گے۔

وجوبِ ایمان:-

اِس حقیقت سے تو آپ کو انکار نہ ہو گا۔ کہ بغیر ایمان و یقین کے کوئی کام سرانجام نہیں ہو سکتا۔ بلندی کا پتہ اور عروج حاصل کرنے کا یقین ہوئے بغیر بلندی کا نشان تک نہیں دکھائی دے سکتا۔ اور ترقی کی کوئی منزل طے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے لازمی طور پر مذہبی جماعت کچھ اصول رکھتی ہے۔ اُن اصولوں پر ایمان لازمی اور ضروری بات سمجھتی ہے۔

مذہبی جماعتوں کے علاوہ تمام سیاسی اور سوشل جماعتوں کے بھی عقائد و اصول ہوتے ہیں۔ جن پر ایمان لائے اور یقین رکھے بغیر وہ اپنے دستور العمل اور لائحہ عمل پر گامزن نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی کامیاب ہو سکتی ہیں۔

کوئی شخص تثلیث اور کفارے کا معتقد ہوئے بغیر عیسائی کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسی طرح اپنے آپ کو مسلم لیگی کہنا اور مسلم لیگ کے بنیادی دستور و ضوابط کو نہ ماننا یقیناً بے معنی ہے۔ مسلمان ہونے کا دعوئے خدا اور رسولؐ کے احکام کو تسلیم کئے بغیر صرف لفظی ہوگا۔ عدم تشدد کا معتقد اور پابند ہوئے بغیر کانگرسی کہلانا صرف زبانی جمع خرچ ہوگا۔

ایمان کا تعلق گو دل سے ہے۔ مگر یہ ایک ایسی محرک کن اور زبردست طاقت ہے۔ جو قوموں اور جماعتوں میں زندگی کی روح اور حرکت پیدا کر کے جد وجہد حیات میں ممد و معاون بنتی ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنے دستور اساسی پر ہی یقین نہ ہو۔ تو وہ کیونکر پروگرام کو کامیاب بنائے گی یقین و ایمان کا زائل ہو جانا ہی قوم اور اس کے افراد کی موت ذلت اور ناکامی کا موجب بنا کرتا ہے۔ اس لئے خدائے قدوس سے ایمان کو اسلام کا جزوِ لاینفک اور سنگ بنیاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :۔

"آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ...... فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ...... اِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ"

ترجمہ "تم لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ ..... پس تم میں سے جو شخص ایمان لے آوے ...... اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ بھلا تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے ہو۔ جبکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلاتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ۔ اور تم سے (روز ازل ہی) عہد لیا گیا تھا۔ اگر تم مومن ہو"۔

اجزائے ایمان :۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ایمان کس چیز پر لانا ضروری ہے۔ قرآن شریف بتلاتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ ...... یعنی "نیکی صرف یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لو۔
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم اللہ پر۔ قیامت پر۔ فرشتوں پر۔
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيِّيْنَ کتب سماوی پر اور انبیائے کرام پر ایمان لاؤ"۔

جب کسی کو مسلمان کیا جاتا ہے تو اقرار توحید خداوندی اور شہادت رسالت محمدیؐ کے ساتھ ہی ایمانِ مفصل بھی اس کو پڑھایا جاتا ہے۔ یعنی اُس سے اقرار لیا جاتا ہے۔ کہ میں اللہ پر۔ ملائکہ پر۔ کتب سماوی وصحف الہامی پر۔ رسولوں پر۔ قیامت پر۔ موت کے بعد دوسری زندگی پر اور ہر خیر و شر خدا کی طرف سے ہونے پر ایمان لایا۔ زبان سے تصدیق کی اور دل سے اقرار کیا"۔

یہ تو آپ آگے چل کر پڑھیں گے کہ ان اجزائے ایمان کو ماننا ہی اعمالِ صالحہ کا اقدام کرنا ہے۔ یہاں اتنا ضرور یاد رکھیئے کہ اعمال صالحہ بھی ایمان درست ہوئے بغیر بیکار ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (الآیۃ) (سورۂ نحل آیت ۹۷)

جو شخص نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اعمالِ صالحہ کے بدلے جزائے خیر دیں گے۔

اب میں ان اصولِ سبعہ (سات اجزائے ایمان) کی تشریح کرتے ہوئے اُن کی حقیقت بتلانا چاہتا ہوں نیز یہ بات بھی کہ ان پر ایمان لانے کو فلاح و کامیابی کا ضروری عنصر کیوں قرار دیا گیا ہے۔

اللہ پر ایمان:۔

ایمان کا سب سے اہم اور مقدم جزو اللہ کی ہستی اور توحیدِ خداوندی پر ایمان لانا ہے تمام معتقداتِ اعمال کی بنیاد اوّلین اور مرکز وجودِ باری تعالٰے ہے۔ اگر خدا پر ہی ایمان نہ ہو تو دوسری باتوں پر ہرگز نہ ہو سکے گا۔ اللہ پر ایمان کی شان یہ ہونی چاہیئے کہ اس کو واحد اور یکتا تصور کرتے ہوئے تمام صفات میں اس کو کامل قرار دیا جائے۔ اُس کی صفات پر یقین کے ساتھ ہی دیگر اشیا کو اس سے کمتر درجہ دیا جائے۔ اپنے آپ کو حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ بنانے کے لیئے وہ تمام صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔ چونکہ نائب کہلانے کا مستحق اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک آقا کی صفات کی مظہر اور اس کے احکام کا عامل نہ ہو۔

تمام امور میں خداوند تعالٰے کو واحد ملجا و ماویٰ مان کر تمام معبودانِ باطل سے اعراض کیا جائے اور مردِ مومن جیسا اعتمادِ کامل اس ذاتِ والاصفات پر ہو۔ تاکہ کسی دوسرے کے سامنے سرِ اطاعت خم نہ ہو۔ سب سے باریک نکتہ جو وحدتِ خداوندی تسلیم کرنے میں مضمر ہے وہ یہ ہے کہ تمام عالم کا ایک ہی خالق و مالک مانتے ہوئے تمام مخلوق اور عالم کو ایک ہی سلک میں منسلک کر کے ایک بین الاقوامی جماعت کی بنیاد ڈالی جائے۔ اور تمام نوعِ انسان کو ایک ہی برادری تصور کیا جائے۔

فرشتوں پر ایمان:۔

روزانہ نئے نئے انکشافات ہوتے جا رہے ہیں۔ عجیب عجیب جراثیم۔ جاندار اور مخلوق منصۂ شہود پر آ رہی ہے سینکڑوں عجائباتِ خداوندی نمایاں ہوتی جا رہی ہیں۔ سائنسدانوں کی بے انتہا جد و جہد اور سعی و کوشش کے باوجود تمام علوم و فنون پر احاطہ نہیں ہو سکا۔ نہ ہی کوئی انسان یہ دعوےٰ کر سکا کہ وہ تمام مخلوق اور کارگاہِ عالم

کے جملہ عجائبات سے واقف ہے۔

گویا ہر انسان یہ اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ میرا علم محدود ہے۔ اِس محدودیت کا اقرار کرانے کے لئے ایک ایسی مخلوق پر ایمان لانا جزوِ ایمان قرار دیا گیا جس کو ہم اپنی کثافتِ مادہ اور اس کے اجسام نوری ہونے کے باعث سمجھنا کرنے سے قاصر ہیں۔ ملائکہ وہ غیر مادی طاقتیں ہیں جو مرضیٔ الٰہی اور مشیتِ ایزدی کے ماتحت سرگرم عمل ہیں۔ اُن کے سپرد وہ کام ہیں جن کی ماہیت اور حقیقت سے بھی ہم آگاہ نہیں۔ مثلاً حیات و ممات۔ کارگاہِ عالم کے نظام غیر محسوس تصرت وغیرہ۔

کتبِ سماوی پر ایمان:۔

یہ ایک ایسی صلح کن تحریک ہے جو تمام اقوامِ عالم کو مذہبی اصولوں کے باہمی تصادم سے باز رکھ سکتی ہے اور یہ سبق پڑھاتی ہے کہ ہر مذہب اپنے اپنے وقت میں حقیقت پر مبنی تھا۔ لہٰذا بحیثیت مذہبی کسی پر کیچڑ اچھالنا حقیقت پر پردہ ڈالنے اور سچائی کا انکار کرنے کے مترادف ہوگا صحفِ سماوی پر ایمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ جہاں بھی سچائی نظر آئے اُسے نہایت بلند اخلاقی سے قبول کیا جائے۔ جیسی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحکمۃ ضالۃ المؤمن یعنی حکمت مومن کی گمشدہ شے ہے۔ پس جہاں کہیں پائے اس کو اپنا لے۔

شاید آپ کہیں کہ جب تمام صحفِ سماوی اور کتبِ الہامی کا ماخذ و منبع ایک ہی ذات ہے تو ان میں یہ اختلاف کیوں؟ اِس تفریق کی دو وجہ ہیں۔ اول تو قدیم کتب میں مرورِ زمانہ کے سبب تبدیلی۔ تحریف اور اتلاف ہوتا رہا۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ بعض احکام وقت کی مصلحت اور وقت کی ضرورت کی بنا پر دئے گئے تھے جن میں اختلاف لابدی اور لازمی امر تھا۔ بہرحال تمام کتب پر نظرِ غائر ڈالنے سے اور اُن کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اُن سب کا مقصد انسان کو مرتبۂ انسانیت پر پہنچانا اور معبودِ حقیقی کے ساتھ صحیح تعلق قائم کرنا تھا۔ اسی حقیقت کو تسلیم کرنا کتبِ سماوی پر ایمان لانا ہے۔

انبیاء پر ایمان:۔

نبیوں۔ پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان لانا اپنے دماغ میں سے اصول کندہ کرنا ہے۔ کہ خدا نے ہر قوم کو اپنے چشمۂ ہدایت سے سیراب کیا۔ ہر گم کردہ منزل کاروان کو اپنی بانگِ رحیل سے رہروِ منزل بنایا۔ ہر پست اور گری ہوئی جماعت کو عروجِ جسمانی اور کمالِ روحانی پر پہنچایا۔ اپنی رشد و ہدایت والی تعلیم کی نشر و اشاعت کیلئے دنیا کے ہر گوشے اور کونے میں اُستاد اور معلم بھیجے۔ عالم کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے قائدانِ اعظم کو مبعوث فرمایا۔

چونکہ یہ سب بھائی بھائی تھے اور ایک ہی چشمۂ رحمت سے آبِ زلال لائے تھے۔ اس لئے ہمیں بھی بھائی بھائی بن کر رہنا چاہیئے۔ بے جا تفریق اور تعصب کو بالائے طاق رکھنا چاہیئے۔ اُن کی زندگیاں ہمارے لئے نمونۂ حیات ہیں ہم کو اُن میں سے کسی پر تنقید کا مجاز نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بحیثیت نبی سب کے درجہ مساوی ہیں۔

قیامت پر ایمان:۔

انسانی فطرت ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرے۔ بحیثیت قوم چند سمجھ دار افراد سر جوڑ کر بیٹھیں اور جماعتی فیصلے کریں۔ دنیا کا دستور ہے۔ کہ ایک مجسٹریٹ اپنے شہر کے اچھے بُرے کاموں کی جانچ پڑتال کرے۔ ایک کلکٹر اور کمشنر اپنے ضلع کے اعمال و افعال پر غور و خوض کرے۔ چیف جسٹس تمام صوبے کے مقدمات کا فیصلہ کرے۔ اور بادشاہ تمام ملک کے امور فیصل کرے۔

اِس مذہب فطرت اور دستورِ عالم کے عین مطابق فطری مذہب (اسلام) نے بھی یہ اصول پیش کیا کہ اس دُنیا کے اچھے اور بُرے کاموں کا محاسبہ نیکی اور بدی کا حساب اور حُسن و قبح کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے ایک دن دربارِ خداوندی منعقد ہوگا جس کو قیامت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

جس شخص کو اِس قیامت پر اور اُس کے آخری فیصلہ پر ایمان ہوگا۔ وہ یقیناً زندگی کا ایک ایک لمحہ نہایت احتیاط سے بسر کرے گا۔ نیکی سے باز نہ رہے گا اور بدی کا خیال تک دل میں نہ لائے گا۔ پس اگر مسلمان کو قیامت پر ایمان ہے تو اُسے پاک۔ نیک۔ اچھا۔ متقی اور مومن بننا لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں تو یقیناً وہ قیامت کا منکر ہے۔ یا اس کا ایمان کامل نہیں۔ آؤ! قیامت پر ایمان لاکر زندگی کو درست بنالیں۔

موت کے بعد دوسری زندگی پر ایمان:۔

پاداشِ عمل اور مکافات ایک مسلمہ آئین ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ جیسا کوئی کرے ویسا بھرے۔ نیکی کا بدلہ نیکی۔ بدی کی سزا بدی کی صورت میں پائے۔ احسان کا بدلہ احسان کی شکل میں دیکھے۔ اور جور و جفا کا عذاب جہنم و دوزخ کی شکل میں بھگتے۔ دن بھر کی محنت کی مزدوری شام کو۔ مہینہ بھر کے کاروبار کی تنخواہ پہلی تاریخ کو اور ۵۵ سالہ خدمات کا صلہ پنشن کی صورت میں ملازمت سے برطرف ہونے پر ملنا دنیا کا قانون ہے۔ اسی طرح تمام زندگی کے اچھے اور بُرے اعمال کا صلہ قیامت کا دن مقرر ہونے کے بعد دوسری زندگی میں دیا جانا خدائی قانون ہے۔ اعمالِ صالحہ کے بدلے جنت کی نعمتیں ملیں گی اور بُرے افعال کے بدلے دوزخ کی تکالیف برداشت کرنی ہوں گی۔

اِس اصول کو تسلیم کرنے اور اِس حقیقت پر ایمان لانے کے بعد ہم بہت سے کیا بلکہ تمامتر عیوب و جرائم سے

باز رہ سکتے ہیں۔

خیر و شر خُدائی طرف سے ہونے پر ایمان :-

خیر و شر کے لئے دو جداگانہ ہستیاں نہیں۔ بلکہ سب کچھ اُس ذات واحد کی طرف سے ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ بدی کے لئے اہرمن ہے اور نیکی کیلئے رحمان۔

بھلا جس شخص کا اعتقاد ہے کہ مصیبت بھی راحت بھی۔ تکلیف بھی مسرت بھی۔ رنج بھی خوشی بھی اور عذاب بھی بھلائی بھی اُسی ایک ذات کی طرف سے ہیں جو اُس کا آقا اور مولٰے ہے تو وہ کیونکر رنج و مصیبت پر واویلا کرے گا اور کیونکر راحت و خوشی پر مغرور ہو گا؟

اِس اصول میں یہی نکتہ مضمر ہے کہ مسلمان تکلیف میں مایوس نہ ہو۔ اور حکومت کے وقت خودسر نہ ہو بلکہ مصائب میں راضی برضا رہے اور دولت و سطوت پاکر فرعون بے موسےٰ نہ بن جائے۔ کیا ہم مسلمان اس اصول کی دل سے تائید کرتے ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو یاس و حزن اور بے باکی و شتر بے مہاری نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ ہر حال میں توکل بخدا اور سرِ تسلیم معبود کے سامنے خم ہونا ایک مسلمان مومن کی شان ہونی چاہیئے۔

معیارِ ایمان :-

اجزائے ایمان کی مختصر سی تفسیر پیش کرنے کے بعد اب ہم اپنے ایمان کو پرکھنے کے لئے خدائی معیار تلاش کرتے ہیں۔ تاکہ ہم اندازہ کر سکیں کہ آیا وہ ایمان جس کا اظہار ہم بڑے شد و مد سے کرتے ہیں حقیقی ایمان ہے یا صرف لفظی؟

قرآن شریف فرماتا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ — "مومنوں کو خدا پر بھروسہ ہوتا ہے"

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ — "خدا کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اس کے قلب کو راہ دکھاتا ہے"۔

یعنی ایمان کی دوسری علامت صبر ہے مصائب پر۔

تیسری جگہ یوں ارشاد ہے۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ ... الی آیۃ (سورۃ حدید آیت ۱۶)

"کیا ایمان والوں کے لئے اِس بات کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل نصیحتِ خداوندی (قرآن کریم) کے سامنے اور جو دینِ حق نازل ہوا ہے اُس کے آگے نہ جھک جائیں۔ اور اُن اہلِ کتاب کی مانند نہ ہو جاویں جن کے دل سخت ہوگئے

اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں"۔

سورہ توبہ کی تیرھویں آیت میں ایمان کا یہ معیار پیش کیا اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ (الی آخر)

"تم ایسے لوگوں سے کیوں جہاد نہیں کرتے جنہوں نے اپنے عہود و مواثیق کو توڑ ڈالا اور رسولِ اکرمؐ کی جلاوطنی کی تجویزیں کیں۔ اور پہل (اقدام) اُنہوں نے ہی کیا؟ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو"۔

اِس سورہ توبہ کی ۶۲ نمبر والی آیت میں یہ معیار قائم کیا:۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ "اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ تم ان کو خوش کرو"

یاد رہے کہ خدا کی خوشی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم خدائی احکام پر عمل کریں۔ اور رسول کریمؐ اسی وقت راضی ہوں گے۔ جب ہم اُن کے ارشاداتِ عالیہ پر عمل پیرا ہوں۔

سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (الی آخر)

"اے رسولِ اکرم! جو لوگ اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں آپ نہ پائیں گے کہ وہ ایسے اشخاص سے دوستی رکھیں جو اشخاص اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں خواہ وہ اُن کے باپ ہوں۔ بیٹے ہوں۔ بھائی ہوں یا کنبہ والے ہوں"

اِسی آیت میں مومنوں کے متعلق کہا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

"ہاں ہاں۔ یہ مومن خدائی فوج کے جرنیل ہیں۔ یاد رکھو خدائی فوج ہی کامیاب ہوں گے"۔

مومن خدائی فوج کا ایک بہادر سپاہی ہے اور سپاہی اپنے بادشاہ۔ افسر اور حاکم کا حکم مانے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا احکام کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود وفادار نہیں کہلا سکتا پس ایک مسلمان بھی خدائی احکام تسلیم کئے بغیر اور ان پر عمل کئے بغیر ناکام ہی رہے گا۔ باغی کہلائے گا اور ہرگز فلاح نہیں پا سکے گا۔

شانِ مومن :۔

مندرجہ بالا آیات سے مومن کی حسب ذیل خصوصیات مستنبط ہوتی ہیں:۔

۱۔ مومن خدا پر توکل رکھے گا۔ مصائب و آلام۔ محنت و کُربت میں بھروسہ خدا پر ہونا مومن کی نشانی ہوگی۔

۲۔ مومن کی اہم ترین خوبی یہ ہوگی کہ وہ ہر حالت میں صابر و شاکر ہوگا۔ گریہ وزاری اور شکوہ و شکایت سے بالاتر ہوگا۔

۳۔ مردِ مومن خدائی قانون کی خلاف ورزی کی جرأت تک نہ کرے گا۔ مبادا کہ عذاب کی زد میں آجائے۔

۴۔ صاحبِ ایمان ہرگز ہرگز سخت دل نہ ہوگا۔ مخلوقِ خدا پر مشفق اور رحیم ہوگا فسق و فجور سے باز رہے گا۔

۵۔ کفار سے ڈرنا اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ وہ ڈرے گا تو صرف خدائے واحد سے۔

۶۔ کفار سے ترکِ معاملات مومن کا اہم ترین فریضہ ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو کفار اس کی جڑوں میں پانی دیں۔ وہ انہیں سے رابطۂ اخوت و مودت استوار کرتا پھرے۔

۷۔ وہ کفار جو تم کو ہجرت پر مجبور کریں۔ جنگ کا اقدام کریں۔ ناجائز دباؤ ڈالیں ان سے جہاد کرنا علامتِ ایمان ہے۔

۸۔ ایک مومن کا مطمحِ نظر ہمیشہ خدا اور رسول کی رضا و خوشنودی رہتی ہے وہ ہمیشہ رضائے مولےٰ میں خوشی محسوس کرتا ہے۔

۹۔ مومن خدائی فوج کا بہادر سپاہی اور دانا جرنیل ہوتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ خدائی احکام کی قانون شکنی کرے۔ یا قوانینِ قرآنی کو پسِ پشت ڈال دے۔

یہ ہیں مومن کی علامات۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اپنے ایمان کا جائزہ لیں اور اس کسوٹی پر پرکھیں تاکہ فلاحِ دارین نصیب ہو۔

انتباہِ خداوندی :۔

سورہ انعام کی ۱۵۹ نمبر والی آیت میں یوں تنبیہ کی گئی ہے ۔

"اے نبی محترم! یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ اُن کے پاس فرشتے آویں۔ یا خدا خود آئے یا خدا کی بڑی نشانی (عذاب یا قیامت) آئے۔

یاد رکھو جس دن خدا کی نشانی آپہنچی کسی کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا۔ نیز ایسے اشخاص کا ایمان لانا کار آمد نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ رکھتے ہوں۔ یا اپنے ایمان کے مطابق اعمالِ صالحہ نہ کئے ہوں۔ اے رسولِ اکرمؐ! ان لوگوں کو تنبیہہ کر دیجئے کہ تم بھی (عذابِ خداوندی) کے منتظر رہو اور میں بھی (تمہاری ہلاکت کا) منتظر ہوں۔"

اللہ پر ہمارا ایمان ہے۔ رسول اللہؐ کو ہم برحق سمجھتے ہیں۔ بلکہ عاشقِ رسول ہیں۔ فرشتوں کے وجودِ کریم تسلیم کرتے ہیں کتبِ سماوی پر ہمیں یقین ہے۔ قیامت کے دن پر ہمیں اعتقاد ہے۔ موت کے بعد دوسری زندگی کو ہم مانتے ہیں۔ خیر و شر خدا کی طرف سے ہونا ہم فرض کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی اعمالِ صالحہ سے مجتنب ہیں۔ بلکہ نیکی سے کوسوں بھاگتے ہیں۔

آخر یہ کونسا ایمان ہے؟ دانشِ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

آؤ۔ عذابِ خداوندی کے آنے سے پہلے ہی ایمان کو درست کر لیں۔ تاکہ اگر موت بھی آئے تو مردِ مومن کی طرح ہنسی خوشی لبیک کہتے ہوئے وصالِ حق سے مشرف ہو جائیں۔ حضرتِ اقبالؒ مرحوم کے شعر پر مضمون کو ختم کرتا ہوں ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

روحانی امراض اور اُن کا علاج

(۱)

بدنِ انسانی میں روح بمنزلہ جڑ اور تمام اعضاء اس کی شاخیں اور پتوں کی طرح ہیں۔ اگر یہ جڑ صحیح وسالم ہو تو اس درخت کی شاخیں، پتے، پھل اور پھول سب صحیح وسالم ہوں گے۔ لیکن اس جڑ کے خراب ہو جانے سے اس کے تمام نظام میں فتور کا ہونا عین قدرتی ہے۔

قرآنِ کریم نے ایمان کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اعمالِ صالحہ کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ ایمان بمنزلہ جڑ اور اعمال شاخوں اور پتوں کی مانند ہیں۔ ایمان کا تعلق قلب یعنی دل سے ہے جو روح کا مقام ہے۔ اور اعمال کا تعلق باقی تمام اعضاء سے ہے پس اگر قلب سلیم ہے تو ایمان بھی درست اور اعضاء بھی اعمالِ صالحہ بجالانے کے قابل ہوں گے لیکن اگر قلب میں امراض پیدا ہو جائیں تو ایمان کا درست رہنا، اعمالِ صالحہ کا بجالانا اور بُرے کاموں سے بچنا مشکل ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے۔ کہ "لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مومن نہیں۔ ان کے دلوں میں مرض ہے"۔ اور مرض بھی ایسا جو دن بدن بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس مرض کی وجہ سے انسان کے دل پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں۔ جن باتوں سے ایمان کو تقویت ہوتی ہے۔ ان کو سُننے، دیکھنے اور اس کے متعلق کلام کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور اس کے برعکس اُن باتوں کی طرف دھیان ہر وقت لگا رہتا ہے جن سے ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔

جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑا، ٹھٹھا مخول، فحش گوئی، حرام خوری، شراب، جوا، سود، بد دیانتی، خیانت، وعدہ خلافی، چوری، ڈاکہ، بے حیائی اور زنا وغیرہ اعمالِ بد جو اعضاء سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کی اصل وجہ وہ امراضِ باطن ہیں جو دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً تکبر، خود پسندی، غضب و غصہ، حسد و بغض، حرص و بخل، ضد اور ہٹ دھرمی، بے صبری، دشمنی، ریاکاری، غفلت، جہالت، بدنیتی، گمراہی، منافقت، کفر و شرک وغیرہ یہ تمام بیماریاں ایمان کی کمزوری کے باعث ہوتی ہیں۔ اور ایمان صحیح علم اور دل میں اس پر پُورا پُورا یقین کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ ایمان پر قائم رہنے والے یعنی

ایک مومن کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ دل میں پیدا ہونے والے امراض سے قلب کو پاک و صاف رکھے تاکہ اعضاء بھی مذکورہ بُرے اعمال سے بچ کر اعمالِ صالحہ بجالاسکیں۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ دل کو تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاک رکھا جائے۔ تاکہ اُس میں صفاتِ حمیدہ پیدا ہوسکیں۔ جس دل میں کسی سے دشمنی ہو اُس دل میں اُسی سے محبت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ دشمنی بالکل نہ نکل جائے۔ جس دل میں حرصِ مال و جاہ اور بخیلی موجود ہو۔ وہاں قناعت، ہمدردی اور سخاوت کیسے آ سکتی ہے۔ ایک مومن کے دل کو اللہ تعالےٰ کے عرش سے اس لئے تشبیہہ دی گئی ہے کہ یہ انوارِ الٰہی کی تجلی گاہ ہے۔ اگر یہ دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو۔ تو اس میں اللہ تعالےٰ کی محبت جاگزیں ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر اس گھر کو اُس کے مالک کے لئے آراستہ اور خالی رکھنے کی بجائے اخلاقِ رذیلہ سے پُر کر دیا جائے، شیطان کو تخت نشین ہونے کا موقعہ دے دیا جائے اور محبتِ الٰہی کے لئے کوئی جگہ نہ ہو۔ تو انوارِ الٰہی اور اس کے فضل و رحمت کا جگہ پانا، ملائکہ کا تشریف لاکر انسان کو نیک عملوں کی طرف راغب کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے کسی مجلس میں ایک شریف آدمی اپنی جگہ پر کسی غیر کو بیٹھے دیکھ کر خود ایک طرف کو ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے جو خود بھی حیادار ہیں اور حیا کو پسند کرتے ہیں کسی کے دل کے تخت پر شیطان کو بیٹھا دیکھ کر اس جگہ کس طرح آ سکتے ہیں۔ چنانچہ صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کے نزدیک دل کو ماسوا اللہ سے پاک رکھنا لازمی ہے۔ اسی کو اصلاحِ نفس اور تزکیۂ نفس کہا جاتا ہے اس فن کے ماہر مرشدانِ کامل روحانی امراض کے بہترین معالج ہیں۔ وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ بُرے خیالات دل میں آنے ہی نہ پائیں۔ کیونکہ خیالات ہی اعمال کا موجب بنتے ہیں۔ انسان کے دل میں جس قسم کے خیالات پیدا ہوں گے۔ اُسی طرح کے اعمال سرزد ہوں گے۔

جیسے کسی مرض کے علاج سے پہلے اس کی تشخیص کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ نیم حکیم تشخیص نہ ہونے کی وجہ سے اکثر علاج میں غلطی کرتے ہیں۔ جس سے صحت ہونے کی بجائے عموماً مرض بڑھتا چلا جاتا ہے لیکن تجربہ کار طبیب مرض کی صحیح وجہ معلوم کر کے اُس کے مطابق نسخہ تجویز کرتا ہے۔ بالکل یہی حال روحانی امراض کا ہے۔ ایک بے عمل عالم اشتہاری حکیم کی طرح مرض کی اصل وجہ معلوم کئے بغیر جو نسخہ استعمال کراتا ہے۔ وہ بے اثر بلکہ اکثر اوقات مضر ثابت ہوتا ہے لیکن تجربہ شاہد ہے کہ حکیم حاذق کی طرح عالمانِ باعمل یعنی صالحین کی زبان میں اثر ہوتا ہے۔ اُن کا بتایا ہوا نسخہ جو ہمیشہ ان کا اپنا اور ان کے آبا و اجداد کا آزمائش شدہ ہوتا ہے۔ سریع التاثیر اور کارگر ثابت ہوتا ہے۔ اُن کی چند منٹ کی صحبت تاریک دلوں کو پاک و صاف کر کے کندن بنا دیتی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے۔ کہ اُن کے دل کی آنکھیں روشن

اور اُن کی نظر امراض کی جڑ پر ہوتی ہے۔ وہ صرف ظاہری کو دریوں پر ہی نظر نہیں رکھتے بلکہ باطنی امراض کا علاج کرتے ہیں۔

باطنی امراض میں سب سے پہلا اور بڑا مرض جو ابلیسِ لعین میں پیدا ہوا تھا وہ تکبر تھا یعنی اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو حقیر اور ناچیز سمجھنا۔ یہ تمام امراض کی جڑ ہے۔ اسی نے ابلیس کو حضرت آدمؑ کے ساتھ حسد، بغض، عداوت غصّہ اور دشمنی کرنے پر مجبور کیا۔ باوجود علم رکھنے کے اسی کی وجہ سے وہ خود جہالت اور گمراہی کا شکار ہوا۔ تکبر دین کو خراب، عقل کو کم اور عزت کو برباد کرتا ہے۔ اسی سے ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہوتی ہے۔ جھوٹ، دھوکہ اور فریب کے ذریعے دوسروں کو گمراہ کرنے کا باعث یہی شئے ہے۔ ذراسی غفلت انسان کو اس موذی کے پنجے میں اس طرح گرفتار کر دیتی ہے۔ کہ وہ اس دشمن کو دوست سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور ایک ایک کر کے تمام امراضِ خبیثہ کا مریض بنا کر چھوڑتا ہے۔

حسد کی وجہ سے جب ابلیسِ لعین نے حضرت آدمؑ کو گمراہ کرنا چاہا۔ تو غفلت ہی کے باعث اُس کے ورغلانے میں آ گئے۔ بنی آدم میں سب سے بڑی روحانی مرض جس کی وجہ سے وہ شیطان کے قابو میں آتا ہے غفلت ہی ہے۔ غفلت ایک ایسی شئے ہے۔ جو انسان کو باوجود علم ہونے کے اپنے مالک اور سب سے بڑے محسن کے احکام کو بھلا کر سب سے بڑے دشمن کے قابو میں دے دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ جو شخص ہماری یاد سے غافل ہوتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ جو اُسے بُرے کاموں میں لگائے رکھتا ہے اور وہ اپنی غفلت کی وجہ سے سمجھتا ہے۔ کہ وہ راہِ راست پر ہے۔ اگر انسان غفلت چھوڑ دے اور ہر وقت اللہ تعالےٰ اور اس کے حکموں کا دھیان رکھے۔ شیطان کو سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہوئے ہر وقت اس کی فریب کاریوں سے بچتا رہے۔ تو تمام روحانی امراض سے بچ سکتا ہے۔ اور اس طرح دل کو قابو میں رکھنے سے تمام بداعمالیوں سے جو مختلف اعضاء سے سرزد ہوتی ہیں بآسانی نجات پا سکتا ہے۔

جب دل شیطانی وسوسوں سے پاک ہو جائے۔ تو اس میں محبتِ الٰہی کے لئے گنجائش پیدا ہو جاتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ محبت اور نافرمانی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ جس طرح کسی مجازی معشوق کے ہر حکم کی فرمانبرداری کرنا اُس کے ملنے والوں اور دوستوں سے دوستی، اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنا نیز ہر وقت اُسی کی طرف دھیان لگائے رکھنا ایک عاشق کا کام ہے۔ جس طرح اس کے دوستوں سے عداوت اور دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھنے والا عشق کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہر حکم کی فرمانبرداری، ہر حال میں اُس کا ذکر، اولیاء اللہ اور

مومنوں سے دلی محبت، ابلیس اور اُس کے پیروؤں سے دشمنی رکھنا ایک مومن کی علامت ہے۔ اللہ تعالےٰ کے بندوں کی آپس میں محبت نیز ایک مومن کی اللہ تعالےٰ، اس کے رسول اور اللہ تعالےٰ کے مخلص بندوں سے محبت کا ہونا شرطِ ایمان ہے۔ اور یہ محبت زبانی دعوے تک ہی محدود نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ انسان کے ہر عمل سے اُس کا اظہار لازمی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے رسول، اولیاء اللہ، مرشدانِ کامل اور صالحین کے حکم وہی ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے حکم ہوں یعنی شریعت کی پابندی۔ محبت کے دعویداروں کو اس خیال سے ہر حکم کی فرمانبرداری لازمی ہے۔ کہ کہیں معشوق ناراض نہ ہو جائے۔ محبت کا دم بھرنے والا کوئی ایسا کام جو شریعت کے خلاف ہو، کر ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا جس دل میں محبت الٰہی جاگزیں ہو جائے اس میں کسی روحانی مرض کا جگہ پانا ناممکن ہے۔

پس روحانی امراض کا علاج یہ ہے۔ کہ سب سے پہلے غفلت کو دُور کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنانِ کامل کی محبت کو دل میں جگہ دی جائے۔ رواج اور تمام بُرے کاموں سے اجتناب کر کے شریعت کی پورے طور پر پابندی کی جائے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے اوامر و نواہی کا دھیان ہر وقت دل میں رہے۔ اللہ تعالےٰ کے مخلص بندوں کی صحبت اختیار کی جائے اور بُرے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کیا جائے مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند   صحبتِ طالح ترا طالح کند

محمد احسان عفی عنہٗ

حضرت عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عثمان الحیریؒ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ ایک بہت دولت منداور ممتاز خاندان کے چشم وچراغ تھے حضرت کے خاندان کی دولت وثروت کا یہ عالم تھا کہ حضرت جب پڑھنے جایا کرتے تو ان کے ساتھ نصف درجن کے قریب غلام ہوتے جو ان کے پڑھنے لکھنے کا سامان اٹھا کر لے جایا کرتے۔۔

دولت وثروت کی اس فراوانی کے باوجود حضرت عثمانؒ دل کے سادہ اور ہمدرد وخلائق تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مدرسہ جارہے تھے۔ کہ راستے میں ایک زخمی گدھا نظر پڑا: جسے کوّوں نے پریشان کر رکھا تھا۔ آپ کو گدھے کی یہ حالت دیکھ کر بہت رحم آیا۔ اور اپنا قیمتی شال اتار کر غلاموں کو حکم دیا کہ اسے گدھے کے جسم پر ڈال دیا جائے۔ تاکہ اس کے زخم ننگے نہ رہیں اور کوّے اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں حضرت عثمان کے بچپن کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔

ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت عثمانؒ سادہ مزاج اور فقیر طبیعت تھے۔ انہیں امارت اور دولت مندی سے کوئی محبت نہ تھی۔ ان کا دل کسی ایسی چیز کی تلاش میں تھا جو انہیں حقیقی اور صحیح تسکین تک پہنچا دے۔ حضرت یحییٰؒ ان کے زمانے کے ایک بزرگ ترین شیخ تھے۔ حضرت عثمانؒ کا دل جب دنیا سے اکتا گیا تو اُن کے حضور میں حاضر ہوئے اور دلی تسکین جو دولت وثروت کے طفیل نہیں حاصل ہوسکتی تھی، ایک درویش کے قدموں میں رہ کر حاصل کرلی۔ یہ اس زمانہ کی لگن ہے جب آپ ابھی بہت نو عمر تھے۔ اسی زمانہ میں آپ کے کانوں میں حضرت شجاع کرمانیؒ کی بزرگی اور قرب الٰہی کی خبر پہنچی۔ اور آپ ہمہ تن شوق بن کر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بہت مشکلوں سے حضور میں رہنے کی اجازت پائی۔ کئی سال تک حضرت شاہ صاحبؒ کے قریب رہ کر عبادت وریاضت میں مشغول رہے۔ ایک دفعہ شاہ صاحب ابوحفصؒ کرمانی سے ملنے کے لئے آئے حضرت عثمانؒ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ابوحفصؒ کی بزرگی اور عبادت الٰہی کا منظر کچھ ایسا بھایا کہ یہیں رہ پڑے۔ اُس زمانہ میں درویشی بھی ایک بہت عجیب چیز تھی اور اس کے حصول میں بے حد مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔

حضرت عثمانؒ نے ان تمام مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا یہانتک کہ اس درجۂ بلند تک رسائی حاصل کرلی جہاں تک پہنچنا بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آپکی بزرگی اور شرف کو دیکھ کر حضرت ابوحفصؒ نے آپ سے اپنی صاحبزادی کا بیاہ کردیا۔

فقیروں اور اللہ کے بزرگوں کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کے صبر و تحمل اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی دعوت کی۔ مگر جب آپ کھانے کے لئے اس کے مکان پر گئے تو اس نے تیس مرتبہ شرمندہ کرنے کے بعد واپس کیا۔ اور تیس ہی مرتبہ بلایا۔ آپ ہر بار اس کے بلانے پر آئے لیکن پیشانی پر ایک شکن بھی نہ پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر اُس شخص کو بے حد ندامت ہوئی اور قدموں پر گر کر معافی مانگ لی۔

اس قسم کے بہت سے واقعات آپ سے منسوب ہیں۔ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ ایک کوچے سے گزر رہے تھے کہ کسی نے آپ پر خاکستر ڈال دی۔ مریدوں نے صاحب خانہ کو بُرا بھلا کہنا چاہا لیکن آپ نے روک دیا۔ اور فرمایا ہم تو اس قابل ہیں کہ ہم پر آگ برسائی جائے کسی نے خاکستر پھینک دی تو کیا حرج ہوا!

آپ کے تقوے و طہارت کا یہ عالم تھا کہ اکثر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ جو وقت باقی بچتا اس میں لوگوں کو نیک باتوں کی تلقین کرتے اور بُری باتوں سے روکتے۔ آپ کے وعظ و نصیحت میں اس قدر اثر تھا کہ جو سنتا دل پکڑ کر رہ جاتا۔ اور آخر کار اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتا۔ ایک دفعہ کوئی رند مشرب نوجوان ہاتھ میں رباب لئے گزر رہا تھا کہ آپ کو دیکھ پایا اور شرما کر چھپ جانے کی کوشش کی لیکن آپ نے اسے بہت پیار اور توجہ سے اپنے ساتھ لیا اور خانقاہ میں لاکر نہلایا۔ کپڑے پہنائے اور اللہ سے اس کی بخشش کی دُعا مانگی۔ یہ نوجوان حضرت عثمان کی اتنی سی توجہ سے عابد و زاہد بن گیا۔ آپ غرور و تکبر کے اس قدر خلاف تھے۔ کہ جن باتوں میں اس کا شائبہ تک بھی پایا جاتا، ان سے بچنے کا حکم بڑی سختی سے دیتے۔

آپ فرمایا کرتے۔ اللہ تعالےٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے۔ مسلمان کی سربلندی اسی میں ہے۔ کہ وہ اللہ سے ڈرے۔ اور حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح عقیدت رکھے۔ آپ کی سنت پر عمل کرے اور خود کو کسی دوسرے مسلمان کے لئے مصیبت نہ بنادے۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے، جو شخص سُنت کا تارک ہے۔ اس کے دل سے ایمان و حکمت کی باتیں نکل جاتی ہیں۔ آجکل کے زمانہ میں اکثر لوگ سنت کے تارک نظر آتے ہیں لیکن آپ کا ارشاد تھا کہ سنت کا تارک فریبی اور ریاکار ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ مسلمان اس وقت تک صحیح مسلمان ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ تارکِ سنت ہے۔ اسلام کیا ہے؟ خدا اور رسول کی محبت۔ اور یہ صرف زبانی دعوے سے نہیں ہوسکتی بلکہ وہ کام کئے جائیں جن سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہوں۔ اور وہ کام ترک کر دئے جائیں جن سے وہ ناراض ہوں۔

(مدیر ایمان ۔پٹی۔ لاہور)

انسان اور حیوان میں فرق

انسان کو اس بات کا فخر ہے۔ کہ وہ اشرف المخلوقات ہے لیکن اس بات پر غور نہیں کیا جاتا۔ کہ وہ کیوں اشرف ہے۔ اور اس میں دیگر حیوانات کی نسبت کیا شے زیادہ ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے۔ اور کیا وہ شے ہر انسان میں ایک جیسی ہے۔ یا کم و بیش اور اُس شے کے کم ہو جانے سے بھی وہ اشرف ہی رہتا ہے؛

قرآن کریم نے بعض انسانوں کو حیوانوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے پس یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ انسان کی کونسی صفت اُسے اشرف المخلوقات بناتی ہے۔ اور کیوں اسے حیوان بلکہ اُس سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان اور حیوان دونوں روح اور جسم کا مجموعہ ہیں۔ زندگی، موت، چلنے پھرنے اور حرکت کرنے، بولنے، سننے، دیکھنے، کھانے، پینے اور خواہشاتِ نفسانی کو پُورا کرنے میں دونوں برابر ہیں۔ بلکہ بعض حیوانوں میں خاص خاص طاقتیں انسانوں سے زیادہ ہیں۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ انسان میں غور و فکر کرنے یعنی سوچنے کا مادہ موجود ہے۔ گزشتہ واقعات سے سبق سیکھ کر اپنی آئندہ زندگی کو بہتر بنانے کی قابلیت رکھتا ہے۔ روحِ انسانی میں ملکوتی یا شیطانی صفات پیدا کرنے کی اہلیت ہے۔ اگر انسان غور و فکر سے کام لے کر اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کر لے تو فرشتوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ فرشتوں میں حیوانی صفات یا بالفاظِ دگر خواہشاتِ نفسانی پیدا ہونے والا مادہ ہی موجود نہیں۔ وہ نیکی کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ بُرائی کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے لیکن انسان باوجود بُرائی کی طاقت رکھنے کے اگر اس سے باز رہ کر نیکی یعنی اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرے تو فرشتوں سے افضل و اعلےٰ ہے۔ اور اگر نیکی کی اہلیت رکھتے ہوئے اپنے اندر شیطانی صفات پیدا کر لے تو حیوانوں سے بدتر ہے۔ کیونکہ حیوان اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے طریق پر زندگی بسر کرتے اور اُس سے سرِ مُو انحراف نہیں کرتے۔ آپ کبھی شیر کو گھاس اور بکری کو گوشت کھاتے نہیں دیکھیں گے۔ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنا صرف شیطان اور اُس کی ذریت یعنی جنات کا فعل ہے۔ حالانکہ جنات میں بھی مومن اور اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار جن موجود ہیں پس ایک فرشتہ سیرت انسان تمام مخلوقات سے افضل اور اشرف ہے لیکن شیطان سیرت انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔

قرآنِ کریم گزشتہ زمانے کے واقعات کو بالتفصیل پیش کرتا ہے۔ نیز آئندہ پیش آنے والے واقعات کو بھی پوری طرح واضح کرتا ہے۔ اور انسان کو بار بار غور و فکر کرنے، سوچنے سمجھنے اور عقل سے کام لینے کی تاکید کرتا ہے۔ اور ان تمام باتوں کو جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں مختلف قسم کی مثالوں سے بڑی اچھی طرح واضح کرکے اس بات کی ترغیب دلاتا ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو، اپنے خالق کو اور اس کی دیگر تمام مخلوق کو ان کی حیثیت کے مطابق پہچانے اور دیکھے کہ یہ دنیا کا کارخانہ کن اصولوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ اور اسے رضائے الٰہی کے مطابق چلانے میں ایک انسان کی ذمہ واری کس حد تک ہے۔ اور کن فرائض پر عمل پیرا ہونے سے وہ اپنی اس ذمہ واری کو باحسن وجوہ انجام دے سکتا ہے۔ تاکہ وہ صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کہلا سکے۔ اور سچ پوچھیں تو قرآنِ کریم کی تعلیمات کا لُبِ لباب یہی ہے۔

یوں تو ہر انسان اپنے آپ کو اشرف المخلوقات سمجھتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے نزدیک اشرف و افضل وہ ہے جو تم میں سے متقی و پرہیزگار ہو۔ اور اپنے اندر قلبِ سلیم رکھتا ہو۔ کیونکہ قلبِ سلیم تجلی گاہِ انوارِ الٰہی ہے۔ اور یہ عرشِ الٰہی کی مانند ہے۔ ایسا دل رکھنے والے مومن صحیح معنوں میں انسان اور اللہ تعالےٰ کا بندہ کہلانے کا مستحق ہو سکتے ہیں۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے حبیبِ پاک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ہمارے زنگ آلودہ دلوں کو منور فرمائے۔ اور شیطانی صفات دُور کرکے ملکوتی صفات پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد احسان عفی عنہ
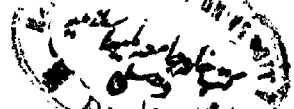
خطبات مولانا احمد علی صاحب اس امر کی ازحد ضرورت تھی کہ خطبات کی ایسی کتاب شائع کی جائے جو توحید و سنت کی اشاعت کے ساتھ ہی ساتھ ضروریاتِ زمانہ کو بھی پورا کردے اور مسلمانوں کو موجودہ مصائب سے نجات دلانے کے وسائل و ذرائع پیش کرتی رہے۔ لہٰذا اس کمی کو مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین نے پورا کردیا ہے۔ اس کتاب میں آپکے خطبات جمع و درج ہیں قیمت آٹھ آنے

خطباتِ سلمان علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان مصنف رحمۃ للعالمین کے وہ خطبے جن کی مدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ یہ خطبے حالاتِ حاضرہ پر پوری طرح حاوی ہیں۔ اور ضرورتِ زمانہ کے موافق مرتب کئے گئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اللہ تعالےٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے۔ اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

آئمہ تلبیس مؤلفہ ابوالقاسم رفیق دلاوری۔ یہ کتاب عہدِ حاضر کی ایک بہترین اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس میں قابل مؤلف نے سو سے زیادہ مشہور دجالوں کے صحیح اور مستند حالاتِ زندگی انگریزی، عربی اور فارسی تواریخ میں سے انتخاب کرکے درج کئے ہیں۔ جو بیحد دلچسپ ہیں مسلمانوں کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے

(۲) کُفّار (ق) ــ اور قیامت :-

ــ دیدارِ خدا سے محروم ہونگے اور محجوب ہو جائیں گے ۵۲/۱۵

ــ کہیں گے : ہمارے سرداروں کو دُگنا عذاب دو اور بڑی لعنت ۲۲/۶۸-۶۹

ــ خدا کو سجدہ نہ کرسکیں گے ۶۸/۴۲

ــ کو کوئی مدد نہ دے گا ۳/۵۶ ۶/۹۱

ــ کے حق میں زر چھڑائی نہ بنے گی ۶۲ ۵/۳۹ ۱۳/۱۸

ــ اور قرآن حکیم :

ــ چاہتے ہیں کہ قرآن ان میں سے ہر ایک کیلئے ۷۴/۵۲-۵۳

ــ قرآن کو ٹھٹھا ٹھہراتے ہیں ۱۸/۵۹

ــ قرآن سُن کر جنگلی گدھوں کی طرح بھاگ جاتے تھے ۷۴/۴۹-۵۱

ــ قرآن کی آیات سُن کر بُری شکل بناتے ہیں۔ گویا قریب ہیں کہ حملہ کر دیں ۲۲/۷۲

ــ کے حق میں قرآن اندھاپن ہے ۴۱/۴۴

ــ کے کفر کی وجہ سے قرآن کا نزول (سلسلہ وحی) بند نہیں ہوسکتا ۴۳/۵

(ک) اور کُفّار :-

ــ عرب کے مقابلہ میں پہلے کفار زیادہ زور آور تھے یعنی پہلے انبیاء کے عہد کے کفار ۹/۶۹ ۳۵/۴۴ ۴۰/۲۱ ۴۰/۸۲ ۴۳/۸-۹ ۵۰/۳۶ ۵۴/۴۳

ــ عرب سے زیادہ زور آور پہلے کفار تھے جو ہلاک ہوگئے ۴۰/۲۱ ۴۰/۸۲ ۵۰/۳۶

ــ عرب کفار آدمیوں کی مثال ہیں ۴۳/۸-۹

(۱) کُفّار (ک) ــ اور کُفّار :-

ــ عرب پہلوں کی چال چلتے ہیں ۹/۶۹

ــ آپس میں دوست ہیں یعنی کفار کفار کے دوست ہیں ۸/۷۳ ۴۵/۱۹

ــ کا کید :-

ــ کا کید اور خدا کا کید ۸۶/۱۵-۱۶

(گ) کی گالیاں انبیاء کو (نعوذ باللہ) :-

افک قدیم (دین کو کہا) ۴۶/۱۱

بے عقل ۵/۶۹

ساحر (جادوگر) ۱۰/۲ ۳۸/۴ ۴۳/۳۰ ۴۶/۷ ۵۱/۵۲-۵۳ ۵۲/۲۹ ۵۴/۲ ۶۱/۶ ۷۴/۲۴

کفار سب رسل کو ساحر کہتے آئے ہیں گویا یہی وصیت کر کے مرتے رہے ہیں ۵۱/۵۲

ساحر مبین ۳۴/۴۳

کاذب ۴۰/۲۸

کذاب ۳۸/۴

کذاب الشر ۵۴/۲۵

مجنون ۱۵/۶ ۲۳/۷۰ ۳۴/۸ ۴۴/۱۴ ۵۱/۵۲-۵۳ ۵۲/۲۹ ۵۴/۲

مسحور ۱۷/۴۷ ۲۵/۸

مفتری ۲۱/۵ ۱۳/۳۸ ۳۴/۸ ۳۴/۴۳ ۴۲/۲۴ ۴۶/۷-۸

مفتری مبین ۶/۴۰

مبطل ۳۰/۵۸

(۱) **کفار** (۱) — پر لعنت ۲/۸۹ ۲/۱۹۱ ۹/۹۸ ۳۳/۹۲

(۴) — کو مہلت: ۲۰-۴۴/۴۰ ۱۴/۹۳ ۱۳/۴۲ ۱۵/۳ ۱۸/۸۱ ۹۰/۲۵ ۲/۱۱ ۸۶/۱۵-۱۶

— کے حق میں مہلت اچھی نہیں ۳/۱۰۹

— کو آپ برداشت کرنے اور کھیلنے دیجئے مہلت دیجئے ۴۳

— کی ماتحتی میں عزت ڈھونڈنا ۴/۱۳۹

— کی ماتحتی میں ارتداد ہوتا ہے ۳/۱۴۹

— کے کام نہیں آتے معجزات ۱۰/۱۰۱

— سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہیں ہو سکتا

— کا مکر ۱۲/۳۲ ۱۳/۴۲ ۱۴/۴۶

— کے مکر سے حق ٹل نہیں سکتا کیونکہ حق پہاڑ کی طرح ہے ۱۴/۴۶

— مکہ:—

— کے مغلوب ہونے کی پیشگوئی ۸/۳۶

— امن میں تھے بوجہ حرمت امن مکہ حالانکہ باقی عرب فساد میں تھا مگر کفار مکہ ناشکرے تھے۔ ۲۹/۹۰

— کے معبودوں کو گالی نہ دو ۶/۱۰۹

— کے مال و اولاد:—

— کی کثرت پر تعجب نہ کیجئے یہ سزا کے لئے ہے ۹/۸۵

— پر حیران نہ ہونا چاہیئے ۹/۵۵

— مال و زر پر حیران نہ ہونا چاہیئے ۳/۱۹۶-۱۹۸

— کفایت نہ کرے گا ۳/۱۰ ۳/۱۱۶ ۵/۳۹ ۶/۷۰ ۹/۶۹

— عذاب کے لئے ہیں مفید نہیں ۲۳/۵۴-۵۵

(۵) — قوم نوحؑ کے بتوں کے نام ۷۱/۲۳

(۱) **کفار** (۲) — کے لئے ویل ۱۴/۲ ۳۸/۱۶

(۸) — کو ہدایت نہ ملے گی ۱/۲۶۴ ۵/۹۰

— (خدا ہدایت دینا چاہتا تو سب کفار کو دیتا) ۶/۳۵

کفارۂ نصاریٰ:—

— کی تردید۔ الاتزر وازرۃ ۶/۱۶۵ ۱۰/۱۵ ۳۵/۱۸

کوئی شخص کسی اور کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا ۳۹/۷ ۵۳/۳۹-۳۸

گناہ اس پر ہے جو کرے ۹/۱۶۴-۱۶۵

جو عمل کریگا وہی سزا پائے گا ۴/۱۲۳

انسان کو صرف اپنے کئے کا نتیجہ ملتا ہے ۵۳/۳۸-۳۹

ایک دوسرے کے اعمال کی پوچھ نہ ہوگی ۳۴/۲

کوئی قریبی بھی بوجھ نہ اٹھائے گا ۳۵/۱۸

مثلاً مثال زوجہ نوحؑ و لوطؑ ۶۶/۱۰-۱۱

قیامت کے دن بیوی بچے بھائی ساری دنیا کی چھڑائی کام نہ آئے گی ۷۰/۸-۱۹

ہر کوئی اپنے لئے عمل کرتا ہے خواہ کفر ہو خواہ عمل صالح ۳۰/۴۴

کفار کا قول کہ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے جھوٹ ہے ۲۹/۱۲

کفارۂ گناہ ۴۸/۲

کفارۂ گناہ کیا کیا ہے:—

۱۔ اخلاص کفارۂ گناہ ہے ۳۹/۳۹-۴۰

۲۔ تصدیقِ رسولؐ ۳۹/۳۳-۳۵

۳۔ ہجرت ۳/۱۹۵

۴۔ جہاد ۳/۱۹۵

۵۔ راہِ خدا میں ایذا پانا ۳/۱۹۵

کفارۂ گناہ - کفارۂ گناہ کیا کیا ہے :-

۶- بڑے گناہوں سے بچتے رہنا چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے ۴/۳۱

۷- عمل صالح ۶۴/۹

۸- عمل صالح مع ایمان ۴۷/۲

۹- خوف خدا . . ۶۵/۵

۱۰- توبہ خالص ۶۶/۱-۲

کفارۂ جروح ۵/۴۵

(۱۳) **کفر**

- خدا کو پسند نہیں ۳۹/۷ (بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کفر و ایمان ہدایت و گمراہی سب خدا کی مرضی پر ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں)

- و عصیان سے نفرت نعمت ہے ۴۹/۷-۸

- خسارہ کا باعث ہے ۳۹/۶۴

- میں اترانا اور اکڑنا ۴۰/۷۵

- کے سردار ۹/۱۲

- کروگے تو اللہ کا کیا نقصان ۴/۱۳۱

- پر سزائے خلود جہنم ۴۱/۲۶-۲۸

(ک - ل)

(۱) **کلالہ** ۴/۱۷۶

کلام الٰہی پے در پے آتی ہے ۲۸/۵۱

کلام نہ کرنے کا روزہ (مریم) ۱۹/۲۶

کلمۃ اللہ میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی ۱۰/۶۴

کلمہ طیبہ و کلمہ خبیثہ کی مثال (شجرہ) ۱۴/۲۴-۲۶

(ک - م)

(۱۰) **کمزور لوگ** . . دیکھئے ض میں ضعفاء

(ک - ن)

(۲) **کنجوسی** . . . ۲۵/۹۰

کنجیاں زمین و آسمان کی اللہ کے پاس ہیں ۴۲/۱۲

(۱) "**کن فیکون**" ۳۶/۸۲ ۴۰/۶۸

(ک - و)

(۱) **کوثر** ۱۰۸/۱

(ک - ھ)

(۱) **کھانا کھلانا** مساکین کو ۶۹/۳۴ ۸۹/۱۸

کھانا کھلانا مسکین، یتیم اور اسیر کو ۷۶/۸

کھانا کھلانا بھوک کے دن ۹۰/۱۱-۱۶

کھانا مل کر یا علیحدہ ۲۴/۶۱

رشتہ داروں یا دوستوں کے گھر سے ۲۴/۶۱

(۱) **کہف** ۱۸/۹-۱۲ ۱۸/۱۳-۲۶

(۱) **کہنا** اور نہ کرنا بہت برا ہے ۶۱/۲-۳

(ک - ی)

(۱) **کید**، اور اللہ تعالیٰ کے ۶/۱۸۳ ("کید اللہ کا متین (پکا) ہے")

گ

(گ - ا)

(۱) گالی (بتوں) کو بھی نہ دو ۶/۱۰۹

(گ - د)

(۱) گداگر (والسائلین) ۲/۱۷۷

— دوں سے لپٹ کر مانگنے والے ۲/۲۷۳

— سے بات نرمی سے کرو ۱۶/۲۸

(گ - ف)

(۱) گفتگو میں احسن طرز ہو تو دشمن دوست ہو جاتے ہیں ۴۱/۳۴

(گ - م)

(۱) گمراہ کرنیوالا دوسروں کا بوجھ بھی اٹھائے گا ۱۶/۲۵

گمراہی کے لئے بہت مدت مل جاتی ہے ۱۹/۷۵

— کی پلیدی ان کے لئے ہے جو ایمان نہ لائیں ۶/۱۲۶

— جب خدا گمراہی میں چھوڑ دے ۴/۸۸

(گ - ن)

(۱) گناہ، کا کفارہ، اخلاص ۳۷/۴۰-۳۹

— سب معاف ہو سکتے ہیں نا امید نہیں ہونا چاہیئے ۳۹/۵۴

— کا بدلہ ایک ہی گناہ ۶/۱۶۱

— سے بر و بحر میں فساد پڑ جاتا ہے

(۱) گناہ — اس پر ہے جو کرے ۶/۱۶۴-۱۶۵

— کا اقرار کر لینا "توبہ" ہے ۹/۱۰۲

— سے نیکی ملانا ۹/۱۰۲

— سے بچنا فضل خدا ہے ۱۲/۵۳

— کرنیوالے موت کے وقت پچھتاتے ہیں ۱۶/۲۰

— کون کون سے ہیں ۶/۱۵۲

— پر تعاون ۵/۲

— ظاہر و باطن ۶/۱۲۱ ۶/۱۵۲

گناہوں سے گھر جانا ۲/۸۱

(گ - و)

گواہی، پر قائم رہنا ۷۰/۳۲

— سچی دو خواہ کسی کا نقصان ہو ۴/۱۳۵، ۶۵/۲

— سچی دو خواہ اقربا کے خلاف ہو ۶/۱۵۲

(گ - ھ)

(۱) گھروں میں بغیر اجازت نہ جاؤ ۲۴/۲۹-۲۷

— میں تین وقت قبل فجر دوپہر بعد شام غلام اور لڑکے بھی اجازت لیکر جائیں ۲۴/۵۸

(۱) گھوڑے، جہاد کے لئے پالنا ۸/۶۰

گھونگٹ کا حکم اور فائدہ ۲۴/۳۱

(ل - ا)

(۱) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه $\frac{۳۷}{۳۵}$ $\frac{۴۷}{۱۹}$

سب رسولوں کی طرف وحی کیا گیا تھا $\frac{۲۱}{۲۵}$

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ $\frac{۲}{۱۶۳}$ $\frac{۲}{۲۵۵}$ $\frac{۷}{۱۵۸}$ $\frac{۹}{۳۱}$ $\frac{۹}{۱۲۹}$ $\frac{۱۱}{۱۴}$ $\frac{۱۳}{۳۰}$

$\frac{۲۰}{۸}$ $\frac{۲۰}{۹۸}$ $\frac{۲۳}{۱۱۶}$ $\frac{۲۸}{۷۰}$ $\frac{۲۸}{۸۸}$ $\frac{۳۵}{۳}$ $\frac{۳۹}{۶}$ $\frac{۴۰}{۳}$

$\frac{۴۰}{۶۲}$ $\frac{۴۰}{۶۵}$ $\frac{۴۴}{۸}$ $\frac{۵۹}{۲۲-۲۳}$ $\frac{۶۴}{۱۳}$ $\frac{۷۳}{۹}$

(۲) لات ـ منات اور عزّیٰ $\frac{۵۳}{۱۹-۲۰}$

(ل - ب)

(۱) لباس ـ کا نزول $\frac{۷}{۲۶}$

ـ پاک رکھنے کا حکم $\frac{۷۴}{۱-۴}$

ـ اُتارنے کے اوقات (قبل فجر ـ دوپہر ـ بعد عشا) $\frac{۲۴}{۵۸}$

ـ کچھ اُتار رکھنے کی اجازت بوڑھی عورتوں کو $\frac{۲۴}{۶۰}$

ـ التقویٰ $\frac{۷}{۲۶}$

(ل - ع)

(۱) لعنت ـ اصحاب سبت پر $\frac{۴}{۴۷}$

ـ ابلیس پر $\frac{۱۵}{۳۵}$

ـ جھوٹی خبریں اڑانے والے منافقوں پر $\frac{۳۳}{۶۰-۶۱}$

(۱) لعنت ـ حق کے چھپانے پر $\frac{۲}{۱۵۹}$

ـ جھوٹی خبر اڑانے والوں پر $\frac{۳۳}{۶۰-۶۱}$

ـ شیطان پر $\frac{۴}{۱۱۷-۱۱۸}$

ـ ظالموں پر $\frac{۷}{۴۴}$ $\frac{۱۱}{۱۸}$

ـ نقض عہد و فساد پر (حکومت کے نشہ میں) $\frac{۱۳}{۲۵}$

ـ عاد پر $\frac{۱۱}{۶۰}$

ـ عہد الٰہی توڑنے والوں پر $\frac{۱۱}{۲۵}$

ـ رسولؐ کو ایذا دینے والوں پر $\frac{۳۳}{۵۷}$

ـ فرعون پر $\frac{۱۱}{۹۹}$

ـ کتمانِ حق پر (سب لعنت کرنے والوں کی لعنت اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی بھی) $\frac{۲}{۱۵۹}$

ـ حکومت کے غرور میں فساد اور قطع رحمی کرنیوالوں پر $\frac{۴۷}{۲۳}$

ـ کفار پر $\frac{۲}{۸۹}$ $\frac{۲}{۱۶۱}$

ـ کذب پر $\frac{۳}{۶۱}$

ـ مفسد فی الارض پر $\frac{۱۳}{۲۵}$

ـ مفتری پر (اللہ پر افترا باندھنے والا) $\frac{۱۱}{۱۸}$

ـ مومن کے قاتل پر $\frac{۴}{۹۳}$

(ن) **لعنت** — منافق پر ۴۸/۶

— مشرک پر ۴۸/۶

— اُن منافقین پر جو جھوٹی خبریں اڑائیں ۳۳/۶۰-۶۱

— یہود پر ۴/۴۶ ۴/۵۲

— خدا کی جس پر ہو وہ بے مددگار ہوجاتا ہے ۴/۵۲

(ل - غ)

(ن) **لغو** باتوں سے اعراض ۲۸/۵۵

سے بزرگانہ طور پر گزر جانا عباد اللہ کی علامت ہے ۲۵/۷۲

(ل - ق)

(م) **لقمان** ۳۱/۱۲-۱۹

— کی نصائح بیٹے کو ۳۱/۱۲-۱۹

— کو حکمت دی گئی تھی ۳۱/۱۲

(ل - ل)

(ه) **للہیت** (میرا سب کچھ یعنی نماز، قربانی، جینا مرنا اللہ کیلئے ہے) ۶/۱۶۲

(ل - و)

(م) **لوح** محفوظ یا ام الکتاب جس میں قرآن ہے خدا کے پاس ۴۳/۴

یا کتاب مسطور کشادہ ورق میں ۵۲/۲-۳

— سے جدا کر کے امر بھیجا جاتا ہے ۴۴/۴-۵

— میں سب رطب ویابس لکھا ہے ۶/۵۹

(ط) **لوطؑ** ۶/۸۶ ۷/۸۰-۸۴ ۱۱/۷۷-۸۳ ۲۲/۴۳ ۲۶/۱۶۰-۱۷۵ ۲۷/۵۴-۵۸ ۲۹/۳۱-۳۵ ۳۷/۱۳۳-۱۳۸

— حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے (یعنی ابراہیمؑ کے ماتحت نبی تھے) ۲۹/۲۶

(ط) **لوطؑ** — کی ہجرت شام کی طرف ۲۱/۷۱ ۲۹/۲۶

— کا قول "انی مہاجر الی اللہ" (میں اللہ کی طرف ہجرت کرنیوالا ہوں) ۲۹/۲۶

— کو حکم اور علم دیا گیا ۲۱/۷۴

— کی قوم ۳۸/۱۳

— کے بھائی (قوم) ۵۰/۱۳

— کی قوم کے فحش کام ۲۹/۲۸-۲۹

— کی قوم اغلام کی موجد تھی ۲۹/۲۸

— کی قوم پر عذاب ۷/۸۴ ۱۱/۸۲-۸۳ ۱۵/۵۸-۷۷ ۱۵/۶۱-۷۹ ۲۹/۳۱-۳۵

— کی قوم پر عذاب لانے والے فرشتے ۵۱/۲۴-۳۷ ۵۴/۳۳-۴۰

(ان فرشتوں کی ابراہیم سے ملاقات) ۵۱/۲۴-۳۷

(ان فرشتوں کا لڑکے بن کر جانا) ۱۱/۷۷-۸۳ ۱۵/۶۱-۷۹

(ان فرشتوں کو جب کہ وہ لڑکے بنے ہوئے تھے کفار قوم لوطؑ قبضہ میں لانا چاہتے تھے۔ کہ کفار کی آنکھیں رہ گئیں) ۵۴/۳۳-۳۷

— کو گندی بستی سے بچا کر نکالنا ۲۱/۷۴

— کی بیوی ۷/۸۳ ۲۹/۳۱-۳۵

— کی بیوی کی منافقت ۶۶/۱۰

— کی قوم کے عذاب کردہ شہروں کے کھنڈر (اجڑی ہوئی بستیاں اب بھی نظر آتی ہیں) ۲۹/۳۵ ۳۷/۱۳۷

(ن) **لونڈی** ۴/۲۵

— یعنی مملوکہ عورت ۴/۳ ۴/۲۴

(ل ـ ہ)

(ل ـ ی)

Regd. L. No. 3025